سِلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند) ۲۰۴

مشاہیرِ یونان و روما

حکیم پلوٹارک یونانی کی کتاب السیر کا اردو ترجمہ

جلد دوم

مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی

اصلاح و ترمیم کے بعد مجدداً شائع کی گئی

شائع کردہ
انجمنِ ترقی اُردو (ہند) - دہلی

سنہ ۱۹۴۳ء

قیمت مجلد صہ غیر مجلد للعہ

فہرست مضامین مشاہیر یونان و روم جلد دوم

یونان کا نامور مدبّر

پری کلیس یا قلیس (فاریس)

روما الکبریٰ میں ایک مرتبہ جولیس سیزر نے چند مالدار پردیسیوں کو دیکھا کہ کتّے کے پلّوں اور بندروں کو گود میں چڑھائے ہوئے ہیں۔ کبھی سینے سے لپٹاتے ہیں، کبھی کندھوں پر کداتے ہیں، کبھی گلے لگا کے پیار کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر سیزر کو تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ کیا ان کے ملک کی سب عورتیں بانجھ ہوتی ہیں، اس شاہانہ طنز سے اس کا مطلب حقیقت میں ان لوگوں کی تنبیہ تھی جو منشاے فطرت کے خلاف، اپنے بنی نوع کی جگہ، وحوش و بہائم کو مرکزِ التفات و محبت بناتے ہیں۔

بالکل اسی طرح وہ لوگ بھی قابلِ الزام ہیں جو انسانی روح کے فطری شوق مشاہدہ و جستجو کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ اور اس خداداد خصوصیت کو اُن چیزوں پر رائیگاں کھو دیتے ہیں جو نہ قابلِ التفات ہیں نہ سماعت و مشاہدے کے لائق۔ اور غضب یہ ہے کہ جو مشغلے ان کو فائدہ پہنچانے والے ہیں اور جو چیزیں حقیقت میں

اچھی ہیں، ان کی انھیں زرا پروا نہیں ہوتی۔

بے شبہ حواسِ ظاہری میں تو امتیاز کی قدرت نہیں اور غالباً وہ مجبور ہیں کہ جو شی اُن کے سامنے آئے اُس کا احساس و ادراک کریں ہی کریں، عام اس کے کہ وہ شی مفید ہو یا غیر مفید، لیکن اس کے ساتھ ہر انسان میں قوتِ ممیزہ موجود ہی اور وہ پوری طرح قادر ہی کہ جس شی کو مناسب سمجھے بلا دقت اپنے دماغ میں محفوظ رکھے اور اسی واسطے ہر شخص کا فریضہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ صرف احسن و منتخب اشیا ڈھونڈے، تاکہ اس کے قُوائے فکر و تلاش نہ صرف مصروف بلکہ برابر ترقی بھی کرتے رہیں کیوں کہ جیسے آنکھ کے لیے وہی رنگ سب سے موزوں ہی جس کی فرحت رسانی اور تازگی، بصارت کو تحریک و قوت بخشتی ہی ایسے ہی قُوائے ذہنی کی تقویت کے واسطے مناسب ہی کہ آدمی انھی چیزوں پر دماغ لڑائے جن سے خوشی کے ساتھ اُسے فائدہ بھی حاصل ہوتا ہو اور اس کی مثال نکوکاری ہی کہ اس کا مطالعہ کرنا دلوں کو بھلائی کرنے پر اُبھارتا ہی اور حرص دلاتا ہی کہ ہم بھی ویسا ہی کوئی کام کریں۔ اور کاموں میں یہ بات نہیں کہ آدمی ان کی تقلید پر فوراً آمادہ ہو جائے اور بے اختیار ان کی تعریف و تحسین دل میں مشتعل ہو۔ بلکہ اکثر اوقات اُلٹا یہ اثر ہوتا ہی کہ جس کام سے ہم خوش ہوتے ہیں اس کے کرنے والے کی کوئی توقیر دل میں نہیں پیدا ہوتی جیسے عطر یا رنگ کہ انھیں قرار واقعی ہم پسند کرتے ہیں مگر یہ نہیں ہوتا کہ عطر ساز یا رنگ ریز کو ان کی وجہ سے قابلِ وقعت تصور کریں۔

جب آن طِس تِن حکیم سے لوگوں نے کہا کہ اسمے نیاس نام

ایک شخص بڑی عمدہ بانسری بجاتا ہی تو اُس نے یونہی نہیں کہ دیا تھا کہ "بجاتا ہوگا! میرے نزدیک تو وہ بدنصیب انسان ہی کہ ایسا عمدہ بانسری بجانے والا ہوا" اور شاہ فیلقوس نے بھی ایک تقریب میں جہاں سکندر کمال دل کشی اور ہنرمندی کے ساتھ رباب بجا رہا تھا، اسی قسم کا چبھتا ہوا فقرہ کہا تھا کہ "بیٹے تمھیں شرم نہیں آتی کہ ایسا اچھا رباب بجا رہے ہو؟" نکتہ اس میں یہی تھا کہ شاہ اور شاہ زادوں کے واسطے فرحت کے وقت دوسروں کو گاتے بجاتے سننا ہی کافی ہی اور ایسے جلسوں میں ان کی موجودگی ہی فنِ موسیقی کی عزّت افزائی کو کم نہیں ہی۔

وہ جو اپنے کو ذلیل مشغلوں میں مصروف رکھتا ہی خود اپنی نالائقی پر گواہ لاتا ہی یعنی ادنیٰ چیزوں کی طرف اس کا متوجہ رہنا ہی اس بات کی دلیل ہی کہ اُسے اعلیٰ اور اچھے مشاغل سے رغبت نہیں۔ شاید ہی کوئی ذہین اور صاحبِ ہمّت نوجوان ایسا ہو جو پیزا میں مشتری، یا برغیس دیوتا کا نفیس بت دیکھ کر فی دیاس بننے کی خواہش کرے یا ارگس مین جونو دیوی کی مورت دیکھ کر پولی کلیٹس بن جانے کا آرزومند ہو یا اناک رین، فلی ٹس وغیرہ کی مسرت بخش نظمیں پڑھ کر ان جیسا ہو جانا چاہئے کیوں کہ مصنوعات کی خوبی سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا صناع بھی وصف و ثنا کا مستحق ہی۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ ان چیزوں کے دیکھنے سے کوئی حقیقی نفع دیکھنے والے کو نہیں پہنچتا۔ نہ اُسے شوق ویسے ہی کام کرنے کا پیدا ہوتا ہی۔ البتہ اگر ہی تو بھلائی ایسی چیز ہی جس کا صرف بیان کر دینا لوگوں پر تاثیر کیے بغیر نہیں رہتا کہ ان کے دل اس بھلائی

اور بھلائی کرنے والے دونوں کے مدّاح ہوجائیں اور دونوں کی ریس کرنے کی خواہش ان میں بھڑک اُٹھے۔ مادّی اسبابِ راحت کو تو آسودہ ہونے کی خاطر ہم ضرور فراہم کرنا چاہتے ہیں لیکن نیکی وہ شے ہے کہ اس کے کام کرنے اور اس کے خرچ کرنے ہی پر جی لپکتا ہے۔ پہلی چیز ہم اوروں سے حاصل کرتے ہیں مگر دوسری کو چاہتے ہیں کہ اور لوگ ہم میں دیکھیں اور ہماری اپنی بھلائی سے متمتع ہوں۔ یہ اخلاقی خوبی ایک عملی تحریک ہے کہ جس نے اُسے دیکھا، ویسا ہی کرنے کا آرزومند ہوگیا۔ اور سچ پوچھو تو اُسے دیکھنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں بلکہ وہ ایسی قوی الاثر شے ہے کہ محض اس کا ذکر سننے سے بھلائی کرنے کی خواہش اُبھتی ہے۔

اسی خیال سے ہم نے بھی اپنا وقت اور محنت مشاہیر کی سوانح عمریاں لکھنے میں صرف کی اور اس مبحث پر یہ دسویں کتاب[1] (یا فصل) اسی طرح ان کی حلیم و شریف طبائع بھی بہت کچھ یکساں ہیں۔ اسی شرافت و حلم کی وجہ تھی کہ وہ دونوں اپنے برابر کے عہدے داروں اور ہم وطنوں کی بدمزاجیاں اٹھاتے تھے۔ اور انھیں اسی بے نفسی اور انکسار نے اس قدر نفع رساں اور وطن کا بہترین خادم بنادیا تھا۔ جو کچھ آگے آتا ہے اس پر سے یہ فیصلہ کرنا کہ ہم نے اپنے مقصد کے لیے صحیح انتخاب کیا یا غلط، پڑھنے والے کا کام ہے۔

نسب کے لحاظ سے پری کلیس نجیب الطرفین امیرزادہ ہے۔ اس

---

[1] مصنف نے اصل میں کتاب کو چھوٹی چھوٹی متعدد جلدوں میں لکھا ہے اور ہر ایک کا نام کتاب اول، کتاب دوم الخ رکھا ہے۔

کی پیدایش کلارگس کی اور قومیت قبیلۂ آکامن کی ہی۔ اس کے باپ زن طیقس نے (جو ایرانیوں کو جنگ مای کل میں شکست دینے کی وجہ سے مشہور ہی) اگارستہ سے شادی کی تھی۔ یہ خاتون کلیس تن کی پوتی ہوتی ہی۔ اور کلیس تن وہ شخص ہی جس نے پی کس ٹراٹس کی اولاد کو ملک سے نکالا، اُن کے غاصبانہ ارادوں میں کھنڈت ڈالی اور اپنی شجاعانہ کوشش سے شخصی بادشاہی کا خاتمہ کردیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک مجموعۂ قوانین ترتیب دے کر اس عمدہ طرزِ حکومت کی بنیاد قائم کی جو لوگوں کی امن وحفاظت کا ذمے دار ہو اور انھیں باہم شیر و شکر کر دے۔

پری کلیس کے زمانۂ پیدایش کے قریب اس کی ماں نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کے شیر ببر پیدا ہوا ہی۔ پھر جب تھوڑے دن بعد پری کلیس پیدا ہوا تو اس کا سر کسی قدر غیر معمولی لمبا اور غیر متناسب تھا۔ اور یہی سبب ہی کہ اس کی تمام مورتوں اور مجسموں میں سر چھجے دار ٹوپی سے ڈھکا ہوا ہی۔ بظاہر سنگ تراش بھی اسے آشکارا کرنا نہ چاہتے تھے۔ ایتھنز کے شعرا نے اس کا نام "اس کی نوسی فالوس" یعنی "لسّن سرا" رکھا تھا۔ اس، کی نو، یونانی میں لسن کو کہتے تھے"۔ ایک ظریف (کراٹی نس شاعر) اپنی نظم شیروں میں کہتا ہی:۔

"بڈھے مزمن شاہ نے ایک دفعہ ملکہ شورش سے
بیاہ کرلیا۔ اور انھی دونوں سے وہ مشہور نزدیک و دور
جابر پیدا ہوا۔ جس کا نام دیوتاؤں نے
بہت بڑا "کھوپری بھنچ" رکھا"

یہی شاعر اپنی دوسری نظم نے مِسس میں پری کلیس کو یوں مخاطب

کرتا ہے:-

"اندر مہاراج! ادھر آؤ تم تو سارے دیوتاؤں کے سر ہو"

ایک اور شاعر ٹیلی سی ڈس نے بھی اس کا خاکہ اڑایا ہے اور لکھا ہے کہ آج کل سیاسی مشکلات میں گھر کر بچارے پری کلیس کا قافیہ اس بُری طرح تنگ ہوا ہے کہ اُسے شہر کے اندر تو:

"خود اپنے سر کے بوجھ سے غش پہ غش
آتے ہیں، مگر باہر جاتا ہے تو
اپنی جنگی کشتی نما کھوپری سے فتنہ وفساد
نکال نکال کے سلطنت پر پھینکتا ہے"

ایک تیسرے (یوپولس) نے بھی اس بڑسرے پن کی مٹی پلید کی ہے۔ اور اپنے ناٹک ڈیمی میں جتنے شہرت پسند تقریریے ہو گزرے ہیں، ان سب کو باری باری جہنم سے طلب کیا ہے۔ اور جب سب سے آخر میں پری کلیس کی واری آتی ہے تو شاعر ایک ہی مرتبہ چلّا اٹھتا ہے کہ:

"اے لو اب اسے دیکھو، جتنوں کو ہم دیکھ چکے ہیں
یہ ان سب کا عطر مجموعہ ہے، اور اُن سبھوں کے سر اس
اکیلے کی کھوپری میں جمع ہیں!"

پری کلیس کو عام طور پر موسیقی میں دمن کا شاگرد بتاتے ہیں، لیکن ارسطو کو اس اجماعی قول سے اختلاف ہے۔ اس کے نزدیک فثاکلید اس کا اُستاد ہے۔ یہ ممکن ہے کہ دمن نے جو سوفسطائی خیالات کا آدمی تھا، مصلحت سے اُستاد موسیقی کا بھیس بھر لیا ہو اور اپنی دوسری قابلیتوں کو لوگوں سے چھپا کر اس بہانے پری کلیس کے پاس آمدرفت

نکالی ہوتا کہ سیاسی اکھاڑے کے اس نوخیز پٹھے کو اپنے رنگ پر سدھائے، مگر شامتِ اعمال سے اس کا پردۂ ساز لوگوں کی نظر سے زیادہ عرصے تک اصلیت کو مخفی نہ رکھ سکا اور دخل در معقولات اور شخصیت کی حمایت کے جرم میں فتوائے عام نے دس سال کے لیے اسے جلا وطن کر دیا اور ناٹک والوں کو اس پر ہنسی اُڑانے کا موقع دیا۔ چناں چہ فلاطونام مطائب نویس نے اس کی بے طرح خبر لی ہے۔

پری کلیس، حکیم زینو الیائی کے درس میں بھی شریک ہوا کرتا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے فلسفۂ طبعی میں حکیم زمینی کا اتباع کیا اور مخالف کو حجت سے ساکت کرنے کا ایک ڈھنگ خود نکالا جس میں اس کو کمال حاصل تھا۔ ٹمن شاعر اسی کی ان الفاظ میں تعریف کرتا ہے:۔

”وہ صاحب قوت زینو بھی، منہ میں تھی دو دھاری جس کے زبان
جو زور سے اپنی حجت کے ہر بات کا کرتا تھا بطلان“

لیکن جس نے پری کلیس کی سب سے زیادہ نگرانی کی اور اس کے ذوق کو نفاست و متانت بخشی اور حصول ہر دل عزیزی کے ابتذال فن سے بمدارج بلند کر دیا، اور جس نے علو ہمتی کے ساتھ ساتھ شرافتِ نفس میں بھی اس کو احسن المعاصرین بنا دیا، وہ انکسا غورث باشندۂ کلازومینی ہے۔ جو اپنے زمانے میں نوس کے عرف سے معروف تھا۔ اس لفظ کے معنی طبیعت یا حکمت کے ہیں۔ اور اس کی وجہ تعریف یا تو یہ تھی کہ حکیم موصوف کو طبیعات میں غیر معمولی بصیرت عطا ہوئی تھی اور یا یہ کہ حکمائے یونان میں سب سے پہلا شخص وہی ہے جس نے تکوینِ عالم کو نہ تو اتفاقی بتایا اور نہ یہ کہا کہ وہ ضرورت یا مجبوری سے ہوئی تھی، بلکہ یہ ثابت

کیا کہ وہ قوّتِ کاملہ اور وہ حکمتِ بالغہ جو تمام اشیاے مجتمعہ اور مرکبات میں توازن و ترتیب قائم رکھتی ہے، وہی تکوینِ عالم کا باعث ہوئی ہے۔

اسی شخص کے صدقے میں، جس کی پرِی کلیس نہایت عظمت و ستایش کرتا تھا، اُس کے دل میں وہ بلند حوصلے پیدا ہوے جنھیں عوام الناس ہوائی اور خیالی کہتے ہیں۔ اور جن کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ طبیعت میں بلند نظری اور گفتگو میں وقار آگیا اور اُسے اُن ذلیل خود غرض مقرّروں سے جو ضلع جگت اور پھکڑ کی مدد سے عوام الناس کی مجلسوں کو گرماتے ہیں، کوئی نسبت ہی نہ رہی۔ علاوہ ازیں اس کی صورت پر ایسا اطمینان اور تمام حرکات میں وہ سکون و متانت تھی کہ بولتے وقت کوئی شَے اس کے سلسلۂ تقریر میں بے ربطی نہ پیدا کر سکتی تھی۔ اس کی آواز بالکل ہموار اور قائم رہتی تھی اور اس کے سوا بہت سی اور خوبیاں تھیں جو اس کے سامعین کو متاثر کیے بغیر نہ رہتی تھیں۔

ایک دن جب کہ پرِی کلیس کسی ضروری کام میں مصروف تھا۔ اس کے سامنے ایک آوارہ لُچّے نے کھڑے ہو کر سرِ بازار اس کو سخت سُست کہنا شروع کیا۔ لیکن پرِی کلیس نہایت خموشی سے اپنا کام کرتا رہا اور شام کو کمال اطمینان و متانت کے ساتھ گھر لوٹا۔ مگر اس شخص نے اب بھی پیچھا نہ چھوڑا اور گھر تک گالیوں اور پھبتیوں کی بوچھار کرتا ہوا اس کے ساتھ ساتھ آیا، جب پرِی کلیس مکان کے اندر داخل ہو لیا۔ (اس وقت اندھیرا ہو گیا تھا) تو اُس نے اپنے نوکر کو آواز دے کر کہا کہ روشنی لے کر ان صاحب کو ان کے گھر تک پہنچا آؤ۔

عیونِ (ناٹک نویس) نے پرِی کلیس کو صحبتِ احباب میں مدکسی

قدر سبز اور خود نما" بتایا ہی اور لکھا ہی کہ اس کی خود داری میں تمکنت اور دوسروں کی حقارت ٹپکتی تھی۔ شاعر نے اس معاملے میں کسی کی تعریف کی ہی تو وہ کائمن ہی جس کی لوگوں میں بے تکلفی اور پسندیدہ سادگی ایک قدرتی حسن پیدا کر دیتی تھی۔

مگر عیون آخر شاعر ہی اور معمولی سے معمولی بات اور بھلائی میں بھی حاشیے لگانا اس کی عادت ہوا چاہیے، پس اس پر بھروسا کرنے میں احتیاط کرنی ضروری ہی۔ جو لوگ پری کلیس کی متانت و سنجیدگی کو محض شیخی اور بناوٹ بتاتے تھے، اُن سے حکیم ذینو کہا کرتا تھا کہ "تم بھی بن پڑے تو ایسی ہی بناوٹ اختیار کر لو۔ کیا عجب ہی جو محض نقالی سے رفتہ رفتہ تم میں بھی اس کے شریفانہ اوصاف اور علم و فضل کی طلب صادق پیدا ہو جائے"۔

اور آنکشا غورث کے فیضانِ صحبت سے صرف اتنا ہی نہ تھا جو پری کلیس کو حاصل ہوا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہی اسی کی تعلیم نے اُسے بندِ توہمات سے رہائی دلائی جن میں جہال گرفتار رہتے ہیں اور طرح طرح کے بے بنیاد خطروں کی مصیبت سہتے ہیں۔ جب کبھی انھیں کوئی نئی چیز (مثلاً آسمان پر) نظر آتی ہی اور اس کا کوئی ظاہری سبب معلوم نہیں ہوتا، تو اپنے دماغ سے عجیب عجیب خرقِ عادت باتیں گھڑ لیتے ہیں۔ خود ہی اس خرافات پر ایمان لے آتے ہیں اور پھر کبھی بیہودہ امیدیں باندھتے ہیں اور کبھی بے معنی خوف کرنے لگتے ہیں۔

نقل ہی کہ ایک مرتبہ پری کلیس اپنے گانو کے کھیت سے ایک مینڈھے کی سری اٹھا لایا جس میں صرف ایک سینگ تھا۔ لاہن کاہن

نے جو دیکھا کہ پیشانی کے بیچ سے سینگ ٹھوس اور سخت ہو کر نکلا ہے تو کہنے لگا کہ جس نے اپنے کھیت میں یہ پایا ہے وہ معاملاتِ ملک داری میں اپنے حریفوں پر بازی لے جائے گا۔ یہ سینگ اس کی اقبال مندی کی علامت ہے (واضح رہے کہ اُس زمانے میں دو گروہ پیدا ہو گئے تھے۔ ایک طوسی دیدس کا طرف دار تھا اور دوسرا پری کلیس کا۔ پس پیشین گوئی کا مطلب یہ تھا کہ پری کلیس کو اپنے حریف پر غلبہ حاصل ہوگا)

لیکن انکسا غورث نے اُسی وقت کاہن کا بطلان کر دیا اور سری کو بیچ میں سے پھاڑ کر لوگوں کو دکھایا کہ درحقیقت مغز اپنی اصلی جگہ پر پھیلا ہوا نہیں بلکہ سمٹ کر بیضوی شکل ہو گیا ہے اور اسی جگہ جہاں اس کا سر کھال سے ملا ہے، سینگ پھوٹا ہے کیوں کہ مغز کا سارا زور دو طرف ہونے کے بجائے بیچ میں اکھٹا ہو گیا تھا۔ یہ توجیہ سُن کر لوگوں نے انکسا غورث کی بہت داد دی اور اس وقت سب اس کو مان گئے۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد جب طوسی دیدس کا فریق ہار گیا اور ساری قوت اور حکومت پری کلیس کے ہاتھ میں آگئی، تو پھر لامپن کاہن ہی کی سب نے تعریف کی اور کہنے لگے کہ اس نے جو پیشین گوئی کی تھی، وہ آخر صحیح ثابت ہو کر رہی۔

مگر راقم کی رائے میں یہ کہنا کہ وہ دونوں سچے تھے غلط نہیں۔ یعنی طبیعی اور کاہن ہر ایک نے ٹھیک اور الگ الگ نتیجہ نکالا۔ ایک نے تو اس کا سبب بیان کیا اور دوسرے نے اس کا مدعا کہ کس غرض سے اس طرح کا واقعہ ہوا۔ اُس کا کام صرف اس کی بناوٹ اور اس طرح پھوٹنے کی وجہ بیان کرنا تھا اور اس کا کام اس کی غایت اور اس ساخت

کا رمز بتاتا تھا۔ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ کسی مافوق الفطرت وقوع کے اسباب ڈھونڈ نکالنا اُس کی اہمیت کا ناس کر دیتا ہے، وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ خوارق کے ساتھ ہی ساتھ انسانی علم و قیاس سے بھی انھیں بدظنی ہے کیونکہ فی المثل شہاب ثاقب، کرڑوں[1] کا آپس میں ٹکرانا اور سورج گہن کی تاریکی وغیرہ تمام غیر معمولی واقعات کا کوئی نہ کوئی سبب تو ضرور ہوتا ہے لیکن اس سبب میں کچھ اور رمز بھی مخفی رہتے ہیں۔

لیکن یہ وہ مباحث ہیں جو شاید اپنے علیحدہ مقام ہی پر زیادہ موزوں معلوم ہوتے ہیں۔

پری کلیس ابھی جوان ہی تھا کہ لوگوں کو اس کی طرف سے طرح طرح کے وسوسے پیدا ہونے لگے کیونکہ قد و قامت چہرے مہرے میں اس کی وضع بہت کچھ پی سس ٹراٹس جابر سے ملتی تھی اور اس شباہت سے اور اس کی شیریں آواز اور طراری سے پُرانے وقتوں کے لوگ بالکل دنگ رہ جاتے تھے۔ خود پری کلیس کو ان بدگمانیوں نے ہشیار کر دیا تھا۔ اور اسے خوف ہو گیا تھا کہ کہیں یہ سوء ظن اور اس کے ساتھ میری امارت اور کثیر الاحبابی، جلا وطنی کی کافی وجہ نہ ہو جائے۔ اسی خیال سے ابتداءً اس نے معاملاتِ سلطنت میں زیادہ دخل نہ دیا بلکہ فوجی خدمات میں اپنی دلیری اور پامردی کے جوہر دکھاتا رہا، لیکن جب ارسطی دس فوت ہو گیا۔ ثمس طاکلس کو دیس نکالا ملا اور کائمن زیادہ تر بیرونی مہمات پر یونان سے باہر رہنے لگا تو پری کلیس نے گوشۂ عزلت سے قدم نکالا اور اپنی طبیعت کے خلاف جس میں جمہوریت مطلق نہ تھی، اُس نے کم مایہ

---

[1] یہ غالباً قدیم یونانی کھیل میں ہوتا تھا کہ کرڑے ایک دوسرے پر مارتے تھے۔

لوگوں کا پہلو لیا جو اپنے مال دار حریفوں سے تعداد میں زیادہ تھے۔ اس کی بڑی وجہ غالباً یہ تھی کہ ایک تو اسے دولت مندوں کے زمرے میں ملنے سے خوف تھا کہ لوگ اُسے شخصیت و استبداد کا حامی نہ سمجھنے لگیں۔ دوسرے ان معززین اور امرا کے گروہ کا سردار کائمن تھا اور اس کی ہر دل عزیزی کے آگے کسی اور کی چلنی مشکل تھی۔ بس پری کلیس غربا کے ساتھ ہوا تاکہ شبہات سے بھی محفوظ رہے اور کائمن کا مدمقابل بھی بن جائے۔

اس کے بعد ہی پری کلیس نے اپنی زندگی اور وقت گزاری کے طرز کو بھی بالکل بدل دیا۔ وہ ملکی مجلس یا عام تقریروں میں شرکت کی غرض سے تو البتہ باہر نکلتا ورنہ کبھی گلی کوچوں میں چلتا پھرتا نظر نہ آتا۔ دوستوں کی دعوتوں اور ملاقاتوں سے دور بھاگتا اور سارا وقت لوگوں کے کاروبار میں جو کچھ کم نہ تھے، صرف کرتا۔ اپنے عزیز یوری ٹلیموس کی شادی کے سوائے وہ کسی تقریب میں شریک نہیں ہوا اور اُس میں بھی شربت پلائی کی رسم ختم ہوتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر لوٹ آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی دوستانہ صحبتوں سے آدمی کی وقعت گھٹ جاتی ہے اور یارباشی میں اپنا ظاہری وقار قائم رکھنا محال ہو جاتا ہے۔ آدمی کے حقیقی اوصاف اسی وقت معلوم ہوتے ہیں جب اسے کوئی عرصے تک اور بہت پاس سے دیکھے ورنہ اچھوں کی اچھائیاں جو ان کے عزیز اقربا اُن میں (روزمرہ کے تجربے کے بعد) پاتے ہیں، غیر شخص کی نظر میں نہیں کھبتیں اور وہ حقیقی خوبی کی ایک سرسری مشاہدے کے بعد کچھ قدر نہیں کر سکتا۔ پری کلیس نے یہی ہشیاری برتی کہ اپنی شرکت کو خاص خاص موقعوں کے لیے اُٹھا رکھا۔ تاکہ لوگوں کو مساوات نہ ہو اور اس کے

کاموں سے ان کا دل نہ بھر جائے چناں چہ چھوٹے موٹے کام اپنی نگرانی میں وہ اپنے احباب کے سپرد کر دیتا تھا۔ اور خود صرف بڑے معاملات میں حصّہ لیتا اور مجلس میں کئی روز کے بجائے ناغہ کر کے آتا۔ انھیں میں جو اس کی زیرِ نگرانی کام کرتے تھے، ایفی الطوبس بھی تھا جس نے اریوپےگس کی مجلس کا زور توڑا اور افلاطون کے الفاظ میں لوگوں کو آزادی کا ایسا قوی الاثر جام پلا دیا کہ منہ زور گھوڑے کی طرح وہ قابو سے نکل گئے، اور جیسا کہ مطائبہ نویسوں نے لکھا ہے:

"کبھی یاں کودے کبھی واں کودے
کبھی ٹاپیں یوبہ میں ماریں
کبھی کھوندا جاکے جزیروں کو"

پری کلیس کا طرزِ تقریر بھی، جو اس کی عالی خیالی اور باوقار وضع کے عین مناسبِ حال تھا، انکساغورث ہی کے طریقِ تعلیم کا نتیجہ سمجھنا چاہیے۔ اسی کی تعلیم کے طفیل وہ اپنی سحر بیانی کو فلسفۂ طبعی کی رنگینی سے اور زیادہ پرتاثیر بناتا تھا۔ فیض یاب مبدء کائنات حکیم افلاطون یونانی نے اس کے متعلق تحریر کیا ہے کہ خدا داد ذکاوت و فراست نے فطرت کے علم کے ساتھ مل کر اس کو یہ لیاقت اور قدرت دی تھی۔ اور انھی سے فنِ خطابت میں اس نے وہ استفادہ حاصل کیا تھا کہ کوئی شخص تقریر میں اس کا حریف نہ ہو سکتا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی لسانی پر اس کے مخالفوں نے اولمپی کی یہ پھبتی اس پر کہی تھی، لیکن ایک خیال یہ ہے کہ اس کا یہ نام اُن شان دار عمارتوں کی وجہ سے پڑا جو اُس نے

لہ۔ یعنی اہالیِ یوبہ دیتا جس کا بڑا مصدر کوہ اولمپس پر تھا۔ م

شہر میں جا بجا تعمیر کرادی تھیں۔ اور تیسرا قول یہ بھی ہے کہ پری کلیس کو مسائلِ ملکی میں (خواہ وہ جنگ کے متعلق ہوں خواہ زمانۂ امن کے) جو قوت حاصل ہوگئی تھی، اُس کی بنا پر وہ اولمپی کے پُرشکوہ عرف سے معروف ہوا۔ اس کی متعدد صفات دیکھتے ہوئے یہ بات کچھ بھی عجیب اور بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ اُسے اچھے سے اچھے خطاب سے یاد کرنے لگے ہوں۔ مگر مطائب نویس شعرا کے بیان سے جو کبھی ہنسی سے اور کبھی واقعی جل کر اُس کی طرح طرح سے ہجو کرتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام اس کی تقریر بازی ہی کی یادگار ہے کیوں کہ لوگوں کو خطاب کرتے وقت وہ اس کی تقریروں کو کڑک چمک سے اکثر تشبیہ دیتے ہیں اور اس کی سحر بیانی کو لکھتے ہیں کہ پری کلیس کے مُنہ میں زبان نہ تھی ایک صاعقۂ جہاں سوز تھی۔

طوسی دیدس کا ایک فقرہ بھی جو اس نے پری کلیس کی چالاکی پر کسا تھا، کتابوں میں محفوظ رہ گیا ہے۔ طوسی دیدس ایک معزز اور صاحبِ ثروت شہری تھا اور معاملاتِ ملکی میں پری کلیس کا سب سے بڑا مدمقابل گزرا ہے۔ اس سے شاہ اسپارٹا ارشی داموس نے ایک مرتبہ پوچھا کہ تم اچھے پہلوان ہو یا تمھارا حریف، پری کلیس؟ اُس نے جواب دیا "جب کبھی میں اُسے زیر کر لیتا ہوں اور پوری طرح اُس پر غالب آجاتا ہوں تب بھی وہ یہی کہے جاتا ہے کہ میں جیتا۔ اور لوگوں کی آنکھوں میں کچھ اس طرح خاک جھونکتا ہے کہ وہ بھی اسی کی جیت مان لیتے ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ پری کلیس بولنے میں بے حد محتاط تھا۔ جو کچھ اور جس طرح اُسے کچھ کہنا ہوتا اس کا بڑا خیال رکھتا حتیٰ کہ تقریر گاہ پر جانے

وقت ہمیشہ دعا مانگ کے جاتا کہ الٰہی کوئی لفظ موقع اور محل کے خلاف نا دانستہ میری زبان سے نہ نکل جائے۔

اس نے سوائے چند احکام کے کوئی یادگار تحریر نہیں چھوڑی اور اس کے اقوال بھی بہت کم لکھنے میں آئے ہیں۔ مثلاً ایک یہ ہے کہ اس نے کہا "اجی نا کو اسی طرح بائی رئیں سے ہٹا لینا چاہیے جس طرح آنکھ کی پتلی سمٹ جاتی ہے" یا یہ کہ "مجھے پلی پونی سس کی سمت سے لڑائی اپنی طرف حرکت کرتی نظر آرہی ہے"۔ یا ایک موقع پر جب جہاز پر جاتے وقت اس کے ساتھی سپہ سالار سفاکلیس نے کسی خوش رُو نوجوان کی تعریف کی تو وہ کہنے لگا "سفاکلیس! فوجی سرداروں کی آنکھوں میں بھی ایسی ہی بے لوثی ہونی چاہیے جیسی کہ دل میں اور ہاتھوں میں!"

ٹیسم بروٹس لکھتا ہے کہ جنگِ ساموس کے مقتولین کی بڑائی میں اس نے کہا کہ وہ جو اس میں کام آئے دیوتاؤں کی طرح زندۂ جاوید ہیں کیوں کہ ان کی توصیف وثنا جو ہم کرتے ہیں اور وہ فائدے جو یہ اُن دیکھے دیوتا ہمیں پہنچاتے ہیں، انھی سے ہم نے اُنھیں لافانی جانا ہے اور یہی خوبیاں ہیں جن سے اپنے ملک پر فدا ہونے والے بھی متصف ہیں۔

طوسی دیدس نے پری کلیس کے طرزِ حکمرانی کو شاہانہ حکومت بتایا ہے جو برائے نام جمہوری تھی مگر حقیقت میں فردِ واحد اپنے رسوخ و اثر سے سب پر حاوی ہو گیا تھا، لیکن اور لوگوں نے پری کلیس کو یہ الزام دیا ہے کہ اُسی نے بُرچک دے دے کے عوام الناس کی عادتیں بگاڑیں۔ وہ اپنے محکوم علاقوں کا حق غصب کرنے لگے، اور

کھیل تماشوں میں عام طور پر جانے لگے اور قومی کام کرنے والوں کی تنخواہیں مقرر ہونے لگیں ۔ ان تبدیلیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سنجیدہ کفایت شعار اور قوتِ بازو سے معاش پیدا کرنے والی قوم اسراف و عیاشی کی دل دادہ ہوگئی اور ان ساری خرابیوں کا ذمے دار پری کلیس ہی۔ آؤ اس تغیر کا سبب واقعات کی کسوٹی پر کسیں ۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ کائمن کا مد مقابل بننے کے لیے اُس نے ابتدا میں عوام کی پشتی لی تھی مگر وہ اپنے حریف سے دولت و ثروت میں بہت کم تھا اور اسی لیے لوگوں کو رجھانے کے جو ذرائع اُس کے قبضے میں تھے۔ وہ پری کلیس کو حاصل نہ تھے ۔ مثلاً نہ تو وہ کائمن کی طرح روز روز بھوکوں کو کھانا کھلا سکتا تھا نہ کم زور بڈھوں کو کپڑے بنا کے دے سکتا تھا اور نہ اپنے باغوں کی باڑھیں اور حاطے تڑوا کر انھیں وقفِ عام کر سکتا تھا کہ جس کا جی چاہے آئے اور میوے کھائے ۔ یہ کمی دیکھ کر وہ (ارسطو کے بقول) دامونی دس کی صلاح سے بیت المال کی جانب متوجہ ہو گیا ۔ اور اسی کے مصارف میں ایسی مدات بڑھوائیں جن سے لوگ اس کے زرخرید غلام ہو گئے ۔ مثلاً سرکاری خرچ سے نمائشوں کا انتظام کرایا ، جوری مین بیٹھنے والوں کا معاوضہ مقرر کیا اور اسی طرح فائدہ رسانی کی بہت سی شکلیں نکالیں ۔ پھر جب عوام الناس اس کے قبضے میں آ گئے ، تو ان کو مجلس اریوپیگس کے خلاف اُبھارنا شروع کیا ۔ اور ایفی الطوس کی اعانت سے ، اُس کے بہت سے اختیارات سلب کرا دیے ۔ چند ہی روز بعد کائمن بھی فتوائے عام سے شہر بدر کر دیا گیا ۔ اسپر اسپارٹا کی دوست داری اور لوگوں سے

نفرت کا الزام قائم کیا گیا تھا، حالانکہ دولت و شرافت میں سب سے بڑھ کر ہونے کے سوا اُس نے غیر ملکیوں پر کئی شاندار فتوحات حاصل کی تھیں اور شہر کو زر و غنائم جنگ سے مالا مال کر دیا تھا۔ اس کے یہ کارنامے اس کی سوانح عمری میں تفصیل سے درج ہیں۔

اس کامیابی سے اندازہ لگالینا چاہیے کہ پری کلیس کی قوت کس قدر بڑھ گئی تھی۔

فتوائے عام سے جلاوطنی کی میعاد قانوناً دس سال کی تھی، لیکن اس مدت گزرنے سے پہلے اسپارٹا والوں نے فوجِ عظیم کے ساتھ ایتھنز پر چڑھائی کی اور تناگرا کی حدود تک عبور کر آئے۔ اُس وقت جب ایتھنز والے اُن کے مقابلے کو گئے تو کائمن میعادِ جلاوطنی ختم ہونے سے پہلے مسلح ہو کر اُن میں آملا اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ شانہ بشانہ دشمن سے لڑنے کا خواہاں ہوا تاکہ اپنے کو جوکھوں میں ڈال کر اسپارٹا کی طرف داری کے شبہات رفع کر دے۔ مگر پری کلیس کے ساتھیوں نے ہم آہنگ ہو کر اُسے اپنی صفوں سے نکلوا دیا اور غالباً یہی سبب تھا کہ اس لڑائی میں پری کلیس سب لڑائیوں سے زیادہ جان توڑ کے لڑا اور ہر خطرے کے مقام پر پیش پیش رہا۔ کائمن کے تمام دوست بھی جنھیں اُس نے اسپارٹا کی دوستی سے متہم کیا تھا، اس لڑائی میں پہلو بہ پہلو لڑ کر مارے گئے۔

اس لڑائی میں جب ایتھنز والوں کو خود اپنی حدود میں شکستِ فاحش نصیب ہوئی اور ساتھ ہی یہ اندیشہ ہوا کہ اگلے موسم بہار میں پھر ایک خوفناک حملہ ہوگا، تو اُس وقت اُنھیں کائمن کے نکال دینے

پر سخت پشیمانی ہوئی اور اس کے اپنے میں نہ ہونے پر دل شکستہ سے ہو گئے۔ پری کلیس نے بھی ان کی رنجیدگی کو محسوس کیا اور جو وہ چاہتے تھے اس کے پورا کرنے میں مطلق تامل نہ کیا بلکہ خود کائمن کو واپس وطن بلوانے کی تحریک کی جس نے ایتھنز پہنچ کر دونوں شہروں میں صلح کرا دی۔ کیونکہ اسپارٹا والوں کو جتنی پری کلیس اور عوام کے دوسرے سرگروہوں سے نفرت تھی، اُتنی ہی ان کے دل میں کائمن کی وقعت اور مروّت تھی۔ بعض لوگوں کا بیان یہ ہے کہ پری کلیس نے کائمن کو واپس بُلانے کی تحریک کرنے سے پہلے اُس کی بہن الفنیس کی معرفت چند شرطیں کرا لی تھیں اور وہ یہ کہ کائمن امیر البحری کے عہدے کو قبول کرے اور دو سو جہازوں کا بیڑا لے کر ایرانی مقبوضات پر چڑھائی کرنے باہر چلا جائے اور وطن کی حکومت اکیلے پری کلیس کے ہاتھوں میں رہے۔

مشہور تھا کہ پہلے بھی ایک مرتبہ الفینس نے اپنے بھائی کے واسطے کوشش کی تھی اور پری کلیس کو آمادہ کیا تھا کہ کائمن کے مقدمے میں رحم و کرم کا برتاؤ کرے کیونکہ جو جماعت کائمن کے خلاف وکالت کرنے کے واسطے چھانٹی گئی تھی اس میں پری کلیس کو بھی لوگوں نے پیروکار بنایا تھا۔ کہتے ہیں الفینس جب اپنے بھائی کے لیے یہ التجا لائی تو وہ مسکرا کے کہنے لگا "الفینس اب تمھاری عمر ایسی وکالتوں کے لائق کہاں رہی ہے؟" مگر جب مقدمہ پیش ہوا تو محض سبک دوشی حاصل کرنے کے لیے اُس نے ایک مرتبہ اُٹھ کر تھوڑی سی تقریر کی اور پھر عدالت سے باہر چلا آیا اور الزام دینے والوں میں کائمن کی سب

ہے کم مخالفت اُسی نے کی۔

جب حالات یہ ہوں تو اڈمانیوس کی بات کا کسے یقین آئے گا جس نے پری کلیس پر یہ الزام لگایا ہے کہ اُس نے غداری کر کے اپنے دوست انفی الطوس کو محض اس کی ناموری کے حسد سے قتل کرا دیا؟ (مقتول لوگوں کا نہایت محبوب مدبّر تھا اور پری کلیس کے سیاسی جتھے کا بہت کارآمد رکن) بظاہر احوال اس مورخ نے نہ معلوم کہاں سے اس قسم کی کہانیاں جمع کر کر کے ایک ایسے شخص کو بدنام کیا ہے جو مانا کہ غلطی اور خطا سے مبرا نہ تھا، لیکن پھر بھی جوہرِ شرافت سے مزین تھا اور بالطبع دیانت واصالت کے کاموں سے میل رکھتا تھا اور جو دل ایسے اوصاف سے ممتاز ہو اُس میں اس قسم کے وحشیانہ جذبات کا کیا کام ہو سکتا ہے؟ رہا انفی الطوس کے قتل کا قصہ، سو اس کی اصلیت بقول حکیم ارسطو کے یہ ہے کہ: چونکہ انفی الطوس حکومتِ خواص کے حامیوں کا نہایت سخت اور بہت نقصان رساں دشمن ہوتا جاتا تھا اور عوام الناس کے حقوق کا ایسا زبردست حامی تھا کہ جس نے ان کے ساتھ ناانصافی کی وہ اُس کی کوشش سے سزا پائے بغیر نہ رہا۔ پس اُس کے دشمن اس کی جان کے لاگو ہو گئے۔ اور موقع پا کے خفیہ طور پر اُسے تناگرا کے ایک باشندے ارستادوحس کے ہاتھوں مروا ڈالا۔

کائمن امیر البحری کی حالت میں جزیرۂ قبرس میں فوت ہو گیا اور اس کے حامی امرا کو سخت پریشانی پیدا ہوئی۔ واضح رہے کہ اگرچہ پری کلیس کی قوت کائمن کی موجودگی ہی میں بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور اس کے آگے شہر بھر میں کسی مخالف کو چون و چرا کی مجال باقی نہ تھی

پھر بھی فریقِ مخالف اس کو بالکل مطلق العنان اور مخالفت کی طرف سے مطمئن چھوڑنا نہ چاہتا تھا کہ مبادا جمہوریت کے بجائے ایتھنز میں واقعی شخصیت قائم ہوجائے۔ پس اس گروہ نے کائمن کے ایک دانشمند رشتے دار طوسی دیدس متوطن آلوپک کو چھانٹا کہ وہ مخالف جماعت کا سرگروہ بن کر پری کلیس کی تھوڑی بہت روک تھام کرسکے۔ نیا حریف اگرچہ متوفی کائمن کے مانند جنگی قابلیت نہ رکھتا تھا مگر سیاسی کاروبار، فن تقریر اور شہر کی دیکھ بھال اُسے خوب آتی تھی۔ چنانچہ تقریر گاہ پر پری کلیس سے لڑ لڑ کے اس نے تھوڑے ہی دن میں فریقین کو برابر اور تقریباً ہم وزن کر لیا۔ اصل یہ ہے کہ اس نے اپنی جماعت کے "نیک" اور "اچھے" لوگوں کو (جس سے امرا مراد ہیں) الگ الگ بیٹھنے کے بجائے یک جا بٹھانا شروع کیا۔ پہلے وہ عوام الناس میں مل کر کچھ گم سے ہوجاتے تھے، اور ان کا جتھا منتشر ہوکر کم قوت رہ جاتا تھا۔ اب طوسی دیدس نے ان کو بالکل علیحدہ کرکے ایک جماعتِ متحدہ کی صورت میں ترتیب دیا اور ان کی مشترکہ طاقت سے گروہِ مخالف کا ایک متوازن حریف پیدا کرلیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ اہلِ ایتھنز ابتدا سے دو گروہوں میں علیحدہ علیحدہ تھے اور ان کے دولت مندوں اور عوام الناس کے فرق نے انھیں اسی طرح دو حصے کردیا تھا جس طرح لوہے کو خفیف سی جھری کھول دیتی ہے۔ لیکن اب علانیہ مخالفت نے اس جھری کو خوب چوڑا کردیا اور شہر میں عوام اور خواص (یعنی چند صاحبانِ اثر) کے دو جتھے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت پری کلیس نے بھی معمول کے خلاف لوگوں کو بگٹٹ چھوڑ دیا اور اپنی مصلحتوں کو ان کی خوشی کے بالکل تابع کردیا۔ اور بچوں

کی طرح انھیں بہلانے کے لیے عام دعوتیں اور نمائشیں اور کھیل تماشے کی تقریبیں شہر میں منانی شروع کیں اور گو وہ فائدے سے خالی نہ ہوتی تھیں تاہم ان کی اصلی غایت محض لوگوں کو خوشی کرنی تھی - اس کے علاوہ اُس نے کثیر التعداد لوگوں کو ہر سال ساٹھ جہاز بھر کے بھیجنا شروع کیا جنھیں آٹھ مہینے تک سرکاری خزانے سے تنخواہ ملتی تھی اور ساتھ ہی فن جہاز رانی کی مشق بھی کرائی جاتی تھی -

پری کلیس نے ضرورت مندوں کے استعمار کا بھی عمدہ انتظام کیا- ایک ہزار کسان تو کرسونیس بھیجے کہ وہاں کی زمین کو قرعہ اندازی سے آپس میں بانٹ لیں - اور پانسو جزیرۂ نکسس روانہ کیے - ڈھائی سو مہاجرین کو اندروس میں آباد کرایا ایک ہزار تراقیہ (تھریس) میں لبالتی قوم کے علاقے میں بسا دیے - اور کچھ تعداد اٹلی کے نئے شہر سبارس میں جسے یونانیوں نے ترئی کے نام سے بدل دیا تھا، از سرِ نو آباد کرنے کی غرض سے بھیجی گئی- ان کارروائیوں کا بڑا مقصد پری کلیس نے یہ سوچا تھا کہ شہر سے ایک بے فکروں کی جماعت کم ہو جائے گی تو باقی ماندہ باشندوں کو اطمینان ملے گا اور حکومت کو بھی انتظام کرنے میں دقتیں پیش نہ آئیں گی - نیز شہر میں ارزانی اور دولت بڑھ جائے گی -

پری کلیس کے وہ یادگار کارہائے نمایاں جنھوں نے مدینۃ الحکما کی حسن و زیبائش کو ہزار چند بڑھا دیا اور جو آج تک پردیسیوں میں استعجاب و تحسین کا ولولہ پیدا کر دیتے ہیں اور جو درحقیقت اس بات کے شاہد ہیں کہ یونانی عظمت کی داستانیں، محض کہانیاں، وہ ایتھنز کی قومی اور دینی عمارتیں ہیں - لیکن انھی کی تعمیر کی بدولت وہ اپنے معاصرین میں سب سے

زیادہ موردِ اعتراض ہوا - اور اس کے حریفوں نے ہر جلسے اور مجلس میں بہ آوازِ بلند اس پر لے دے کرنی شروع کی کہ "سارے یونانیوں کا مشترکہ سرمایہ جو پہلے ڈیلوس میں جمع تھا اپنے گھر اٹھوا لانا اور پھر اس طرح عمارتوں پر لٹانا اتھنز کی سخت رسوائی کا باعث ہے - سارا یونان اس پر ہمیں سب و شتم کر رہا ہے - اور وہ عذر یاد دلا رہا ہے جو روپیہ لاتے وقت ہم نے کیا تھا کہ اس سے صرف خزانے کی حفاظت منظور ہے تاکہ ڈیلوس میں وہ کہیں دشمنوں کے ہاتھ نہ پڑ جائے - پری کلیس نے تو غضب ہی کر دیا کہ ان تمام معاہدوں کو طاقِ نسیاں پر رکھ کر، ساری رقم پر قبضہ کر لیا - اس جابرانہ حرکت پر یونان جس قدر اظہارِ نفرت و ناراضگی کرے، بجا ہے - کیونکہ سارے ملک کا مشترکہ سرمایہ، جو محض مشترکہ ضرورتوں کے واسطے جمع کیا گیا تھا، اس بے دردی سے شہر کی آرایش پر خرچ کرنا اور دلہنوں کی طرح اس کی بناوٹ سجاوٹ میں اور زر و جواہرات سے اس کے منادر و اصنام کی تزئین میں پانی کی مثل دولت کو بہا دینا کبھی عنوان پسندیدہ نہیں ہو سکتا"۔

دوسری طرف پری کلیس لوگوں کے سامنے یہ حجت پیش کرتا تھا کہ جب تک سارے ملک کی مدافعت ہمارے ذمے ہے، ہمارے حلیفوں کو اس روپے کی آمد خرچ سے کوئی واسطہ نہیں - دشمنوں کے حملے

ڈیلوس یہ جزیرہ تھا جہاں اتھنز کی سربراہی میں اس کے بہت سے حلیف شہروں نے ایک رقم جمع کر دی تھی تاکہ ملکی مدافعت یا جنگی ضرورتوں کے کام آئے - پری کلیس کے زمانے میں یہ خزانہ اتھنز میں منتقل ہو گیا اور اگرچہ مالک پہلے بھی اتھنز تھا لیکن اب ظاہری پردہ اٹھ گیا۔ اور سارا روپیہ علانیہ طور پر شہر مذکور کے قبضے میں چلا گیا - م

روکنے کا بار تمام تر اتھنز پر ہی۔ دوسری ریاستیں پیادہ سوار اور جہازوں کے بجائے صرف روپیہ دیتی ہیں۔ اس صورت میں یہ روپیہ دینے والوں کا نہیں رہتا بلکہ اُن وصول کرنے والوں کا ہو جاتا ہی جو مدافعت کی شرطیں بجالائیں! اور یہ بھی کوئی غیر معقول بات نہیں کہ جب اسبابِ جنگ کی خاطر خواہ فراہمی ہو جائے تو بقایا رقم کو ایسے کاموں میں لگایا جائے جو اثنائے تیاری میں تو لوگوں کو مزدوری دیں اور کاریگروں کو مالا مال کر دیں۔ اور تیار ہو جانے کے بعد یونان کی شان و ناموری کا دامن قیامت کے دامن سے باندھ دیں۔ اس سے زیادہ اچھا کام کیا ہوگا کہ ان کاموں کی بدولت جن میں قریب قریب ہر پیشہ ور حصہ لے سکتا ہی، سارا شہر سرکاری خزانے سے پل رہا ہی۔ اور اس کے ساتھ اُس کے حسن و تجمل میں جو افزایش ہو رہی ہی وہ اُس کے علاوہ۔ مزید براں اُن کو جو لڑائی کے لائق ہیں، سرکاری خزانے سے تنخواہ ملتی ہی کہ بوقت جنگ کام دیں۔ مگر وہ جو فوجیوں میں شریک نہیں یا معمولی پیشہ ور ہیں، ایسی کوئی رعایت حاصل نہ کر سکتے تھے۔ میں نے لوگوں کی استرضا سے ان نئی تعمیرات کا سلسلہ عظیم شروع کیا ہی اس میں ایک بڑی مصلحت یہ بھی ہی کہ غیر فوجیوں کو بھی سرکاری خزانے سے حصہ رسدی کچھ نہ کچھ مل جایا کرے۔ اور وطن کے مختلف صنّاعوں کو بھی جو اکثر خالی بیٹھے رہتے ہیں، ان عمارتوں کے اختتام تک اس قدر کام مل جائے کہ وہ بیکار نہ رہیں اور بیت المال میں تنخواہ دار سپاہیوں کی طرح، برابر کے شریک ہو جائیں۔

عمارتوں کے مصالح ہیں پتھر، پیتل، ہاتھی دانت، سونا، آبنوس اور

سرو، سبھی کچھ شامل تھا۔ کاریگر جوان پر کام کرتے تھے لہار، بڑھئی، ڈھلیئے
نبست کار، سنگ تراش، راج مستری، سنہار، عاج کار، نقاش اور کسیرے
وغیرہ تھے۔ ان کے سوا سامان کو شہر تک لانے والے بھی شمار کر لینے
چاہییں۔ ان میں سوداگر جہازی اور ناخدا تو سمندر پر اور خشکی پر گاڑی
والے، ٹھیلے والے، بنلیوں کے بیوپاری اور گڈریے، پھر حمّال جبال
چمار، چمڑا کمانے والے اور سڑک بنانے والے مزدور وغیرہ شامل تھے
پھر ان سب پیشہ وروں کے ساتھ، جیسے فوج کے کپتان پاس بہت
سے سپاہیوں کا دستہ ہوتا ہی، دوسرے مزدوروں اور مددگاروں کی
ایک جماعت ہوتی تھی اور سب کے سب گنے جائیں تو خاصا بڑا لشکر
بن جاتا ہی جو بالواسطہ شریکِ کار تھا۔ مختصر یہ ہی کہ تعمیراتِ عامّہ کے
اس نئے سرشتے نے بھی کے لیے مزدوری اور کمائی کا درواز کھول
دیا تھا۔ جب یہ عظیم الشان عمارتیں بن بن کے تیار ہونے لگیں تو خوبیِ
فن اور اپنی شاہانہ وسعت و تناسب میں اپنی نظیر آپ تھیں۔ ہر کاریگر اور
صنّاع نے دوسرے سے بڑھ کر کچھ کر دکھانے کی کوشش کی تھی اور
نئے نئے نمونے کی بہتر سے بہتر چیزیں تیار کی تھیں۔ مگر ان سب میں نہایت
حیرت کے قابل ان کا کمال سرعت کے ساتھ تکمیل پا جانا تھا۔

عام خیال یہ تھا کہ ایک ایک عمارت کی تیاری میں مدتِ مدید اور
نسلہا نسل کی کوشش درکار ہوگی۔ لیکن وہ سب کی سب ایک شخص
واحد کے سیاسی عروج ہی کے زمانے میں مکمل ہو گئیں۔ اگرچہ کہتے ہیں
جب اغاترقس نقاش نے اپنی تیز دستی اور نہایت سرعت سے کام
پورا کر دینے پر فخر کیا تو زکسس نے جواب دیا "مگر میں اپنے کام

میں بہت دیر لگایا کرتا ہوں! کیونکہ جلدی اور بے ترددی سے کسی کام کو پورا کر دینا اس کے دائمی استحکام اور حسنِ کامل کے منافی ہی۔ اور آدمی کا عرصے تک جگر کادی کرنا کبھی رایگاں نہیں جاتا بلکہ جو چیز وہ محنتِ شاقہ کے بعد پیدا کرتا ہی اس کی پایداری ہی کافی (بلکہ سود و قیمت) اس کا صلہ ہی۔ پری کلیس کے کاموں کی تعریف یہی ہی کہ اتنی جلدی بھی کرا دیے، اور اس قدر مستحکم بھی کہ عرصۂ دراز تک قائم رہیں۔ چنانچہ اس کی ہر عمارت تیار ہوتے ہی، اپنی شان و خوبی کے لحاظ سے، ایسی پُر اثر معلوم ہوتی تھی جیسے کہ عرصے کی بنی ہوئی ہو۔ اور آج تک سنگینی اور نزہت میں یہ شبہ ہوتا ہی کہ ابھی بنا کر کھڑی کی گئی ہی! واقعی اس کی بنائی ہوئی چیزوں میں اس قسم کی شگفتگی اور دستبردِ زمانہ سے ایسا بالاتر ہونا ٹپکتا ہی کہ گویا ان کی ساخت اور اینٹ پتھر میں کوئی لازوال قوت اور غیر فانی روح پنہاں ہی۔

ساری عمارتوں کا مہتمم اعلیٰ اور نگران کار فی دیاس تھا اگرچہ مختلف حصوں میں اور بھی اُستادانِ چابک دست اور نامی صناع مقرر تھے۔ چنانچہ کیلی کرٹیس اور اک تینس نے پرتھنان[1] کو تیار کیا تھا۔ اور الیوسس کی ہیکل کری بس نے شروع کی تھی مگر اس کے نچلے ستون اور دائین ہی تیار کرنے پایا تھا کہ فوت ہوگیا۔ اور چھت کی بیلیں اور اوپر کے تھم متاجنی نے پورے کیے۔ اور کسٹر اور پولکس کے دیولوں کے بالائی گنبد محرابی لداؤ ڈال کر فرنیاگس نے بنائے یا وہ لمبی فصیل جس کی تجویز سقراط کہتا ہی کہ میں

---

[1] پرتھنان اس کے لفظی معنی تو دوشیزہ یا کنواری کے ہیں مگر یہاں عمارت کا نام ہی۔ م

نے پری کلیس کو لوگوں کے آگے کرتے سنا، کاکی کرتیس ہی نے بنائی شروع کی تھی۔ اسی کے عرصے تک پورے نہ ہونے پر کراتی نس نے ہنسی اڑائی ہے اور لکھا ہے کہ:

"اگر باتوں ہی سے عمارتیں تیار ہوجاتی ہیں
تو کیا وجہ کہ پری کلیس اس فصیل پر اس قدر
عرصے سے زورِ فصاحت صرف کرتا رہا مگر
اس میں ایک ردّے کا بھی اضافہ نہیں ہوا؟"

کہتے ہیں، اوڈیئم یا قصرِ موسیقی جس میں ستونوں کی قطار اور بہت سی نشستیں بنی ہوئی ہیں اور جس کی چھت باہر سے ایسی سلامی دار ہے کہ اوپر پہنچ کر بالکل سیدھی ہوجاتی ہے، شاہِ ایران کے کوشک کی نقل ہے۔ یہ بھی پری کلیس کے حکم سے تیار ہوئی اور اس کو بھی اسی کراتی نس نے اپنے ناٹک "دو تھریسی عورات" میں اس طرح نشانہ تضحیک بنایا ہے:

"لو اب پرجیس کے اوتار لمبے سرے پری کلیس کو نمودار
ہوتے دیکھو۔ اُس نے اپنا سر اتار کے الگ
دھر دیا ہے اور اس کے بجائے اوڈیئم کو اوڑھے ہوئے ہے!"

پھر پری کلیس نے جو لوگوں کے امتحان اور امتیاز کا بہت شائق تھا، اوّل ہی اوّل یہ اجازت حاصل کی کہ موسیقی کے سالانہ جلسے ہوا کریں اور اسی قصر میں مقابلہ کرنے والے جمع ہو کے گائیں بجائیں تاکہ ان کے کمال کی آزمائش کا لوگوں کو موقع ملے۔ چنانچہ پہلے جلسے میں وہ خود حکم بنایا گیا اور اسی نے وہ طریقے اور قاعدے بھی ترتیب دیے جن کی گویّوں اور بانسری اور سارنگی بجانے والوں کو پابندی لازمی ہوتی تھی۔

اس کے بعد سے یہ تماشہ اکثر ہر سال ہوتا اور اسی طرح لوگ قصرِ موسیقی میں میں بیٹھ کر اربابِ فن کے کمالات کی داد دیتے۔

پروپای لی یعنی قلعۂ اکروپولس کے دروازے پانچ سال میں تکمیل کو پہنچے۔ اُن کا صدر معمار نے سک لس تھا۔ انھیں کی اثنائے تعمیر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے ظاہر ہوا کہ خود دیوی اس کام کی مخالف نہیں بلکہ مددگار اور شریکِ کار ہے۔

واقعہ یہ ہوا کہ راجوں میں سے ایک راج جو ان میں سب سے زیادہ چابک دست اور تیز تھا، اتفاقاً پھسل کر بڑی اونچان پر سے نیچے آپڑا اور ایسی چوٹ کھائی کہ طبیبوں کو کوئی امید اس کے جانبر ہونے کی نہ رہی۔ پری کلیس کو اس واقعے کا اور راج کی تکلیف کا سخت قلق تھا مگر رات کو منروا دیوی اس کے خواب میں آئی اور ایک ایسا علاج بتا گئی جس کے کرتے ہی مضروب بہت جلد بہ آسانی تندرست ہوگیا۔ اسی واقعے پر پری کلیس نے وہ برنجی مورت منروا کی گھڑوائی تھی جو "تندرستی" کے نام سے نامزد ہوکر قلعے کی قربان گاہ کے پاس رکھی تھی۔ مگر ایک روایت کی رُو سے اس کی تکذیب ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مورت بہت پہلے سے اس جگہ پر رکھی ہوئی تھی۔ البتہ یہ امر یقینی ہے کہ اس کے بیرونی خط و خال پر سونے کا کام فی دیاس کا کیا ہوا ہے اور سگھا سن کے کتبے سے اس کی قطعی تصدیق ہوجاتی ہے کہ اس میں اصلی کاریگری فی دیاس ہی کی ہے۔ یہ فی دیاس جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں، پری کلیس کا آوردہ اور میر عمارت کے منصب پر سرفراز تھا۔ اور پری کلیس کی دوستی اور اس کے عہدے

کی بدولت محسود ہوگیا تھا چنانچہ حاسدوں نے بہت سے افسانے اس کو بدنام کرنے کے لیے مشہور کردیے تھے اور یہ تہمت بھی لگادی تھی کہ نئی عمارتوں کو دیکھنے جو شریف زادیاں آتی ہیں، وہ اسی کے کٹناپے سے پری کلیس تک پہنچادی جاتی ہیں۔ شہر کے ہزل نویس تو ایسے مسالے کی تاک میں ہی رہتے تھے، اُن کے کان تک اس افسانے کا پہنچنا تھا کہ ایک میدانِ ہجو و ہزلیات کا کھل گیا، پھر کوئی گندے سے گندہ الزام نہ تھا جو پری کلیس اور اس کے دوستوں کے سر اُنھوں نے نہ تھوپا ہو۔ اس کا ایک دوست نے پس، جو اس کے ماتحت فوجی سردار رہ کر لڑائیاں لڑ چکا تھا، خصوصاً بہت رسوا ہوا کہ اس کی بیوی کے پری کلیس سے ناجائز تعلقات ہیں۔ اسی طرح انھوں نے اس کے ایک شناسا پی رِی لا کو مفت میں سان لیا کہ اس کے پاس بہت سے جانور پلے ہوئے تھے۔ اور اتّہام لگانے والوں کا کہنا یہ تھا کہ وہ پری کلیس کی آشناؤں کو مور بطور تحفہ دیا کرتا ہے۔ ان لوگوں کی خرافات پر جن کا کام ہی آبرو داروں کی عزت اتارنا تھا، جو زندگی بھر سوائے نہایت غلیظ بکواس کے دوسرا کام نہ کرتے تھے اور جو کبھی حسد سے، کبھی بدنیتی اور ذاتی کاوش سے اور کبھی محض بغض للّہی سے اشرافوں کی تضحیک اور رسوائی کو اپنی سب سے بڑی مسرت بخش کامیابی سمجھتے تھے، زیادہ تعجب نہیں ہوتا جب کہ ہم تھیسم پروڈس جیسے مورّخ کے قلم سے یہ سراسیمہ کن اور دل لرزا دینے والا الزام لکھا دیکھتے ہیں کہ پری کلیس خاص اپنی سگی بہو سے ملوث تھا؟ حقیقت میں تاریخ سے کسی سچائی کی تصدیق اور پرکھ نہایت دشوار کام ہے جب کہ بعد کے لکھنے والے ایک طرف تو سالہا سال کی خلیج اپنے

اور زیرِ تحقیق زمانے کے درمیان حائل پاتے ہیں اور دوسری جانب خود اس زمانے کے مصنفوں کو دیکھتے ہیں کہ کبھی حسد اور نفرت سے اور کبھی خوشامد اور طرف داری سے واقعات کو اور لوگوں کی سوانح عمری کو توڑ مروڑ کے اُنھوں نے کچھ سے کچھ کر دیا ہے۔

ایک مرتبہ، جب کہ حسبِ معمول طوسی دیدس کے ہم خیال وُہاںیاں مچا رہے تھے کہ پری کلیس نے فضول خرچیوں سے ملک و قوم کو تباہ کر ڈالا اور بیت المال کا روپیہ سخت بے دردی سے صرف کر دیا، پری کلیس اُٹھ کھڑا ہوا اور بھری مجلس میں لوگوں سے یہ سوال کیا کہ کیا حقیقت میں عمارتوں پر روپیہ لگانا بہت اسراف سمجھتے ہیں؟ اور جب انھوں نے جواب دیا کہ "ہاں اسراف تو اس میں بہت ہوا ہے" پری کلیس نے اعلان کیا کہ "اچھی بات ہے ان پر جو کچھ لاگت آئی ہے، میں اپنی گرہ سے دوں گا، البتہ تمام عمارتوں پر بھی میرا ہی نام کتبہ ہونا چاہیے!" لوگوں نے جو یہ سُنا تو ایک زبان ہو کر چلائے کہ "نہیں نہیں ایسا نہ کرو، بلکہ ان کی تکمیل تک جتنا تمھارا جی چاہے، سرکاری روپیہ لگا دو۔ ہم رضامند ہیں!" اب نہیں معلوم یہ جذبہ پری کلیس کی غیر متوقع الوالعزمی سے پیدا ہوا یا رشک و رقابت کا کرشمہ تھا کہ ان کے دل نے ایسی شان دار یادگاریں اس کے نام سے موسوم ہونا گوارا نہ کیا۔

آخر اس جتھے بندی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں حریفوں نے فیصلہ کر لیا کہ یا ملک میں ہم رہیں گے یا وہ۔ مگر اس آخری اور مخدوش زور آزمائی میں بھی بالا پری کلیس کے ہاتھ رہا۔ طوسی دیدس بتوائے عام سے جلاوطن کیا گیا اور اس کے ساتھ والوں کا بھی شیرازہ بکھر گیا۔

اس کے بعد ہی شہر سے نفاق و شقاق بھی دفع ہوا اور اس گرد و غبار سے پاک ہونے کے بعد ایتھنز کے تمام معاملات پری کلیس کے ہاتھ میں آگئے۔ چنانچہ افواج پیادہ و سوار، جہاز، جزیرے، اور تمام ایتھنز کے وسیع یونانی اور غیر یونانی مقبوضات، مالی اور انتظامی سررشتے، سب کے سب پری کلیس کے زیرِ اختیار تھے اور اس سرے سے اُس سرے تک اُسی کا حکم چلتا تھا۔

لیکن اس اقتدار کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بھی فرق پڑ گیا۔ وہ لوگوں کے ساتھ ہی پہلی سی نرم مزاجی، تواضع اور انکسار، وہ عوام الناس کے اشارے پر اس طرح چلنا جس طرح ملاح ہوا کو دیکھ کر اُسی کے رُخ کشتی کو کھینے لگتا ہے، سب بدل گیا۔ عوام کی درباری اور ان کی خواہشوں کی غلامانہ متابعت جو حماقت اور کبھی کبھی بداخلاقی تک پہنچتی تھی، اس نے چھوڑ کر شاہانہ ڈھنگ اور جابرانہ سختی اختیار کی۔ لیکن قومی منافع کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی وجہ سے وہ عام طور پر لوگوں کو سمجھا بجھا کر اپنے کاموں میں ہم رائے بنا لیتا تھا۔ اور اگر اس طرح بھی وہ اپنے نفع کی بات نہ مانتے تو پری کلیس ان کی مرضی کے خلاف انھیں اور سلطنت کو فائدہ پہنچانے سے باز نہ رہتا بلکہ انھیں مجبور کر کے اپنے کہنے پر چلاتا۔ سچ پوچھو تو اس کا یہ طریقہ حکمت سے خالی نہ تھا بلکہ وہ ایک ہوشیار طبیب کے مانند کام کرتا تھا جو کسی مرضِ صعب و سخت میں ایک حد تک اپنے مریض کو اسی کی رغبت کے مطابق دوا غذا دیتا ہے لیکن ساتھ ہی ضرورت پڑتی ہے تو تلخ و ناگوار ادویات کھلانے میں بھی کوئی رعایت نہیں کرتا۔ یہ یاد رہے کہ اس وقت ایتھنز میں وہ تمام خرابیاں رُو نما ہونے لگی تھیں جو اتنی

بڑی سلطنت اور قوت حاصل کرنے کے بعد قدرتاً پیدا ہوجایا کرتی ہیں۔ اس حالت میں ان کا توازن اور انتظام قائم رکھنے والا درحقیقت پری کلیس ہی تھا جو ایک ماہرِ فن کی طرح میزانِ بیم و رجا کی ڈنڈی اپنے ہاتھ میں لیے دونوں پلڑوں کو اس خوبی سے برابر رکھتا تھا کہ نہ وہ سرمستی کے عالم میں اُس سے بے خوف ہوجائیں نہ رنج و غم کی حالت میں مایوس۔ اس اقتدار سے، افلاطون کے الفاظ میں اس نے بخوبی واضح کر دیا کہ فصاحت یا فنِ تقریر، لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کا آلہ ہے اور اس کا اصلی کام جذبات کو اپنی طرف کھینچنا ہے جو روحِ انسانی میں ساز کی کھونٹی اور تاروں کے مثل ہیں اور جن کے سُر تال صحیح رکھنے کے لیے صرف کمان کو اُستادی سے چلانے کی ضرورت ہے۔

پری کلیس کا اس درجے لوگوں پر حاوی آجانا محض حُسنِ خطابت سے ہی نہ تھا، بلکہ اس کی بڑی وجہ جیسا کہ اس کے سیاسی حریف طوسی دیدس نے جتایا ہے، یہ تھی کہ اُس کی پاک زندگی اور اس کی شریفانہ سرشت پر لوگوں کو پورا اعتماد اور یہ بھروسا تھا کہ وہ خیانت یا مالی غرض مندیوں اور لالچ سے بہت ارفع ہے۔ اگرچہ ایتھنز کے شہر کو اس نے نہایت مال دار اور بزرگ ترین امصار و بلاد بنا دیا اور خود اتنا اقتدار حاصل کیا جو مطلق العنان بادشاہوں کو بھی میسر نہیں آتا مگر ان کی طرح اپنے اقتدارات اپنی اولاد پر منتقل کرنا تو درکنار ایسا کوئی ناپاک خیال اپنے قریب تک نہ بھٹکنے دیا اور جب مرا تو اس کی آبائی جایداد میں صرف بقدر ایک درہم کے اضافہ ہوا تھا۔

اس کی قوت کا طوسی دیدس نے بہت صاف حال لکھا ہے

اور مطائب نویس شعرا نے بھی اشارت و کنائے کی جگہ خوب صراحت سے اپنے پیرائے میں اس کا بیان کیا ہے۔ وہ بار بار اس کے ساتھیوں اور دوستوں کو پی سس ٹراٹس کے مددگاروں کے نام سے خطاب کرتے ہیں اور جگہ جگہ پری کلیس کو غصب و شخصیت کے ارادے ترک کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ گویا درحقیقت اس کی قوت اتنی بڑھ چکی تھی کہ ایتھنز کو جمہوریت یا مشروط کہنا بھی باطل ہو گیا تھا اور اب قانونی نمائندۂ قوم ہونے کے بجائے وہ فی الواقع بادشاہ بن بیٹھا تھا۔

جو جو چیزیں اور اختیارات اہلِ ایتھنز نے پری کلیس کے تفویض کر دیے تھے، انھیں ٹیلی کلیڈس شاعر نے اس طرح گنوایا ہے:-

"شہروں کے خراج (مالیے)، اور ان کے ساتھ ہی
خود وہ شہر بھی۔ کہ جو اس کا جی چاہے کرے اور
جو جی نہ چاہے نہ کرے۔
اور اختیار۔ کہ جن بستیوں کے گرد چاہے پتھر
کی فصیلیں کھینچ دے اور پھر، اگر مڑک اُٹھے
تو انھیں منہدم کرا دے!
اور اپنے معاہدے اور محالفے اور قوت اور
سلطنت اور امن اور جنگ اور دولت اور
کامیابی ——— اور اسی طرح جہاں تک جی چاہے
شمار کیے جاؤ!"

اور اس کی یہ شاندار کامیابی محض قسمت کی خوش اتفاقی سے نہ تھی

نہ کسی وقتی حکمتِ عملی پر مبنی تھی جو ایک ہی فصل تک شگفتہ اور دل کش رہتی ہو، بلکہ اس نے اپنا تفوق چالیس سال تک مسلسل ایسے مدبّروں میں قائم رکھا، جیسے کہ انکی الطوس، لیوکریطیس اور مائی رونیدس کا من اور طوال اور طوسی دیدس تھے۔ پھر طوسی دیدس کی شکست اور جلاوطنی کے پندرہ سال بعد تک بھی وہ اپنے منصبِ سپہ سالاری پر برابر ہر سال بغیر فصل منتخب ہوا۔ اور اس کا دامنِ شہرت ہمیشہ بے داغ رہا مگر پری کلیس ذاتی آمد و خرچ کی جانب سے بھی بے پروا نہ رہتا تھا بلکہ اپنی آبائی جایداد کی ایسی خوبی اور انتظام کے ساتھ نگرانی رکھتا تھا کہ نہ وہ غفلت و کس میرسی کے ہاتھوں خراب ہو سکے نہ اس کی آمدنی کے وسائل ایسے وسیع اور کثیر ہو جائیں کہ جن کے اہتمام میں اس کو کچھ زیادہ درد سری اٹھانی پڑے۔ یا اس کا گراں مایہ وقت بہت سا اسی کی دیکھ بھال میں صَرف ہو جایا کرے۔ اپنی سالانہ پیداوار اور دیگر منافع وہ اکھٹے ایک ہی دفعہ فروخت کیا کرتا تھا اور پھر اس روپے سے گھر کی ضروریات کی چیزیں اور مایحتاج بازار سے حسب ضرورت خریدوا تا رہتا۔ مگر جب اُس کے بچے سیانے ہو گئے تو انھیں یہ ترکیب بُری معلوم ہونے لگی اور اس کے گھر کی عورتیں تو سدا سے شاکی تھیں کہ پری کلیس ہمیں کچھ گردانتا ہی نہیں بلکہ سارے گھر بار کے آمد و خرچ میں جس کا حساب روزانہ لکھا جاتا تھا، ایسی ہندی کی چندی کرتا ہی کہ گھ بندھے سے نہ پیسہ زیادہ اُٹھے نہ کم۔ حقیقت میں اس کے ہاں وہ بے حساب آمد و خرچ کا سلسلہ نہیں تھا جو اونچے گھرانوں میں اور بڑے بڑے صاحب جایداد خاندانوں میں ہوتا ہی، جہاں ذرا بھی پتا نہیں چل سکتا کہ کتنا روپیہ

اس دفعہ آیا اور کتنا خرچ ہوا۔ اس کے ہاں ہر چیز ایک مقررہ تعداد اور مقدار میں آتی اور اس کا مقررہ خرچ ہوتا اور اسی طرح آمدنی بھی جو کچھ ہوتی، اس کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا اس سب کاروبار میں اس کا داروغہ یا معتمد علیہ صرف ایک نوکر مسمی بہ اون جی لس تھا اور یہ شخص یا تو بالطبع یا پری کلیس کی تربیت کے اثر سے خانگی انتظام اور کفایت شعاری کرنے میں ایسا ہشیار تھا کہ اس کی نظیر ملنی دشوار تھی۔

اب اگر یہ روایت صحیح ہے کہ "اس نے ایک مرتبہ روحانی جذبے اور عالی ظرفی کے جوش میں آ کے گھر بار سب ترک کر دیا تھا اور اپنی زمینیں بے وارثی چراگاہوں کی طرح چھوڑ دی تھیں" تب تو اور بات ہے ورنہ اس سے اوپر جو کچھ بیان ہوا (یعنی اس کی دنیا داری) وہ بے نسہ حکیم انکسا غورث کی تعلیم کے منافی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں ایک فلسفہ نظری کے دل دادہ اور ایک سلطنت کے کارکن کی زندگی میں بہت کچھ فرق ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنی عقل کو محض بلند و اعلیٰ مسائلِ ذہنی پر صرف کرتا ہے جس کے لیے نہ اسبابِ ظاہری کی ضرورت ہے نہ اور کسی دنیوی ساز و سامان کی۔ مگر اسے جو اپنی دانش و نکوئی کو لوگوں کی بھلائی کے لیے عمل میں لاتا ہے بسا ممکن ہے کہ اپنی ضرورتوں کے لیے نہیں بلکہ شریفانہ مقاصد کے واسطے دولت درکار ہو، چنانچہ پری کلیس جو بے شمار حاجت مندوں کی امداد کرتا تھا، اس کی نظیر ہے۔

لیکن ایک قصہ یہ بھی مشہور ہے کہ جس زمانے میں پری کلیس سلطنت کے کاروبار میں مصروف تھا، خود انکسا غورث نا اُمید سمپرسی میں پڑا رہا اور چونکہ ضعیف العمر ہو گیا تھا، اس لیے غذا نہ ملنے کے سبب

اس نے کپڑے میں لپٹ کر ارادہ کیا کہ اپنی جان دیدے۔ یہ خبر اتفاقیہ پریکلیس کو بھی پہنچ گئی اور وہ رنج کے مارے پہلے تو سکتے میں رہ گیا پھر فوراً دوڑا ہوا وہاں آیا اور خوشامد درآمد دلیل و حجت کا کوئی دقیقہ اس کے منانے میں اٹھا نہ رکھا زیادہ تاسف اس نے اس پر کیا کہ انکساغورث نہ رہا تو وہ خود اس کے بزرگانہ اور حکیمانہ مشوروں سے کیسا محروم ہو جائے گا، یہ بات سن کر انکساغورث نے اپنے کپڑے ہٹائے اور چہرہ کھول کے یہ جواب دیا کہ پریکلیس! جو لوگ چراغ کے ضرورت مند ہوا کرتے ہیں وہ اس کے تیل کا بھی دھیان رکھتے ہیں!"

ایتھنز کی روز افزوں قوت دیکھ دیکھ کر اسپارٹا والے جل ہی رہے تھے کہ پریکلیس نے ایک اور تجویز انھیں جلانے کی اور اپنے شہر کو بڑھانے کی سوچی۔ اور اپنے ہم وطنوں کے دلوں میں ایتھنز کی بڑائی نقش کر دینے کی غرض سے یہ اولوالعزمانہ تحریک کی کہ ساری دنیائے یونان سے منتخب لوگ مدینۃ الحکما میں جمع ہوں اور ایک جلسے میں بیٹھ کر مشورہ کریں کہ یونانی مناور و معابد جنھیں ایرانی ملیچھوں نے جلا کے خراب یا مسمار کر دیا تھا کس طرح از سر نو تعمیر اور آباد کیے جائیں اور ان منتوں کے پورا کرنے کی کیا شکل ہو جو یونانیوں نے ایرانی حملوں کے وقت دیوتاؤں سے مانی تھیں۔ مزید براں اسی جلسے میں جہازرانی اور سمندری تجارت کے متعلق بھی طے کیا جائے کہ کسی مشترکہ قرارداد کے بموجب بین الاقوامی تجارت امن و اطمینان کے ساتھ ہو سکے۔

اس مقصد کے لیے بیس تجربہ کار آدمی جو پچاس سال سے متجاوز

تھے، سفارت پر بھیجے گئے۔ ان میں پانچ تو ایشیا کے ساحلی جزائر (لیس بس سے رہوڈس تک) اور اندرونی آےاونیہ اور ڈوریہ میں بلاوے دینے کے واسطے روانہ ہوئے، پانچ شمالی یونان اور تھریس کے شہروں کو گئے اور پانچ ہی بیوشیہ فوکس اور پلی پونی سس سے گزرتے ہوئے مغربی یونان میں گشت لگانے کے لیے منتخب ہوئے اور باقی ماندہ کو صقلیہ اطالیہ وغیرہ بیرونی ممالک کی یونانی نوآبادیوں میں۔ ان سفرا کے ذمے یہی کام تھا کہ وہ ہر ریاست میں جاکر لوگوں کو اپنے اپنے وکیل بھیجنے پر ابھاریں اور ایتھنز میں ایک بین الیونانی مجلس کے فوائد ان کے ذہن نشین کریں۔

لیکن ان کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اہل اسپارٹا نے اندر ہی اندر اس کے خلاف کام کرنا شروع کیا اور وہاں ایتھنزی سفرا کو جو پہلی ناکامی ہوئی اس کی وجہ سے دوسری جگہ کا بھی کوئی وکیل یا نائب نہ آیا اور وہ تجویز آخرکار بالکل ناکام رہی مگر ہم نے اس کا ذکر کر دینا اس لیے مناسب سمجھا کہ پری کلیس کی بلند خیالی و عظمت کا اس سے اندازہ ہو جائے۔

جنگی معاملات میں پری کلیس کی حزم و احتیاط مشہور تھی۔ وہ آپ سے کبھی لڑائی میں ابتدا نہ کرتا کیونکہ یہ بڑی جوکھوں اور تقدیر کا کھیل ہے۔ نہ وہ ایسے سپہ سالاروں کی کامیابی پر رشک کرتا جو محض تہوّر اور بے موقع جوشِ مردانگی سے کبھی کبھی لڑائیاں جیت لیتے ہیں۔ نہ لوگوں کی طرح ان کی تعریف کرتا۔ اپنے اہلِ وطن کو اس کی تلقین یہ تھی کہ انھیں ہمیشہ زندہ رہنا چاہیے اور حیاتِ جاوداں حاصل کرنی

چاہیے۔ ایک مرتبہ جب طولمس کا بیٹا طول میدس اپنی پچھلی فتوحات اور اعزاز پر مغرور ہو کر اور اپنی جنگی قابلیت کے بھروسے بیوشیہ پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا اور از خود اس ریاست میں گھس کر لڑنا چاہتا تھا نیز اُس نے اتیھنز کے مشہور مشہور من چلوں کو اپنے ساتھ ملا کے ایک ہزار سے اونچی فوج جمع کر لی تھی، پری کلیس نے اُسے روکنا چاہا اور مجلس عامہ میں اُس کو ان ارادوں سے باز رہنے کی نصیحت کی۔ اور اسی موقع پر وہ مشہور نقرہ جواب تک ضرب المثل چلا آتا ہے کہا کہ "اگر تم پری کلیس کی نہیں سنتے تو زمانے کی سنو اور مانو کہ وہ بہترین ناصح ہے!"

اس قول پر پہلے کسی نے زیادہ التفات نہیں کیا مگر جب تھوڑے ہی دن بعد خبر آئی کہ طول میدس، کرونیہ کے قریب شکست کھا کے مارا گیا اور اس کے ساتھ ہی بہت سے بہادر اتیھنزی کام آئے تو اس وقت لوگوں کو پری کلیس کے کہنے کی قدر ہوئی اور اپنے اہلِ وطن سے محبت اور دانائی کی شہرت نے اس کی ہر دل عزیزی اور عزت کو دلوں میں دو چند کر دیا۔

لیکن اس کی تمام مہمات میں کرسونس کی مہم سب سے زیادہ کامیاب سمجھی جاتی ہے اور اس نے لوگوں کو بہت خوش کیا۔ کیونکہ اس علاقے کے یونانی باشندوں کی اُس نے ایسی حفاظت کی کہ ہمیشہ یادگار رہے گی۔ واضح رہے کہ اندرونی ڈاکوؤں کے علاوہ اس علاقے کو سب سے زیادہ تکلیف جس شے سے پہنچتی تھی، وہ تھریسی قزاقوں کے مسلسل حملے تھے۔ یہ وحشی ہمسائے وہاں والوں کو کبھی چین سے

نہ ہٹنے دیتے اور دھاڑے مار مار کے انھیں سدا نقصان پہنچاتے رہتے۔ اب پری کلیس نے ایک ہزار تازہ ولایت اتھنزیوں کو وہاں بسا کر نہ صرف ان کی بستیوں کو زیادہ قوی کر دیا بلکہ اس کی سرحد پر ایک سلسلہ استحکامات کا سمندر سے سمندر تک ایسا بنایا کہ تمام جزیرہ نما سرحد پار کے کافر ترکتازوں سے محفوظ و مامون ہو گیا۔

اسی طرح دوسری مہم جس پر اس کی بڑی تعریفیں اور چرچا ہوا، پلی پونی سس کا ساحلی گشت ہے۔ اس میں وہ میگارا کے بندر پیگی (یعنی فرارے) سے سو جہاز لے کر چلا تھا۔ اور جس طرح پہلے طولمیدس نے کیا تھا نہ صرف سارے ساحل کو تاخت تاراج کیا بلکہ وہ اندرونی ملک میں بھی اپنے جہازی سپاہیوں کو لے کر دور تک گھس گھس گیا اور اپنی آمد کی دہشت سے لوگوں کو اندر فصیلوں میں بھگا دیا۔ صرف نمیہ پر دشمن مقابلے پر تھوڑی دیر جما۔ اس کو پری کلیس نے اپنی ساری فوج سے شکست دی اور اسی زمین پر نشانِ فتح قائم کیا۔ بعد ازاں کائیہ سے (جو اس وقت اتھنز کا حلیف تھا) چند جوانوں کو ساتھ لے کر اس حصہ جزیرہ نما کو عبور کیا اور دریائے اسٹولس کے دہانے سے اندرونِ ملک میں گھس کر سارے اکرنانی علاقے پر چھا گیا۔ اور اپنا سیون کو اپنے قلعے میں دھکیل کر ان کے تمام ملک کو لوٹ کھسوٹ کے تباہ کر دیا اور پھر جہازوں کا لنگر اٹھا کے اتھنز کی طرف مراجعت کی۔ اس مہم میں دو عظیم فائدے حاصل ہوئے۔ اوّل تو دشمنوں پر اس کی قوت کی بڑی ہیبت بیٹھ گئی۔ دوسرے خاص اپنے وطن میں اس کی مستعدی اور احتیاط کی بہت شہرت ہوئی، کیونکہ اس سارے سفر میں کوئی نقصان رساں

خطا نہ کھائی اور اس کی ماتحت فوج کو کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

وہ ایک زبردست اور تمام ساز و سامان سے لیس بیڑا لے کر بحر اکشین[1] میں بھی در آیا اور تمام یونانی نو آبادیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر کے جو مدد وہ چاہتے تھے انھیں دی اور غیر اقوام کے ہمسایہ شاہ و شہریار پر اتھنز کی سطوت کا سکہ بٹھا دیا کہ اس کا مضبوط بیڑا جہاں چاہے پہنچ سکتا ہے اور ضرورت پڑے تو تمام سمندر پر اپنی حکومت قائم کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ اسنوفیون کو طمسی لوس جابر سے لڑنے میں مدد دینے کے لیے اس نے تیرہ جنگی جہاز دیے اور اس بحری دستے پر لما جس کو سردار بنا کے چھوڑ گیا۔ اور جب یہ جابر اور اس کے طرف دار مقابلے سے بھاگ کھڑے ہوئے تو چھ سو اتھنزیوں کے لیے اجازت حاصل کی کہ اسے تعداد تک جو لوگ چاہیں اسنوف میں جا بسیں اور وہاں والوں کے ساتھ طمسی لوس اور اس کے شرکا کے مکانات و اراضی پر قبضہ و تصرف کر لیں۔

لیکن اور معاملات میں اس نے اپنے ہم وطنوں کی فضول امنگوں کی مطلق تعمیل نہ کی۔ اور جب اپنی بڑائی اور فتوحات کے بل پر وہ دوبارہ مصر کے معاملات میں دخل دینے پر مچلے یا شاہ ایران کے بحری مقبوضات سے چھیڑ کرنے پر اڑے تو پری کلیس نے ان کی خواہش کی پابندی میں اپنے عزم کو ہاتھ سے نہ دیا۔ ایک گروہ کو صقلیہ مضم کرنے کی ہوس تھی اور یہی منحوس اور تباہ کن جذبہ حرص تھا جسے آگے چل کر الکی بیادیس کے ساتھیوں نے اپنی شہر بانی سے بھڑکایا۔ اسی طرح

[1] جسے اب بحر اسود یا بلیک سی کہتے ہیں۔

بعض اہلِ ہوس قرطاجنہ اور ٹسکنی لینے کے خواب دیکھتے تھے اور حقیقت میں اُس وقت اُن کی سلطنت اس قدر وسیع ہوگئی تھی اور ان کی خوش حالی کی یہ نوبت تھی کہ ان کی یہ بلند پروازیاں بالکل ہی مہمل اور لایعنی بھی نہ تھیں۔

مگر پری کلیس نے ممالکِ غیر پر قبضہ جمانے کی طمع کو سختی کے ساتھ روکا اور بے شمار کام نکال نکال کے ان کے منصوبوں میں بڑی بے دردی سے کاٹ چھانٹ کی، اور ان کی ساری قوت کو انھیں مقبوضات کے استحکام پر مجتمع کیا جو وہ پہلے سے حاصل کر چکے تھے۔ اس کے نزدیک اگر وہ ایک اسپارٹا کو قابو میں رکھنے پر قادر ہیں تو سمجھو کہ بڑی کامیابی پائی اور جو کچھ پہلے سے حاصل کر چکے ہیں وہی ان کے لیے کافی ہوا۔ اصل یہ ہے کہ اسپارٹا کی مخالفت کا خطرہ اُسے ہمیشہ سے تھا اور اس کا اظہار بھی اس نے بارہا کیا خصوصاً جب یونان میں خانہ جنگی (جنگ مقدس) شروع ہوئی اس وقت اُس کے افعال سے صاف مترشح ہوگیا کہ اسپارٹا کی دشمنی کا اُسے کس درجہ وسواس تھا۔ چنانچہ جس وقت اہل اسپارٹا نے اہل ڈیلفی سے سند لے کر وہاں کے برنجی بھیڑیے کی پیشانی پر کتبہ کرا دیا تھا کہ اپالو سے استخارہ کرنے کا شرفِ اوّلیت اسپارٹا کو حاصل ہے، اسی طرح پری کلیس نے نوشتہ والوں کو ڈیلفی کا مندر تفویض کر کے اُن سے اُسی قسم کی سند ایتھنز کے لیے حاصل کر کے اسی برنجی مورت کے داہنے پہلو پر کندہ کرا دی۔

اس حکمت عملی کی، کہ ایتھنز کی کوششوں کو خاص یونان ہی میں محدود رکھنا دانائی ہے، واقعات مابعد نے بہت جلد تصدیق کر دی۔

سب سے اول یوبیہ نے بغاوت کی اور جب وہاں فوجیں بھیجی گئیں تو یکایک خبر پہنچی کہ خود مگارا والے ان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ اور اسپارٹا کی فوجیں آٹی کا (ایتھنز کا خاص فوجی علاقہ) کی سرحد تک بڑھ آئی ہیں۔ یہ سنتے ہی پری کلیس یوبیہ سے لوٹا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لے مگر دشمن کی کثرتِ تعداد اور مشہور جانبازی کی وجہ سے اُس نے آتے ہی لڑائی شروع کردینے کی جرأت نہ کی، بلکہ یہ معلوم کرکے کہ شاہ اسپارٹا بالکل نوعمر شخص ہے اور زیادہ تر کلیس دریدش کے کہنے پر چلتا ہے (جسے اسپارٹا کے افوران[1] نے ہی اس کا اتالیق اور مشیر بنا کے بھیجا تھا) پری کلیس نے خفیہ طور پر اس شخص کی دیانت آزمائی اور تھوڑے ہی دن کے بعد روپیہ دے کے اُسے ملا لیا۔ اور اسپارٹی فوجیں آٹی کا سے ہٹا لے جانے پر رضامند کر لیا۔ جب اس خفیہ قرار داد کے بموجب ساری فوج واپس ہو گئی اور اپنے اپنے شہروں کو سپاہی چل دیے تو اہلِ اسپارٹا کو اس قدر غصہ آیا کہ انھوں نے اپنے بادشاہ پر زرِ کثیر جرمانہ کیا جسے ادا نہ کر سکنے کے باعث اس غریب کو مجبوراً وطن چھوڑنا پڑا۔ لیکن کلین دریدس چکے سے پہلے ہی نکل گیا اور اپنی عدم موجودگی ہی میں سزائے موت کا مستوجب ٹھیرا گیا۔ جالیفس جس نے صقلیہ میں ایتھنزیوں کو مغلوب کیا تھا، اسی شخص کا بیٹا ہے اور معلوم ہوتا ہے لالچ کا مرض اس کو بھی اپنے باپ سے ورثے میں پہنچا تھا کیونکہ بعد میں اس کی خیانت اور تغلب بھی پکڑا گیا اور اسپارٹا سے جلاوطنی

---

[1] ایتھنز کے آرکنوں کی طرح اسپارٹا میں جو ہر سال حاکم یا مجسٹریٹ منتخب ہوتے تھے ان کا نام افور تھا۔ م

کی سزا تجویز ہوئی۔ لیکن اس واقعے کی تفصیل ہم نے لائی سنڈر کے حال میں بخوبی درج کر دی ہے۔

اس مہم کے مصارف کا جس وقت پری کلیس حساب دینے کھڑا ہوا تو اُس نے دس ٹیلنٹ وقتی ضرورتوں کی مد میں شمار کیے اور لوگوں نے بھی یہ راز جوں کا توں رہنے دیا اور اس سے رقم مذکورہ کا کوئی محاسبہ نہ کیا۔ بعض مورخوں کا جن میں تھاوفراسطس فلسفی بھی شامل ہے بیان ہے کہ فی الواقع پری کلیس ہر سال دس ٹیلنٹ اسپارٹا بھیجا کرتا تھا جو لڑائی ملتوی رکھنے کے صلے میں حاکمانِ وقت کو بخشش کے بطور پہنچا دیے جاتے، لیکن یہ قیمت امن و امان کی نہ تھی بلکہ مہلت کی تھی کہ وہ اطمینان سے آیندہ جنگ کی تیاریاں اور کیل کانٹے سے اچھی طرح اپنی فوج کو تیار کر لے۔

اس کے تھوڑی ہی مدت بعد پری کلیس باغیوں کی سرکوبی پر متوجہ ہوا اور جزیرۂ یوبیہ میں پانچ ہزار فوج اُتار کر وہاں کی تمام بستیوں کو تسخیر کر لیا۔ ان میں سب سے مال دار اور نام دار شَلسِیدی قوم کے لوگ تھے۔ (ہپوبوٹی "یعنی اسپ پرور" بھی انھیں کو کہتے تھے) پری کلیس نے ان سب کو یوبیہ سے نکلوا دیا اور وہاں کے فلاحین سے ساری زمینیں چھین کر اتھنز کے آبادکاروں کے حوالے کر دیں۔ یہ درشت اور عبرت ناک سلوک اُس نے اس لیے روا رکھا کہ اُنھوں نے ایک اتیکائی جہاز کو گرفتار کر کے اس کے تمام جہازیوں کو قتل کر دیا تھا۔

اس کے بعد اسپارٹا سے تیس سالہ صلح کا معاہدہ کر کے اُس

نے اجازت عام کے ساتھ سامؤس پر فوج کشی کی کیونکہ اہل سامؤس ملیشیہ والوں سے لڑنے پر رد کے گئے تو وہ باز نہ آئے تھے۔ چونکہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے جزیرہ سامؤس پر یہ تعدی محض اس پیشیہ ۔۔۔۔۔۔۔ کو خوش کرنے کے واسطے کی تھی اس لیے مناسب ہے کہ ہم اس عورت کے حالات پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ اس میں کون سی قوتِ جذب اور ایسا کیا کمال تھا جس کی بدولت وہ بڑے بڑے مدبرین کو بآسانی اپنے پھندے میں پھانس لیتی تھی اور جس کی وجہ سے سب فلسفی اور حکما اس کا بار بار ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی بُرائی سے نہیں بلکہ تعریف کے ساتھ۔

یہ مسلمہ ہے کہ وہ ملیشیہ میں پیدا ہوئی اور اکسی اوکشس کی بیٹی ہے۔ اس کے بڑے بڑے آدمیوں پر اثر ڈالنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ تھرغیلیہ کی ریس تھی جو پُرانے زمانے کی ڈیرہ دار رنڈی تھی اور حسن و دلبری کے ساتھ نہایت ہوش مند اور لائق تھی۔ اس کے بہت سے ذی وجاہت یونانی دل دادہ تھے جنھیں اُس نے ایرانیوں کا طرف دار بنا لیا تھا اور انھی کے اثر سے کئی شہروں میں ایران پسندوں کے جتھے بن گئے تھے۔

بعض راوی بیان کرتے ہیں کہ پری کلیس جو اس پیشیہ کا انتا گرویدہ ہوا، اس کا سبب ہی یہ تھا کہ وہ سیاسی مسائل میں وہ بڑی دستگاہ اور واقفیت رکھتی تھی۔ اور خود حکیم سقراطیس اپنے بعض دوستوں سمیت اس کے ہاں کبھی کبھی جایا کرتا تھا، بلکہ جن کی زیادہ آمد و رفت اس کے پاس تھی وہ اپنی گھر والیوں تک کو اس کی باتیں سنوانے

لے جاتے تھے۔ لیکن اس پیشہ کا پیشہ کسی طرح مستحسن نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ اُس کا گھر جوان رنڈیوں کا اڈا تھا۔

اس کی لس نے لکھا ہے کہ پری کلیس کی موت کے بعد اس پیشیہ کا تعلق ایک بداطوار اور کم ذات شخص، لای سک لس سے ہو گیا تھا جو مویشی کی تجارت کرتا تھا۔ مگر محض طوائف مذکور کے رسوخ کی بدولت ایتھنز کا ایک بڑا آدمی گنا جانے لگا۔ افلاطون کے رسالے "منک سی نس" میں اگرچہ اُس کا ذکر کسی قدر تمسخر کے پیرایے میں آیا ہے تاہم یہ امر تاریخی اور بالکل درست معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشیہ کا گھر فن خطابت کی تعلیم کے لیے مشہور تھا۔ یعنی جو لوگ مقرر بننا چاہتے وہ اس کے پاس استفادے کے لیے جاتے تھے۔

لیکن پری کلیس کا اس کی جانب رجحان غالباً جذبۂ محبت کی بنا پر تھا، واضح رہے کہ پری کلیس کی شادی اپنے ہی گھرانے میں ہوئی تھی اور اُس کی بیوی پہلے ہفوتی جس کی زوجہ تھی جس سے اس کے ایک بیٹا کالیاس تھا، جو "دولت مند" کے عرف سے مشہور ہُوا۔ خود پری کلیس سے اس کے دو لڑکے زن تھیپس اور فرالوس نامی تھے۔ مگر بعد میں میاں بیوی کی آپس میں نہ نبھی اور یک جا نہ رہ سکے تو پری کلیس نے اُس کی حسب منشا اُس کو، دوسرے شخص سے بیاہ کر لینے کے لیے چھوڑ دیا۔ اور خود اس پیشیہ کو رکھ کر اسی کا ہو گیا اور عمر بھر اس کا سچا عاشق رہا۔ روزانہ جب وہ مجلس عوام میں آتا اور پھر وہاں سے پلٹ کر واپس جاتا تو اس پیشیہ کو ضرور

سلام کرتا اور بوسہ دیتا تھا۔

ناٹکوں میں اس پیشیہ کے عرفی نام آفیلی، ڈی نی را اور کہیں کہیں جونو (خواہش نفسانی کی دیوی) آئے ہیں۔ کراتی نس اس قدر بڑھا کہ صاف صاف اُس کو بیسوا کہتا ہے:۔

"تاکہ دنیا دیکھ لے اوتار جونو مائی کا
شکم مادر سے بر آمد ہوتی ہے وہ بیسوا
جس کو چھو کے بھی نہ نکلی ہو کبھی شرم و حیا!"

معلوم ہوتا ہے کہ پری کلیس سے اس کا ایک بیٹا بھی تھا یوپولیس اپنے ناٹک ڈیمی میں پری کلیس سے اس کی خیر و عافیت کا استفادہ کراتا ہے اور جواب میں مردنی دس سے کہلواتا ہے کہ:

"مرا بیٹا؟ ہاں پل گیا ہے وہ لونڈا
مگر رنڈی ماں نے کیا ہے کنونڈا"

کہتے ہیں اس پیشیہ اس قدر مشہور ہو گئی تھی کہ کایروس نے جو ایران کی سلطنت کے لیے آرتازرکسیز سے لڑا تھا، اپنی سب سے زیادہ چاہتی حرم کو جسے پہلے ملطو کہتے تھے اس پیشیہ کا نام (یا خطاب) دیا تھا۔ یہ عورت توشین قوم کی تھی اور اس کے باپ کا نام ہرموتی مس تھا جب کایروس لڑائی میں مارا گیا تو ملطو آرتازرکسیز کے دربار میں آئی اور وہاں بھی بڑا اثر پیدا کیا۔

یہ باتیں اس تحریر کے لکھتے وقت میرے دھیان میں آئیں اور طبیعت کے خلاف تھا کہ انھیں بے ذکر کیے یُں چھوڑ دیتا۔

پری کلیس پر سب سے سخت الزام یہی لگایا گیا تھا کہ اس

نے ملیشیہ کی طرف داری اور محض اس بیتسیہ کے کہنے سُننے سے مجلس میں ساموس کے خلاف اشتہارِ جنگ کی تحریک کی۔ کیوں کہ یہ دونوں ریاستیں پرین کے قبضے کے لیے آپس میں لڑ رہی تھیں اور ساموسیوں نے اپنے حریفوں کو دبا لینے کے بعد لڑائی روکنے اور ایتھنز کو حکم بنا کر باہمی فیصلہ کر لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب پری کلیس نے جنگی بیڑا تیار کر کے ساموس پر چڑھائی کی وہاں کی حکومت خواص کو اُلٹ دیا اور شہر کے پچاس ذی وجاہت آدمیوں کو اتنے ہی بچوں سمیت بطور یرغمال پکڑ کر لمناس بھجوا دیا۔ سنا ہے اسے فی کس ایک ٹیلنٹ رہائی کے معاوضے میں پیش کیا گیا تھا اور بہت سے تحفے تحائف اُن لوگوں نے بھی دینے چاہے تھے جو مشروطی حکومت کا قیام نہ پسند کرتے تھے۔ مزید برآں پشوتن ایرانی نے جو دارائے عجم کا نائب سالار تھا اور اہلِ ساموس سے ہمدردی رکھتا تھا۔ پری کلیس کے پاس دس ہزار اشرفیاں، شہر کو معاف کر دینے کے واسطے علیحدہ بھیجی تھیں۔ مگر اُس نے ان میں سے کوئی شے بھی قبول نہ کی اور جو طریقِ عمل خود ساموسیوں کے لیے مناسب سمجھا تھا، اسی پر عمل کیا اور وہاں مشروطہ حکومت قائم کر کے ایتھنز لوٹ آیا۔

لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد انھوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ پشوتن پہلے سے اُن کے یرغمال اڑا لایا تھا اور اسی نے جنگی ساز و سامان بھی اُن کو مہیا کر دیا۔ اس پر پری کلیس پھر بیڑا لے کر پہنچا لیکن اس مرتبہ اُنھوں نے انھیں کاہل اور سست نہ پایا بلکہ

دیکھا کہ خود سمندر میں غلبہ حاصل کرنے کے لیے قسمت آزمائی پر اڑے ہوئے ہیں۔ لڑائی جزیرۂ ٹرگیا کے قریب شروع ہوئی اور تھوڑی دیر کی تیز و تند کشمکش کے بعد پری کلیس نے فتح کامل حاصل کی۔ اس میں اُس نے اپنے چوالیس جہازوں سے دشمن کے ستر جہازوں کو بھگا دیا جن میں سے بیس سپاہیوں سے معمور تھے۔

اس فتح اور تعاقب کے ساتھ ہی ساتھ اُس نے ساموس کی بندرگاہ پر قبضہ کر کے شہر کو بھی گھیر لیا مگر اس محاصرے کے باوجود شہر والے قلعہ بند ہو کے لڑتے رہے اور باہر نکل نکل کے چھاپے مارنے کی ہمت بھی کر گزرتے تھے۔ لیکن جب ایتھنز سے ایک اور جنگی بیڑا پہلے سے بھی بڑا آن پہنچا اور ساموسی ہر جانب سے ایک تنگ دائرے میں محصور کر لیے گئے تو پری کلیس ساٹھ جہازوں کو لے کر آگے سمندر میں بڑھ گیا۔ اس کی غرض کثیر مصنفین کے حسب روایت یہ تھی کہ فونیشی جہازوں کا جو ساموس کی مدد کو آرہے تھے، آگا روک لے اور جزیرۂ مذکور سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پر لڑائی ڈالے۔ لیکن ٹیسمبروٹس کا بیان ہے کہ وہ ان جہازوں سے جزیرۂ قبرس پر چڑھائی کرنے چلا تھا۔ مگر یہ روایت کچھ زیادہ قرینِ قیاس نہیں نظر آتی۔ اس کی جو کچھ بھی غرض تھی سخت پُرخطا نکلی۔ کیونکہ اس کے جاتے ہی اِتاجنیس کے بیٹے مالی صوس فلسفی نے جو اس وقت ساموس کا سپہ سالار تھا، دشمن کے کم ہو جانے کی وجہ سے یا حریف سرداروں کی ناتجربہ کاری سے اپنے ساتھیوں کو حملہ کرنے پر اُبھارا۔ اور جب لڑائی میں ساموسیوں کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور محاصرین کی معقول تعداد قید کرنے کے

علاوہ دشمن کے کئی جہاز بھی اُنھوں نے بے کار کر دیے تو وہ سمندر کے مالک ہوگئے اور اپنی بندرگاہ سے تمام سامانِ مایحتاج جو پہلے ان کے پاس نہ تھا، شہر میں لے آئے۔ ارسطو کا بیان ہے کہ ایک بحری لڑائی میں اس سے پہلے بھی یہی مالی صوس، پری کلیس کو نیچا دکھا چکا تھا۔

اب ساموسیوں نے ایتھنزی اسیروں سے اپنی ذلتوں کا بدلا اُتارا اور ان کی پیشانیوں پر اُلّو کی شکل گُدوائی۔ کیونکہ ایتھنزی بھی ان کے قیدیوں کے ہاتھوں پر ساموناکی تصویر بنوا چکے تھے۔ ساموناایک اندر سے بہت چوڑی کشتی ہوتی ہے جس کا سامنے کا رُخ دھنّسا دھنّسا بد نما معلوم ہوتا ہے۔ لیکن فراخی اور وسعت کے باعث اس میں سامان بھی زیادہ آسکتا ہے اور چلتی بھی خوب ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس قسم کی کشتی پولی کرتس جابر کے حکم سے بنی اور ساموس ہی میں نظر آئی تھی۔

کہتے ہیں ذیل کے مصرعے میں ارسطوفانس نے ساموسیوں کی اسی نشان کی طرف اشارہ کیا ہے:

"کیا کہنے ساموس والوں کے، اے وہ تو لوگ ہیں لکھے پڑھے!"

اپنی فوج کی ہزیمت کا حال سُنتے ہی پری کلیس بہت جلد مدد کے لیے لوٹا اور مالی صوس کو جو اس کے مقابلے پر آیا تھا، شکست دے کر دشمن کو شہر میں بھگا دیا۔ اس کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ انھیں ایک چار دیواری میں بالکل گھونٹ دے تاکہ اپنے ہم وطنوں کی جان جوکھوں میں ڈالنے کے بجائے زیادہ وقت اور زرِ بیہ صرف کر کے شہر مسخر کرسکے۔ مگر ایتھنزیوں کو قابو میں رکھنا بھی محال تھا۔ وہ اس تاخیر سے

بہت ناراض ہو رہے تھے اور مرنے مارنے پر کمربستہ تھے۔ بس پری کلیس نے ساری فوج کو آٹھ حصّوں میں تقسیم کیا اور مٹر کے بیجوں سے قرعہ اندازی کی کہ جس کے نام سفید دانہ نکل آئے اس دن وہ حصّہ تو آرام سے اور ڈیروں میں بیٹھا کھائے پیے، باقی سات حصّے لڑائی لڑیں۔ اور کہتا ہی یہی وجہ ہی کہ اب تک جب لوگ خوش ہوتے ہیں تو اپنے روزِ عیش کو سفید دن کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ استعارہ اسی سفید مٹر کے دانے سے ان میں رائج ہوا ہی۔

افورس مورخ راوی ہی کہ اس محاصرے میں پری کلیس نے گلولہ اندازی کی کلیں بھی استعمال کرائی تھیں۔ وہ اس تعجب انگیز ایجاد کا بہت دل دادہ تھا اور اس نے انھیں خاص طور پر ارتمن انجنیر سے تیار کرایا تھا۔ اور یہ شخص لنگڑا ہونے کی وجہ سے ڈولی میں بیٹھ کر آیا کرتا تھا، تاکہ اپنی موجودگی اور نگرانی میں کلوں کی تکمیل کرائے۔ اور اسی کے باعث اس کا عرف پے ری فورٹس (یعنی ڈولی والا) پڑ گیا تھا۔

مگر ہراکلید پونٹکس نے اس بیان کو اناک ریَن شاعر کی نظموں سے غلط ثابت کیا ہی جن میں ساموس کی لڑائی سے کئی نسل پہلے ارتمن پیری فورٹس کا ذکر آیا ہی کہ وہ ایک آرام طلب اور اس طرح کا شیشہ بانسہ آدمی تھا کہ حوادث کے خوف سے قدم گھر کے باہر نہ نکالتا تھا اور اندر بھی دو نوکر پیتل کی ڈھال اس کے سر پر لیے کھڑے رہتے تھے کہ کہیں اوپر سے کوئی شے نہ آن پڑے۔ یہ شخص اگر باہر جانے پر کبھی بالکل ہی مجبور ہو جاتا تو آپ کے برآمد ہونے کی یہ قطع ہوتی کہ ایک چھوٹے

سے بچھونے میں نوکر ڈنڈا ڈولی کرکے لے چلتے تاکہ زمین سے بالکل ہلواں سواری جا سکے۔ اور اسی باعث اس کا نام پیری فورتس پڑ گیا تھا۔

نویں مہینے جب ساموسیوں نے ہتیار ڈال دیے اور شہر حوالے کر دیا تو پری کلیس نے ان کی فصیل زمین کے برابر کرا دی اور سارے جہاز چھین کر بھاری تاوان عائد کیا۔ جس میں سے ایک حصّہ تو انھوں نے اسی وقت ادا کر دیا اور باقی کو تھوڑے عرصے بعد دیے کا وعدہ کیا۔ اس کی کفالت میں انھوں نے اپنی آدمی اول میں دیے۔ ڈورس ساموسی نے ان واقعات کو غم انجام ناٹک کی صورت میں لکھا ہے اور اس میں پری کلیس اور ایتھنزیوں کے بہت سے مظالم کا بیان غالباً مبالغے کے ساتھ کیا ہے کیونکہ ان کا ذکر نہ طوسی دیدس نے کیا ہے نہ افورس نے نہ ارسطو نے۔ مثلاً وہ بتاتا ہے کہ پری کلیس نے کس کس طرح جہازی سپاہیوں اور کپتانوں پر ظلم توڑے اور کس طرح شہر ملطہ تک انھیں جہاز پر دس روز کامل بندھوائے ہوئے لایا اور وہاں عین چوک میں جب کہ یہ لوگ پہلے ہی ادھ موئے ہو چکے تھے، اُس نے حکم دیا کہ ڈنڈے مار کر ان کا مغز پاش پاش کر دیا جائے اور ان کی لاشوں کو بے کفن دفن گلی کوچوں اور کھیتوں میں پھکوا دیا جائے۔

لیکن ڈورس، جن افسانوں میں اس کے ذاتی تعصبات کو دخل نہیں ہوتا، ان میں بھی صداقت کا ہمیشہ پابند نہیں ہے اور اپنے ملکی مصائب پر لکھتے وقت تو گمان غالب ہے کہ ایتھنزیوں کی مذمت میں اس نے غلو کیا ہو۔

ادھر پری کلیس جب ساموس کی تسخیر کے بعد وطن کو لوٹا تو سب سے اوّل اُس نے مقتولینِ جنگ کی عزت آبرو کے ساتھ تجہیز تکفین کا بندوبست کیا اور اس موقع پر حسب دستور ایک ماتمی خطبہ کہا جس پر اس کی بہت تعریفیں ہوئیں۔ وہ ممبر سے نیچے اُترا تو عورتوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئی اور اس تقریر پر اَحسنت کہا اور اس کا ہاتھ تھام کر اس طرح ہار اور جواہرات اس کے گلے میں ڈالے جس طرح کھیلوں میں جیتنے والوں کے ڈالے جاتے ہیں۔ مگر الفی نس آگے بڑھ کے کہنے لگی کہ پری کلیس! بس تمہارے یہی کارنامے ہیں جن کی وجہ سے تم پھولوں کے تاج کے مستحق ہوئے۔ گو تمہاری بدولت ہمارے بے شمار اہلِ وطن تلف ہوئے اور وہ بھی فینشیہ یا ایران والوں کے مقابلے میں اس طرح نہیں جس طرح میرے بھائی کائمن نے لڑائے تھے بلکہ محض ایک حلیف اور ہم قوم شہر کے استیصال کے لیے!" یہ طعنہ سُن کے وہ مُسکرانے لگا اور شاہر اس کے جواب میں صرف ایک مصرعہ پڑھا۔ ع

"بڑھیوں کو کیا ضرور کہ دو دڑیں سنگار کو!"

عیون کہتا ہے کہ ساموسیوں کی تسخیر پر پری کلیس کو بڑا ناز تھا اور وہ اس کارنامے کو اپنی عظمت کی دلیل سمجھتا تھا کہ اگا ممنن[1] کو ایک غیر مہذب شہر کی فتح میں دس سال کا عرصہ لگا تھا حالانکہ اس نے صرف نو مہینے میں آئی آونیہ کا سب سے قوی اور بڑا شہر مغلوب کرلیا۔

---

[1] ٹرائے کا فاتح جسے ہومر نے اپنی نظموں سے حیاتِ جاوداں بخشی ہے۔ م

اور اگر طوسی دیدس کا کہنا صحیح ہے کہ ساموسی قوت اس درجے بڑھ گئی تھی کہ اس کے اتیھنز کو نیچا دکھانے میں اور ساری بحری مقبوضات پر خود متصرف ہوجانے میں تھوڑی ہی کسر باقی رہ گئی تھی، تو بے شبہ پری کلیس کی نازش نازیبا نہیں رہتی۔

اس قضیے کے ختم ہوتے ہی جنگ پلوپونی سس پورے زور کے ساتھ چھڑ گئی۔ اور کورنتھ والوں نے کرکایرہ پر حملہ کیا تو اس نے لوگوں کو صلاح دی کہ اس شہر کو مدد دیں اور چونکہ لڑائی چھڑنے میں کوئی شبہ اب باقی نہیں رہا ہے اس لیے وہاں کے ایک جزیرے پر قبضہ کرلیں جو بحری لڑائی میں نہایت کار آمد ثابت ہوگا۔ لوگوں نے اس رائے کو اور مدد بھیجنے کی تحریک کو بخوشی منظور کرلیا۔ تب پری کلیس نے کائمن نے بیٹے لس ڈی مونیس کو ذلیل کرنے کے واسطے صرف دس جہاز دے کر اس مہم پر روانہ کیا۔ بات یہ ہے کہ کائمن کے خاندان اور اہلِ اسپارٹا میں ابھی تک دوستانہ روابط قائم تھے لہذا اس خیال سے کہ اگر لس ڈی مونیس ان کے خلاف کوئی کار نمایاں نہ کرسکا تو اس پر شبہات اور اسپارٹا کی دوست داری کا الزام لگانے میں آسانی ہوگی۔ اس نے یہ قلیل تعداد جہازوں کی اسے دی اور مرضی کے خلاف زبردستی بھیجا۔ اس میں شک نہیں کہ اسے کائمن کے بیٹوں سے کچھ کد ضرور تھی۔ ملکی کاروبار میں ان کے زیادہ عروج پاجانے میں وہ سدِ راہ ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ خود ان کے ناموں سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اتیھنز کے نہیں، نہ چاہتے ہیں کہ یہاں کے کہلائیں چنانچہ ایک "لس ڈی مونیس" ہے دوسرا

تھسلی کے نام پر) "تھسالوس" ہو تیسرا الیوس اس کے علاوہ ان کی ماں بھی ارکیڈیا کی عورت سمجھی جاتی تھی۔ مگر جب لوگوں میں ان دس کشتیوں پر اعتراض ہونے لگے کہ اس مختصر جمعیت سے مدد کا جو مقصد تھا وہ تو پورا ہوگا نہیں البتہ کہنے والوں کو ایتھنز کی زیادتی جتانے کا موقع ضرور مل جائے گا، تب پرکلیس نے ایک بڑی فوج کرکا کو بھیجی مگر یہ اس وقت پہنچی کہ لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ اب کورنتھ والوں نے جو اس حرکت پر سخت پیچ و تاب کھا رہے تھے، اسپارٹا میں علانیہ ایتھنز کی شکایتیں کیں اس وقت مگارا والے بھی اُن کے ہم آہنگ ہو گئے کہ ہمیں تمام حقوق اور معاہدوں کے خلاف جن کے سب یونانی متفقہ قول و قسم کے ساتھ پابند ہیں، کسی منڈی یا لنگر گاہ میں جہاں ایتھنز کی حکومت ہے، گھسنا نہیں ملتا بلکہ نکال دیے جاتے ہیں۔

ایجنٹا والوں نے بھی اس موقع پر ایتھنز کی بدسلوکی اور ناگوار زیادتیوں کا دُکھڑا رو دیا اور اگرچہ علانیہ کہنے کی جرأت نہ کر سکے تاہم خفیہ طور پر اسپارٹا سے التجا کی کہ ہمیں اس ظلم سے مخلصی دلاؤ۔

اسی اثنا میں قصبۂ پوٹی ڈیہ نے جو پہلے کورنتھ کی نو آبادی اور اب ایتھنز کے مقبوضات میں شامل تھا، بغاوت کی اور اس کا باضابطہ محاصرہ شروع ہوگیا اور اس نے جنگ کو اور بھی قریب کر دیا۔

باوجود ان سب باتوں کے بھی لڑائی کا رُک جانا ممکن تھا ایتھنز کو اور شاہ اسپارٹا ارشی ڈاموس کے پاس جو سفارتیں اس غرض سے آئی تھیں کہ واجبی شکایتوں کا انسداد باہمی رضامندی سے کر لیا جائے، وہ یقیناً کامیاب ہو جاتیں اگر ایتھنز اہلِ مگارا سے صلح

کرنے اور مخاصمانہ روش چھوڑ دینے پر آمادہ ہوجاتا۔ مگر یہی دقت تھی جو حل نہ ہوئی اور چونکہ پری کلیس ہی وہ شخص تھا جو مگاریوں کی دشمنی پر اُڑا رہا اور لوگوں کو ان کے خلاف طیش دلاتا رہا اس لیے لڑائی کا اصلی سبب وہی سمجھا جاتا تھا۔

کہتے ہیں کہ اسی صلح کی غرض سے اہل سپارٹا نے ایلچی ایتھنز کو بھیجے تھے اور یہ لوگ جب وہاں پہنچے تو پری کلیس لوگوں کو یہ قانون منظور کرنے پر آمادہ کر رہا تھا کہ جن تختوں پر احکام سلطنت مشتہر کیے جاتے ہیں ان کا ہٹا دینا یا اپنی جگہ سے اُتروا لینا خلاف، قانون قرار دیا جائے، یہ سُن کر ایلچیوں میں سے ایک شخص، پولی آل جس نے کہا مد صحیح ہے انھیں اپنی جگہ سے نہ اتارو مگر اُلٹ دو! میرا گمان ہے کہ یہ فعل قانوناً ممنوع نہیں"۔ اگرچہ اس موزوں پیرائے میں اس نے ایتھنز کو لڑائی سے روکنا چاہا تھا مگر پری کلیس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ مگارا کی دشمنی پر اسی طرح اڑا رہا۔ ممکن ہے اس کی وجہ کوئی ذاتی کاوش ہو لیکن علی الاعلان جو کچھ کارروائی اُس نے کی وہ کسی طرح ناواجب نہ تھی۔ اس نے مگارا والوں پر الزام لگایا کہ اُنھوں نے اپنی سرحد سے آگے وقف شدہ زمین پر ناجائز تصرف کر لیا ہے اور تحریک کی کہ اس کی باز پرس کے لیے ان کے پاس ایک نقیب بھیجا جائے جو مگارا سے ہوتا ہوا اسپارٹا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق عمل بالکل انصافانہ اور دوستانہ تھا۔ مگر جب یہ نقیب جو مگارا بھیجا گیا تھا مر گیا اور لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ مگاریوں نے اس کا کام تمام کرایا ہے۔ اُس وقت خاری لوس نے ان کے خلاف

تحریک پیش کی کہ اب سے دونوں سلطنتوں میں دائمی خصومت کی بنیاد ہو جانی چاہیے، اور جو کوئی مگاری اٹیکا کی سرحد میں قدم رکھے اُسے سزائے قتل دی جائے اور تمام سپہ سالار معمولی حلف اُٹھانے کے علاوہ قسم کھائیں کہ وہ سال میں دو مرتبہ مگارا کے علاقے میں تاخت کریں گے! نیز متوفی سفیر ان تھمو کو تھریسی دروازے کے پاس دفن کیا جائے جو اب دُفلن یا دُہرا دروازہ کہلاتا ہے۔

اُدھر مگاری ان تھمو کے قتل سے قطعی انکاری تھے۔ وہ سارا الزام پری کلیس اور اس پیشیہ کے سر دھرتے تھے اور عداوت کا سبب بیان کرنے میں اکرنی انز کی یہ مشہور بیتیں سند لاتے:

"مگارا کو گئے دوڑے ہمارے پانچ چھو کرے
وہاں سے ان کی رنڈی سی متہ کو وہ اُڑا لائے
جوانان مگارا نے جواب اس کا دیا بڑھ کے
کہ وہ دو نوچیاں اس پیشیہ کے گھر سے لے بھاگے!"

اس جھگڑے کا اصلی سبب معلوم کرنا آسان نہیں۔ البتہ یہ الزام سب پری کلیس کو دیتے ہیں کہ اسی نے ستاری نولس کی سخت تحریک منظور کر لینے پر لوگوں کو اُبھارا۔ صلح کی سفارتوں کو جواب صاف دینے کی وجہ بعض تو یہ بیان کرتے ہیں کہ پری کلیس نے اسے اتھنز کی عزت کے منافی سمجھا کہ ایلچیوں کے مطالبات تسلیم کرلے اور کوئی ایسا موقع حریفوں کو دے دے جسے وہ اتھنز کی کمزوری کا اظہار سمجھیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس انکار کا سبب صرف اس کی نخوت تھی۔ وہ جھگڑا مول لے کے اپنی قوت دکھانی چاہتا تھا لہذا اسپارٹا کی تحقیر کا

یہ موقع اس نے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

مگر ان سب میں بدترین سبب جس کی گواہیاں بہت زیادہ ہیں حسب ذیل ہے:۔

منروا کا مجسمہ تیار کرنے کا کام جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے فی دیاس بُت ساز کو دیا گیا تھا۔ یہ شخص پری کلیس کا بہت عزیز دوست تھا اور کسی وجہ سے بہت لوگوں کا محسود تھا جو عداوت اور حسد سے طرح طرح کے اتہام لگا کے اسے بدنام کرتے تھے۔ انھی حاسدوں نے ایک مرتبہ فی دیاس کے شریک کار، منن کو گانٹھ کر اس سے علانیہ عرضی دلوادی کہ میں نے فی دیاس کا غبن اور سرکاری مال میں تصرف معلوم کیا ہے۔ اس شرارت سے دشمنوں کا مطلب یہ جانچنا تھا کہ اگر کسی موقع پر خود پری کلیس پر نالش کی جائے تو عوام الناس اس کو کس نظر سے دیکھیں گے۔ بہرحال جب منن بازار میں حسب دستور آکے فریادی ہوا اور لوگوں نے اُسے جو کچھ کہنا تھا، کہنے کی اجازت دی اور مقدمہ باضابطہ مجلس میں چلایا گیا تو کوئی چوری یا خیانت ملزم پر ثابت نہ ہوسکی۔ دراصل پری کلیس کی صلاح کے بموجب فی دیاس نے ابتدا سے جو سونا مورت پر منڈھا۔ یا استعمال کیا تھا اس میں یہ احتیاط کی تھی کہ جب ضرورت ہو اس کو بجنسہٖ اُتار کر تولا جاسکے۔ لیکن اب دعویٰ دائر ہونے پر پری کلیس نے مخالفین کو اجازت نہ دی کہ اس کو اُتروا کے وزن کرلیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ساری مخالفت محض حسد سے تھی۔ خصوصاً اس کی صناعیوں میں سب سے زیادہ جس شے کا رشک تھا وہ ایک بے نظیر تصویر تھی جس میں (امی زان) جنگی عورتیں دیوی ڈھال کے واسطے لڑتی

دکھائی گئی تھیں اور اس میں فی دیاس نے اپنی شبیہ بھی اُتار دی تھی اس طور پر کہ ایک پتھر ہاتھوں میں اُٹھائے وہ ایک صاف چندیا کا بڈھا معلوم ہوتا تھا اور اسی میں پری کلیس کی بہت نفیس تصویر ایک عورت سے لڑتی ہوئی بنائی تھی اس کا ہاتھ جس میں بھالا تھا، چہرے کے آگے اس خوبی سے دکھایا تھا کہ کچھ حصّہ شبیہ کا چھپ جائے اور باقی صاف نظر آتا رہے۔

اس کے بعد فی دیاس قید خانے میں ڈال دیا گیا اور وہیں بیمار ہو کے مر گیا۔ بعضوں کا بیان ہے کہ اسے پری کلیس کے دشمنوں نے زہر دے دیا تھا تاکہ لوگوں کو اس پر شبہات کا موقع ملے۔ مَنن مخبر کو گلی کن کی تحریک پر تمام سرکاری محصول و رسوم سے مستثنیٰ کر دیا گیا اور سپہ سالاروں اور جرنیلوں کو ہدایت کر دی گئی کہ اس کی جان مال کی حفاظت کریں۔ اسی زمانے میں اس پیشیہ بھی "فسق" کے جرم میں پکڑی گئی، ہرمفس اس کا بانی مبانی تھا اور یہ الزام بھی اس کے سر تھوپا تھا کہ وہ پری کلیس کے لیے شریفوں کی بہو بیٹیاں بُلا بُلا کر رکھتی ہے۔

ساتھ ہی دیپفیتس نے تجویز پیش کی کہ ان لوگوں پر جو مذہب سے بے پروائی کرتے ہیں یا آسمانی باتوں کے متعلق نئے نئے مسئلے سکھاتے ہیں، علانیہ مقدمہ چلایا جائے۔ اس ترکیب سے انکسا غورث کے ساتھ وہ پری کلیس کو بھی لپیٹنا چاہتا تھا۔

آخر ان الزامات اور پے در پے شکایتوں کا لوگوں پر اثر ہوئے بغیر نہ رہا اور دری کن طیدس نے تحریک کی کہ پری کلیس

سے تمام اخراجات کا محاسبہ کیا جائے اور محتسب اکروپولس کی قربان گاہ پر بیٹھ کر ان حسابات کا بھی امتحان کریں اور شہر کا بھی اس عرصے میں انتظام رکھیں۔ لیکن اس آخری حصے کو ہاج نن نے حذف کرا دیا اور تحریک کی کہ یہ الزامات خواہ انھیں چوری کہا جائے یا رشوت ستانی یا تغلب پندرہ سو آدمی کی جوری (پنچایت) کے سامنے طے ہونے چاہییں۔

اس کینس کہتا ہے کہ اس پیشے کو بچانے کے واسطے پری کلیس آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور جوری کے ایک ایک رکن کے پاس بذاتِ خود التجا کرنے گیا۔ لیکن انکتا غورث کو اس خوف سے کہ خدا جانے اس کے ساتھ کیا سلوک ہو، اس نے شہر کے باہر بھجوا دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ فی دیاس کے معاملے میں اس نے غلطی کھائی اور لوگوں کو اپنے سے بدظن کر دیا۔ بس اب اس ڈر سے کہ خود اس پر مقدمہ نہ دائر کر دیا جائے۔ اُس نے پلوپونیسی جنگ کو بھڑکانا شروع کیا اور وہ چنگاریاں جو اب تک کجلائی ہوئی تھیں اور اندر ہی اندر دھواں دے رہی تھیں اس کی پھونکوں سے یکبارگی فروزاں ہو گئیں۔ مطلب یہ تھا کہ شہر جو تمام خطرات اور مہمات میں اس کی ذات خاص پر بھروسا کرتا تھا اور اس کے اقتدار و اثر کی وجہ سے ہمیشہ اس کا سہارا تکتا تھا لڑائی کے طوفان میں تمام اعتراض و الزام بھول جائے اور اس ہنگامے میں لوگوں کے تمام حاسدانہ گلے شکوے دب جائیں۔ کہتے ہیں یہ اسباب تھے جنھوں نے اُسے مجبور کر دیا کہ ایتھنزیوں سے اہل اسپارٹا کی تجاویز رد کرا دے۔ مگر اس قول

کی صداقت متحقق نہیں ہے۔

اُدھر طوسی دیدس کی حسب روایت اسپارٹا والوں نے اس وثوق پر کہ اگر وہ نکال دیا گیا تو اتھنزیوں سے من مانتی شرطیں کرا لیں گے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ پری کلیس کو ننھیال کی طرف سے جو داغ گنہ گاری ورثہ ملا ہے وہ اس "دھبے" کو دھو دیں (یعنی اُسے نکال باہر کریں)، لیکن اس کا اثر بالکل توقع کے خلاف پڑا یعنی پری کلیس کو مشتبہ یا موجبِ نفرت بنانے کے بجائے ان کے پیغام نے اُلٹا اُس کی عزت کو بڑھا دیا۔ اور یہ سمجھ کر کہ دشمنوں کی نظر میں سب سے زیادہ کھٹکتا ہوا خار وہی ہے لوگ اس کی اور زیادہ وقعت کرنے لگے۔

اسی طرح ارشی داموس کے اٹی کا پر حملہ آور ہونے سے قبل اس نے اپنے ہم وطنوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر شاہ مذکور نے اپنی تاخت و تاراج میں میری املاک اور جایداد کو چھوڑ دیا اور خواہ کسی دوستی یا باہمی میل کی وجہ سے یا اشتباہ پیدا کرنے کی غرض سے اُس نے میری جاگیر کو نقصان پہنچانے میں کمی کی تو میں اپنی تمام زمین اور اس پر جو عمارتیں وغیرہ ہیں جمہور کے واسطے وقف کر دوں گا۔

اب اسپارٹا والوں نے اپنے حلیفوں سمیت اتھنزی علاقے پر چڑھائی کی اور شاہ ارشی داموس کی ماتحتی میں ایک لشکرِ کثیر لوٹتا کھسوٹتا اکارنی تک بڑھ آیا۔ یہاں انھوں نے خیمے ڈال دیے اور اتھنزیوں کے میدان میں نکلنے کا انتظار کرنے لگے کیونکہ ان کے نزدیک یہ یقینی تھا کہ اتنے قریب آجانے پر اتھنز والے کبھی ان کا قیام گوارا نہ کریں گے اور اپنی عزت اور اپنے ملک کے واسطے مجبوراً لڑنے نکلیں گے مگر

...... ساٹھ ہزار پونتی اور بیوشی پاہیوں کے مقابلے میں نکلنا سخت مخدوش فعل جانتا تھا اور اس میں اُسے خود ایتھنز کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا خطرہ نظر آتا تھا۔ پس اُس نے جنگ کے آرزومندوں کو جنھیں صورتِ حالات بے چین کیے دیتی تھی، میٹھی میٹھی باتیں کہ کے تھپکا اور کہنے لگا کہ دیکھو" درخت کاٹ چھانٹ دیے جاتے ہیں تو تھوڑے عرصے میں پھر پھوٹ آتے ہیں مگر انسان ایک دفعہ تلف ہوگیا تو اس کا معاوضہ ہونا آسان نہیں۔" پری کلیس نے مجلسِ ملکی کا انعقاد بھی اس زمانے میں اسی ڈر سے نہ کیا کہ کہیں لوگ اسے خلافِ منشا کام کرنے پر مجبور نہ کردیں بلکہ ایک ہشیار ہواری یا جہازراں کی طرح جو سمندر میں تلاطم اور طوفان کی آمد آمد دیکھتے ہی پہلے اپنے انتظام کو دیکھتا ہے کہ ہر شے درست اور مضبوط بھی ہے یا نہیں اور پھر محض اپنی رائے پر جہاز کی سلامتی کی تدبیریں کرتا ہے اور خوف زدہ یا سمندر کے بیمار مسافروں کی گریہ وزاری کی مطلق پروا نہیں کرتا، اُس نے سب سے اوّل شہر کا بندوبست کیا۔ دروازے بند کرا کے تمام ضروری موقعوں پر پہرہ چوکی قائم کردیا اور سارے کام محض اپنی قوتِ فیصلہ اور عقل کی مدد سے انجام دیے۔ اگرچہ دوستوں نے بہ منّت کہا اور دشمنوں نے فضیحت کرنے کی دھمکیاں دیں اور بہت سے ہزل نویسوں نے ہجویں لکھ لکھ کر اس کی نامردی کے گیت بنائے اور دشمن کے ہاتھ میں اس طرح علاقہ رہنے دینے پر لوگ سخت اہانت آمیز اشعار گلی کوچوں میں پڑھتے پھرتے تھے لیکن اس نے ان ناراضیوں اور بدنمتوں کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ اس کے حریف کلیون نے بھی لوگوں کی ناراضی سے

اس وقت فائدہ اُٹھایا اور جیسا کہ ہرمفس کی نظم سے ظاہر ہوتا ہے، اس کی رُسوائی کو اپنے عروج کا زینہ بنایا۔ ہرمفس کہتا ہے:۔

"باتوں ہی باتوں سے اے ساتیر[1] شاہ — کام کب تک لوگے تیغ و تیر کا؟
پُرشکوہ ہیں ہم نے مانا وہ مگر — روح تیلٹس[2] کی ہر اِن میں مستتر
باوجود اس ساری بے پروائی کے — دانت ہم نے تم کو دیکھا، پیستے
ہر دفعہ۔ جب تازہ چبوائی ہوئی — دھار چھوری خنجر کلیون کی"

پری کلیس خموشی اور صبر کے ساتھ اس اہانت آمیز برتاؤ کو برداشت کرتا رہا اور سو جہازوں کا بیڑا بنا کے پلوپونی سس پر بھیجا۔ وہ اس مہم کے ہمراہ خود نہیں گیا تاکہ گھر کا انتظام رکھے اور جب تک دشمن کی فوجیں ڈیرے ڈنڈے اُٹھا کے واپس نہ ہو جائیں، ایتھنز کے لوگوں کو بے قابو نہ ہونے دے۔ اس کے علاوہ لڑائی کا اثر جن پر زیادہ پڑا تھا انھیں اور مصیبت زدہ غربا کو سرکاری رُپے سے اس نے امداد دلوائی اور اپنے مقبوضات کی نئی تقسیم کر کے ان کی املاک میں بھی اضافہ کیا تاکہ لوگوں کو کچھ صبر اور چین آجائے۔ چنانچہ ایجی نا کے تمام باشندوں کو نکلوا کے یہ جزیرہ اس نے ایتھنزیوں پر بانٹ دیا۔ ان مصیبتوں میں تھوڑی بہت تسکین انھیں اپنے دشمن کی پریشانیوں سے بھی ہوئی کیونکہ ایتھنزی بیڑے نے پلوپونی سس کے گرد ہی گرد جا کے بہت سے قصبوں اور چھوٹی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا اور خاصہ بڑا علاقہ

---

[1] ایک قسم کا یونانی جن جس کا آدھا جسم آدمی کا ہے، آدھا بکرے کا اور جو اپنی خواہش نفسانی کی زیادتی میں مشہور ہے۔ م

[2] یہ غالباً کسی جھگڑے اور ڈرپوک آدمی یا اوتار کا نام ہے۔ م

لوٹ کر خراب کر ڈالا۔ خشکی پر بھی خود پری کلیس فوج لے کے مگارا پر چڑھ دوڑا اور ان کے علاقے بھر میں تہلکہ ڈال دیا۔ ان واقعات سے ظاہر ہو کہ اگرچہ اسپارٹا کی فوجوں نے خشکی پر ایتھنز کو نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہیں کی لیکن خود ان کو بھی ایتھنز ی بیڑے سے کچھ کم نقصان نہ پہنچا اور بے شبہ اگر حوادث آسمانی تمام انسانی عزم و قیاس کو باطل نہ کر دیں تو وہ پری کلیس کے اندازے کے مطابق بہت جلد لڑائی ختم کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

سب سے پہلے تو وبائے طاعون شہر میں پھیلی اور اصلی قوت شباب یعنی اُس کے تمام نوجوان باشندوں کو کھا گئی۔ اس واقعے پر لوگ جو پہلے ہی سخت مغموم اور پریشان ہو رہے تھے، بالکل مجنون اور پری کلیس کی جان کے دشمن ہو گئے اور ہذیانی مریضوں کی طرح، خود حکیم شفیق یا اپنے عزیز باپ کو مارنے کے واسطے مکے تاننے لگے۔ اُس کے دشمنوں نے ان کے دل میں یہ بٹھا دی تھی کہ اس وبا کی وجہ شہر میں آدمیوں کی کثرت ہی جو گرمی کی شدت سے مجبور تھے کہ چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں اور تنگ کوٹھڑیوں میں بے کار پڑے وقت گزاری کریں حالانکہ پہلے وہ پاک صاف اور کھلی ہوا میں رہنے کے عادی تھے۔ اب اس تمام مصیبت کا سبب اصلی وہی شخص ہی جس نے لڑائی کی وجہ سے سارے علاقے کی بے تعداد مخلوق کو شہر پناہ کے اندر بھر لیا ہی نہ انھیں کوئی کام دیتا ہی نہ رہنے کی اچھی جگہ۔ بلکہ بے کار مویشیوں کے مانند احاطے میں بند کر رکھا ہی کہ امراضِ متعدی کا شکار ہوں۔

ان خرابیوں کے دفعیے کے لیے اور دشمن کو ستانے کے واسطے

پری کلیس نے ایک سو پچاس جہاز تیار کیے اور ان میں بہت سے آزمودہ کار پیادہ و سوار روانہ کرنے کو چھانٹے جس سے شہر والوں کی امید بندھی اور دشمن بھی کثرتِ فوج دیکھ کر ہراساں ہوا، اور اب جب سفر کی سب تیاریاں مکمل ہوچکیں پری کلیس بھی اپنے جہاز پر چڑھ لیا تھا کہ عین اسی وقت سورج گہن پڑ گیا اور اچانک اندھیرا چھا گیا۔ جس نے ہر ایک کو ڈرا دیا کیونکہ یہ سخت بدفالی سمجھی جاتی تھی۔ جب پری کلیس نے اپنے جہاز کھینے والے کو نہایت خوف زدہ اور مُذبذب (؟) پایا کہ اب کیا کرے تو اس نے اپنا چغہ اُتار کے ملاح کے چہرے کے سامنے اس طرح کر دیا کہ وہ اس کی آڑ میں سامنے کی کوئی شے نہ دیکھ سکے اور اس کے بعد پوچھنے لگا کہ کیا اس سے تمہیں کچھ ضرر یا تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے؟ ملاح نے جواب دیا "نہیں" تب اس نے کہا "پھر بھلا اس میں اور سورج گہن کے اندھیرے میں فرق ہی کیا ہے؟ البتہ سورج کے سامنے جو شے ہے وہ اس چغے سے کچھ بڑی ہوگی"۔

یہ وہ کہانی ہے جو فلسفے کے اساتذہ اب تک شاگردوں کو سنایا کرتے ہیں۔

مگر پری کلیس سمندر میں کچھ بہت کار نمایاں، جو اس زور شور کے شایاں ہوتا، نہ دکھا سکا، اور جب اُس نے اپی ڈورس کے مقدس شہر کو گھیر لیا اور اس کے تسخیر ہو جانے کی امید ہوئی تو بیماری نے اس کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ یہ بلا نہ صرف ایتھنزیوں تک محدود رہی بلکہ جن جن مقامات کے لوگوں کی فوج میں آمد و رفت تھی وہ بھی اُس کے حملے سے نہ بچے۔ اس پر ایتھنز کے لوگ اور زیادہ

ناراض ہو گئے اور پھر ہر چند اپنے مقدور بھر اُس نے انھیں منانے اور از سرِ نو ہمت بندھانے کی کوشش کی، وہ قبضے میں نہ آئے نہ ان کا طیش و غضب کم ہوا۔ یہاں تک کہ کثرتِ رائے اس کے خلاف ہو گئی اور لوگوں نے اس سے تمام اختیارات اس سے لے کر اس پر جرمانہ کیا جس کی مقدار کم سے کم بیان کرنے والے پندرہ ٹیلنٹ بتاتے ہیں اور سب سے زیادہ جنھوں نے بتائی ہے انھوں نے پچاس ٹیلنٹ بتائی ہے۔ مخالفت میں پیروی کرنے والا، اِدو مانوس نے کلیون کو سفراکس نے، سمیاس کو اور پون ٹیکس نے لکراتی داس کو قرار دیا ہے۔

اس کے بعد اُس کے خلاف جتنی شورش تھی وہ سب ہمیشہ کے لیے دب گئی گویا لوگوں کا تمام زور اس ایک ضرب پر صرف ہو گیا اور ان کا ڈنک زخم میں جھڑ کے رہ گیا۔ لیکن پری کلیس کے خانگی حالات نہایت تکلیف دہ ہو گئے تھے۔ اس کے بہت سے دوست دبا ء طاعون میں مر گئے تھے اور خاص اپنے گھر کے آدمی ایک مدت سے ناراض اور بے سرے ہو رہے تھے، اس کا نکاحی بیوی سے بڑا بیٹا ذن طفس بالطبع مُسرف تھا اور جوان بہو بھی فضول خرچ تھی۔ باپ کی کفایت شعاری ذن طفس کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور اس کے ذاتی اخراجات کے لیے جو رقم تھوڑی تھوڑی کر کے ملتی تھی اس کے کم ہونے کا بھی اسے بڑا شکوہ تھا۔ اسی قسم کی لاچاریوں سے عاجز آ کے اُس نے ایک مرتبہ کچھ روپیہ اپنے کسی دوست سے قرض منگا لیا اور اس پر ظاہر کیا کہ پری کلیس کی اجازت سے لیتا ہوں۔ کچھ عرصے بعد جب یہ شخص روپے طلب کرنے آیا اور پری کلیس نے بالکل صاف جواب دے دیا تو اُس نے ذن طفس پر دعویٰ دائر کر دیا۔ نوجوان بیٹے

کو یہ بات نہایت ناگوار گزری اور اس نے علانیہ باپ کی مخالفت اور تضحیک کرنی شروع کی۔ وہ اُس کے گھر کی باتیں یا جو سوفسطائی اور علما اُس کے ہاں آتے اُن کے قصے سُنا سُنا کے باوا کی ہنسی اُڑاتا۔ مثلاً یہ کہ جب کسی مشہور کرتبی کے تیر سے فطموس فارسیلی نادانستہ مارا گیا تو اس کا باپ سارے دن تک حکیم پروتاگورس سے حیص بیص کرتا رہا کہ اس موت کا سبب کمان ہی یا وہ شخص جس نے تیر پھینکا یا وہ لوگ جنھوں نے کھیل دکھانے کی نمایش قائم کی تھی؟ علاوہ ازیں سٹیم بردلش کا بیان ہو کہ ذن ٹکیفس ہی نے وہ نامعقول افسانہ اپنی بیوی سے آشنائی کا لوگوں میں مشہور کیا تھا۔ اور انھی اختلافات کی وجہ سے بیٹا مرتے دم تک (کیونکہ وہ اسی طاعون میں مرگیا) باپ سے بیزار رہا۔ اس بیماری میں پری کلیس کی بہن اور دیگر احباب و اعزا اور جو اس کی جائداد وغیرہ کے انتظام میں بڑی امداد دیا کرتے تھے، فوت ہو گئے۔ اس نے ان مصیبتوں کو مردانہ وار برداشت کیا اور نہایت سخت آزمایشوں میں بھی ایسی عالی حوصلگی دکھائی کہ کبھی کسی نے اُسے روتے یا رنج کرتے نہ دیکھا۔ عزیز و احباب کی تجہیز تکفین میں بھی وہ شریک نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا دوسرا نکاحی بیٹا بھی جو اب اکیلا رہ گیا تھا جاتا رہا۔ یہ ایسا دھچکا تھا جس نے پری کلیس جیسے قوی دل کو بھی بٹھا دیا اور اگرچہ وہ اپنے اصولوں اور کوہ وقار استقلال کو ہاتھ سے نہ دینے کی کشمکش کرتا رہا تاہم جب رسم کے مطابق وہ لاش کے سر پر پھولوں کا سہرا پہنانے آیا تو ضبط کا دامن چھوٹ گیا اور اس جگر شگاف نظارے پر جذبات نے اس درجہ مغلوب کیا کہ بے اختیار چیخیں نکل گئیں اور زندگی بھر

میں پہلی مرتبہ آنسوؤں کا ایک دریا آنکھوں سے بہ نکلا
اس اثنا میں ایتھنز نے تمام سرداروں کی سپہ سالاری آزمائی اور سبھی مقرروں کو سلطنت کے کام دے کے دیکھا لیکن کسی میں انتظام سنبھالنے کی طاقت نظر نہ آئی، نہ کوئی شخص ایسا بھاری بھرکم اور مقتدر ثابت ہوا جو اتنی بڑی ذمہ داری کا اہل ہوتا۔ اس وقت انھیں پری کلیس کے نکالنے پر پشیمانی ہوئی اور پھر اسے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے اور قوم کو اپنی صلاح مشورے سے فائدہ پہنچانے کے لیے دعوتیں دینے لگے مگر وہ سوگ اور افسردگی کے عالم میں خانہ نشین تھا اور باہر نکلنا نہ چاہتا تھا۔ بارے الکی بیادیس اور دیگر احباب کے مجبور کرنے سے اُٹھا اور لوگوں کے سامنے آیا اور جب اُنھوں نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اپنی پہلی بدسلوکیوں کی معافی مانگی تو پری کلیس نے پھر ایک مرتبہ عنانِ انتظام اپنے ہاتھ میں لی اور جب اس کا سپہ سالاری پر انتخاب ہوا تو اس نے درخواست کی کہ کم ذات بچوں کے متعلق قانون جو پہلے خود اسی نے کوشش کر کے منظور کرایا تھا معطل کر دیا جائے تاکہ اس کی نام و نسل نیست و نابود ہونے سے بچ جائے، کیونکہ قانونی طور پر اب اس کا کوئی وارث باقی نہ رہا تھا۔ اصل یہ ہے کہ خود پری کلیس نے اپنے عروج کی حالت میں جب قانون کے مطابق نکاحی بیوی سے اس کے بچے موجود تھے، یہ قانون پیش کیا تھا کہ آیندہ صرف وہی لوگ "ایتھنزی" کہلائیں گے جن کے ماں باپ دونوں ایتھنز کے ہوں۔ چنانچہ اسی قانون کی وجہ سے، جب شاہِ مصر نے کئی ہزار من گیہوں شہریوں میں تقسیم کرا دینے کے لیے ہدیتہً ایتھنز بھیجے، تو ایک طوفان مقدمے بازی کا

کا باپ ہو گیا۔ بہت سے باشندے جن کی پہلے خبر بھی نہ تھی، کم ذات ثابت ہوئے اور شہری حقوق سے خارج کیے گئے اور بہت سے بجائے بے وجہ مارے گئے۔ قریب قریب پانچ ہزار نفوس ہوں گے جن پر الزام ثابت ہوا اور غلام بنا کے فروخت کر دیے گئے۔ باقی جو لوگ اس بلا سے محفوظ رہے اور آخر تک سچے شہری کا بن کر سُرخ رُو نکلے وہ کل ملا کے تعداد میں چودہ ہزار چالیس آدمی تھے۔

حقیقت میں یہ نہایت حیرت انگیز بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسا قانون جس نے اتنے آدمیوں کو پریشان کیا۔ اب اُسی فردِ واحد کے کہنے سے جس نے اُسے بنایا تھا باطل کر دیا جائے۔ مگر پری کلیس کی مصیبت زدگی اور پریشان حالی نے معترضین کی زبان بند کر دی تھی۔ اور سب لوگ یہ سمجھ کر کہ اس کو پچھلی رعونت اور سخت گیری کی تقدیر نے بہت کافی سزا دے دی ہے، اُس کو واجب الرحم جانتے تھے اور ایک آفت زدہ اور دل شکستہ شخص کی اس قسم کی درخواست قبول کرنی شیوۂ انسانیت تھی۔ چنانچہ انھوں نے اجازت دے دی کہ پری کلیس اپنے غیر کفو بیٹے کو اپنا ہی نام دے دے اور برادری کی فہرست میں اس کا نام بھی داخل کرے۔

اس کے اسی بیٹے نے بعد میں اہل اسپارٹا کو ارجی نوسی پر شکست دی اور پھر قوم کے ہاتھوں دوسرے سرداروں کے ساتھ مقتول ہوا۔

بیٹے کو برادری میں شامل کرنے کے تھوڑے ہی دن بعد پری کلیس کو اسی وبائی مرض نے آگھیرا۔ مگر اس پر اوروں کی طرح

تیز و شدید دورے نہیں پڑے بلکہ بظاہر بیماری اندر ہی اندر پلٹی اور مختلف رنگ بدلتی رہی یہاں تک کہ جسم کی طاقت سلب ہو چلی اور اس کے قوائے روحانی کمزور پڑتے گئے۔

اسی کے متعلق سفراسٹس نے اپنی کتاب اخلاق میں ایک تحریر چھوڑی ہے یعنی اُس بحث میں کہ آیا آدمی کے اطوار حالات گردش سے متغیر ہوجاتے ہیں، یا اُس کی اخلاقی عادتیں جسمانی بیماریوں سے متاثر ہوکے صراطِ مستقیم پر قائم نہیں رہتیں؟ اس نے لکھا ہے کہ پری کلیس جب بیمار پڑا تو جو یار آشنا مزاج پرسی کو جاتے، ان میں سے ایک کو اس نے ایک تعویذ یا جھاڑ پھونک کا گنڈا دکھایا جسے عورتوں نے اس کے گلے میں لٹکا دیا تھا۔ گویا بیماری نے اُس کو اتنا ضعیف الرائے اور وہمی کر دیا تھا کہ وہ اس خرافات کو گوارا کرنے لگا تھا۔

جب وقت آخر آپہنچا تو بالیں پر اس کے بچے کھچے دوست اور شہر کے منتخب عمائد بیٹھ گئے اس کی خوبیاں اور غیر معمولی قابلیت و اقتدار کی یاد اور اس کے مشہور کارہائے نمایاں اور فتوحات کا ذکر کرنے لگے، کیونکہ فتح و نصرت کی وہ یادگاریں جن سے اس کی سپہ سالاری میں شہر نے زینت و آبرو پائی، نو سے کم نہ تھیں۔ اور یہ باتیں وہ اس طرح کر رہے تھے گویا وہ بے ہوشی یا ایسی حالت میں ہے کہ ہوش و حواس ساقط ہو چکے اور ان کی گفتگو سُننے سمجھنے سے قاصر ہے حالانکہ اس نے بغور ان کی تمام باتیں سُنیں اور زبان سے بھی بولا کہ تعجب ہے کہ تم نے ہر ایسی شے کی تعریف کی جو زیادہ تر تقدیری یا اتفاقات پر منحصر ہوتی ہے اور دوسرے سپاہ سالاروں کو بھی حاصل

ہو جاتی ہی لیکن اس چیز کا مطلق ذکر نہیں کیا جو عظمت و خوبی میں سب سے بڑھ کر ہی۔ "کیونکہ" اس نے کہا "کوئی ایتھنزی درد و غم پر کبھی اس طرح غالب نہ آیا تھا"

بے شبہ وہ اپنی اعلیٰ سیرت کی وجہ سے ہم سب کی توصیف و ثنا کا بدرجۂ اولیٰ مستحق ہی۔ نہ صرف اپنی اُس نرم مزاجی اور تحمل کے سبب سے جس پر ہزارہا عداوتوں کے باوجود وہ مدت العمر قائم رہا۔ بلکہ اپنی بلند ہمتی پر اور عالی خیالی پر کامل اختیار ہوتے ساتھی اپنی سب سے بڑی شرافت اسی میں سمجھی کہ حسد اور دشمنی کے جذبات کو دبائے اور کسی کی طرف سے کینہ دل میں نہ پائے۔ اور میرے نزدیک یہی شئے ہی جو اس کے خطاب اولمپی کی وقعت اور سجاوٹ کو بڑھا دیتی ہی۔ ایسا غیر معمولی ربط ضبط، ایسی پاک صاف بے داغ زندگی اگر قوت و اقتدار کے ساتھ نہ ہو تو بے شبہ وہ لفظ مہمل اور طفلانہ ہو جاتا ہی اور وہ شانِ ربانیت گم ہو جاتی ہی جو اولمپی میں پنہاں ہی۔ یعنی ایسی قوت جو برائی سے ارفع اور صرف بھلائی کی مصدر ہی اور جو ہمارے نزدیک دنیا کا انتظام چلانے والے دیوتاؤں کی صفت ہونی چاہیے۔ کیونکہ ہم دیوتاؤں کو متضاد صفات سے متصف نہیں مانتے جیسا کہ شعرا نے انھیں دکھلایا ہی اور اپنی جہالت سے خود ہی اپنے لکھے کی تردیدیں کی ہیں مثلاً جیسا ان کے فرضی مقام سکونت کا نقشہ کھینچا ہی کہ وہ جہاں رہتے ہیں نہ وہاں آب و باراں کے طوفان آتے ہیں نہ دنیا کے مخمصات اور جھگڑے باعثِ کوفت ہو سکتے ہیں اور ایک نورِ لطیف ہی جو ہر وقت اس کو منور کیے رہتا ہی۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر پھر اس کے ساتھ ہی ساتھ اُن دیوتاؤں کے لڑائی جھگڑوں کا اور طیش و کینہ وری کا بھی بیان کرتے ہیں جو غیر فانی دیوتا تو درکنار اُن آدمیوں کے لیے بھی زیبا نہیں جن میں کچھ تھوڑی سی عقل ہو۔ مگر غالباً یہ باتیں اس جگہ بے محل ہیں اور اس بحث کو کسی اور ہی وقت کے لیے اُٹھا رکھنا چاہیے۔

پری کلیس کی موت کے بعد انتظاماتِ سلطنت کی رفتار سے بہت جلد کُھل گیا کہ اس کا نہ رہنا کیسا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ وہ جو زندگی میں اس کے شخصی اقتدار اور اس کے آگے خود ماند ہوجانے پر کُڑھتے تھے، اُس کے گزرتے ہی دوسرے تمام آتش بیان تقریریوں کی آزمایش کر کے بہت جلد قائل ہوگئے کہ اتنی بلندی اور عروج پر پہنچنے کے بعد ایسی معقول پسند اور معتدل طبیعت دوسرے شخص کی ہونی محال ہے۔ نہ وہ تاثیر اور وزن کسی اور کی منکسر مزاجی میں پیدا ہو سکتا ہے جس کا مرنے والا مالک تھا۔ اُس وقت ہی جا کر انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخصی اختیار کو وہ بادشاہی اور استبداد کے مکروہ ناموں سے یاد کرتے تھے، وہی حقیقت میں امن کا مدار تھا۔ ظلم و خیانت، نالائقی اور بدمعاشی کا اس کے ہٹتے ہی ایک سیلاب آگیا جسے فقط اسی کی قوتِ توازن و تمیز نے مسدود کر رکھا تھا اور جو محض اسی کی روک تھام سے بے باکانہ اونچا چڑھنے سے رُکا ہُوا تھا۔

فے بیئس

پری کلیس کے یادگار کارنامے بیان کر دینے کے بعد ہماری تاریخ فے بیئس کا تذکرہ چھیڑتی ہی:۔ کہتے ہیں کہ اس نام کے ممتاز اور کثیر الافراد خاندان کا مورث اعلیٰ فے بیئس اول ہرقل کا بیٹا تھا اور اس کی ماں کوئی جنگل کی پری یا اُسی ملک کی دیہاتی عورت تھی اور وہ ٹیبورے کے کنارے پیدا ہوا۔ دوسرا قول یہ ہی کہ اس خاندان کا اصلی نام فوڈی تھا اور اُس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ یہ لوگ پہلے درندوں کے (شکار کے) لیے گڑھے کھودنے کے بہت شائق تھے۔ فوڈری اب تک لاطینی میں کھودنے کے معنوں میں آتا ہی اور اُسی سے فوسا (بمعنی خندق) مشتق ہی۔ رفتہ رفتہ لفظ مذکور کے دو حرفوں میں تبدیلی ہوگئی اور وہ خاندان فوڈی کے بجائے فینی کہلانے لگا۔ مگر یہ باتیں صحیح ہوں یا غلط اس میں شبہ نہیں کہ قدیم سے اس خاندان میں بڑے بڑے نامور لوگ پیدا ہوے اور اُن میں سب سے پہلے جسے فے بیئس میکسی مس (یعنی فے بیئس اعظم) کا معزز لقب ملا وہ ہمارے فے بیئس کا پرداد اور اُس کا پورا نام فے بیئس رولس تھا۔ فے بیئس کو از راہ تمسخر ویروکوسس بھی کہتے تھے کیوں کہ اُس کے بالائی

ہونٹ پر ایک مسّا تھا۔ نیز مسکین مزاجی کی وجہ سے بچپن میں وہ اووی کولا (یعنی بھیڑ) بھی کہلاتا تھا۔ گفتگو میں اُس کا اٹکنا اور آہستگی، پڑھنے میں اُس کی سُست روی اور دماغ سوزی، بچّوں کے ساتھ کھیلنے میں اس کا وہم اور کمال بےنفسی سے ہر ایک سے دب جانا، یہ سب ایسی چیزیں تھیں کہ سطحی رائے لگانے والے اُسے بے وقوف اور بھدّا سمجھنے لگے تھے، اور بہت کم اشخاص ایسے ہوں گے جنھوں نے اُس کی سُست روی میں ایک غیر معمولی مستقل مزاجی کا جلوہ دیکھا یا اس کی حیرت انگیز شیرانہ خوئی اور عالی ظرفی کا صحیح اندازہ کیا ہو۔ لیکن جب اُس نے قومی معاملات میں حصّہ لینا شروع کیا تو اُس کے جوہر کھُلے اور اُس کی خوبیاں خود بہ خود ظاہر ہونے لگیں۔ جس شی کو لوگ اوّل اوّل مستعدی کی کمی تصوّر کرتے تھے معلوم ہوا کہ وہ فی الحقیقت اُس کے جذبۂ وقتی سے مغلوب نہ ہونے کا نتیجہ تھی اور کلام اور کام میں آہستگی، سچّی عاقبت اندیشی کا۔ اسی طرح اُس کا ٹھنڈھاپن اور عاجلانہ کارروائیوں سے احتراز کرنا بھی عین استقلال و پختہ کاری کی علامت ثابت ہوا +

فے بیئس جانتا تھا کہ وہ ایسی قوم کا فرد ہی جو ہر طرف سے جنگ جو دشمنوں میں گھری ہوئی ہی۔ پس اُس نے ابتدا سے اپنے جسم کو (جو کہنا چاہیے کہ خاص قدرت کا عطا کردہ ہتھیار ہی) سخت سے سخت ریاضتوں کا عادی بنایا تھا اور فنونِ سپاہ گری میں بڑی مہارت بہم پہنچائی تھی۔ اِس کے علاوہ

اُس نے اُسی سنجیدگی کے ساتھ تقریر کرنے کی بھی مشق کی تھی جو اُس کے عام طرز و طبیعت کے مناسبِ حال ہو۔ بے شبہ اُس کی تقریریں عامیانہ صنائع بدائع سے بالکل عاری ہیں لیکن اُن میں ایک خاص وزن پایا جاتا ہے۔ اُس کی زور دار اور پُر مغز فصاحت بہت کچھ طوسی ڈیڈس کے طرز سے مشابہ ہی اور اس کا اندازہ ہم اس کے ایک خطبے سے کرسکتے ہیں جو اب تک محفوظ ہی۔ یہ تقریر فے بیئس نے اپنے بیٹے کے جنازے پر (جو قنصل ہو کے فوت ہوا) مجمع عام میں کی تھی +

فے بیئس پانچ دفعہ عہدۂ قنصلی پر منتخب ہوا اور پہلی قنصلی میں اہلِ لگوریہ کو ایک فیصلہ کُن شکست دی اور اُسی کے صلے میں جلوسِ فتح نکالنے کی عزت پائی۔ اپنے ہزیمت یافتہ دشمن کو اُس نے کوہ الفس تک دھکیل کر اس قدر کم زور کردیا تھا کہ پھر کبھی وہ اپنے ہمسایوں کو دق کرنے کی جرأت نہ کرسکا۔ اس کے بعد (سلطنتِ قرطاجنہ کا سب سے نامور جرنیل) ہنی بال، اُندلس کے راستے، خاص اطالیہ پر حملہ آور ہوا اور دریاے ٹریبیا کی جنگِ عظیم میں فتح کامل پائی، اس کامیابی نے ٹسکنی کا راستہ صاف کردیا اور جب اُس کی مظفر و منصور فوجیں تمام نواحی علاقوں کو روندتی ہوئی آگے بڑھیں تو خود رومہ میں کمال ہیبت و سراسیمگی پھیل گئی۔ کڑک چمک کی معمولی بدشگونیوں کے علاوہ بعض نہایت عجیب و غریب اور ہوش رُبا حادثات کی خبروں نے لوگوں کو اور زیادہ بے حواس کردیا،

مثلاً مشہور ہوگیا کہ گلس ری سے خون کا پسینہ ٹپکا یا شہر انٹیم میں جب غلہ اٹھا تو بہت سی بالیں خون سے بھری ہوئی پائی گئیں یا آسمان سے دہکتے ہوئے پتھر برسے۔ یا مثلاً اہلِ فلیری نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آسمان کھُل گیا اور بعض کاغذ کے پرچے زمین پر گرے جن میں سے ایک پر صاف صاف لکھا ہوا تھا کہ " خود (جلّاد فلک) مس یخ اپنے اسلحہ کو حرکت دے رہا ہے!" لیکن یہ خوارق آتش مزاج فلےمی نیس پر کوئی اثر نہ کر سکے۔ وہ بڑا جلد باز قنصل تھا اور اس قدرتی جوشیلے پن کو اس کی پچھلی فتح نے اور بڑھا دیا تھا کیوں کہ انھی دنوں اپنے شریکِ عہدہ قنصل کی رائے اور مجلسِ ملکی کے حکم کے خلاف اُس نے غالون سے لڑائی لڑی اور بالکل غیر متوقع کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کے برعکس فےبیئس کے خیال میں ہنی بال سے لڑنا مناسب وقت نہ تھا۔ اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ وہ اُن بدشگونیوں سے (جن کا مطلب سمجھنا، اس کے نزدیک محال تھا) خائف تھا جو اُس کے اکثر ہم وطنوں کو دہشت زدہ بنائے دیتی تھیں، بلکہ دراصل اس کی دانست میں لڑائی کو ملتوی کیے جانا اس لیے مفید تھا کہ قرطاجنی فوج تعداد میں تھوڑی تھی اور اس کے پاس رُپیہ اور سامانِ رسد بھی کافی نہ تھا اور اس کی بڑی کوشش یہ تھی کہ جلد سے جلد رومیوں سے لڑکر فیصلہ کرلے۔ پس فےبیئس کو یقین تھا کہ اگر صرف مدافعت پر اور اپنے حلیفوں کو ضروری امداد پہنچا دینے پر اکتفا کیا گیا اور کوئی میدانی لڑائی ہنی بال جیسے آزمودہ کار سپہ سالار سے

نہ لڑی گئی تو اُس کی طاقت رفتہ رفتہ گھٹ جائے گی اور وہ آگ کے شعلے کی طرح ایندھن نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی بھڑک بھڑک کر جل بجھے گا ۔

ان وزنی دلائل کو بھی فلے می نیس نے نہ سُنا اور کہنے لگا کہ "میں کسی طرح دشمن کا ملک میں بڑھے چلے آنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اور یہ ہرگز پسندیدہ نہیں کہ ہم پہلے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور کامی لس کے مانند، جب شہر تسخیر ہو جائے تو پھر لڑنے نکلیں"۔ چناں چہ اس نے عمالِ شہر کو فوج کے اجتماع کا حکم دیا اور ہر چند سوار ہوتے وقت اس کے گھوڑے کے بدن میں بغیر کسی ظاہری سبب کے تھرتھری سی پڑ گئی تھی اور وہ اس طرح اُچھل پڑا تھا کہ فلے می نیس چڑھتے ہی سر کے بل زمین پر گرا، پھر بھی اُس نے پروا نہ کی، نہ اپنی روانگی ملتوی ہونے دی بلکہ کوچ جاری رکھا اور چند روز بعد ہنی بال کے مقابلے میں جا پہنچا جو اُن دنوں تھریسی من جھیل کے کنارے شکنی میں خیمہ زن تھا۔ عین لڑائی کے وقت ایک زلزلہ بھی ایسا سخت اطالیہ میں آیا کہ کئی قصبات تباہ و منہدم ہو گئے، اونچی اونچی چوٹیاں نیچے آ پڑیں اور دریاؤں کے بہاؤ کا رُخ بدل گیا مگر اس پر بھی فریقینِ جنگ کچھ ایسے دُھن کے پکے تھے کہ الگ نہ ہوئے اور میدانِ قتال اُسی طرح گرم رہا ۔

اس لڑائی میں، اپنی قوت و شجاعت کے جوہر دکھا کر فلے می نیس مارا گیا اور فوج کے منتخب سرفروش بھی اسی کے گرد لڑتے ہوئے کام آئے۔ باقی مقتولین کی تعداد کُل پندرہ ہزار تھی

اور اسی قدر گرفتار بھی ہوے تھے۔ لیکن جب ہنی بال نے فلے می نیس کی لاش تلاش کرائی کہ عزّت کے ساتھ اُس کی تجہیز و تدفین کرے، تو بڑی جستجو کے باوجود اُس کا پتا نہ لگا، اور نہ اب تک یہ معلوم ہوسکا کہ وہ کہاں غائب ہوگئی +

رومیوں کو پہلی جنگ ٹریبیا کے موقع پر اپنی شکست کا علم نہ ہوا تھا اور نہ اُن کے سپہ سالار نے اس کی اطلاع دی تھی نہ خبر لانے والے ہرکارے نے، سوائے اس کے کوئی بات کہی تھی کہ لڑائی غیر فیصل اور برابر رہی اور طرفین کو مساوی نقصان پہنچا لیکن اس مرتبہ جونہی قاضی وقت پمپونیس کو یہ خبر ملی اُس نے فوراً اہلِ شہر کو جمع کرایا اور بلا کذب و تصنع جو بات تھی، سچ سچ ان سے کہ دی کہ ”اے اہلِ روما، ہمیں ایک بڑی لڑائی میں شکست ہوئی، قنصل فلے می نیس کام آیا، اور اس لیے اب جو کچھ تمھیں اپنی حفاظت کا سامان کرنا ہے، اُس پر غور کرلو۔“

اس خبر کا یکایک اعلان ہونا گویا سمندر میں طوفانی ہواؤں کا چھٹنا تھا کہ جس نے ہر طرف تہلکہ ڈال دیا اور خوف و دہشت سے لوگوں کے حواس ایسے بگڑے کہ اوّل اوّل اُنھیں کوئی چارۂ کار نہ سُجھائی دیا۔ آخر کچھ عرصے کے بعد ان کے ہوش دُرست ہوے اور اُنھوں نے اس نازک حالت میں عنانِ حکومت شخص واحد (آمر) کے تفویض کردینے کا فیصلہ کیا کہ وہ اپنی ذاتی عقل و ہمّت سے خاطر خواہ کام لے سکے اور کوئی عمدہ انتظام قائم کرنے کے قابل ہو۔ اس عہدے کے لیے سب کا اتفاق فے بیئس کے انتخاب پر ہوا،

جس کی فطری قابلیت یہ اہم ذمے داریاں اٹھانے کی پوری اہل نظر آتی تھی۔ وہ سن میں اتنا کم بھی نہ تھا کہ ناتجربہ کار سمجھا جاتا اور نہ اتنا سن رسیدہ ہوگیا تھا کہ محنت کی برداشت نہ کرسکے یا اس کا جسم اس کے حسب منشا کام نہ دے۔ ساتھ ہی اس کا مزاج خود اعتمادی اور احتیاط دونوں کا نہایت مناسب مجموعہ تھا ؛

الغرض عہدۂ آمریت پر مقرر ہونے کے بعد فے بیئس نے سواروں کی سپہ سالاری لوسیس منوکیس کے سپرد کی۔ پھر اپنے لیے بھی مجلس سے اجازت طلب کی کہ اگر لڑائی میں ضرورت ہو تو سوار ہوکر کام کرسکے جس کی رومیوں کے ایک قدیم آئین کے رُو سے سپہ سالار کو ممانعت تھی۔ اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ جنگ کا زیادہ دار و مدار پیادہ فوج پر رکھتے تھے اور اسی جگہ افسرِ اعلیٰ کا موجود رہنا چاہتے تھے اور یا اس ممانعت کا منشا یہ جتانا تھا کہ بڑے سے بڑے اختیارات رکھنے کے باوجود ہر عہدے دار قوم اور مجلسِ ملکی کا ماتحت ہے اور ان کی بغیر اجازت سوار نہیں ہوسکتا۔ بہرحال فے بیئس نے یہ اجازت حاصل کرلی اور یوں بھی لوگوں پر اپنا اثر ڈالنے کے لیے اس نے حکم دیا کہ پوری چوبیس برقندازوں کی جمعیت اس کے ہم رکاب چلا کرے۔ مطلب یہ تھا کہ عوام و خواص اس کا مرتبہ سمجھیں اور بے چُون و چرا اس کی مرضی کے مطابق کام کریں اور جب فلے می نیس مقتول کے بعد دوسرا قنصل فے بیئس کی ملاقات کو آیا تو اُسے بھی فے بیئس نے کہلا بھیجا کہ اپنے برقندازوں کو نشان و اعلامِ حکومت سمیت علیحدہ کردے

اور ایک غیر سرکاری آدمی کی طرح اس سے ملنے آئے!

اُس کی آمریت کا پہلا کام بجا طور پر ایک مذہبی کام تھا جس میں لوگوں کے لیے یہ تنبیہ مضمر تھی کہ ان کی ہزیمت کچھ سپاہیوں کی بزدلی کے باعث وقوع میں نہیں آئی بلکہ اُس کا بڑا سبب سپہ سالار کا شعائرِ مذہبی سے بے پروائی برتنا تھا۔ اسی بنا پر فے ہیئس بار بار تاکید کرتا تھا کہ رومی لوگ دشمن سے خوف زدہ نہ ہوں بلکہ اپنی عبادت گزاری سے دیوتاؤں کو رضامند کریں۔ اس مقصد کے لیے اُس نے کسی قسم کی اوہام پرستی جائز نہ رکھی مگر ایک جوشِ مذہبی اُن کے دلوں میں پیدا کرنا چاہا کہ دشمن کا ڈر نکل جائے اور انھیں اس بات کا بھی یقین ہوجائے کہ خدا ہمارے ساتھ ہو چناں چہ قدیم نبیہ عورتوں کی کتابیں نکالی گئیں اور ان کی پیشین گوئیاں کہیں کہیں حسبِ حال بھی مل گئیں۔ تاہم فے ہیئس کے سوائے کسی کو ان کی اطلاع نہ دی گئی اور اُس نے مجمعِ عام میں سب کی طرف سے یہ منّت مانی کہ اگر خاطر خواہ کام یابی نصیب ہوئی تو اگلے موسم میں جتنے بچّے مویشیوں سے ہوں گے وہ کُل اطالیہ کے پہاڑی یا نشیبی علاقوں سے جمع کرکے دیوتاؤں پر قربان کر دیے جائیں گے اور اُنھی کی شکرگزاری میں رقص و سرود کی مجلسیں منعقد کی جائیں گی، جن کا مجموعی خرچ ٹھیک ۳۳۳ سس ٹرشیا (ایک سکہ) اور ⅓ ۳۳۳ دینار ہوگا۔ ہمارے (یونانی) حساب سے یہ کل رقم ۸۳۵۸۳ درہم اور دو روبل کے برابر

ہوتی ہے۔ اب اس تعین میں جو خاص مصلحتیں ہوں ان کا صحیح علم تو کسی کو نہیں، البتہ ممکن ہے کہ اس میں ۳ کے عدد کی بزرگی دکھانی مقصود ہو کیوں کہ یہی وہ پہلا طاق عدد ہے جو ضرب کھا کے اوروں کی قوت بڑھا دیتا ہے نیز دیگر اعداد کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں ؞

غرض ان تدبیروں سے فے بیئس نے اہل شہر کی ہمت بندھائی اور یقین دلایا کہ خدا اُن کی جانب ہے۔ لیکن بذات خود اُس کا بھروسا صرف اپنی قوتِ بازو پر تھا اور وہ جانتا تھا کہ دیوتاؤں کے ہاں سے اقبال وکامیابی محض شجاعت و دانائی کے ذریعے ملا کرتی ہے۔ پس اُس نے پوری کوشش جنگی تیاریوں میں صرف کی اور ہنی بال سے جد و جہد کا سامان کرنے لگا۔ لیکن اُس کا ارادہ کھلے میدان میں لڑنے کا نہ تھا بلکہ وہ دشمن کی فوجی فوجی کو زیادہ تر دیر لگا کے توڑنا چاہتا تھا کیوں کہ اس کے پاس جمعیت اور وسائلِ رسد کی کچھ کمی نہ تھی اور اُدھر (جتنی دیر لگتی جاتی تھی) اہلِ قرطاجنہ تعداد میں بھی گھٹتے جاتے تھے اور رسد رسانی کی دقتیں بھی اُن کے لیے بڑھ رہی تھیں۔ اسی خیال کو ذہن میں رکھ کر فے بیئس شہر سے نکلا اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ دشمن سے تھوڑی دور اونچی زمین پر پڑاؤ ڈالتا کہ رسالے کے حملوں سے محفوظ رہے اور قرطاجنی سوار اس تک نہ پہنچ سکیں۔ ساتھ ہی جدھر ہنی بال کی فوج چلتی وہ بھی اس کے پیچھے ہو لیتا اور جب وہ ٹھیرتے فے بیئس بھی ٹھیر جاتا مگر اتنے فاصلے پر کہ

جنگ کرنے پر مجبور نہ کیا جا سکے، اور ہمیشہ ایسے ٹیکروں پر کہ دشمن کے سوار کوئی آزار نہ دے سکیں۔ اس تدبیر سے قرطاجنیوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ خواب و خور اُن پر حرام ہوگیا اور وہ ہر وقت خوف زدہ رہنے لگے۔

لیکن اس طرح لڑائی سے پہلو بچانے کا یہ بھی ایک لازمی نتیجہ نکلا کہ خود رومی سپاہی فے بیئس سے بدظن ہو گئے اور اُسے پست حوصلہ سمجھنے لگے۔ ہنی بال کی فوج میں بھی عام طور پر اہلِ قرطاجنہ کا یہی خیال تھا مگر ایک ہنی بال ایسا شخص تھا جو اس دھوکے میں نہ تھا اور فے بیئس کی چالوں کا بخوبی مطلب سمجھ گیا تھا اُسے صاف نظر آرہا تھا کہ اگر لڑائی (جس میں اہلِ قرطاجنہ رومیوں پر فوقیت رکھتے تھے) اسی طرح ٹلتی رہی اور کسی فریب یا زبردستی سے دشمن لڑنے پر مجبور نہ کیا جا سکا، تو انجام یہ ہوگا کہ آدمی اور رُپے گھٹتے گھٹتے (جن کی پہلے ہی اُن کے پاس کمی تھی) قرطاجنی فوج آخر میں بالکل تباہ و برباد ہو جائے گی۔ نظر برایں اُس نے ارادہ کرلیا کہ فنِ حرب کی جس عیاری یا داؤ پیچ سے ممکن ہو فے بیئس کی تدبیر کو بگاڑے اور لڑنے کے لیے اُسے میدان میں لگا لائے۔ اور اب ایک بچیت پہلوان کی طرح اُس نے تاک لگانی شروع کی کہ موقع پاتے ہی دشمن کو پکڑ لائے اور لپٹ پڑے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے ہنی بال نے طرح طرح کی چالیں چلیں، کبھی رومیوں کے سامنے سے حملہ کیا کبھی پہلوؤں پر۔ کبھی پُشت پر گھات کرتا نظر آیا، کبھی ایک ہی وقت میں مختلف

حصّوں پر حملہ آور ہوا۔ غرض حریف کو لڑائی پر اُبھارنے کی کوشش ایسی نہ تھی جو اُس نے اُٹھا رکھی ہو۔ اور اگرچہ راسخ العزم اور صائب الرّائے فے بیئس پر یہ چالاکیاں مطلق کارگر نہ ہوئیں، تاہم سپاہیوں پر ان کا بڑا اثر ہوا اور خود رومی سواروں کا سردار منوکیس، ہنی بال کے دھوکے میں آگیا۔ منوکیس ایک منچلا سپاہی تھا اور موقع اور محل کے خلاف لڑائی کے جوش میں بے تاب ہوا جاتا تھا۔ کامیابی کا اُسے پورا یقین تھا اور اسی قسم کی موہوم امیدیں دلا دلا کر تمام سپاہیوں کو بھی اُس نے اس قدر مشتعل کر دیا تھا کہ وہ فے بیئس کو طرح طرح کے نام دھرتے اور کہتے کہ اس نے تو معلوم ہوتا ہے ہنی بال کی نوکری اختیار کر لی ہو کہ جہاں جہاں ہنی بال جاتا ہو وہ اُس کے ساتھ جاتا ہو اور جہاں ہنی بال ٹھیرتا ہو وہ بھی حاضری دینے کے لیے وہیں ٹھیر جاتا ہو!

اس کے برعکس منوکیس کی سپاہیوں میں بڑی تعریفیں ہوتیں کہ فقط یہ شخص اس لائق ہو کہ رومیوں کی سرداری کرے۔ یہ باتیں سُن سُن کر منوکیس بھی رفتہ رفتہ ایسا پھُول گیا کہ فے بیئس کے بلندی پر پڑاؤ ڈالنے کی گستاخانہ الفاظ میں یہ کہہ کہہ کر ہنسی اُڑانے لگا کہ وہ تو پہاڑوں پر اس طرح چڑھ کر بیٹھ جاتا ہو جیسے کوئی اپنے ملک کی آتش زدگی اور تاراجی کا تماشا دیکھنے تھیٹر میں جا بیٹھے۔ اور کبھی فے بیئس کے دوستوں سے بطور استہزا پوچھتا کہ کیا ہمارے مختار السلطنت کا یہ مطلب ہو کہ اسی طرح رفتہ رفتہ پہاڑوں سے بھی اُوپر ہمیں بادلوں میں لے جا کے چھپا دے جہاں

ہنی بال کا ہاتھ ہم تک نہ پہنچ سکے ؟ کیوں کہ اس کے طرز سے تو یہی مترشح ہوتا ہو کہ اس کے نزدیک جب تک قرطاجنی فوج موجود ہو، زمین پر دومی نہیں ٹھیر سکتے"۔

جب فے بیئس کے احباب نے یہ خبریں اُسے پہنچائیں اور اصرار کیا کہ اس عام بدنامی سے بچنے کے لیے ہنی بال کے ساتھ جنگ کرنا ضروری ہو تو اُس نے جواب دیا کہ اگر محض ان لغو اعتراضات کے خوف سے میں اپنی اصلی رائے کے خلاف کوئی کام کر گزروں تو فی الحقیقت جتنا وہ مجھے سمجھتے ہیں، اُس سے بھی زیادہ کم زور ثابت ہوں گا ۔ اپنے ملک کی حفاظت کے خیال سے خوف زدہ ہونا کوئی شرمناک بات نہیں ۔لیکن اگر صرف لومۃ اللائم یا لوگوں کی غلط بیانی سے ڈر کر کوئی شخص اپنا طرزِ عمل بدل دے تو یقیناً وہ ایک ایسے عُہدے کی اہلیت نہیں رکھتا جیسا کہ میرا عہدہ ہو کیوں کہ اس تلوّن کے معنی تو یہ ہوں گے کہ آدمی اپنے تئیں اُن کا محکوم کر دے جن کی غلطیوں کی اصلاح کے واسطے آمر یا حاکم اعلےٰ بنایا گیا تھا !"

جن دنوں رومیوں میں یہ چرچے ہو رہے تھے ہنی بال سے ایک بڑی بے احتیاطی ہوئی ، وہ ایک عُمدہ چراگاہ کی تلاش میں تھا کہ فوج کو وہاں ٹھیرا کر اپنے گھوڑوں کو چند روز آرام دے سکے اس غرض کے لیے اُس نے اپنے رہبروں کو بُلا کے حکم دیا کہ کاسی نم کی سمت اُس کی رہ نمائی کریں مگر وہ اُس کے بُرے تلفّظ کی وجہ سے کاسی نم کو کاسلی نم سمجھے اور اُسی قصبے کی طرف علاقۂ

کمپانیہ کی سرحد پر قرطاجنی فوج کو لے آئے۔ یہ وہ ضلع ہی، جسے دریاے لتھرونس (رومی اسے ول ٹرنس کہتے ہیں) دو حصوں میں تقسیم کرتا ہی اور جس کے ہر طرف پہاڑ ہیں۔ صرف سمندر کی طرف میدان کُشادہ ہوتا جاتا ہی لیکن وہاں بھی دریا میں اس قدر پھیل کر سمندر میں گرا ہی کہ ساری زمین دلدلی اور گرڑھیلی ہوگئی ہی اور کسی فوج کا وہاں قیام کرنا نہایت مخدوش ہی۔ اسی خطرناک مقام کی طرف ہنی بال کوچ کر رہا تھا اور اسی جگہ فےبیئس نے اس کو گھیرنے کی تدبیر کی۔ وہاں کے تمام راستوں سے وہ واقف تھا لہذا چکر دے کر پہلے سے اپنی فوج کو اندر کے رُخ لے آیا اور تمام اچھے موقع کی پہاڑیوں پر قابض ہوگیا اور اس کارروائی سے پہلے چار ہزار چیدہ سپاہیوں کو اُس نے واپسی کے راستے پر متعین کر دیا کہ اُس تنگ وادی سے اہلِ قرطاجنہ کو نہ نکلنے دیں، جس سے کہ وہ اندر داخل ہو رہے تھے۔ اس کے بعد فےبیئس نے قرطاجنی فوج کے عقب پر حملے کرنے کی غرض سے اپنے سب سے ہلکے اسلحہ پوشوں کی جماعت بھیجی اور انھوں نے بھی یہ کام ایسی کامیابی سے انجام دیا کہ دشمن کے آٹھ سو آدمی مارے گئے اور ساری فوج میں کھلبلی پڑ گئی۔ اب ہنی بال کو اپنی غلطی اور خطرناک حالت کا علم ہوا اور اگرچہ رہبروں کو اُسی وقت اُس نے سولی دے دی تاہم جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اور فےبیئس کی فوج ایسے عُمدہ موقع پر جمی ہوئی تھی کہ بظاہر اب اُسے ہٹانا اور چیر کر راستہ نکالنا غیر ممکن تھا۔ بڑی خرابی یہ ہوئی کہ خود اُس کے

سپاہیوں میں مایوسی پھیلنے لگی اور دشمن کا خوف اور یہ خیال اُن کے دل میں بیٹھ گیا کہ ہم ایسی مشکلات میں پھنس گئے ہیں جن کو دُور کرنا محال ہی ہو۔

جب ہنی بال اس طرح مجبور ہوا تو اُس نے مکر و خدع پہ کمر باندھی۔ اُس کی فوج کے ساتھ بہت سے بیل تھے، انھی میں سے دو ہزار بیلوں کے سینگوں پہ اُس نے مشعلیں یا اس قسم کی خشک لکڑیاں مضبوط بندھوا دیں کہ جنھیں آگ دے دی جائے تو آہستہ آہستہ جلتی اور لو دیتی رہیں۔ اس کے بعد جب شام ہوئی تو ان مشعلوں کو روشن کرا کے حکم دیا کہ بیل دشمن کی اُن بیرونی چوکیوں کی جانب ہانک دیے جائیں جو عین واپسی کے راستے پہ فے بیئس نے پہاڑوں کے اوپر قائم کی تھیں۔ یہ ہو چکا تو ہنی بال بیلوں کے پیچھے اندھیرے میں فوج لے کر آہستہ آہستہ روانہ ہوا۔ اوّل اوّل بیل بھی قدم قدم ترتیب کے ساتھ چلتے رہے اور دُور سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی فوج مشعلوں کی روشنی میں رات کو کوچ کر رہی ہو جس نے آس پاس کی کوہی آبادیوں پہ جو چروا ہے تھے، اُنھیں بہت حیران و متعجب کیا، لیکن جس وقت آگ جلتے جلتے سینگوں کی جڑ تک پہنچی تو بیل ساری آہستہ خرامی بھول گئے اور سوزش کی تکلیف سے غضب ناک ہو کر جدھر منہ اُٹھا بے تحاشا دوڑنے لگے اور سروں کو جھٹکے دے دے کے ہر طرف اُنھوں نے آگ ہی آگ پھیلا دی جس کی چنگاریاں نہ صرف خود اُن پہ جھڑتی تھیں بلکہ درختوں کو بھی گر گر کر مشتعل کر دیتی تھیں۔ جو رومی سپاہی پہاڑی چوکیوں

پر بیٹھے تھے وہ یہ کیفیت دیکھ کے نہایت حیران ہوے اور یہ سمجھ کر کہ یہ روشنیاں دشمن کے سپاہی لیے ہوے ہیں۔ اُنھیں یقین ہو گیا کہ وہ ہر طرف سے اُن پر حملہ کر رہا ہی اور اُنھیں گھیر لینے کی کوشش میں ہی۔ اس خیال کے آتے ہی وہ اپنی اپنی جگہ سے پڑاؤ کی طرف بھاگ کھڑے ہوے اور وادی کا راستہ خالی چھوڑ گئے۔ ان کا بھاگنا تھا کہ ہنی بال کے حکم کے موافق اُن پہاڑی چوکیوں پر فوراً قرطاجنی سپاہی آجمے اور تھوڑی ہی دیر میں باقی ماندہ اپنے خیمہ و خرگاہ سمیت دروں میں سے بخیریت باہر نکل آئی ٭

فے بئیس پر رات ختم ہونے سے پہلے یہ عیاری ظاہر ہو گئی تھی کیوں کہ کچھ بیل اُس کے آدمیوں نے پکڑ لیے تھے لیکن اس خوف سے کہ شاید دشمن اندھیرے میں جگہ جگہ گھات لگائے بیٹھا ہو وہ اُس وقت خیمہ گاہ سے نہ نکلا مگر فوج کو رات بھر اُس نے مسلح اور تیار رکھا اور دن نکلتے ہی ہنی بال پر عقب سے حملہ کیا۔ اس مقام پر کچھ عرصے لڑائی ہوتی رہی اور زمین کے ناہموار ہونے کی وجہ سے ممکن ہی قرطاجنی فوج کی ترتیب میں خلل پڑ گیا ہو لیکن جس وقت ہنی بال نے اپنے ہراول سے ہسپانوی سپاہیوں کو جدا کیا جو نہایت مستعد، چالاک اور پہاڑوں پر چڑھنے کے خوب مشتاق تھے، تو جنگ کی صورت بدل گئی۔ رومی سوار بھاری زرہ بکتر پہنے ہوے تھے اور جب یہ تیز دست ہسپانوی اُن پر ٹوٹ کر گرے تو اُن کے بہت آدمی مارے گئے اور پھر فے بئیس اس قابل نہ رہا کہ ہنی بال کا تعاقب کامیابی کے ساتھ جاری رکھ سکتا۔ اہلِ رومہ کو

اس واقعے کی خبر ہوئی تو فے بیئس اور بھی بدنام ہوا، لوگ اُسے پہلے سے زیادہ نالائق سمجھنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمیں یہ خیال تو اوّل سے تھا کہ شجاعت میں وہ اپنے حریف سے گھٹا ہوا ہے، لیکن اب ثابت ہوا کہ اس کمی کے علاوہ اُس میں وہ عاقبت اندیشی اور سپہ سالاری کی لیاقت بھی نہیں ہے، جن کے ذریعے وہ لڑائی کو کامیابی سے ختم کرنے کے منصوبے باندھا کرتا تھا ۔

ادھر ہنی بال نے اُنھیں اُس کے خلاف بھڑکانے کی ایک اور چال چلی، وہ یہ کہ جب قرطاجنی فوج کوچ کرتی ہوئی اُس علاقے سے گزری جس میں فے بیئس کی زمینیں اور جائدادیں تھیں تو ہنی بال نے حکم دیا کہ اور سب کا مال متاع لوٹ لیا جائے لیکن فے بیئس کی املاک کو کوئی قرطاجنی سپاہی نظر بھر کر بھی نہ دیکھے بلکہ اُن کی حفاظت و نگرانی کی غرض سے اُن پر پہرہ بٹھا دیا جائے !

یہ خبریں روم میں پہنچیں تو اُن کا ہنی بال کے موافقِ منشا اثر ہوا، ٹربیونوں نے فے بیئس کے خلاف ہزاروں افسانے تراش لیے اور اس پر طرح طرح کے الزام لگانے لگے جن کا اصلی محرک مٹی لیس نام ایک منوکیس کا رشتہ دار تھا جو فے بیئس کا خود دشمن نہ تھا مگر اپنے عزیز کی محبت میں اُسے نگاہوں سے گرانا چاہتا تھا کہ فے بیئس کو نقصان پہنچے تو (اُس کا نائب یعنی) منوکیس فائدہ اُٹھائے اور کوئی زیادہ بڑا مرتبہ حاصل کر لے ۔

ان طوفان اٹھانے والوں کے علاوہ خود مجلس فے بیئس سے خوش نہ تھی، جس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ہنی بال سے اسیرانِ

جنگ کے مبادلے کا ایک عہد کرلیا تھا اور اس میں طے پایا تھا کہ
فے بیئس تمام قرطاجنی قیدیوں کو چھوڑ دے اور ہنی بال اس کے
بدلے میں اتنی ہی تعداد رومی اسیران جنگ کی رہا کر دے مگر اس
لین دین کے بعد جو قیدی جس طرف بچ رہیں اُن کی رہائی کے
واسطے فی کس ڈھائی سو درہم فدیے کی رقم ادا کی جائے۔ اس
قرار داد کے بموجب جب حساب ہوا تو دوسو چالیس رومی زیادہ قید
نکلے اور فے بیئس کو ان کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہوا۔ لیکن اس
رقم کے دینے سے مجلس نے نہ صرف صاف انکار کیا بلکہ سرے
سے اس معاہدے ہی پر اظہارِ ناپسندیدگی کیا اور اُن سپاہیوں
کو (جو اپنی بزدلی سے دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے تھے)
رہائی دلانا، رومۃ الکبریٰ کی عزت و شرافت کے منافی ٹھیرایا۔
فے بیئس نے اس عتاب آمیز سلوک کو بھی کمال صبر کے ساتھ
برداشت کرلیا اور چوں کہ وہ اپنے عہد پر جما ہوا تھا لہذا مجلس کا
انکار سُن کر اُس نے اپنے بیٹے کو روما بھیجا کہ اُس کی ذاتی
جایداد بیچ کر اتنی قیمت وصول کرلائے، جو کُل فدیے کی رقم کے
لیے کافی ہو۔ اس کے بیٹے نے نہایت مستعدی سے اس حکم کی
تعمیل کی اور رُپے آتے ہی حسب معاہدہ ہنی بال کو ادا کردیا گیا
جو رومی قیدی اس طرح چھُٹے ان میں سے بعض نے یہ خواہش بھی
کی کہ فے بیئس اُن کے فدیے کی رقم خود اُنھی سے وصول کرے
لیکن فے بیئس نے اسے منظور نہ کیا اور جس کسی نے یہ
استدعا کی وہ بلا استثنا اُس نے رد کردی۔

اُسی زمانے میں رومی پروہتوں نے فے بیئس کو بعض مذہبی مراسم میں شرکت کی غرض سے طلب کیا کہ اعلیٰ عہدے دار ہونے کی حیثیت سے خاص خاص قربانیاں اس کی موجودگی کے بغیر نہ ہوسکتی تھیں۔ تب فے بیئس نے بدرجۂ مجبوری چند روز کے واسطے منوکیس کو اپنی جگہ سپہ سالاری پر چھوڑا لیکن چلتے وقت بڑی تاکید اور التجائیں کرگیا کہ وہ فے بیئس کی عدم موجودگی میں ہنی بال سے کوئی میدانی لڑائی نہ لڑے۔ مگر یہ ساری نصیحتیں، منت سماجت اور احکام فضول ثابت ہوے اور اس کے رومہ روانہ ہوتے ہی نئے سپہ سالار نے حملے کی تیاریاں شروع کردیں اور جونہی اُسے اطلاع ملی کہ قرطاجنی فوج کا ایک بڑا حصہ سامانِ رسد کی فراہمی کو باہر بھیج دیا گیا ہے، اس نے باقی ماندہ سپاہ پر حملہ کیا اور نہ صرف بہت سے آدمی قتل کیے بلکہ اہلِ قرطاجنہ کی جمعیتِ کثیر کو پڑاو تک دھکیل دیا اور اُن کی ساری فوج میں سخت دہشت پھیلادی کہ کہیں رومی ان کے پڑاو میں نہ گھس آئیں۔ پھر ہنی بال نے اپنے منتشر دستوں کو اکٹھا کرلیا تو اس وقت بھی منوکیس زیادہ نقصان اٹھائے بغیر بہ کامیابی واپس ہوگیا اور اس معرکے میں فتح اُسی کے نام لکھی گئی، جس نے منوکیس کے جوشِ تہوّر اور خودپسندی کو اور زیادہ بڑھا دیا، اور رومی لشکر بھی اپنی بہادری کے آگے دشمن کو ہیچ سمجھنے لگے۔

اس لڑائی کی خبر جلد ہی رومہ پہنچ گئی، اور جب فے بیئس کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ کہنے لگا میں سب سے زیادہ جس

شی سے ڈرتا ہوں وہ منوکیس کی کامیابی ہے! لیکن لوگ خوشی سے پھولے ہوئے تھے اور دوڑ دوڑ کے اس جلسۂ عام میں شریک ہوئے، جہاں ٹٹی لیس ٹریبیون اسی واقعے کے متعلق تقریر کرنے والا تھا۔ تقریر شروع ہوئی تو مقرر نے منوکیس کی مدح و ستائش پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ فے بیئس کی بھی سخت مذمت کی اور اُسے نہ صرف کم ہمت بلکہ وطن فروش اور نمک حرام قرار دیا۔ اور اُسی کے ساتھ اکثر نامور رومیوں کو بھی سان لیا کہ انھی غداروں نے اہلِ قرطاجنہ کو اطالیہ میں بلایا ہے تاکہ لوگوں کی آزادیاں سلب کرلیں اور اسی ارادے کی تکمیل کے لیے اُنھوں نے اختیارات کامل ایسے شخص کے ہاتھ میں دیدیے ہیں کہ جس کی کاہلی اور نکمّے پن سے ہنی بال کو اطالیہ میں مسلط ہوجانے کی فرصت مل سکے اور اہلِ قرطاجنہ کو بھی اس بات کا کافی وقت اور موقع ہو کہ وہ تازہ فوجیں اور سامانِ جنگ بھیج کر اپنی فتوحات درجۂ اتمام کو پہنچا دیں!

اس تقریر کا فے بیئس نے کوئی جواب دینا نہ پسند کیا مگر درخواست کی کہ مراسم مذہبی کو جلدی ادا کردیا جائے تاکہ میں فوراً میدانِ جنگ کو پلٹ جاؤں اور منوکیس کو جس نے میرے احکام کے خلاف لڑائی کی جرأت کی، اس عدول حکمی کی قرار واقعی سزا دوں۔ ان الفاظ کے سنتے ہی لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اب منوکیس کا زندہ بچنا دشوار ہے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ مختار السلطنت کو قید اور سزاے موت دینے کا پورا اختیار ہے اور یہ بھی انھیں معلوم تھا کہ اگرچہ فے بیئس کو دیر میں غصہ آتا ہے مگر جب آجاتا ہے تو پھر بہ آسانی

ٹھنڈا نہیں ہوتا - اس دھمکی کے خلاف کسی کو آواز بلند کرنے کی جرأت نہ ہوسکی، لیکن مٹی لیس زرا نہ ڈرا۔ ٹریبیون ہونے کی وجہ سے اُسے آزادی تھی کہ جو چاہے کہے اور آمر کو بھی اختیار نہ تھا کہ لوگوں کے نائب سے کسی قسم کا مواخذہ کرسکے۔ اسی اطمینان پر مٹی لیس نے بڑی دلیری سے منوکیس کی وکالت کی اور لوگوں کو اُبھارا کہ وہ ایسے بہادر سردار کو فےبئیس کی غضب ناکی پر سے قربان نہ ہونے دیں اور اُس ہلاکت سے اُسے بچائیں جس کا مان لیس شکار ہوا (مان لیس ٹارکوٹس کے حکم کے خلاف ایک لڑائی لڑا اور فتح یاب ہوا تھا، مگر محض عدولِ حکمی کے جرم میں خود اس کے باپ نے اس کا سر قلم کرادیا تھا!) آخر میں اُس نے اہلِ روما کو اشتعال دلایا کہ اختیاراتِ مطلق فےبئیس کے قبضے سے چھین کر ایسے ہاتھوں میں دیے جائیں جو ان کے زیادہ اہل ہوں۔ اور اسی کے ساتھ خدمتِ قوم کی آمادگی کا جوش بھی زیادہ رکھتے ہوں۔

اِن تجویزوں کا جمہوریت پر بہت اثر ہوا اور ہرچند انھوں نے فےبئیس کے سارے اختیارات نہیں لیے پھر بھی حکم دیا کہ جنگی معاملات میں منوکیس مختار السلطنت کے برابر کا شریک سمجھا جائے۔ آمر کے ساتھ ایسا اشتراک پیشتر کبھی جائز نہ رکھا گیا تھا البتہ اس پہلی نظیر کے تھوڑے ہی دن بعد کینئی کی سخت ہزیمت رومیوں کو نصیب ہوئی تو اسی ضابطے کا اعادہ کرنا پڑا اور چوں کہ آمر مرقس جونیس فوج کے ہمراہ گیا ہوا تھا لہٰذا بوٹیو کو انھوں نے روما کے واسطے حاکم اوّل منتخب کیا تاکہ جو ارکانِ مجلس لڑائی میں کام

آئے تھے، اُن کی خالی اسامیوں پر نئے ارکان مقرر کر دے۔ لیکن بوٹیو صرف ایک مرتبہ سرکاری حیثیت سے جلسۂ عام میں آیا اور نئے ارکان کی مطلوبہ تعداد پوری کرنے کے بعد ہی اُس نے اپنے برقندازوں کو رخصت کر دیا۔ اور ماہی مراتب الگ کر کے ایک معمولی آدمی کی طرح لوگوں میں رل مل گیا اور اپنے کاروبار کے لیے بازاروں میں ادھر اُدھر پھرنے لگا۔

منوکیس کو اس طرح برابر کے اختیارات مل گئے تو فے بیئس کے دشمن بہت خوش ہوئے کہ اس مغرور کا سر نیچا ہوا اور منوکیس کے مقابلے میں اس کو ذلت اُٹھانی پڑی، لیکن فی الحقیقت وہ فے بیئس کی طبیعت سے آگاہ نہ تھے جو ان کی حماقت کو اپنا کچھ نقصان نہ سمجھتا تھا بلکہ دیوجانس کی طرح، جس نے یہ سُن کر کہ "لوگ تمھاری بہت تضحیک اور تذلیل کرتے ہیں" جواب دیا تھا کہ "مگر میری تو کچھ تذلیل نہیں کرتے!" فے بیئس کو بھی نئے ضابطے کا مطلق کچھ ملال یا خیال نہ ہوا۔ اُسی متانت کے ساتھ جو اس کی خصوصیت تھی، اس نے اس فیصلے کے سامنے بھی سرِ تسلیم خم کر دیا اور اہلِ فلسفہ کے اس قول کا کہ "نیک اور سچے آدمی کی کبھی بے آبروئی نہیں ہو سکتی" گویا ایک بیش بہا عملی ثبوت دُنیا کو دیا۔ البتہ اُسے کچھ تشویش تھی تو اِس بات کی تھی کہ مبادا اس کا شہرت پسند ماتحت اس بے محل حوصلہ افزائی سے اور زیادہ خود سر ہو جائے اور وطن کے مقاصد کو اپنے تہوّر سے نقصان پہنچا دے۔ اسی اندیشے سے وہ بہت جلد اطلاعِ عام کے بغیر لشکرگاہ کو چلا گیا کہ جہاں تک ممکن ہو۔ اپنے شریک

پہ سالاری کے کوئی اندھا دُھند کارروائی کر بیٹھنے سے پہلے پہنچ جائے۔ لیکن پڑاؤ پر آ کے اُس نے دیکھا کہ منوکیس اپنی نئی ترقی سے ایسا پھول گیا ہو کہ مشترک سپہ سالاری کے بجائے ایک دن بیچ پُورے اختیارات اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہو۔ اس طرح باری باری قیادت کرنے کی تدبیر نفے بیئس نے ناپسند کی مگر یہ سمجھ کر ایک دن بیچ پُوری فوج کی سرداری سے یہ بہتر ہو کہ ہر شخص آدھی آدھی فوج پر مستقل سپہ سالاری کرے، وہ تقسیمِ سپاہ پر رضامند ہوگیا اور دوسرا اور تیسرا جیش منوکیس کے تفویض کر کے صرف پہلے اور چوتھے کی قیادت اپنے ہاتھ میں رکھی اور اسی طرح امدادی دستوں کی بھی برابر برابر تقسیم کردی گئی +

اس مرتبۂ اعلیٰ پر پہنچ کر شیخت پسند منوکیس سے ممکن نہ ہوا کہ اپنی زبان قابو میں رکھتا وہ تکبُّر کے ساتھ اپنی کامیابی کا ذکر کرنے لگا کہ آخر میری ہی بات چلی اور آمر ہونے کے باوجود نفے بیئس کو مغلوب و شرمسار ہونا پڑا۔ اس کے جواب میں نفے بیئس نے بڑی نرمی سے اُسے یاد دلایا کہ تمھیں جس سے مقابلہ کرنا ہو وہ نفے بیئس نہیں ہنی بال ہو اور اس وقت سب سے بڑی کارگزاری اُسی کو مغلوب کرنا ہو نہ کہ اپنے دوجی شریکِ عہدہ کو۔ لیکن اگر اس پر بھی تُمھیں اپنے ہم عہدہ سے مقابلہ منظور ہو تو اس میں جیت حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہو کہ دشمن سے زیادہ سرگرمی اور احتیاط کے ساتھ مقابلہ کرو تاکہ یہ نہ کہا جاسکے کہ وہ شخص جسے قوم نے اس قدر بڑھایا اور عزّت دی، اُس کے برابر بھی کام نہ دکھا

سکا، جس کے ساتھ قوم حقارت و بدسلوکی سے پیش آئی تھی!
مگر حزم و احتیاط برتنے کی ہدایت، نوجوان منوکیس کی نگاہ میں، بڑھاپے کی کمزوری اور پست ہمتی کا نتیجہ تھی۔ فےبئیس کی فہمایش کا اس پر کچھ بھی اثر نہ ہوا اور وہ اُسی وقت فوج آگے بڑھا کے علیحدہ خیمہ زن ہوگیا۔ ان تمام واقعات سے جو رومی لشکر میں گزر رہے تھے، ہنی بال بےخبر نہ تھا اور تاک میں تھا کہ جس طرح بنے ان اختلافات سے خود فائدہ اٹھائے۔ اتفاقاً اُس کے پڑاؤ اور منوکیس کے خیمہ گاہ کے درمیان ایک بلندی تھی، جس پر پڑاؤ قائم کرنا ہر فریق کے لیے مفید اور نیز سہل نظر آتا تھا۔ گرد کے میدان میں اگرچہ جابجا کھڈ اور نالیاں تھیں، لیکن دُور سے اس کی سطح بالکل صاف اور ہموار دکھائی دیتی تھی۔ ہنی بال چاہتا تو اس قطعے پر بہ آسانی قابض ہوجاتا، مگر اُس نے جان کر اُسے خالی اور طعمے کے طور پر رہنے دیا کہ اس کے لالچ میں رومی اپنی مستحکم قیام گاہ سے نکل آئیں۔ اور وہیں قرطاجنی سپاہ سے اُن کا مقابلہ ہوجائے۔ جب منوکیس اور فےبئیس الگ ہوگئے تو ہنی بال کو موقع ہاتھ آیا، اور رات کے وقت گڑھے اور نالیوں میں ایک معقول تعداد اپنے سپاہیوں کی اُس نے بٹھا دی اور دن نکلتے ہی ایک چھوٹی جمعیت بلندی کی طرف روانہ کی۔ منوکیس نے اس دستے کو بڑھتے دیکھ کر یقین کرلیا کہ قرطاجنی بلندی پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور اُس نے ٹھیک وہی دھوکا کھایا جس کے لیے ہنی بال نے یہ جال بچھایا تھا۔ اب سب سے پہلے ہم ہلکے رومی سواروں کو بڑھتا دیکھتے ہیں

پھر منوکیس کے حکم سے اَور سوار بھی سامنے نکلتے ہیں، جن کا مقصد دشمن کو اُس بلندی سے مار کے ہٹا دینا ہے۔ آخر میں جب خود ہنی بال اپنے سپاہیوں کی مدد کو بڑی جمعیت سمیت آتا ہے تو منوکیس کی بھی پوری فوج اس کے مقابلے میں صف آرا نظر آتی ہے۔

لڑائی کے شروع میں قرطاجنی سپاہیوں نے بلندی سے تیر اور پتھر برسائے، اس کے بعد برابر کا مقابلہ تُل گیا۔ اور اب ہنی بال نے اندازہ کرلیا کہ دشمن کی ساری فوج مقررہ حدود سے آگے بڑھ آئی ہے اور اس کے چھپے ہوے سپاہیوں کی طرف اُس کی پُشت ہوگئی ہے۔ پس اُس نے اُنھیں اشارہ دیا اور ساتھ ہی ایک پوری جمعیت کمین گاہوں سے نکل کر منوکیس کے عقب سے حملہ آور ہوئی اور ایسا شور مچا مچا کے رومیوں کو قتل کرنا شروع کیا کہ اُن کے رہے سہے اوسان خطا ہوگئے۔ فی الواقع حملہ ایسا اچانک اور ایسے زور کے ساتھ کیا گیا تھا کہ خود منوکیس فوجی ترتیب بگڑتے ہی مایوس ہوگیا۔ وہ ایک ایک سردار کا مُنہ دیکھتا تھا مگر جس کی طرف جاتا وہی خطرے میں پڑنے سے گریز کرتا اور بھاگنے پر آمادہ نظر آتا تھا۔ حالاں کہ اس تدبیر میں بھی سلامتی کی شکل نظر نہ آتی تھی نومیڈی شہسوار فاتحانہ شان سے گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے۔ اور ابھی سے ہر بھاگنے والے کو قضاے مبرم کی طرح پہنچ کر کاٹ ڈالتے تھے۔

فے بئیس اپنے ہم وطنوں کی خطرناک حالت سے بے خبر نہ تھا، وہ پہلے سے سمجھ چکا تھا کہ منوکیس کے جوشِ تہوّر اور ہنی بال کی

عیاری کا نتیجہ رومیوں کے واسطے کیسا مضر ہوگا اور اسی خیال سے اس نے اپنے آدمیوں کو بھی لڑائی کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ دوسروں کی اطلاعوں پر بھروسا کرنے کے بجائے وہ خود اس موقع پر اپنے پڑاؤ کے آگے کھڑا لڑائی کا رنگ دیکھ رہا تھا اور جب اُسے منوکیس کی فوج گھرتی اور دب دب کر بھاگنے پر مائل ہوتی نظر آئی تو اس نے ایک لمبا سانس کھینچا اور ران پر ہاتھ مار کے اُن لوگوں سے جو قریب کھڑے تھے، کہنے لگا " او ہرقل! مجھے اتنے جلد منوکیس کے تباہ ہونے کی توقع نہ تھی اگرچہ بظاہر وہ اس سے بھی پہلے اپنی ہلاکت کا خواہاں تھا!" پھر اُس نے علم برداروں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور انھی کے پیچھے یہ کہتا ہو فوج کو بھی لے چلا کہ " دوستو، منوکیس ایک محبِ وطن اور جاں فروش سردار ہے، ہمیں اُس کے چھڑانے میں بہت جلدی کرنی چاہیے۔ اور اگر اس نے دشمن سے لڑنے میں جلد بازی سے کام لیا ہو تو اس بات کا ذکر بھی ہم اس سے بعد میں ہی کریں گے۔"

اس طرح فیبئیس اپنی فوج لے کے آگے بڑھا۔ اور پہلے نومیڈی سواروں کو میدان سے ہٹایا، اور پھر اُن پر حملہ کیا جو عقب سے منوکیس پر آن گرے تھے۔ اس جگہ بہت سے قرطاجنی مارے گئے۔ اور باقی ماندہ کو بہ عجلت پسپا ہونا پڑا کہ جس طرح رومی گھر گئے تھے کہیں خود وہ نہ گھر جائیں۔ ادھر ہنی بال نے جب یہ ناگہانی تبدیلی دیکھی اور خود معمر فیبئیس اقتضائے سن کے خلاف دشمن کی صفیں چیر چیر کر بلندی پر چڑھتا نظر آیا کہ جس طرح ممکن ہو

منوکیس سے آملے، تو عاقلانہ احتیاط سے کام لیا اور فوج کو ہٹنے کا حکم دے کے تمام سپاہی اپنی خیمہ گاہ کے قریب جمع کر لیے۔ رومیوں کے حق میں بھی یہ کارروائی اچھی تھی اور اُنھیں بھی سلامتی کے ساتھ اپنے پڑاؤ کو لوٹ جانا غنیمت معلوم ہوا۔ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر ہنی بال نے اپنے دوستوں سے ہنسی میں یہ بات کہی تھی کہ "کیوں؟ میں نہ کہتا تھا کہ یہ بادل (یعنی فے بیئس) جو ہمیشہ پہاڑوں پر منڈلاتا رہتا ہے، کبھی نہ کبھی طوفانی مینہ کی طرح ہم پر برس پڑے گا؟"

سپاہیوں نے مالِ غنیمت میدان سے اٹھا لیا تو فے بیئس اُنھیں لیے ہوئے خاموشی کے ساتھ اپنے خیمہ گاہ کو لوٹ گیا اور ایک لفظ بھی منوکیس کے سامنے زبان سے نہ نکالا جو اُسے ناگوار گزرتا۔ لیکن خود منوکیس اس قدر متاثر ہوا تھا کہ فے بیئس کے جانے کے بعد اپنے آدمیوں کو جمع کر کے کہنے لگا "بے شبہ خطا سے کوئی شخص مُنزّہ نہیں اور بڑے بڑے کاموں میں ہاتھ ڈالنا اور غلطی نہ کرنا آدمی کی قوت سے ماورا ہے مگر اس کے ساتھ ایک صاحبِ ہوش آدمی کا اقتضائے انسانیت یہ ہے کہ اپنی خطا سے نقصان اٹھا کے سبق حاصل کرے اور آیندہ اپنی اصلاح کی کوشش کرے۔ اب ہر چند میں قسمت کی بے وفائی کا گلہ کروں تو ایک حد تک بجا ہوگا، لیکن اُس کی شکر گزاری کے اس سے بھی قوی تر اسباب ہیں کہ اسی نے مدتوں کی غلطی، تباہی اور چند ہی گھنٹے میں مجھے سکھا دیا کہ میں اوروں پر حکومت کرنے کے لیے نہیں بنا

بلکہ محتاج ہوں کہ مجھ پر کوئی اور شخص حکومت کرے، نیز یہ کہ ہمیں تفوّق حاصل کرنے کے لیے اُن سے نہ جھگڑنا چاہیے جن کی اطاعت کرنا ہمارے واسطے زیادہ مفید ہی۔ پس آیندہ سے تمھیں فے بیئس ہی کو اپنا سپہ سالار سمجھنا چاہیے اور میں صرف اس کی شکرگزاری میں تمھارا سردار رہوں گا کہ سب سے پہلے اس کے احکام بجالاؤں اور ہمیشہ مستعدی سے اُس کی خدمت گزاری کر سکوں۔"

اس تقریر کے بعد اُس نے رومہ کے عقابی پرچم کو بڑھانے کا اور فوج کو اپنے ساتھ فے بیئس کے خیمہ گاہ میں آنے کا حکم دیا۔ اس طرح جنگی باقاعدگی کے ساتھ وہ وہاں پہنچا تو وہاں کے سپاہیوں کو یہ نظارہ دیکھ کر حیرت سی ہوگئی اور وہ کسی قدر پریشان اور مشوّش ہوے کہ اس آمد کا کیا مطلب ہی۔ اُس کو اپنے خیمے کے قریب آتے دیکھ کر خود فے بیئس استقبال کرنے باہر نکل آیا لیکن منوکیس نے نزدیک پہنچتے ہی اپنے علَم اس کے قدموں میں ڈال دیے اور بہ آواز بلند "باپ" کے نام سے اُسے خطاب کیا اور اس کے ہمراہیوں نے بھی فے بیئس کے سپاہیوں کو اپنا "سرپرست" خطاب کر کے سلام کیا، اور یہ وہ اصطلاحی لقب ہی جس سے آزاد شدہ غلام اپنے آزادی دلانے والوں کو یاد کرتے ہیں۔ پھر ہر طرف سکوت ہوگیا تو منوکیس نے اس طرح کہنا شروع کیا کہ:۔

"اے مختارالسلطنت، آج کے دن تم نے دو معرکے جیتے۔ ایک بزورِ قابلیت و شجاعت ہنی بال سے۔ اور دوسرا، کریم النفسی اور دانائی کے وسیلے، اپنے ہم وطن ساتھی سے! پہلی فتح سے تم نے

ہماری جان بچائی، اور دوسری سے ہمیں سبق دیا جسے ہم کبھی نہ بھولیں گے۔ اور جب کہ ہم ہنی بال سے پہلی شرم ناک شکست کھا کے ذلیل و سرنگوں ہو رہے تھے، دوسری مبارک شکست تمھارے ہاتھوں ہمیں ملی جس نے از سرِ نو ہمیں زندہ اور سربلند کر دیا۔ تمھیں خطاب کرنے کے لیے باپ کے پُر محبت لقب سے بہتر کوئی نام مجھے یاد نہیں آتا اگرچہ تمھاری مہربانیاں باپ کی تمام شفقتوں سے زیادہ ہیں۔ اور اگر مجھے نعمت زندگی اپنے باپ سے ملی ہو تو نہ صرف اُس کا بلکہ میرے سارے لشکریوں کی زندگی کا باقی اور سلامت رہنا، محض تمھاری بدولت ہو۔" یہ کہنے کے بعد وہ بڑھا اور فے بیئس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ اسی کی تقلید دونوں طرف کے سپاہیوں نے کی اور فرطِ مسرت سے آبدیدہ ہو ہو کے باہم بغل گیر ہو گئے۔

اس واقعے کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ فے بیئس کی میعادِ عہدہ پوری ہو گئی، اور اس کے بجائے پھر حسبِ معمول دو قنصلوں کا انتخاب عمل میں آیا۔ لیکن فے بیئس کے ان پہلے جانشینوں نے طرزِ جنگ بالکل وہی رکھا جو اس کا تھا۔ یعنی ہنی بال سے کبھی دو ٹوک لڑائی نہ لڑی بلکہ صرف اپنے حلیف شہروں کو اتنی کافی امداد پہنچاتے رہے کہ دشمن انھیں تسخیر نہ کر سکے۔ مگر ان کے بعد جب ٹارن ٹیس وارو قنصلی انتخابات میں کام یاب ہوا تو صاف نظر آنے لگا کہ وہ سلطنت کو ضرور جوکھوں میں ڈالے گا اور اپنی خود سری اور جہالت سے کُل قوم کی بازی لگائے بغیر نہ مانے گا۔ وہ ایک

مجہول النسب مگر نہایت جری اور ہردل عزیز آدمی تھا اور بہت دن سے ہر جلسے میں چلا چلا کے رومیوں کو یقین دلاتا رہا تھا کہ جب تک فے بیئس جیسے سپہ سالار بھیجتے رہو گے لڑائی کبھی ختم نہ ہوگی۔ اُس کا دعویٰ تھا کہ میں میدانِ جنگ میں پہنچ گیا تو جس دن دشمن سے سامنا ہو جائے گا۔ اُسی دن سمجھ لینا کہ اطالیہ آزاد اور تمام حملہ آوروں سے پاک ہو! قنصل ہوتے ہی اس قسم کی امیدیں دلا دلا کے اس نے ایک اتنی بڑی فوج بھرتی کر لی، جس کے برابر پہلے کبھی روما سے لڑنے نہ نکلی تھی، چناں چہ فہرست میں اٹھاسی ہزار جنگ آزما داخل تھے۔ لیکن ان کارروائیوں سے جتنا عوام میں اعتماد بڑھتا جاتا تھا، اسی قدر شہر کے تجربہ کار اہل الرائے (خصوصاً فے بیئس) خوف زدہ ہو رہے تھے کہ اگر یہ کثیر التعداد فوج جس میں روما کے تمام منتخب جوان چُن لیے گئے ہیں، لڑائی میں برباد ہوگئی تو پھر کوئی ذریعہ روما کی سلامتی اور حفاظت کا نہ رہے گا۔ اسی بنا پر لوگوں نے دوسرے قنصل امی لیس پالوس کا سہارا ڈھونڈا جو فنِ جنگ کا بڑا آزمودہ کار ماہر تھا، لیکن غیر ہردل عزیز ہونے کی وجہ سے عوام سے ڈرتا تھا، جنھوں نے پہلے بھی کسی الزام میں اس کو مجرم قرار دے دیا تھا، اس لیے اُس کو بھی مدد کی ضرورت تھی کہ اپنے شریکِ عہدہ وارو کی چیرہ دستیوں کا مقابلہ کر سکے۔ فے بیئس نے اس کو جتایا کہ اگر ملک کی نفع رسانی اور سچی خدمت منظور ہو تو واقف کار ہنی بال کی عیارانہ تیاریوں کا جس سرگرمی سے مقابلہ کیا جائے اُسی کے برابر سرگرمی خود اپنے ہم وطن وارو کا جاہلانہ

جوش دبانے میں کی جائے کہ یہ دونوں دوہمہ کی قسمت کا ایک ہی میدان میں فیصلہ کر دینے کی خطرناک کوشش میں مصروف ہیں۔ پھر وہ پالوس سے کہنے لگا کہ ہنی بال کے معاملے میں، تمھیں وارو کی نسبت میری بات کا زیادہ اعتبار کرنا چاہیے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر اس سال بھی تم جنگ سے پہلو بچاتے رہے تو یا ہنی بال کی فوج خود برباد و خراب ہو جائے گی، اور یا وہ اپنی مرضی سے بخوشی واپس لوٹ جائے گا اور اس کا ایک کھُلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ تمام فتوحات کے باوجود اطالیہ کے کسی شہر یا علاقے پر مستقل قبضہ نہیں کر سکا اور اب اس کی فوج پہلے کی نسبت صرف ایک تہائی باقی رہ گئی ہے۔

اس کے جواب میں پالوس نے فے بیئس سے یہ کہا کہ اگر میں صرف اپنی ذاتی رائے پر عمل کروں تو اپنے ہم وطنوں کے طعنے سہنے کے بجائے، کیوں کہ وہ تمھاری رائے کو مطلق پسند نہیں کرتے) میں ہنی بال کی تلواروں کے منہ چڑھنے کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ لیکن یہ معاملہ قوم کی مرگ و زیست کا ہے اور اسی لیے خواہ ساری دنیا مخالف ہو جائے میں وہی کروں گا جو فے بیئس کا حکم ہو اور جس میں وہ خوش ہو۔

مگر یہ تمام نیک تدبیریں اور ارادے وارو کی ہٹ نے خاک میں ملا دیے اور جب دونوں قنصل میدان جنگ میں پہنچے تو اس فیصلے کے سوائے کہ ایک دن بیچ ہر قنصل پوری فوج کی سپہ سالاری کرے گا، وہ کسی بات پر رضامند نہ ہوا، اور جب اس کی باری آئی تو اس نے آفی دس ندی پر اپنی فوج موضع

کے نیچے میں دشمن کے قریب اتار دی، اور صبح ہوتے ہی اپنے خیمے سے قرمزی کوٹ اُڑایا جو لڑائی شروع کرنے کی علامت تھی۔ اس کی یہ جسارت اور اس کے سپاہیوں کی کثرت دیکھ کر (جو اُن سے دُگنے تھے) اہلِ قرطاجنہ چونک پڑے۔ مگر ہنی بال نے انھیں ہتیار لگانے کا حکم دیا اور خود مختصر جمعیت لیے ہوئے قریب ہی ایک ٹیکری پر چڑھ گیا کہ صفیں جمنے میں رومیوں کی تعداد کا صحیح اندازہ کر سکے۔ اُس کے ہمراہیوں میں گِسکو نامی ایک قرطاجنی امیر بھی تھا، جسے علوِ مرتبت میں خود ہنی بال کا ہم پایہ کہنا چاہیے۔ رومی فوج کو دیکھتے دیکھتے اُس کی زبان سے بے اختیار یہ کلمہ نکل گیا کہ دشمن کی تعداد تو بڑی حیرت انگیز ہی؟ اس پر ہنی بال نے سنجیدہ صورت بنا کے کہا "گِسکو، تم نے ایک اور بات کا خیال نہیں کیا جو اس تعداد سے بھی سوا حیرت انگیز ہی۔" اور جب گِسکو نے دریافت کیا کہ وہ کون سی بات ہی تو کہنے لگا "یہ کہ اس تمام لشکرِ کثیر میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو گِسکو کہلاتا ہو!" سپہ سالار کے اِس غیر متوقع اور طنز آمیز مذاق نے اُس کے تمام ساتھیوں کو ہنسا دیا، اور جب یہ لوگ ٹیکرے سے آرہے تھے تو جو شخص ملتا، اس کے سامنے یہ لطیفہ دُہراتے اور ہنسی ضبط نہ کر سکتے تھے۔ قرطاجنی سپاہیوں نے بھی جب اُنھیں دشمن کا معاینہ کرکے اس حالت میں واپس ہوتے دیکھا تو بالطبع یہ نتیجہ نکالا کہ ضرور مدِ مقابل کو نہایت کم زور پایا ہی جو ہمارا سپہ سالار عین اس وقت تمسخر و مزاح میں مصروف ہی۔

اس لڑائی میں بھی ہنی بال نے حسب عادت جنگی چالوں سے کام لیا ۔ اوّل تو اُس نے اپنی صفیں اس طرح جمائیں کہ جدھر سے ہوا آرہی تھی اُدھر اُن کی پشت رہے ۔ اور واقعی اس وقت اس بلا کے جھکڑ چل رہے تھے کہ ریتیلے میدانوں میں سے گرد و غبار کے دَل بادل بلند ہوتے اور اہلِ قرطاجنہ پر سے گزر کے ساری خاک رومیوں کے چہروں پر پڑتی تھی، جس نے اُنھیں لڑائی میں بہت عاجز و پریشان کیا۔ ہنی بال نے دوسری تدبیر یہ کی کہ اپنے بہترین آدمیوں کو بازوؤں میں قائم کیا، اور جتنے کم زور لڑنے والے تھے، اُنھیں قلب لشکر میں رہنے دیا، اور یمنہ و میسرہ کے افسروں کو ہدایت کردی کہ جس وقت رومی قلب پر حملہ آور ہوں (جو اُسے یقین تھا کہ پہلے ہی صدمے میں پیچھے ہٹ جائے گا) اور دباتے ہوئے دُور تک بڑھ جائیں تو دونوں طرف سے یک بارگی اُن پر حملہ کیا جائے اور اُنھیں گھیر کر دونوں بازوؤں کے بیچ میں لے آنے کی کوشش کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ تدبیر تھی جو سب سے بڑھ کر کارگر ہوئی اور جس کی بدولت رومیوں کو بے انتہا نقصان اٹھانا پڑا۔ انھوں نے پہلی ہی ٹکر میں قرطاجنی قلب کو مغلوب کرلیا تھا اور دھکیلتے ہوئے اس قدر اندر تک گھس آئے کہ قرطاجنی صفوں کی شکل بالکل ہلال سے مشابہ ہوگئی ۔ اس طرح ہنی بال کے سب سے اچھے سواروں کو حملے کا بہترین موقع مل گیا اور دونوں بازوؤں نے وہ ایسی تندی کے ساتھ آن کر گرے کہ جو بیچ میں آیا اُسے

کاٹ دیا، حتّٰے کہ ان کا میمنہ اور میسرہ رومیوں کے عقب میں آملا اور تمام رومی فوج ایک حلقے میں پھنس کے رہ گئی۔ مشہور ہی کہ ایک اور افسوس ناک غلطی بھی اس مصیبت انگیز ہزیمت کا سبب قوی ہوئی۔ وہ یہ کہ پالوس کے گھوڑے نے زخم کھا کے اُسے زمین پر گرا دیا اور اُسی کو مدد دینے کے واسطے جو لوگ آس پاس تھے وہ فوراً اپنے گھوڑوں پر سے اُتر پڑے۔ رومی سواروں نے جو اپنے افسران کو اس طرح گھوڑوں سے اُترتے دیکھا تو سمجھے کہ یہ سب کو پیادہ ہوکر لڑنے کا اشارہ ہی، چناں چہ اسی خیال سے وہ بھی اُتر اُتر کے لڑنے لگے۔ یہی کیفیت دیکھ کر سنا ہی کہ ہنی بال نے کہا تھا کہ "مجھے اُن کی (یعنی رومی سواروں کی) اس بات سے اس قدر خوشی ہوئی کہ اگر کوئی ان کے ہاتھ پانْو باندھ کر بھی میرے حوالے کر دیتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔" اس لڑائی کی دیگر تفصیلات ہم قلم انداز کرتے ہیں۔ اگر ناظرین اُنھیں مطالعہ کرنا چاہیں، تو اُن مصنّفین کی کتابیں پڑھیں جنھوں نے اس مضمون پر بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہی۞

قنصل وارو، ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ، ونیوزیا کو بھاگ گیا۔ مگر امی لیس پالوس، جس کا سینہ غم سے اور جسم زخموں سے فگار ہو رہا تھا، جب اپنے سپاہیوں کی فراری اور دشمن کو پیچھا کرنے سے نہ روک سکا، تو زندگی سے بیزار ایک پتھر پر بیٹھ گیا کہ کوئی خدا کا بندہ ایک ہی بھرپور وار میں اُسے قیدِ حیات سے آزاد کر دے۔ وہ سر سے پانْو تک خون میں لتھڑا ہوا تھا اور

اس کے چہرے پر اتنے زخم آئے تھے کہ خود اس کے نوکر اور احباب بغیر پہچانے قریب سے گزر جاتے تھے ۔ آخر کرنی لیس لن ٹولس نے کہ ایک خاندانی امیر زادہ تھا ، اُسے پہچان لیا اور خود اُتر کے اپنا گھوڑا اُس کے پیش کیا اور استدعا کی کہ وہ اپنی قیمتی جان کو جس طرح ہو سکے) بچالے ورنہ ایسی نازک حالت میں اس جیسے جلیل المرتبہ سرداروں کے بغیر، ملتِ رومہ کی سلامتی دشوار ہو جائے گی ۔ لیکن پالوس نے کوئی بات نہ مانی اور لن ٹولس کو جس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے ، بہ اصرار پھر گھوڑے پر سوار کرا دیا ۔ اس کے بعد کھڑے ہو کے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور فنے ہنیس کے پاس یہ پیام لے جانے کی وصیت کی کہ" امی لیس پالوس نے آخر دم تک تمھاری ہدایتوں پر عمل کیا اور تم سے جو اقرار کیا تھا، اس میں حتی المقدور تبدیلی نہ ہونے دی ، لیکن اس کی بدنصیبی تھی کہ پہلے وہ وارو سے مجبور و مغلوب ہوا اور پھر ہنی بال سے شکست کھائی"۔ اس پیام کے ساتھ لن ٹولس کو روانہ کر کے اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور جہاں کُشت و خون کا بازار سب سے زیادہ گرم ہو رہا تھا ، اُسی حصۂ میدان میں گھس کر اپنے تئیں دشمن کی تلواروں سے ہلاک کر دیا ۔ رومی مقتولین کی کُل تعداد اس جنگ میں پچاس ہزار بیان کی گئی ہے ۔ چار ہزار آدمی میدان میں گرفتار ہوئے ، اور دونوں قنصلوں کے خیمہ گاہ سے اور بھی دس ہزار اسیرانِ جنگ قرطاجنی سپاہ کے ہاتھ آئے ؛

اس موقع پر ہنی بال کے اکثر دوستوں نے بڑی منت کی کہ

مفرورین کا خاص روما تک تعاقب کیا جائے۔ اور اُسے یقین دلایا
کہ اگر ایسا کیا تو آج کے پانچویں دن شہر کیا خاص "قلعۂ روما
میں بیٹھ کر کھانا کھاؤ گے" مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ہنی بال نے
اس رائے پر عمل نہ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آسمانی قوت
ہی اس کو روک رہی تھی جو وہ اس قدر متردد ہوا جاتا تھا چناں چہ
اسی پست ہمتی پر اس کے ایک ہم وطن برکاس نے خفا ہو گے
یہاں تک کہہ دیا کہ ہنی بال تمہیں لڑائی جیتنا آتا ہے مگر فتح سے
فائدہ اٹھانا تم نہیں جانتے۔" بایں ہمہ اس ایک کامیابی نے
صورتِ حالات میں حیرت انگیز تغیر پیدا کر دیا۔ وہ جس کے قبضے
میں آج تک ایک آبادی، ایک منڈی اور ایک بندرگاہ نہ تھی؛
جس کے سپاہیوں کو روز کے روز لوٹ مار کیے بغیر ایک دن کی
رسد بھی میسّر نہ آتی تھی، جس کا نہ کوئی مرکزی مستقرِ جنگ تھا
نہ پناہ لینے کا کوئی ٹھکانا۔ اور جو کہنا چاہیے کہ ڈاکوؤں کی ایک
جماعتِ عظیم لیے چاروں طرف دیوانہ وار بھٹکتا پھرتا تھا، ایک
رن جیتتے ہی دفعتًہ اطالیہ کے بہترین بلاد و امصار کا مالک
ہوگیا، اور خود کاپوا، کہ روما کے بعد سب سے آباد اور مرفّہ الحال
شہر تھا، اس کے قبضے میں آگیا اور ان سب مقامات نے خود بخود
اس کی اطاعت قبول کر لی ؛

یوری پاڈیز کا قول کہ "جس شخص کو اپنے دوست کی دوستی
آزمانی پڑے، سمجھو کہ وہ مصیبت میں گرفتار ہے۔" سلطنتوں
کے حال پر بھی بعینہٖ چسپاں نظر آتا ہے اور سلطنت اگر امن و

اطمینان کی حالت میں ہو تو واقعی اُسے لائق سپہ سالار کی کچھ احتیاج نہیں ہوتی ۔ مگر صورت حال برعکس ہو تو سب سے زیادہ مانگ ایک اچھے حاکم اور سپہ سالار کی ہوا کرتی ہے چناں چہ روما میں بھی اسی قسم کا خیالات میں تغیر ہوا ۔ وہ جو لڑائی سے پہلے فے بیئس کے ہر مشورے اور ہر کارروائی کو انتہائی خوف و نامردی سے تعبیر کرتے تھے، اب اس قدر بڑھے کہ اس کی عقل کو انسانی عقل سے ماورا کوئی ربانی قوت سمجھنے لگے ، گویا ان کے نزدیک تمام لوگوں کی رائے کے خلاف ایک ایسے نتیجے کی حرف بہ حرف صحیح پیشین گوئی کردینا ، جو واقع ہونے کے بعد بھی ، ناقابلِ یقین نظر آتا تھا ، معمولی آدمی کا کام نہ تھا بلکہ ضرور وہ کسی مافوق الفطرت دماغ کا کرشمۂ فکر تھا ۔ غرض انھی وجوہ سے اب فے بیئس سے بڑھ کر کوئی قابلِ اعتماد رومی نہ تھا اور جو کچھ رہی سہی امیدیں اُس کے ہم وطنوں کو تھیں، وہ اسی کی ذات سے وابستہ تھیں ۔ اُس کی دانائی وہ مقدس مندر تھا ، جس کی پناہ میں آنے کے لیے وہ ہر طرف سے دوڑے اور سچ یہ ہے کہ انھیں کسی نے تتر بتر ہونے سے بچایا تو وہ فے بیئس ہی کے مشورے تھے ، ورنہ غالوی حملہ ان کی آنکھوں میں پھرنے لگا تھا ۔ اور اسی وقت کی طرح وہ شہر چھوڑ چھوڑ کے بھاگنے پر آمادہ تھے ۔ اکیلا وہی شخص جسے فراغ و اطمینان کے زمانے میں وہ سب سے زیادہ ڈرپوک جانتے تھے ، آج مایوسی اور مصائب کے اگھٹ طوفان میں نڈر نظر آتا تھا ۔ اُس کے متین چہرے پر کوئی علامت خوف کی نہ پائی جاتی تھی ۔ وہ

اسی وقار دل جمعی کے ساتھ گلی کوچوں میں. اپنے ہم وطنوں کی دل دہی کرتا پھرتا تھا۔ کبھی عورتوں کا نالۂ و مُبکا روکتا اور کبھی ان کے مجمعے منتشر کرتا، جو اظہارِ غم کے لیے ہل ہل کے بازاروں میں آ بیٹھتے تھے۔ اسی نے عُمالِ شہر کی ہمتیں بندھائیں، مجلس کو منعقد کرایا اور وہی سارے سرکاری کاروبار کی صحیح معنوں میں روحِ رواں تھا۔

شہر کے دروازوں پہ فے بیئس نے پہرہ بٹھا دیا تھا کہ جہاں تک ہو دہشت زدہ مخلوق کو بھاگنے سے روکا جائے۔ مقتولین کے سوگ کے متعلق اس نے علٰحدہ ضوابط بنا دیے تھے اور ان میں تعیّن کر دیا تھا کہ جن کے عزیز و اقارب مارے گئے ہیں، وہ صرف اپنے گھروں کے اندر اظہارِ رنج اور ماتم کریں اور ایک مہینہ سے زیادہ سوگ کو قائم نہ رکھیں، جس کے بعد سارے شہر کی تطہیر (مذہبی شعائر کے بموجب) کی جانی مقصود تھی۔ اسی زمانے میں سیرس دیوتا کا تہوار بھی آ گیا تھا۔ لیکن حکم دیا گیا کہ اس مرتبہ اُسے نہ منایا جائے، جس میں مصلحت یہ تھی کہ اپنی قلتِ تعداد اور ایک دوسرے کی غم زدہ صورتیں دیکھ کر، لوگ ہراساں نہ ہو جائیں اور اپنی قومی مصیبت کو زیادہ یاس انگیز اور بڑا تصوّر نہ کرنے لگیں۔ اس کے علاوہ دیوتاؤں کے ہاں بھی وہی عبادت مقبول ہوتی ہے جو اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ کی جائے۔ البتہ اس موقع پر وہ تمام رسمیں جن سے دیوتاؤں کا غصہ فرو ہوتا ہے، پوری طرح انجام دی گئیں اور نیک ساعتیں یا اچھے

اچھے شگون حاصل کرنے کے واسطے بھی جو کچھ کاہنوں نے بتایا، اُس پر عمل کیا گیا - فے بئیس کے ایک عزیز قریب کے فے بئیس پکٹر کو استخارہ لینے ڈیلفی بھیجا گیا اور اسی زمانے میں جب دو تُرلیوں کی خراب کاری پکڑی گئی تو ایک نے تو خودکشی کرلی مگر دوسری دستور کے مطابق زندہ دفن کردی گئی ۔

کچھ ہو، جمہوریہ رومیہ کی یہ عالی حوصلگی اور ضبطِ نفس تو فی الحقیقت کمال تعریف کا مستحق ہے، کہ جب وہی شکست خوردہ قنصل، جس نے ایسی نالائقی اور نقصان رساں حماقت سے ملک کو تباہی میں ڈال دیا تھا، شرمندہ اور سرنگوں واپس پھرا تو تمام اہلِ شہر اور ارکانِ مجلس اُس کے استقبال کو شہر پناہ کے دروازوں تک آئے اور جب خاموشی ہوگئی، تو اسی موقع پہ اکثر عُمّال اور مقتدر ارکان نے، جن میں فے بئیس بھی شامل تھا اس کی تعریف میں تقریریں کیں اور اس حبِّ وطن کو بہت سراہا کہ ایسی نازک حالت میں بھی وہ خدمتِ قوم سے پہلو بچانا نہیں چاہتا بلکہ واپس آگیا ہے کہ پھر زمامِ انتظام اپنے ہاتھ میں لے اور جہاں تک ہوسکے رومہ کے آیندہ تحفظ میں مدد دے ۔

اس اثنا میں خبر آئی کہ ہنی بال لڑائی کے بعد اطالیہ کے دوسرے علاقوں میں چلا گیا اور رومہ نہ آئے گا۔ یہ سُن کر رومیوں کو بڑی ڈھارس ہوئی اور انھوں نے ازسرِنو مقابلے کے واسطے فوجیں ترتیب دیں اور فے بئیس اور کلاڈیس مرسی لس کو سپہ سالار بنا کے میدان میں بھیجا - یہ دونوں اپنے عہد کے

بہترین سپہ سالار سمجھے جاتے تھے مگر اسباب شہرت دونوں کے علیحدہ اور مختلف تھے۔ چناں چہ مرسی لس، جیسا کہ ہم نے اس کے سوانح عمری میں تحریر کیا ہے، بڑا بے جھجک اور اولوالعزم سپاہی تھا۔ وہ اپنی آتش مزاجی اور قتال پسندی میں اُن سورماؤں سے بہت ملتا ہے، جن کی تصویر ہومر نے اپنی رزمیہ نظم میں دکھائی ہے اور حقیقت میں اسی ہمت شیرانہ اور جاں بازی کی وجہ سے اُس نے تمام لڑائیاں ایسی عمدگی کے ساتھ لڑیں کہ خود ہنی بال کا مثیل وہم پلہ سمجھنا جانے لگا۔ اس کے برعکس فے بیئس اپنے پہلے اصول پر قائم تھا اور ابھی تک یہی یقین رکھتا تھا کہ اگر لڑائی بچائے بچائے ہنی بال کا پیچھا کیا گیا تو آخر میں اُس کی فوج تھک کر کم زور اور برباد ہو جائے گی۔ جس طرح ایک طاقتور پہلوان پورے زور پر ہو تو عین اس کے انتہائی طاقت صرف کرنے وقت یہ رائے لگائی جاسکتی ہے کہ غالباً اس کا عنقریب دم ٹوٹ جائے گا اور وہ ایکاایکی شل ہو کے بے کار رہ جائے گا۔ مزاج کے اس اختلاف کی بنا پر، پوسی ڈولیس لکھتا ہے کہ مرسی لس کو اہلِ روما اپنی تلوار کہتے تھے اور فے بیئس کو اپنی ڈھال۔ اور بے شبہ اول الذکر کی دلیری اور دوسرے کے استقلال نے امتزاج پاکر ایک ایسا اچھا مرکب تیار کر دیا تھا کہ جس نے ملتِ روما کو تباہ ہونے سے بچا لیا۔ ہنی بال کو بھی تجربے سے معلوم ہو گیا کہ ایک کے ساتھ مقابلہ کرنا گویا کسی تیز و تند دریا سے ٹکرانا ہے جو جگہ جگہ سے اس کی فوج کو پھاڑ دیتا تھا اور دوسرے کی مثال اُس دریا کی سی تھی جو خاموشی اور متانت کے ساتھ قریب سے بہے جاتا ہو مگر

جس کی موجیں اندر ہی اندر حریف کی جڑیں کمزور اور آہستہ آہستہ اُس کا کام تمام کیے دیتی ہوں ۔ حتیٰ کہ آخر آخر میں یہ نوبت پہنچ گئی تھی کہ فوج کے حرکت کرتے وقت تو ہنی بال پر مرسی لس کی دہشت طاری رہتی تھی اور جب کہیں پڑاؤ کرتا تو فے بیئس کے خوف سے خواب وخور اس پر حرام ہوجاتا تھا۔ مزید براں جب تک ان محاربات کا سلسلہ قائم رہا، ان سپہ سالاروں میں سے ایک نہ ایک ضرور اُس کے مقابلے میں رہتا تھا۔کیوں کہ دونوں پانچ پانچ مرتبہ قنصل مقرر ہوئے، اور جب قنصل نہ ہوتے، تب بھی کسی نہ کسی حیثیت سے جنگی معاملات میں ان کا ہمیشہ دخل ہوتا تھا ۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک (یعنی مرسی لس) انجام کار اس جال میں ایک مرتبہ پھنس گیا جو ہنی بال نے اس کے لیے بچھایا تھا۔ اور اپنی پانچویں قنصلی کے زمانے میں مارا گیا ۔ لیکن فے بیئس پر اس کی کوئی عیاری اور فن فریب کارگر نہ ہوئے، البتہ ایک دفعہ وہ اُس کے دھوکے میں آگیا تھا اور بال بال خطرے میں پڑنے سے بچا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ فے بیئس کو اہل مِٹاپنٹم کے جعلی خطوط اس مضمون کے ملے کہ" اگر تم اپنی فوج سمیت ہمارے شہر کے سامنے آجاؤ تو ہم شہر کو بخوشی حوالے کردیں گے ۔ نیز لکھا تھا کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک ہم تمہارے آنے کے منتظر رہیں گے۔" اس چال میں فے بیئس بالکل آگیا تھا اور سفر کے لیے تیار تھا کہ بعض بدشگونیوں نے (جو پرندوں سے فال لینے میں ظاہر ہوئیں) اس کارروائی کا ارادہ ملتوی کرادیا، پھر زیادہ مدت نہ گزرنے

پائی تھی کہ ہنی بال کی عیاری کھل گئی اور معلوم ہوگیا کہ جعلی خطوط بھیج کر وہ خود کمین میں بیٹھا تھا کہ فے بیئس اُدھر سے گزرے تو اچانک اس پر ٹوٹ پڑے۔ مگر غالباً اس بچ نکلنے کو فے بیئس کی عقل مندی پر محمول کرنا درست نہ ہوگا بلکہ کہنا چاہیے کہ یہ محض تائیدِ ایزدی تھی۔

فے بیئس نے اس پُر آشوب زمانے میں جس خوبی کے ساتھ حلیف شہروں کو باغی ہونے سے بچایا اور روما کے اتحادیوں کی تالیفِ قلوب کی، وہ کمال ستایش کی مستحق ہے۔ غیر شہروں کے جتنے سپاہی یا افسر اس کے لشکر میں تھے، اُن سے وہ نہایت نرمی کا برتاؤ کرتا تھا اور معمولی خطاؤں پر کبھی اس قسم کی سختی اُن کے ساتھ روا نہ رکھتا جو اُنھیں رومیوں سے بد دل کردے۔ اس ضمن میں یہ روایت لکھنے کے قابل ہے کہ ایک مرتبہ شہر مرسیہ کے کسی دلیر امیر زادے کے متعلق اُسے اطلاع ملی کہ وہ اندر ہی اندر بعض سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے کر دشمن سے جا ملنے کا ساز باز کر رہا ہے۔ فے بیئس نے اس کو اپنے پاس بلایا اور کوئی غصہ یا مواخذہ کرنے کے بجائے کہنے لگا "میں خوب جانتا ہوں کہ ہمارے فوجی حکام قابل اور مستعد آدمی کی جیسی چاہیے قدر نہیں کرتے، اور اکثر اوقات ترقیاں اور انعام دینے میں بے جا طرف داری سے کام لیتے ہیں۔ لیکن آیندہ اگر تمھیں کوئی شکایت ہو اور تم مجھے چھوڑ کر اوروں کے پاس جاؤ تو اسے میں خود تمھارا قصور تصوّر کروں گا۔" اور یہ کہہ کے اُس نے ایک اعلیٰ درجے کا گھوڑا اور کئی اور چیزیں اس شخص

کو عنایت کیں جس کے بعد وہ ایسا فے ہیئس کا وفادار دوست اور ماتحت ہوگیا کہ اُس سے بڑھ کر فوج بھر میں شاید کوئی قابلِ اعتبار آدمی نہ ہوگا۔ فے ہیئس کا خیال تھا اور بہت بجا تھا کہ اگر وہ لوگ جو گھوڑوں یا کتّوں کو سدھانے پر مقرر کیے جاتے ہیں، ظلم و تعدّی کو پسند نہیں کرتے بلکہ پیار سے ان جانوروں کے مزاج کی تیزی اور وحشت کھونے کی تدبیر کرتے ہیں، تو کیا وجہ کہ جن لوگوں کے سپرد آدمیوں کی حکومت ہو وہ اپنے ماتحتوں کو نرمی اور مہربانی کے ساتھ فرمان برداری اور ضابطے کی پابندی نہ سکھا سکیں؟ بے شبہ ان کا سلوک اُن باغبانوں سے تو بدتر نہ ہونا چاہیے جو کمال توجہ اور دیکھ بھال سے جنگلی درختوں کی اصلاح کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ انھیں باغ کا ایک عُمدہ اور میوہ دار درخت بنا دیتے ہیں۔

ایک اور موقع پر بعض افسروں نے فے ہیئس کو اطلاع دی کہ فلاں سپاہی اکثر غیر حاضر اور راتوں کو ڈیرے سے غائب رہتا ہے۔ فے ہیئس نے پوچھا وہ کس قسم کا آدمی ہے انھوں نے بیان کیا کہ وہ شہر لوکانیہ کا رہنے والا ہے اور اس سے بہتر شاید فوج بھر میں کوئی سپاہی نہ ملے گا۔ پھر اُس کی بہادری کے چند چشم دید واقعات بھی سُنائے۔ یہ تمام باتیں سُن کر فے ہیئس نے اُس کی غیر حاضری کا خاص توجہ سے سراغ چلایا اور آخر میں یہ معلوم کرلیا کہ دراصل وہ کسی نوجوان لڑکی پہ عاشق ہے اور اُسی سے ملنے راتوں کو لشکر سے نکل نکل کر بھاگتا ہے۔ اس پر فے ہیئس نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اس لڑکی کو فوراً تلاش کیا جائے اور خفیہ طور پر میرے

خیمے میں پہنچا دیا جائے، پھر اُس سپاہی کو طلب کیا اور علیٰحدہ لے جا کے کہنے لگا کہ تمھارا راتوں کو لشکر سے غائب ہو جانا ہمیں اچھی طرح معلوم ہی اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ تم ایک بہادر آدمی ہو اور بہت سے کارنمایاں کر چکے ہو، انھی خدمات کے خیال سے ہم اس مرتبہ تمھاری بے ضابطگی کو معاف کرتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ ہم ایک نگراں تم پر مقرر کرنا چاہتے ہیں جو تمھارے آیندہ افعال کا ذمے دار اور جواب دہ ہوگا۔ یہ کہ کے اس نے حکم دیا کہ وہ عورت سامنے بُلا لی جائے۔ سپہ سالار کے خیمے میں اس کو یکایک نمودار ہوتا دیکھ کر خوف زدہ سپاہی کے ہوش اُڑ گئے لیکن ہینس اُس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا "یہی وہ نگراں ہی جسے ہم تمھارا ضامن بناتے ہیں اور آیندہ کے طرزِ عمل سے دیکھیں گے کہ آیا تمھاری شب گردیاں عشق و محبت کی وجہ سے تھیں یا کسی اور اس سے بھی بدتر مقصد کے لیے!"

اس کے بعد ایک اور واقعہ اسی قسم کا گزرا جس کی بدولت شہر ٹارنٹم کی تسخیر عمل میں آئی۔ ہُوا یہ کہ رومی فوج میں ایک نوجوان ٹارنٹمی سپاہی تھا اور اُس کی صرف ایک بہن تھی، جسے وہ گھر پر چھوڑ آیا تھا۔ یہ بہن جس کی معاش کا کفیل یہی بھائی تھا، اپنے بھائی سے بے حد محبت کرتی تھی۔ اب جس وقت کہ ہنی بال نے شہر ٹارنٹم کو فتح کیا اور وہاں اپنی فوجیں متعین کیں تو اس ٹارنٹمی کو کسی طرح یہ اطلاع بھی ہوگئی کہ وہاں شہر برٹیہ کا ایک باشندہ فوجی دستے کا حاکم مقرر کیا گیا ہی اور وہ اُس کی بہن پر دل و جان سے فریفتہ ہی۔ یہ سُن کر جوان مذکور کو خیال ہُوا کہ اس فریفتگی سے فائدہ اٹھائے اور رومیوں

کو شہر کا قبضہ دلانے کی کوئی راہ نکالے۔ اس منصوبے کا اُس نے پہلے فے بیئس سے ذکر کیا اور پھر رومی لشکر سے اس طرح ٹارنٹم چلا آیا گویا فی الواقع وہاں سے بھاگ کر دشمن سے آملا ہو۔ لیکن اُس کے وطن لوٹ آنے پر بروٹی سردار نے اس کی بہن کے پاس آنا بھی چھوڑ دیا کیوں کہ ان دونوں کو اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ اُن کے عشق و محبت سے آگاہ ہے۔ جب چند روز اس طرح گزر گئے تو خود نوجوان ٹارنٹی نے یہ ذکر چھیڑا اور اپنی بہن سے کہنے لگا کہ "میں نے سُنا ہے کوئی ذی مرتبہ شخص تمھارے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے تم اُس کے حالات اور نام و نشان بتاؤ کیوں کہ اگر وہ کوئی دلیر اور نامور آدمی ہے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں کرنا چاہیے کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتا ہے اس لیے کہ تلوار سب کو ہم مرتبہ کر دیتی ہے، مجبوری میں بُری چیزیں بھی اچھی ہو جاتی ہیں اور اگر زبردست، حق پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد لطف و آشتی پر مائل ہو تو اُس کو بہت غنیمت تصور کرنا چاہیے۔" بھائی کی یہ تقریر سُنی تو بہن نے اُسی وقت آدمی بھیج کر اپنے عاشق کو بلوالیا اور بھائی سے اس کا تعارف کرایا۔ پھر یہ دونوں پہلے کی نسبت زیادہ آزادی سے ملنے جلنے لگے اور جتنی اُن میں باہم محبت بڑھتی گئی اُسی قدر وہ اُس کے بھائی سے بھی زیادہ مانوس اور بے تکلف ہو گیا۔ یہاں تک کہ اب ٹارنٹی کے نزدیک اُسے لالچ دے کے اپنے سے ملا لینا مخدوش اور ناممکن نہ رہا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک غیر قوم کے آدمی کا جو محض پیٹ کی خاطر نوکری کر رہا ہو، دشمن سے مل جانا کچھ بھی قابلِ حیرت نہیں، خصوصاً جب کہ محبت کی لاگ اور

بڑے بڑے انعاموں کی طمع ہو۔ چنانچہ یہ برٹوی سردار بھی آخر کار ٹارنٹم کے اغوا میں آگیا اور بہت سے انعامات کی امید پر اُس نے اقرار کرلیا کہ شہر کو فے بیئس کے حوالے کردے گا۔ ٹارنٹم کی تسخیر کے متعلق یہ عام روایت ہے جو ہم نے اوپر نقل کی بعض لوگ اس کو دوسری طرح بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس برٹوی کو جس عورت نے رومیوں سے مل جانے پر آمادہ کیا وہ ٹارنٹم کی بہن نہ تھی بلکہ خود اس کے وطن برٹیہ کی پیدایش، اور خاص فے بیئس کی جاریہ تھی اور چوں کہ ہم وطن ہونے کے علاوہ وہ ذاتی طور پر اُس سے واقف بھی تھا لہذا فے بیئس نے اس عورت کو یہ اخفا ٹارنٹم بھیجا تھا کہ رشوتیں دے کر اُسے رومیوں سے ملا لے ؛

ادھر یہ پخت وپز ہو رہی تھی اور اُدھر فے بیئس، ہنی بال کی توجہ دوسری طرف ہٹا دینے کی فکر میں تھا۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اُس نے ریجیم کے قومی دستے کو حکم دیا کہ وہ مضافاتِ برٹیہ کو تاراج کردیں اور کولونیہ کو گھیر کے انتہائی قوت سے اس پر حملہ کریں۔ واضح ہو کہ یہ دستہ جو آٹھ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا، رومی فوج کا بدترین حصہ شمار ہوتا تھا اور اس میں زیادہ تر وہ مفرور سپاہی تھے جنھیں مرسی لس جزیرۂ صقلیہ سے گھیر گھونٹ کے لایا تھا، اُن کے ضائع ہو جانے کا رومیوں کو زیادہ خیال نہ تھا اور اسی لیے فے بیئس نے ہنی بال کو یہ لالچ دیا اور وہ ریجیم کی فوج کے باہر نکلتے ہی حسبِ توقع اُدھر مڑ گیا اور اُس کی فوجوں کے کولونیہ کی جانب کوچ کرتے ہی فے بیئس

نے بڑھ کر ٹارنٹم کو گھیر لیا۔ محاصرے کے چھٹے دن وہی ٹارنٹمی سپاہی رات کے وقت شہر سے خفیہ نکل آیا اور اپنی تمام کارگزاری کی فے بیئس کو اطلاع دی اور وہ جگہ بھی دکھائی جہاں سے قرار پایا تھا کہ وہ برٹوی سردار رومیوں کو شہر کے اندر لے لے گا۔ ہرچند اس مقام کو یہ ٹارنٹمی بخوبی دیکھ بھال آیا تھا اور قرارداد بھی پختہ تھی، بایں ہمہ فے بیئس نے سازش پر بھروسا کرنا درست نہ سمجھا، بلکہ چھپ کر مقامِ مذکور تک پہنچنے کے بعد، فوج کے بڑے حصے کو حکم دیا کہ وہ شہر کے دوسرے رُخ پر خشکی اور سمندر دونوں طرف سے حملہ کرے۔ جب اس حکم کی تعمیل ہوئی اور ٹارنٹم کے لوگ اُسی رُخ مدافعت کے واسطے دوڑ پڑے تو اب برٹوی سردار کا اشارہ پاتے ہی فے بیئس اور اس کے ساتھی کمندیں ڈال ڈال کے فصیل پر چڑھے اور بلا کسی مزاحمت کے شہر میں داخل ہوگئے۔

اس موقع پر ہمیں اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ فے بیئس کو ناموری کی ہوس نے بالکل بے قابو کردیا۔ اور دُنیا پر یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ شہر غداری اور سازشوں سے فتح نہیں ہوا بلکہ خود میری قوت و قابلیت نے مسخر کیا ہے، اُس نے حکم دیا کہ سب سے پہلے تمام برٹیہ والوں کو قتل کردیا جائے حالاں کہ اس کارروائی سے اُلٹا دغا باز اور سفاک مشہور ہوجانے کے سوائے، جو مقصد اس کے مدِ نظر تھا۔ اس میں مطلق کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

شہر تسخیر ہونے میں خود ٹارنٹم والے بھی کچھ کم مقتول نہ ہوئے تھے اور تیس ہزار صرف اُن اسیروں کی تعداد تھی جنھیں رومیوں

نے غلام بنا بنا کے فروخت کیا۔ اس کے علاوہ سپاہیوں نے شہر کو جی کھول کے لوٹا اور تین ہزار ٹیلنٹ کی رقم خزانۂ عامرہ میں بھی داخل ہوئی۔ جس وقت یہ لوٹ مار ہو رہی تھی، ایک سردار نے جو سرکاری عمارات اور سامان پر متعین کیا گیا تھا۔ فے بئیس سے دریافت کیا کہ اُن کے دیوتاؤں کا کیا کیا جائے؟' جس سے اُن کے بُت اور مورتیں مُراد تھیں سفے بئیس نے کہا "بہتر یہی ہو کہ ہم اُن کے ناراض دیوتاؤں کو یہیں ٹارنٹم میں چھوڑ دیں!" تاہم اُس نے حکم دیا کہ ہرقل کا عظیم الجثہ مجسّمہ وہاں سے اُٹھوا کے رومہ لے جائیں، پھر اُس نے خود اپنا ایک برنجی بُت گھوڑے پر سوار، تیار کرا کے ان دونوں کو قلعۂ رومہ میں نصب کرا دیا۔ حالاں کہ مرسی لس نے ایک ایسے ہی موقع پر جس انسانیت اور رحم دلی کا اظہار کیا اور دُنیا سے تعریفیں حاصل کیں وہ، جیسا کہ ہم اس کی سوانح عمری میں لکھ آئے ہیں، فے بئیس کی مذکورہ بالا کارروائی سے بالکل مختلف تھا۔

ٹارنٹم کی فتح کے وقت ہنی بال شہر سے صرف پانچ میل کی مسافت پر تھا اور جب یہ خبر ملی تو علانیہ طور پر اس نے کہا کہ "رومہ کو بھی آخر کار ایک ہنی بال مل گیا۔ اور جس طرح ہم نے ٹارنٹم کو لیا تھا، اسی طرح اُسے کھو دیا"۔ پھر خلوت میں اپنے خاص خاص ہمراز دوستوں سے پہلی مرتبہ اس نے یہ بات کہی کہ "اپنی موجودہ فوجی جمعیت سے اطالیہ کی تسخیر، میں ہمیشہ دشوار کام سمجھتا تھا، لیکن اب تو میرے نزدیک وہ بالکل ناممکن ہے"۔

اُدھر اس کامیابی پر فے بئیس کو رومہ میں جلوسِ فتح نکالنے

کی اجازت دی گئی جو اس کے پہلے جلوس سے کہیں زیادہ شان دار تھے۔ لوگ اُسے اپنا قومی سوُرما تصوّر کرنے لگے اور عام طور پر یہ خیال کیا جانے لگا کہ اب فے بیئس کو اپنے چالاک حریف سے خوب مقابلہ کرنا آگیا ہو اور وہ اس کی تمام استادیوں کا دندان شکن جواب دے سکتا ہو۔ یہ رائے صحیح ہو یا نہ ہو اس میں شبہ نہیں کہ خود ہنی بال کی فوج کو اتنے دن کی مسلسل لڑائیوں نے سخت مضمحل اور کم زور کردیا تھا اور کچھ پچھلے دنوں سامانِ عیش بہ افراط میسّر آنے کی وجہ سے بھی اس کے آدمی کاہل اور عیاش ہوگئے تھے ❊

واضح رہے کہ اگرچہ شہر ٹارنٹم کو ہنی بال نے بھی اسی طرح بعض رومی عمّال کو ملاکر فتح کیا تھا مگر قلعۂ شہر، فے بیئس کے دوبارہ تسخیر کرنے وقت تک رومیوں ہی کے قبضے میں تھا اور ٹارنٹم کا رومی عامل، مرقس لوی اس، ہنی بال سے مغلوب نہ ہوا تھا بلکہ جب شہر نکل گیا تو قلعے کے اندر ہٹ آیا تھا۔ اب جو فے بیئس کا اس قدر اعزاز اور تعریف توصیف ہوئی تو لوی اس بہت ناراض ہوا اور ایک مرتبہ علی الاعلان مجلس میں کہنے لگا کہ "شہر کی فتح میں فے بیئس کی قابلیت اور شجاعت کو بہت کم دخل ہو اور وہ فی الحقیقت میری مزاحمت اور کوششوں کی بدولت عمل میں آئی ہو" اس کے جواب میں فے بیئس نے ہنس کے کہا "مرقس تمھارا کہنا بالکل ٹھیک ہو اور اگر تم اُسے ایک دفعہ نہ ہار دیتے تو مجھے کبھی شہر کو دوبارہ تسخیر کرنا نصیب نہ ہوتا!" لیکن مرقس کو اگر مستثنےٰ کردیا جائے تو عام طور پر اہلِ روما نے فے بیئس کی انتہائی قدر و منزلت کی اور دیگر ذاتی امتیازات

کے علاوہ اُس کے بیٹے کو بھی سال آیندہ اُنھوں نے قنصل منتخب کیا۔ اس کی آغازِ قنصلی میں بعض جنگی مسائل زیرِ غور تھے اور اُنھی کے متعلق گفتگو کرنے فے بئیس ایک مرتبہ اس کے پاس گیا اور خواہ اپنے بیٹے کی آزمائش کی غرض سے خواہ واقعی اپنی ضعیفی کی وجہ سے، وہ گھوڑے پر چڑھا چڑھا اپنے قنصل بیٹے کے سامنے چلا آیا۔ وہ ابھی کچھ فاصلے پر تھا کہ نوجوان قنصل کی نگاہ پڑی اور اُس نے ایک برقنداز کو بھیجا کہ ضعیف فے بئیس کو گھوڑے پر سے اُتر جانے کا حکم دے اور کہہ دے کہ اگر قنصل سے کوئی کام ہو تو پیادہ پا ہوکر اُس سے ملنے آؤ!" ایسے عالی مرتبہ اور سن رسیدہ معذور باپ کے ساتھ بیٹے کا یہ تحکم، آس پاس جو لوگ کھڑے تھے اُنھیں بھی ناگوار گزرا اور وہ سب کے سب سناٹے میں کھڑے فے بئیس کو دیکھنے لگے کہ دیکھیے وہ اس نخوت آمیز حکم پر کیا کرتا ہو؟ مگر فے بئیس اپنے بیٹے کا حکم سنتے ہی گھوڑے پر سے اتر پڑا، اور آغوش کشادہ ایسے تیز تیز قدموں سے کہ معلوم ہوتا تھا وہ دوڑنے لگے گا، بڑھ کے اپنے بیٹے سے بغل گیر ہوگیا اور کہنے لگا کہ" واللہ، بیٹے، جو کچھ تم نے کیا وہ بالکل بجا اور درست ہی اور اس سے ثابت ہوگیا کہ تم اپنے عہدے کی منزلت اور اختیارات کا صحیح استعمال جانتے ہو۔ یہی وہ طریقہ ہی جس سے ہم نے اور ہمارے اجداد نے دولتِ الکبریٰ کی توقیر و عظمت بڑھائی ہی اور اسی طرح اُس کی عزت اور اس کی خدمت گزاری کو اپنے آبا اور اہل و عیال پر مقدم رکھا ہی"۔

اور فے بئیس کا یہ کہنا کچھ خلافِ واقعہ نہ تھا۔ خود اُس کا

پردادا کہ اپنے عہد کا سب سے بڑا آدمی گزرا ہے اور پانچ مرتبہ قنصل بنایا گیا اور کئی بار فتوحاتِ جلیلہ کے صلے میں اُس کے جلوس رومہ میں نکالے گئے، بڑھاپے میں خود اپنے بیٹے کا ماتحت بن گیا تھا اور جب اس کا بیٹا بہ حیثیت قنصل لڑائی پر چلا تو وہ بھی اس کی فوج میں ایک ادنیٰ عہدے دار بن کے ساتھ تھا۔ پھر اعلیٰ خدمات کے صلے میں اس کا جلوسِ فتح ترتیب دیا گیا تو ظفرمند بیٹے کی رتھ کے پیچھے پیچھے یہ ضعیف العمر باپ بھی اُس کے اور ماتحتوں کے ہمراہ جلوس میں تھا اور بہت خوش تھا کہ اگرچہ وہ مسلّمہ طور پر رومہ میں سب سے عالی مرتبہ شخص ہے اور سعادت مند بیٹا بھی اُس کی پوری اطاعت و تکریم کرتا ہے۔ بایں ہمہ اُس کی اصلی عظمت اور بزرگی اسی میں ہے کہ مادرِ وطن کے آئین و قوانین اور اس کے عمال کی ادنیٰ آدمی کی طرح تابع داری کر رہا ہے۔

لیکن ہمارے فے بیئس کی خوبیاں یہیں تک محدود نہیں ہیں۔ تھوڑے ہی دن بعد اسے جوان بیٹے کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا اور اس کو اُس نے اسی اعتدال کے ساتھ برداشت کیا جو ایک متدین باپ اور ایک دانش مند آدمی کا شیوہ ہونا چاہیے۔ رومہ میں رسم تھی کہ کوئی ممتاز شخص فوت ہو جاتا تو سب سے قریبی رشتہ دار متوفی کے جنازے پر ایک تقریر کرتا۔ بیٹے کے مرنے پر یہ رسم خود فے بیئس نے ادا کی اور ایوانِ عام میں ایک یادگار تقریر کی اور پھر اسی کو بعدازاں وہ قیدِ تحریر میں بھی لے آیا۔

اس کے بعد کورنی لیئس سی پیو جو ہسپانیہ بھیجا گیا تھا، وہاں قرطاجنی فوجوں پر بہت سی فتوحات حاصل کر کے اور بہت سے

خوش حال اور زرخیز علاقے جیت کر، روما کو واپس آیا جہاں اُس کی مراجعت پر اتنی خوشی منائی گئی کہ پہلے کبھی نہ منائی گئی تھی اور اسی اظہارِ قدردانی میں لوگوں نے اُسے سال آیندہ کے لیے قُنصل منتخب کیا۔ یہ دیکھ کر کہ ہم وطنوں کو اُس سے بڑی بڑی امیدیں ہیں۔ سی پیو نے بھی اپنی اولوالعزمی دکھانے میں کمی نہ کی اور اطالیہ میں ہنی بال سے لڑنا محض بڈھوں کا کام سمجھ کر، اُس نے افریقہ میں فوجیں اتارنے اور خاص قرطاجنہ کو میدانِ جنگ و جدال بنادینے کا منصوبہ باندھا۔ تاکہ ہنی بال کو اوروں کے ممالک پامال کرنے کے بجائے خود اپنا گھر بچانے کے لیے واپس جانا پڑے۔ اسی مقصد کو ذہن میں رکھ کر اُس نے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا شروع کیا لیکن فے بیئس نے اُس کی سخت مخالفت کی اور پورا زور لگا دیا کہ وہ اپنے مقصد میں کام یاب نہ ہو۔ قول سے یا فعل سے جس جس طرح ممکن تھا اس نے اہلِ شہر کو ڈرایا کہ ایسے خطرناک منصوبے صرف ایک پُرجوش نوجوان ہی باندھ سکتا ہے اور اس پر عمل کیا جائے تو سوائے ہلاکت اور بربادی کے کچھ نتیجہ نہ ہوگا۔ ان کوششوں میں فے بیئس کو اس حد تک تو کام یابی ہوئی کہ ارکان مجلس اس کے ہم خیال ہوگئے لیکن عوام الناس میں اُلٹی اس کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوگئی اور وہ سمجھنے لگے کہ فے بیئس کو سی پیو کا حسد ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ کہیں یہ نوجوان خود اس سے بڑھ کر کوئی فتح و نُصرت نہ حاصل کرلے یا ہنی بال کو پوری شکست نہ دے سکے تو کم سے کم لڑائی ختم کرادے جو فے بیئس کے زیرِ انتظام سالہا سال

سے اُلجھ رہی ہو اور کسی طرح طے ہوتی نہیں نظر آتی ؎

اصل یہ ہو کہ اوّل اوّل فے بیئس کی مخالفت واقعی مخلصانہ اور اس اندیشے پر مبنی تھی کہ سی پیو کی نا تدبیر جمہوریہ روما کو نقصان پہنچا دیں گی اور قرطاجنہ پر حملہ کرنے سے خود اہلِ وطن معرضِ خطر میں پڑ جائیں گے۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ سی پیو روز بروز جمہور کا محبوب اور زیادہ نامور ہوتا جاتا ہو تو اس وقت اس کی مخالفت میں رقابت کا اثر آگیا اور وہ مخلصانہ اختلاف حاسدانہ دشمنی سے بدل گیا۔ اوّل سی پیو کے جنگی مصارف منظور کرنے سے مجلس کو روکا، اور دوسرے سی پیو کے شریکِ عہدہ کراسوس کو بھی اُس سے لڑانے کی کوشش کی اور ترغیب دی کہ یا تو فوجوں کو قرطاجنہ ہی نہ جانے دو اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو ان کی سپہ سالاری سی پیو کو نہ لینے دو بلکہ جس طرح ہو خود اپنے ہاتھ میں رکھو۔ مگر اس مقصد میں فے بیئس کچھ کامیاب نہ ہوسکا، کیوں کہ ایک تو کراسوس بالطبع لڑائی جھگڑے سے متنفر تھا۔ دوسرے اعلیٰ پروہت ہونے کی حیثیت سے مذہبی فرائض بھی اُسے اطالیہ سے باہر جانے میں مانع تھے۔ اودھر جنگ کے واسطے مجلس نے رُپیہ دینے میں تاخیر کی تو سی پیو نے بدرجۂ مجبوری اپنے نام پر علاقہ اٹروریہ کے بعض شہروں سے (جن میں وہ بہت ہردل عزیز تھا) سودی رُپیہ قرض لے لیا۔ جب یوں بھی فے بیئس کی مخالفت نہ چلی تو اُس نے فوجوں کی بھرتی میں رُکاوٹیں ڈالیں۔ اور جگہ جگہ تقریریں کرنی شروع کیں کہ سی پیو خود تو ہنی بال سے منہ چھپا کے

افریقہ بھاگنا چاہتا ہے اور طرہ اس پر یہ ہے کہ اطالیہ سے فوجیں بھی اپنے ہمراہ لیے جاتا ہے کہ ملک میں جتنے قابلِ جنگ نوجوان ہیں وہ پردیس میں ہوں اور اُن کے اہل و عیال اور گھر بار کی حفاظت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے حالاں کہ فتح مند غنیم جس کی طاقت ابھی تک برقرار ہے، ہمارے دروازے پر دستک دے رہا ہے اور جس وقت چاہے خود روما کی ہستی کو خطرے میں ڈال سکتا ہے :-

آخر یہ تقریریں اثر کیے بغیر نہ رہیں اور لوگوں کے دلوں میں ایسا خوف جاگزیں ہوا کہ انھوں نے سی پیو کو سوائے اُن فوجوں کے جو جزیرۂ صقلیہ میں موجود تھیں، مزید سپاہ لے جانے کی اجازت نہ دی۔ البتہ ہسپانیہ میں جو لوگ اُس کے ساتھ لڑے تھے ان میں سے تین سو آدمی اُس نے اور منتخب کر لیے اور خاص معتمد علیہ ہونے کی وجہ سے اُنھیں بھی اپنے ہمراہ قرطاجنہ لے گیا تھا۔ ان معاملات میں فے بیئس نے جتنی کوشش کی، وہ تصنّع سے بری اور اس کی جبلی احتیاط کا اقتضا معلوم ہوتی ہے :-

لیکن جس وقت سی پیو نے اپنی فوجیں افریقہ میں اتاریں اور اترتے ہی کئی زبردست معرکے جیتے، شاہ نومیڈیہ کو گرفتار کیا، دشمن کے دو مستحکم مقام فتح کر کے جلا دیے اور ہزاروں آدمیوں کو قتل کرنے کے علاوہ کثیر تعداد میں اسلحہ اور گھوڑے چھین لیے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ اہلِ قرطاجنہ کو مجبوراً ہنی بال کے پاس سفیر بھیجنے پڑے کہ وہ تسخیرِ اطالیہ کے خیالِ خام کو چھوڑے اور واپس آ کے اپنے گھر کی حفاظت کرے، تو ان خبروں نے اور

اس وافر مالِ غنیمت نے جو سی پیو اپنی فتوحات کی تصدیق کے واسطے وطن بھیج رہا تھا، روما میں اس کی ناموری کو ہزار چند بڑھا دیا اور ہر شخص اس کی بہادری اور کارناموں کے گیت گانے لگا۔ لیکن فے بیئیس اس وقت بھی اپنی ضد سے باز نہ آیا اور یہی بحث کرتا رہا کہ اسے افریقہ سے واپس بُلا لینا چاہیے اور اس کی جگہ دوسرا آدمی مقرر کرنا چاہیے۔ جس کی فرسودہ دلیل وہ یہ پیش کرتا تھا کہ نیرنگیٔ قسمت سے خوف کھانا چاہیے۔ گویا یہ ممکن نہ تھا کہ قسمت دیر تک ایک ہی شخص کا ساتھ دیتے دیتے نہ تھک جائے!

اُس کی ان باتوں نے بہت لوگوں کو اُس سے ناراض کر دیا اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ یا تو ہنی بال کا رُعب فے بیئیس پر ایسا بیٹھ گیا ہے کہ بڑھاپے میں وہ اُسے ضرورت سے زیادہ مہیب نظر آتا ہے اور یا محض نفسانیت سے وہ نوجوان سی پیو کی مخالفت میں سرگرم ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ جب ہنی بال جہاز میں بیٹھ گیا اور اطالیہ کی زمین اس کی فوجوں سے پاک ہو گئی اور شہرِ روما میں گھر گھر خوشیاں منائی جانے لگیں تب بھی فے بیئیس اپنے اوہام اور خدشات کے اظہار سے اس عالمگیر مسرت میں کھنڈت ڈالے گیا اور اپنے ہم وطنوں سے برابر یہی کہتا رہا کہ "جمہوریہ روما اس وقت سے زیادہ معرضِ خطر میں کبھی نہ تھی ہنی بال خاص قرطاجنہ کی دیواروں کے نیچے جتنا قوی دشمن ہے، اطالیہ میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہ تھا اور اگر اس کے فتح مند سپاہیوں سے، جن کی تلواریں اتنے رومی سپہ سالاروں اور قنصلوں کے خون پی چکی ہیں، سی پیو نے مقابلہ کیا تو اہلِ روما کی خیر نہیں۔" یہ دلیلیں

سنتے سنتے اہلِ شہر بھی سراسیمہ ہو گئے اور اُنھیں یقین ہو گیا کہ واقعی ہنی بال کا اطالیہ سے دُور ہوتے جانا ایک مہلک خطرے کا قریب آتے جانا ہے۔ مگر ان کے یہ اندیشے بہت جلد زائل ہو گئے اور سی پیو نے ہنی بال سے لڑائی لڑ کے ایک فیصلہ کُن فتح حاصل کی اور قرطاجنہ کے سارے غرور کو خاک میں مِلا دیا اور :

"نئے سرے سے کیا سلطنت کو مستحکم
لرز رہی تھیں بہت دن سے جس کی بُنیادیں"

لیکن فے بیَس، ہنی بال کے انہزام اور جنگ کے کام یاب خاتمے تک زندہ نہ رہا اور مادرِ وطن کی از سرِ نو مضبوطی اور فراغ و دل جمعی کی خوشی میں شریک نہ ہو سکا بلکہ ہنی بال کے اطالیہ سے روانہ ہونے کے بعد ہی بیمار ہو کے انتقال کر گیا۔

تھیبہ میں جب اپامنن داسٌ مرا تو وہ اس قدر تہی دست تھا کہ اُس کے گھر میں ایک لوہے کے سکّے کے سوائے کچھ مال متاع نہ نکلی تھی، اور اس کی تجہیز و تکفین قومی خرچ سے ہوئی تھی، لیکن فے بیئس کو اگرچہ اس کی ضرورت نہ تھی تاہم لوگوں نے اظہارِ محبت کے لیے اس کی تدفین اپنے خرچ سے کی اور ہر شہری نے ایک چھوٹا سکّہ چندے میں اپنے پاس سے دیا۔ گویا اس کی موت اُس کی زندگی سے کم واجب التکریم نہ تھی اور ہر شخص کی آرزو تھی کہ اُس کے پدرانہ احسانات کا اعتراف کرے۔

ٌ Epaminondas شہر تھیبہ کا چوتھی صدی قبل مسیح میں ایک نامور جنیل گزرا ہے۔

فے بئیس کا موازنہ پری کلیس کے ساتھ

یہ دو سوانح عمریاں جنھیں جنگی اور ملکی قابلیتوں کی اعلیٰ مثالیں کہنا چاہیے، ہمارے سامنے ہیں۔ آؤ اب پہلے ان دو نامور شخصوں کے جنگی اوصاف کا موازنہ کریں۔

پری کلیس کے ہاتھ میں جب اپنی قوم کی عنانِ حکومت آئی تو سلطنت ایک سرسبز اور ترقی پذیر حالت میں تھی اور اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ اس کا اس خوش حالی کو برقرار رکھنا یا وطن کو کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہونے دینا ایک معمولی خوش نصیبی اور کامیابی کی بات تھی۔ حالاں کہ فے بئیس کو، جو نہایت نازک اور بدترین وقت میں برسرِ اقتدار آیا، محض ایک منتظم اور جمی جمائی حکومت کو چلانا اور اپنی حالت پر قائم رکھنا نہ تھا بلکہ اُسے ایک گرتی عمارت کو تھامنے اور ایک ڈوبتی سلطنت کو ترالے جانے کا دشوار مرحلہ درپیش تھا۔ علاوہ ازیں کائمن (یا سائمن) کی فتوحات میرونیداش اور لکرانتش کے اموالِ غنیمت اور طول میدش کی مشہور مہمات سے، پری کلیس نے سلطنت کو وسیع یا محفوظ کرنے کا کام نہیں لیا بلکہ ان سے ایتھنز کی تزئین و آرایش کی اور

نئے نئے مذہبی تہوار اور میلے تماشوں کی بُنیاد ڈالی۔ اس کے برعکس فے بیئس مختار السلطنت بنایا گیا تو اطالیہ کے دشت و دریا اُس کے ہم وطنوں کے خون سے لال تھے، میدان رومی لاشوں سے پٹے پڑے تھے، اور ان کے اس قدر سپاہی، سردار اور قنصل مارے گئے تھے کہ جدھر فے بیئس نگاہ اٹھا کر دیکھتا تھا، سوائے ہلاکت و تباہی کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اس حال میں محض اُسی کی اولوالعزمی تھی، جس نے رومہ کو فنا ہونے سے بچایا اور صرف اُسی کی بلند حوصلگی اور عاقلانہ مشوروں کی بدولت اہلِ رومہ اس چھت کو اڑواڑ لگانے پر آمادہ ہوئے جو اوروں کی غلطی اور کمزوریوں سے شق ہو کر اپنی جگہ چھوڑ چکی تھی ؎

اگر کہا جائے کہ پری کلیس کا ایتھنزیوں پر ایسے زمانے میں حکومت کرنا جبکہ عرصۂ دراز تک دولت و خوش حالی، امن و اطمینان سے بہرہ مند رہنے کے باعث وہ کمال سرکش اور بے باک ہو گئے تھے، بہ نسبت فے بیئس کے زیادہ دشوار کام تھا کہ اُسے جس شہر کی حکومت ملی اُسے پہلے ہی آفات و مصائب نے بھیگی بلّی بنا دیا تھا اور بیرونی خطرات کے سبب سے وہاں کے لوگ اس کے دانش مندانہ احکام کے خلاف دم نہ مار سکتے تھے۔ اور اس لیے ایسی شکستہ حال جماعت کو قابو میں رکھنا کوئی بڑی بات نہ تھی تو بھی یہ ماننا پڑے گا کہ ایسی ابتر حالت میں فے بیئس کا مستقل رہنا اور اُن مسلسل ہزیمتوں سے مایوس نہ

ہونا جنھوں نے رومیوں کا فشار نکال دیا تھا، ایک غیرمعمولی عزم و ہمت کی دلیل ہی ÷

جزیرہ ساموس اور یوبیہ کی فتوحات کے مقابلے میں ہم ٹارنٹم کی دوبارہ تسخیر اور کمپانیہ کے شہروں کی فتح پیش کرسکتے ہیں۔اگرچہ (کمپانیہ کا بڑا شہر) کاپرا فے بئیس کے بعد کے قنصلوں نے فتح کیا، مگر اہلِ لگوریہ کو شکست دینے کے علاوہ کوئی میدانی فتح جو فے بئیس نے حاصل کی ہو مجھے تاریخ میں نہیں ملی۔حالاں کہ پری کلیس نے بری اور بحری نو لڑائیاں جیتیں اور ہر ایک کی یادگار ایتھنز میں قائم کی۔باایں ہمہ فے بئیس نے جس یادگار طریقے سے منوکیس اور اس کی فوج کو کامل تباہی سے بچایا اور اس کام میں جو انسانیت اور جواں مردی اور دانائی دکھائی اس کی کوئی نظیر پری کلیس کی سوانح عمری میں نہیں نظر آتی۔لیکن اس میں شبہ نہیں کہ پری کلیس اپنے کسی حریف کی چال میں بھی اس طرح کبھی نہ آیا تھا جس طرح کہ فے بئیس۔ہنی بال کے مشعل بردار بیلوں سے دھوکے میں آگیا۔اس موقع پر غنیم ایک اتفاقی فروگزاشت کی بدولت از خود رومیوں کے قبضے میں آگیا تھا، اس کے باوجود فے بئیس نے اُسے رات کے وقت نکل جانے دیا۔اور جب صبح ہوئی تو اُلٹا ایک دبے ہوے دشمن سے دبنا پڑا اور ذلت آمیز شکست کھائی ÷

اگر ایک عمدہ سردار کی خوبی یہ ہے کہ نہ صرف زمانۂ موجودہ

بلکہ آیندہ کی ضروریات اور حالات بھی اس کے پیش نظر ہوں تو اس میں پری کلیس اپنے رومی ہم چشم سے افضل ہی۔ فی الحقیقت اُس نے بہت پہلے سے اپنے اہلِ وطن کو آنے والی لڑائیوں کے خطرات سے آگاہ کر دیا تھا اور جتا دیا تھا کہ اپنی وسعت و قابلیت سے زیادہ مقبوضات حاصل کرنے کی ہوس کا انجام تمھارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ اس کے برعکس فے بیئس کہ آخر تک سی پیو کی افریقی مہم کو روما کے لیے تباہ کن بتاتا رہا، ایسا اچھا پیشین گو نہ تھا۔ گویا پری کلیس ایک بُرے مستقبل کا اچھا پیغمبر تھا، اور فے بیئس ایک اچھے مستقبل کا بُرا پیشین گو۔ اور یہ ظاہر ہی کہ اندیشۂ بےجا سے کسی ہاتھ آتے ہوے فائدے کو چھوڑ دینا ایک سپہ سالار کے واسطے اسی قدر عیب کی بات ہی، جس قدر کہ کم اندیشی سے کسی خطرے میں مُبتلا ہو جانا کیوں کہ یہ دونوں نقص ہرچند باہم متضاد ہیں، تاہم ان کی جڑ وہی ایک ہی، یعنی اندازے کی غلطی اور تجربے کی کمی۔

سیاسی معاملات میں پری کلیس پر عام طور سے یہ اعتراض کیا جاتا ہی کہ اس نے اہلِ اسپارٹہ کی کسی پیش کردہ شرط کو نہ مانا اور اس لیے وہی جنگ کا بانی مبانی ہی۔ لیکن میرے خیال میں فے بیئس بھی اس معاملے میں اتنا ہی سخت تھا اور

تُلا ہُوا تھا کہ اہلِ قرطاجنہ سے ذرا بھی دب کر صلح نہ کرے۔ اُسے ساری سلطنت جوکھوں میں ڈالنا منظور تھا، مگر یہ کسی طرح پسند نہ تھا کہ اس کا تھوڑا سا حصّہ دے کر دشمن سے مصالحت کر لی جائے :

اندرونی معاملات میں فے بیئس کا منوکیس کے ساتھ مُشفقانہ برتاؤ بڑی تعریف کا مستحق ہو اور اس کے مقابلے میں پری کلیس کی وہ کوشش یقیناً قابلِ نفرین نظر آتی ہو جو اُس نے کائمن اور طوسی دیدیس جیسے صاحبِ اقتدار اشرافوں کو جلاوطن کرا دینے میں صرف کیں۔ باقی عام انتظامات میں پری کلیس کے لیے یہ بات دشوار نہ تھی کہ اُن خرابیوں کو جو عمّال یا دوسرے افسروں کی غلطیوں سے پیدا ہوتی ہیں، روک دے، کیوں کہ ایتھنز میں وہ اپنے تمام ہم وطنوں پر اس قدر حاوی تھا کہ اُس کی منشا اور ہدایت کے خلاف کوئی شخص کچھ نہ کرسکتا تھا۔ صرف طول میدش نے ایک بار اس کی رائے سے انحراف کیا اور اس کی ممانعت کے باوجود اہلِ بیوشیہ سے لڑکے مارا گیا ورنہ کوئی ایتھنزی کبھی اُس کے حکم سے باہر نہ ہوا، حالاں کہ فے بیئس کو یہ قدرت حاصل نہ تھی اور وہ اپنے ہم وطنوں پر اتنا اختیار نہ رکھتا تھا کہ ہمیشہ اپنی صحیح اور مضبوط رائے پر اُنھیں چلائے اور غلطی

کھانے سے روک دے۔ اور بے شبہ رومیوں کی بڑی خوش نصیبی ہوتی۔ اگر وہ فے بئیس کو زیادہ اختیارات دیدیتے اور جتنے اس کے اختیارات وسیع ہوتے ہم کہ سکتے ہیں کہ اُتنی ہی روما کی مصیبتوں میں کمی آجاتی ؀

فیاضی اور بلند نظری کے اعتبار سے پری کلیس کی ناموری اس میں ہو کہ کبھی کوئی تحفہ یا ہدیہ اُس نے نہیں لیا، اور فے بئیس اس لیے مشہور ہو کہ خود اپنے پاس سے فدیہ ادا کرکے سپاہیوں کو چھڑایا، اگرچہ یہ رقم چھ ٹیلنٹ (ٹیلنٹ = ساڑھے تین ہزار رُپے) سے زیادہ نہ تھی، لیکن پری کلیس چاہتا تو اپنے تئیں دولت مند بنالینے کے جو موقعے اُسے حاصل تھے وہ کبھی کسی کو نہ ملے ہوں گے۔ شاہ اور شاہ زادے اور حلیف ریاستیں، سب اُسے کچھ نہ کچھ پیش کرنے پر آمادہ تھے، لیکن اس کا دامن ہمیشہ اس ناپاک بداخلاقی سے پاک رہا۔ رہیں وہ مذہبی اور قومی عمارتیں جن سے اُس نے اپنے وطن کی شانِ زیبایش میں اضافہ کیا، تو اس معاملے میں اعتراف کرنا پڑتا ہو کہ روما میں بادشاہی زمانے تک جتنی عمارتیں قصور و محلات تعمیر ہوے، وہ سب کے سب کیا کثرتِ مصارف اور کیا بنانے والوں کی بلند حوصلگی، کسی لحاظ سے بھی ان بے بہا عمارتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے، جو اکیلے پری کلیس نے ایتھنز میں تعمیر کردی تھیں ؀

الکی بیادِیس

الکی بیادِیس کی نسبت گمان کیا جاتا ہو کہ باپ کی طرف سے اس کا نسب اجاکس کے بیٹے یُوری ساکیس تک پہنچتا ہو (اجاکس یا اجاژ ایک قدیم یُونانی سُورما تھا۔ مترجم) اور ماں کی طرف سے الک میون تک (جو سُورما بادشاہ پرسیورس کی بیٹی تھی) خود اس کی ماں دِنیوماکہ مُکاکلیس کی بیٹی تھی۔ باپ کا نام کلی نیاس تھا جس نے ارتمی زِٹم کی بحری لڑائی میں اپنے خرچ سے ایک جہاز تیار کرایا اور بڑا نام پایا تھا۔ وہ کس ونیہ کے میدان میں اہلِ بیوشیہ سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ زن تی فس کے بیٹے پری کلیس اور اری فرون، الکی بیادیس کے قریبی عزیز تھے اور وہ انھی کی ولایت میں بڑا ہوا۔ یہ جو کہا جاتا ہو کہ اس کی شہرت کا ایک بڑا سبب حکیم سقراط کی اس کے ساتھ دوستی تھا، کچھ غلط نہیں ہو۔ حقیقت یہ ہو کہ ہمیں الکی بیادِیس کی انّا تک کا حال معلوم ہو کہ وہ اسپارٹہ کی رہنے والی امی کلاتی، اور یہ کہ اس کا بچپن کا ملازم اور اتالیق زوپی رس تھا۔ چناں چہ امی کلا کا ان تس تینس (شاگردِ سقراط) نے اور زوپی رس کا حکیم افلاطون نے اپنی تحریر میں ذکر کیا ہو۔ حالاں کہ بعض مشاہیر جیسے نکیاس، ڈموس تھینز وغیرہ جو اپنے زمانے میں بہت نامور تھے،

ان کی ماؤں تک کا کسی مصنف نے کوئی حال نہیں لکھا +

الکی بیادِیس کے حسن و جمال کا بیان کرنا شاید کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ پھر بھی واقعہ ہی کہ یہ حُسن اس کی عمر کے ہر حصے یعنی بچپن جوانی اور پیرانہ سالی میں ویسا ہی تازہ اور شگفتہ رہا۔ اور ہر زمانے کے مناسبِ حال اس میں وہ شان آتی گئی کہ یہ حُسن و دل فریبی آخر تک قائم رہی۔ یوری پڈیز نے لکھا ہی کہ ؎

اُنھی میں جن کو عطا کی گئی دل آرائی

خزاں بھی رکھتی ہی اک اپنی شانِ رعنائی

لیکن یہ قول ہر جگہ صادق نہیں آتا۔ البتہ الکی بیاد ایسے ہی خوش نصیبوں میں شامل ہی کہ اپنے خوب صورت جسم اور عمدہ قویٰ کی بدولت، اس کی "خزاں" بھی حُسن سے خالی نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کا توتلا پن تک بھلا معلوم ہوتا تھا، اور جب وہ جلدی جلدی بولتا تھا تو تُتلانے سے اس کی تقریر میں لُطف اور دل نشینی پیدا ہو جاتی تھی۔ ارستوفانیس (ڈرامہ نویس) جہاں تھیورس کی ہنسی اُڑاتا ہی، وہاں الکی بیاد کی اسی تُتلاہٹ سے کام لیتا ہی چناں چہ الکی بیاد کی زبان سے کہوانا ہی کہ "تھیورس، کولاژ سے کتنا ملتا ہی؟" (کہنے والا دراصل "کوراژ" (یعنی ہوشیار کوّا) کہنا چاہتا ہی لیکن توتلے پن کی وجہ سے اس کی زبان سے "کولاژ" ادا ہوتا ہی جس کے معنی خوشامدی حیل ساز کے ہیں) اور اس پر شاعر خود ہی یہ حاشیہ چڑھاتا ہی کہ الکی بیادیس نے "سچی بات کس خوبی سے تُتلا دی!"

ارکی فوس نے بھی الکی بیاد کے بیٹے کی ہجو میں اس طرف

اشارہ کیا ہے :- اشعار

"کریں اُس کو تبل پدر تا خیال وہ چلتا ہے کیا خوب بن بن کے چال
چلی آرہی ہے گھٹتی عبا وہ عشرت میں گویا ہے ڈوبا ہُوا
کبھی سر جھکاتا ہے غمزے کے ساتھ کبھی توتلے پن سے کرتا ہے بات"

الکی بیادیس کی سیرت میں بہت کچھ تلوّن اور متضاد باتیں نظر آتی ہیں اور چوں کہ اُس نے زمانے کے بہت سے نشیب و فراز دیکھے، اس لیے یہ بات کچھ غیر فطری بھی نہیں ہے، لیکن اس کی فطرت کے قوی میلانات میں سب سے قوی جذبہ، طلب جاہ اور برتری کی خواہش تھی اور اس کے بچپن کے جو اقوال نقل کیے جاتے ہیں، اُنھی سے یہ حقیقت نمایاں ہو جاتی ہے۔ مثلاً کہتے ہیں: ایک بار کشتی لڑتے میں وہ بُری طرح پھنس گیا اور کچھ بس چلتا نہ دیکھا تو اپنے حلیف کے ہاتھ پر منہ مارا اور پوری قوت سے کاٹ کھایا۔ اس کی گرفت ڈھیلی ہوگئی مگر اس نے طعنہ دیا کہ تم عورتوں کی طرح کاٹتے ہو۔ الکی بیادیس نے جواب دیا" نہیں، بلکہ شیر ببر کی طرح!"

بچپن ہی میں ایک مرتبہ وہ بازار میں گِٹّوں سے کھیل رہا تھا۔ گِٹّا پھینکنے کی اسی کی باری تھی کہ اتنے میں ایک لدی ہوئی گاڑی ادھر آگئی۔ الکی بیاد نے پہلے تو گاڑی والے کو آواز دے کر روکنا چاہا کہ ٹھیر جا، میں گِٹّا پھینک رہا ہوں لیکن جب گاڑی بان نے توجہ نہ کی اور دوسرے لڑکے بھی ادھر اُدھر ہٹ گئے تو وہ بیچ راستے میں اوندھا لیٹ گیا اور پکارا کہ لو اب میرے اُوپر سے گاڑی لے جاؤ۔ یہ دیکھ کر گاڑی والا ایسا گھبرایا کہ فوراً گھوڑے موڑ لیے اور جتنے آدمی وہاں

کھڑے تھے سب ڈر گئے اور غل مچاتے ہوئے دوڑے کہ الکی بیادیس کو بچائیں ٭

جب اس کی تعلیم شروع ہوئی تو اس نے اور سب اُستادوں کی ہدایتوں پر عمل کیا لیکن بانسری سیکھنے سے انکار کر دیا کہ یہ بہت گھٹیا کام ہی اور کسی شریف شہری کے لیے موزوں نہیں۔ پھر کہنے لگا کہ " ستار یا رُباب بجانے میں آدمی کو اپنا چہرہ یا جسم بگاڑنا نہیں پڑتا۔ لیکن بانسری بجاتے وقت اچھے سے اچھا دوست بھی نَے نواز کو شکل سے پہچان سکتا ہی۔ اس کے علاوہ کوئی رُباب بجا رہا ہو تو اس کے ساتھ وہ مُنہ سے بول بھی سکتا ہی، گا سکتا ہی، لیکن بانسری پہلے ہی مُنہ بند کر دیتی ہی اور آواز روک کر گفتگو کا کوئی موقع نہیں چھوڑتی"۔ لہٰذا الکی بیادیس نے کہا کہ " بجائیں تو تھیبہ والے بانسری بجائیں جنھیں تقریر کرنی نہیں آتی، لیکن ہم اہلِ ایتھنز کو بزرگوں نے جتا دیا ہی کہ ہماری مربیہ منروا دیوی اور محافظ اپالو دیوتا ہی، جن میں سے ایک نے تو بانسری اُٹھا کر پھینک دی تھی، اور دوسرے نے بانسری والے کی چابکوں سے کھال اُتار لی تھی"۔

کچھ ہنسی میں اور کچھ واقعی دلائل سے الکی بیادیس نے نہ صرف خود بانسری نہ سیکھی بلکہ جب اور لڑکوں میں چرچا ہوا کہ وہ اس کو ذلیل جانتا ہی اور بجانے والوں کا مضحکہ اُڑاتا ہی، تو وہ بھی اس کے سیکھنے سے باز رہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ بانسری بجانا اعلیٰ فنون میں داخل نہ رہا اور عام طور سے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ٭

انٹی فون نے الکی بیادیس کی جو ہجو لکھی ہے اس میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ جب وہ لڑکا سا تھا، اپنے گھر سے فرار ہوا۔ دی مق رامیس کے پاس چلا آیا جو اس کا محب تھا۔ اُس وقت اری فون کا ارادہ ہوا کہ اُس کے لیے ڈھنڈورا پٹوا دے لیکن پری کلیس نے ایسا کرنے سے باز رکھا اور کہا کہ اگر وہ (یعنی الکی بیاد) مرگیا ہے تو بغیر ڈھنڈورے کے بھی کچھ دیر میں پتا چل جائے گا۔ لیکن اگر وہ زندہ ہے تو یہ تشہیر تمام عمر اس کے لیے موجب ندامت رہے گی۔ انٹی فون یہ بھی لکھتا ہے کہ الکی بیاد نے ایک مرتبہ اکھاڑے میں لٹھ مار کر خود اپنے ایک نوکر کو ہلاک کردیا تھا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایسے شخص کی روایتیں، جس نے دشمنی سے کسی کو رسوا کرنے کا ارادہ کر رکھا ہو، مستند اور قابلِ وثوق نہیں سمجھی جاسکتیں ؂

الکی بیادیس کے پاس اکثر عالی خاندان لوگوں کا مجمع رہتا تھا اور وہ ہر وقت اس کی مصاحبت کے خواہاں نظر آتے تھے، اس کا سبب تو بظاہر یہی تھا کہ وہ سب اُس کی شمعِ جمال کے پروانے تھے لیکن وہ اُلفت جو حکیم سقراط کو اس سے پیدا ہوئی، اس بات کا ثبوت ہے کہ لڑکپن سے اس کی فطرت میں وہ عمدہ اوصاف موجود تھے جنھیں سقراط نے اس کے حسن کی تہ میں دیکھ پایا تھا اور اس اندیشے سے کہ کہیں وہ دولت و مرتبہ جو اُسے حاصل ہے، اُس کا دماغ بگاڑ دیں اور دیس اور پردیس کے بہت سے لوگ جو ہر وقت اس کی اللہ آمین، اور خوشامد میں لگے رہتے ہیں، آخر کار اُسے خراب کردیں۔ حکیم موصوف نے ارادہ کیا کہ ہوسکے تو خود مداخلت کرے، اور ایسے

ہونہار پودے کو جو ابھی پھوٹتا ہی ، ناوقت برباد ہو جانے سے بچائے ؛ کیوں کہ نصیبے نے وہ اسباب و اشیا جنھیں ہم اپنی عامیانہ زبان میں نعمتیں کہتے ہیں ، اس افراط کے ساتھ الکی بیاد کے گرد و پیش فراہم کر دی تھیں کہ اور کہیں نہ کی ہوں گی - گویا اُسے حکمت و دانش کی زد سے بھی چھپا رکھا تھا - اور اس طرح باڑ رد کی تھی کہ اُس تک کوئی وعظ و نصیحت یا آزاد رائے یا دل میں چبھنے اور اثر کرنے والے الفاظ ہی نہ پہنچ سکیں - بایں ہمہ الکی بیادیس کو وہ ذکاوت عطا ہوئی تھی کہ اُس نے حکیم سقراط ہی کو سب میں سے چُن لیا اور باقی تمام اہلِ دولت و امارت کو جو اُس کی دربار داری کرتے تھے ، رخصت کر دیا - پھر تھوڑے ہی عرصے میں وہ دونوں بے تکلف دوست ہو گئے اور اب جو الکی بیادیس نے وہ گفتگوئیں سُنیں جن میں نہ عورتوں سے چاؤ چوچلے تھے ، نہ بیہودہ اظہارِ محبت ، بلکہ ایک ایسے شخص کو اپنے سے مخاطب پایا جو اس کے دل کی چوریاں کھول کھول کر رکھ دیتا تھا اور اُس کی خودنمائی یا احمقانہ ناز و تفاخر کو ننا کیے ڈالتا تھا تو اُس وقت الکی بیاد نے ؛

" کسی ڈرے ہوئے کوّے کی طرح ، ڈال دیے
وہ پَر ، جو اُس نے لگائے تھے اور سے لے کر "

سقراط کی ان کوششوں کو وہ سمجھنے لگا کہ دیوتاؤں نے ایک حقیقی وسیلہ نوجوانوں کی حفاظت و نگرانی کا بنایا ہی ! پھر اُس کے دل میں خود اپنی بُرائی اور اپنے معلّم کی برگزیدگی کا احساس

پیدا ہُوا۔ وہ اُس کی مہربانی سے خوش ہونے لگا اور اُس کی نیکیوں سے مرعوب۔ اور اس طرح بلا قصد و آگہی اس کے قلب پر محبت کی وہ جوابی صورت (یا انٹی روس[1]) منعکس ہونے لگی جس کا افلاطون نے ذکر کیا ہے۔ لوگ جب اس کو سُقراط کے ساتھ کھانا کھانے اور ایک ہی خیمے میں رہتے سہتے دیکھتے تو بہت تعجب کرتے، کیوں کہ اور سب سے وہ بہت رُک کر، رُوکھے پن سے ملتا تھا بلکہ بعض اشخاص کے ساتھ اُس نے نہایت ناگوار برتاؤ کیا تھا، بالخصوص انی توس ابن انتھی میون کے ساتھ، جو الکی بیادیس کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ ایک ضیافت میں جس میں بعض پردیسی اُس کے مہمان تھے، اُس نے الکی بیاد کو بھی مدعُو کیا۔ الکی بیاد نے پہلے تو شرکت سے انکار کر دیا، لیکن پھر اپنے گھر میں بہت سی شراب پی اور نشے میں چند ساتھیوں سمیت انی توس کے ہاں پہنچا کہ وہاں کچھ شرارت کرے۔ کمرے کے دروازے سے جس میں مہمان بیٹھے دعوت کا لُطف اُٹھا رہے تھے، اُس نے دیکھا کہ دسترخوان پر بہت سے سونے چاندی کے پیالے چُنے ہُوئے ہیں تو اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ ان میں سے آدھے اٹھا کر ہمارے گھر لے جاؤ؛ اور جب یہ ہو گیا تو وہاں سے چل دیا اور ازرہِ تبختر کمرے میں گھُسا تک نہیں۔ اس پر جتنے مہمان وہاں بیٹھے تھے،

---

[1] انٹی روس۔ یُونانی خرافات میں ایک دیوتا ہے کہ جو محبت کے جواب میں محبت نہ کریں اُن سے انتقام لیتا تھا، اس کے لفظی معنی "مقابلے کی محبت" سمجھنے چاہییں اور انھی معنی میں افلاطون نے اس کو بطور اصطلاح استعمال کیا ہے۔

نہایت ناراض ہوے اور اُس کی بدتہذیبی اور ہتک آمیز طرزِ عمل پر بگڑنے لگے۔ مگر برخلاف ان کے، انی توس نے یہی کہا کہ "یہ اس کی رعایت اور نرم دلی ہے کہ ایک حصّے پر قناعت کرلی ورنہ وہ چاہتا تو سب کچھ لے جاسکتا تھا۔"

اوروں کے ساتھ بھی جو اس کی خاطر خوشامد میں لگے رہتے تھے، الکبیادیس کا سلوک کچھ اسی قسم کا تھا مگر کہتے ہیں، ایک اجنبی کے ساتھ وہ بہت اچھی طرح پیش آیا، جس کا قصہ یہ ہے کہ اُس شخص نے اپنی ساری جایداد سو[1] اشرفیوں میں فروخت کردی، اور یہ رقم الکی بیاد کے رُوبرُو لاکر التجا کی کہ اسے قبول کرلے۔ الکی بیاد مسکرایا اور اس بات سے بہت خوش ہُوا۔ پھر اُس نے نذر لانے والے کو اپنے ساتھ کھانے پر بُلایا، بہت کچھ خاطر مدارات کی اور اس کی اشرفیاں واپس دے کر کہنے لگا کہ کل سرکاری مال گزاری کا ٹھیکہ دیا جانے والا ہے اس موقع پر تم ضرور موجود رہنا اور سب سے اُونچی بولی لگانا۔ اوّل اس شخص نے عذر کیا کہ وہ بہت بڑا اور کئی ہزار رُپے کا ٹھیکہ ہے، لیکن الکی بیاد نے جو اُس زمانے میں محصول مال گزاری کے ٹھیکے داروں سے کسی بات پر جلا ہُوا تھا، ایک نہ سُنی اور دھمکایا کہ اگر انکار کیا تو پٹوا دیے جاؤ گے۔ غرض دوسرے دن اُس شخص نے پچھلی شرح پر ایک ٹیلنٹ[2] بڑھا کر ٹھیکہ لینے کی درخواست کی۔ اس بات نے

---

[1] اشرفی سے یہاں "اس ٹے ٹر" مُراد ہے، جو قدیم یونان میں ہمارے موجودہ سترہ اٹھارہ رُپے کا ایک طلائی سکّہ ہوتا تھا۔ [2] ٹیلنٹ ایک قدیم وزن جو بطریقِ سکّہ بھی رائج تھا اور ہمارے (تین سو پونڈ یا) تقریباً ساڑھے تین ہزار رُپے کے مساوی ہوتا ہے۔ مترجم

تمام ٹھیکے داروں کو گھبرا دیا۔ وہ بہت جھلائے اور آپس میں صلاح کر کے، اُنھوں نے اصرار کرنا شروع کیا کہ یہ شخص اپنے ضامنوں کا نام بتائے۔ اس سوال نے اُس غریب کو سراسیمہ کر دیا اور وہ اپنی بات سے پھرنے کو تھا کہ الکی بیاد نے حکام سے مخاطب ہوکر دُور ہی سے پکار کر کہا "میرا نام لکھ لیجیے، میں اس شخص کی ضمانت دوں گا، یہ میرا دوست ہے۔" دوسرے بولی لگانے والوں نے جب یہ سُنا اور دیکھا کہ اُن کی حکمت نہ چل سکے گی تو وہ سخت پریشان ہوے۔ ان کا قاعدہ یہ تھا کہ اس سال کی مال گزاری سالِ آیندہ کے منافع سے ادا کرتے تھے۔ لہذا اب اُنھیں سوائے اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ اُسی اجنبی کی منت سماجت کرنے اور لالچ دینے لگے۔ مگر الکی بیاد نے کسی طرح اجازت نہ دی کہ وہ ایک ٹیلنٹ سے کم پر رضامند ہوجائے۔ چناں چہ جب یہ رقم ٹھیکے داروں نے اس کے حوالے کر دی تب اُس نے حکم دیا کہ اب معاملہ بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اس تدبیر سے شخص مذکور کی احتیاج اُس نے رفع کر دی۔

اگرچہ سقراط کے بہت سے قوی رقیب موجود تھے لیکن الکی بیادیس کی فطرتِ صالحہ سب سے زیادہ اُس کی محبت سے متاثر ہوئی تھی۔ سقراط کے الفاظ اُس پر ایسا اثر کرتے تھے کہ بعض اوقات اُس کے آنسو نکل پڑتے اور اس کی روح میں اضطراب پیدا ہوجاتا تھا لیکن کبھی کبھی وہ سقراط کو چھوڑ بیٹھتا اور عیش و عشرت کے نت نئے مشغلوں میں اپنے تئیں خوشامدیوں کے حوالے کر دیتا تھا۔

اُس وقت سقراط اِس طرح کہ گویا وہ کوئی مفرور غلام ہے، اُس کا تعاقب کرتا تھا۔ الکی بیاد کے دل میں بھی صرف اسی کا احترام اور خوف تھا ورنہ اور سب کو وہ حقیر جانتا تھا۔ حکیم کلینتھس[1] نے ایک شخص کا (جس سے وہ الفت رکھتا تھا) ذکر کرتے میں کہا ہے کہ صرف "اُس کے کان میری گرفت میں ہیں ورنہ باقی اُس کے تمام جسم و جان پر رقیبوں کا قبضہ ہے" الکی بیاد کی بھی حالت یہی تھی کہ وہ بہ آسانی تعیش کے پنجے میں پھنس جاتا تھا اور مورخ توسی دی دس نے جو الفاظ اُس کی عام طرزِ زندگی اور بدعنوانیوں کی نسبت استعمال کیے ہیں، اُن سے بھی یہی خیال ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت الکی بیاد کے بگاڑنے والوں نے سب سے زیادہ جس چیز سے فائدہ اُٹھایا وہ اُس کی خودنمائی اور طلبِ جاہ تھی کہ انھی کو تحریک دے کر اُنھوں نے اُس کو بے وقت و بے موقع بڑے بڑے کاموں میں ہاتھ ڈالنے پر آمادہ کر دیا اور یہ طمع دلائی کہ جب وہ سیاسی معاملات میں حصہ لینے لگے گا، تو بہت جلد سلطنت کے تمام مدبر اور سپہ سالار ماند ہو جائیں گے بلکہ اُس کا وہ اقتدار اور وہ ناموری ہوگی جو خود پری کلیس کو بھی یونان میں حاصل نہ ہوئی تھی۔ لیکن جس طرح تپایا ہُوا نرم لوہا، ٹھنڈا ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور اس کے تمام جوڑ پھر بند ہو جاتے ہیں بالکل ہی طرح، جب سقراط دیکھتا تھا کہ عیش یا غرور الکی بیاد کو گمراہ کر رہے ہیں تو

---

[1] کلینتھس (از ۳۳۱ تا ۲۵۰ ق م) فلسفۂ رواقیہ کے بانی حکیم زینو کا نامور شاگرد گزرا ہے، اپنے فلسفیانہ عقائد کے بموجب آخر میں اس نے فاقوں سے خودکشی کر لی تھی۔ م

وہ اپنی تقریروں سے اُس کی تنبیہ اور دُرستی کرتا اور یہ دِکھا کر کہ اُس میں کتنے نقص ہیں اور نکوئی کی تکمیل سے وہ کس قدر دُور ہی، اُسے دھیما اور منکسر مزاج بنا دیتا تھا۔

عہدِ طفولیت سے گزرنے کے بعد کا ذکر ہی کہ وہ ایک مرتبہ کسی صرف نحو کے مدرسے میں گیا اور وہاں کے اُستاد سے ہومر کی کوئی کتاب طلب کی۔ اور جب اُس نے جواب دیا کہ ہومر کی کوئی چیز میرے پاس نہیں ہی، تو الکی بیاد نے اُس کے ایک مُکا رسید کیا اور باہر چلا آیا۔ اسی طرح ایک اور مُدرّس نے اُس کے سامنے دعویٰ کیا کہ میں نے ہومر کی تصحیح کی ہی۔ الکی بیاد نے کہا "اس کے باوجود، تم بچّوں کے پڑھانے میں وقت صرف کرتے ہو؟ اگر تم ہومر کی ترمیم کر سکتے ہو تو یقیناً تم انسانوں کو بہت کچھ سبق دے سکتے ہو"! ایک مرتبہ وہ پری کلیس سے کچھ باتیں کرنی چاہتا تھا لیکن اس کے گھر پہنچ کر معلوم ہُوا کہ اس وقت اُسے فرصت نہیں ہی بلکہ وہ غور کر رہا ہی کہ ملکی حسابات کس طرح لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ یہ سُن کر الکی بیاد جاتے جاتے کہنے لگا "بہتر تو یہ تھا کہ وہ اس بات پر غور کرتا کہ وہ کون سا طریقہ ہی جو سرے سے حسابات پیش ہی نہ کیے جائیں!"

پوٹڈیہ سے جب لڑائی چھڑی تو الکی بیاد لڑکا سا تھا لیکن اس مُہم میں گیا اور پڑاؤ پر اسی خیمے میں رہتا، جس میں سقراط تھا اور صفِ جنگ میں بھی اسی کے برابر کھڑا ہُوا تھا۔ اسی میں ایک موقع پر گھمسان کی تیز لڑائی ہوئی جس میں ان دونوں نے بڑی

شجاعت دکھائی۔ الکی بیاد زخمی ہوا تو سقراط اس کے بچانے کے لیے خود سینہ سپر ہوگیا اور اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اُسی نے الکی بیاد کی جان اور اسلحہ دشمن کے ہاتھ سے بچائے اور وہی شجاعت کا انعام، پانے کا دعویٰ کر سکتا تھا۔ لیکن سپہ سالار یہ عزت عالی رُتبہ الکی بیاد کو دینے کے مشتاق تھے اور خود سقراط اس کا شوق و جوش بڑھانا چاہتا تھا، پس سب سے پہلے اسی نے الکی بیاد کے حق میں گواہی دی اور اصرار کیا کہ فتح کا سہرا اُسی کے سر پر باندھا جائے اور اسی کو جنگ کا پورا انعامی لباس عطا کیا جائے۔ اس کے بعد جب ڈیلیئم کی لڑائی میں اہلِ ایتھنز کو شکست نصیب ہوئی تو سقراط بھی اور چند سپاہیوں سمیت پیادہ پا واپس ہو رہا تھا۔ الکی بیاد گھوڑے پر سوار تھا مگر اُسے اس حالت میں دیکھ کر اُس نے آگے جانا گوارا نہ کیا بلکہ سقراط کی حفاظت کے خیال سے ان کے ساتھ ہوگیا اور حکیم موصوف کو خطرے سے صحیح و سلامت بچا لایا۔ حالاں کہ دشمن انھیں دبائے آتا تھا اور اُن کے بہت سے آدمی کاٹ ڈالے تھے۔ لیکن یہ واقعہ کچھ عرصے بعد کا ہے۔

الکی بیادیس نے کیلیاس کے باپ ہیپونی جس کے بھی ایک دفعہ کان پر مُکّا مار دیا تھا، حالاں کہ اپنی دولت اور عالی خاندانی کی وجہ سے وہ بہت نامی گرامی شخص تھا۔ اور یہ کام اُس نے بلا کسی اشتعال یا تنازع کے، محض اس لیے کیا تھا کہ ہنسی ہنسی میں وہ اپنے یاروں سے ایسا کرنے کا اقرار کر بیٹھا تھا۔ لیکن جب شہر

میں یہ بات معلوم ہوئی تو لوگوں کو خواہ مخواہ ناگوار گزرا مگر دوسرے دن علی الصباح الکی بیاد نے ہپونی جس کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر جا کے کپڑے اتار دیے اور اپنا ننگا پنڈا اس کے سامنے کر کے درخواست کی کہ جتنے جی چاہے کوڑے یا دُرّے مارے۔ اس بات پر ہپونی جس کا سارا غصہ اُتر گیا اور اس نے الکی بیاد کی خطا معاف کر دی، بلکہ تھوڑے ہی دن بعد اپنی بیٹی ہپارتی اس کے نکاح میں دے دی، اگرچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہپونی جس نے نہیں بلکہ اس کے بیٹے کیلیاس نے یہ شادی کی تھی اور نیز دس ٹیلنٹ جہیز میں دیے تھے۔ پھر جب اس کے ہاں بیٹا ہوا تو الکی بیادیس نے اور دس ٹیلنٹ اس بہانے اینٹھ لیے کہ ہماری قرارداد یہی تھی کہ اگر ہپارتی سے اولاد ہوئی تو اتنی رقم تم اور دو گے۔ چوں کہ کیلیاس کا وارثِ بازگشت الکی بیاد ہونا تھا لہٰذا اس ڈر سے کہ کہیں وہ مجھے مروا ڈالے، کیلیاس نے لوگوں کی بھری مجلس میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ اگر میں لاولد مر جاؤں تو میرے مکان اور املاک کی مالک حکومت ہوگی۔

ہپارتی بڑی حکم بردار اور عفت مآب بیوی تھی مگر جب اُس کے شوہر کی زیادتیاں حد سے گزر گئیں، یعنی شہر اور باہر کی رنڈیاں بُلا بُلا کے اُن کی مہمانی کرنے کا سلسلہ کسی طرح ختم ہونے نہ آیا تو آخر کار اُس نے الکی بیاد کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائی کے گھر چلی آئی۔ ظاہر الکی بیاد کو اس بات کی بھی پروا نہ ہوئی اور وہ اُسی عیش و نشاط میں مصروف رہا۔ لیکن حسب قانون یہ ضروری

کہ زوجہ آرکن کے روبرو اپنے خاوند کے سامنے اصالتاً (نہ کہ نیابتاً) موجود ہو، جس سے کہ طلاق لینا چاہتی ہو۔ چناں چہ ہپاریتی نے یہی درخواست کی۔ مگر الکی بیاد نے عدالت کے اندر پہنچ کر اُسے پکڑ لیا اور سرِ بازار اُٹھائے ہوئے گھر تک لے آیا اور کسی کو مزاحمت کرنے کی یا اُسے چھڑانے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہپاریتی بھی پھر وفات پانے تک (جو اس واقعے کے تھوڑے عرصے بعد واقع ہوئی جب کہ الکی بیادیس ایفی سس گیا ہوا تھا) اُس سے جدا نہ ہوئی۔ اور غور کیا جائے تو الکی بیاد کی یہ زبردستی کچھ بہت نازیبا نہیں سمجھی جا سکتی کیوں کہ خود قانون کا منشا طلاق چاہنے والی کو عدالت عام میں بلانے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کو مصالحت کا ایک اور موقع دے۔

الکی بیادیس کے پاس ایک بہت بڑا اور نہایت خوب صورت کتا تھا جسے اُس نے ستّر مینے (تقریباً پانچ ہزار رُپے) میں خریدا تھا۔ اس کتّے کی دُم اس کے جسم کی زینت تھی، اسی کو الکی بیاد نے حکم دیا کہ کاٹ دی جائے۔ اور جب اُس کے دوست آشناؤں نے سخت حیرت کا اظہار کیا اور بیان کیا کہ "تمام اہلِ شہر کو کتّے کی شکل بگڑنے کا رنج ہے اور وہ تمھاری اس حرکت پر بُرا بھلا کہہ رہے ہیں" تو الکی بیاد خوب ہنسا اور کہنے لگا "گویا جو میں چاہتا تھا وہی ہوا، میرا مطلب یہی تھا کہ ایتھنز والے ان باتوں میں لگے رہے تو مجھ میں جو اور بدتر عیب ہیں اُن کے چرچے تو نہیں کریں گے!"

بیان کرتے ہیں کہ قومی مجلس میں پہلی مرتبہ وہ محض ایک معطی کی حیثیت سے آیا تھا۔ اور وہ بھی بالارادہ نہیں، بلکہ جاتے جاتے

اُس نے کچھ شور سُنا اور جب دریافت کرنے پر معلوم ہؤا کہ بعض لوگ قوم کو چندے اور عطیّے دے رہے ہیں تو وہ بھی جلسے میں چلا آیا اور چندہ دینے میں شریک ہوگیا۔ اس پر مجمع میں وہ احسنت و آفریں کی صدائیں بلند کیں کہ الکی بیادیس کو خوشی کے عالم میں اپنی بٹیر کا بھی خیال نہیں رہا جو چُغے کے نیچے اُس کے پاس تھی۔ وہ شور وغل سے ڈری اور نکل کر اُڑ گئی۔ اُس وقت لوگوں نے پہلے سے بھی زیادہ شور مچایا اور اُسے پکڑنے دوڑے۔ چناں چہ ایک ملّاح اَن تیوک نے اُسے پکڑ کر پھر الکی بیادیس کے حوالے کردیا اور اس کے بعد سے الکی بیاد نے ہمیشہ اُسے عزیز رکھا۔

قومی معاملات میں پیش پیش ہوجانے کے متعدد وسیلے الکی بیادیس کو حاصل تھے۔ اس کی عالی نسبی، دولت مندی، ذاتی بہادری جو کئی لڑائیوں میں اُس سے ظہور میں آئی، پھر اُس کے دوستوں اور دست نگر ہوا خواہوں کی کثرت، ان سب چیزوں نے مل کر، کہنا چاہیے کہ قصرِ ناموری کے آغوش نما دروازے اُس پر کھول دیے تھے۔ لیکن اُسے یہ منظور نہ ہؤا کہ لوگوں میں اقتدار کی بنیاد اپنی فصاحت کے سوا، اور کسی چیز کو بنائے۔ یہ امر کہ الکی بیاد فنِ تقریر میں کامل مہارت رکھتا تھا، خود مطائبہ نویس شعرا کے بیان سے ثابت ہے، اور سب سے بڑا فصیح گفتار خطیب[۱] بھی اپنی ایک تقریر میں (جو میڈیاس کے خلاف کی گئی تھی) معترف ہے کہ اور اوصاف و کمالات کے علاوہ الکی بیادیس نہایت باکمال خطیب تھا — ان

[۱] ڈموس تینیز سے مُراد جو بالعموم یُونان کا سب سے بڑا خطیب مانا جاتا ہے۔ مترجم

شہادتوں سے قطع نظر، اگر ہم تھیوفراسطس کا اعتبار کریں، جو تمام حکما میں نہایت باریک بین محقق اور سچی تاریخ کا عاشق گزرا ہی، تو معلوم ہوتا ہی کہ الکی بیاد کا بڑا کمال اُس کی طبّاعی اور محل شناسی تھا کہ موقع اور موضوع کے اعتبار سے جو بات مناسب ہوتی اُسے چن لیتا اور اسی پر اکتفا نہ کرتا کہ جو کچھ کہنا ہی وہ کہ دیا جائے، بلکہ ہمیشہ حُسنِ بیان کے لیے موزوں الفاظ اور فقرات کا انتخاب کرتا تھا، چناں چہ جب کوئی اچھا لفظ یا فقرہ فوراً ذہن میں نہ آتا تو وہ اکثر تقریر کرتے کرتے رُک جاتا اور خاموش ہوکر سوچنے لگتا کہ وہ بات جو اس موقع پر کہنی چاہیے تھی، خیال میں آجائے ؎

الکی بیادیس نے ہزاروں رُپے کے خرچ سے گھڑ دوڑ کے گھوڑے رکھتے تھے اور جس تعداد میں رتھیں اُس کے ہاں تھیں، ان کی بڑی دھوم تھی۔ اُس کے سوائے، کسی معمولی آدمی یا بادشاہ تک نے، اکٹھی سات رتھیں کبھی اولمپی کھیلوں میں نہ بھیجی تھیں۔ اور اول و دوم اور (تو سی دیدیس کے بقول) چہارم یا (یوری پڈیز کے بقول) سوم انعام جو اُس نے ایک ہی بار جیتے، یہ ایسا اعزاز تھا کہ اس قسم کے کھیلوں میں کبھی کسی کے نصیب میں آنا کیا معنی، خیال میں بھی نہ آیا تھا۔ یوری پڈیز اس کامیابی کو اس طرح یادگار بناتا ہی :- ”فرزندِ کلی نیاس، تیرے

لازم ہی کہ گیت گاتے رہیے

ہو فتح عزیز سب کو یوں تو

جو تجھ کو ملی، ملی وہ کس کو

ہاں بن نہ پڑا تھا جو کسی سے
یونان میں، کیا وہ کام تُو نے
بازی میں رتھوں کی آیا تُو ہی
اوّل بھی دُوم بھی اور سوم بھی
شہرت ہو نہ کیوں تری سلامی
مشہور نہ کیوں ہو نام نامی
جب ایک ہی نام لے کے تیرا
کر گئیت سہ مرتبہ پکارا
اور تجھ کو ہی سب نے پایا ہر بار
زیتون[1] کے تاج کا سزاوار"

اس موقع پر مختلف شہروں اور ریاستوں نے جس جوشِ مسابقت کے ساتھ، الکی بیاد کو مبارک بادیں اور تحائف پیش کیے، اُس نے اس کامیابی کو اور چمکا دیا۔ اہلِ افی سس نے اُس کے لیے نہایت آراستہ شامیانہ قائم کیا، خیوس والوں نے اس کے گھوڑوں کے واسطے راتب اور قربانی کے لیے بے شمار جانور مہیا کیے۔ اور ان بڑی بڑی دعوتوں کے لیے جو الکی بیادیس فتح کی خوشی میں دے رہا تھا، لس بوس والوں نے شراب اور دیگر سامانِ خور و نوش نذر کیا۔ ایسی غیر معمولی شہرت اور اعزاز کے باوجود وہ لوگوں کی بدگوئی سے محفوظ نہ تھا، جس کی وجہ دشمنوں کی کینہ وری تھی یا خود اُس کی کج روی۔ کیوں کہ مشہور ہے کہ اس نے اپنے دوست اور ایتھنز کے

---

[1] یہی زیتون کا تاج، سب سے اعلیٰ انعام تھا، جو اولمپی نمایش کے جیتنے والوں کو دیا جاتا تھا۔ م

ایک معزز شہری ڈیومدیز کے ساتھ ایک رتھ کے معاملے میں بدعہدی کی۔ ڈیومدیز نے شہر آرگس کی ایک رتھ کا بڑا شہرہ سُنا تھا، اور چوں کہ اُسے رتھ کی دَوڑ جیتنے کا بڑا ہی ارمان تھا اس لیے یہ رتھ اُس نے الکی بیادِ کی وساطت سے خریدنی چاہی، جس کے آرگس میں بہت دوست اور بڑا رسوخ تھا۔ الکی بیاد نے یہ رتھ خرید بھی لی، لیکن پھر اُس پر خود ہی قابض ہو گیا ڈیومدیز بکتا جھکتا اور اس عہد شکنی پر انسانوں اور دیوتاؤں کو گواہ کرتا رہا مگر الکی بیادیس نے رتھ نہ دی۔ معلوم ہوتا ہے اس معاملے میں قانونی چارہ جوئی کی بھی نوبت پہنچی تھی اور اس رتھ کے متعلق ایک خطبۂ وکالت اب تک محفوظ ہے جسے الیسوکریطؔ نے الکی بیادیس کے بیٹے کی طرف سے تیار کیا تھا، لیکن اس مقدمے میں مدعی کا نام تی سیاس ہے نہ کہ ڈیومدیز ؎

جب الکی بیاد نے سیاسی معاملات میں حصّہ لینا شروع کیا تو ہر چند وہ بالکل نوجوان تھا لیکن بہت جلد ایسا دخیل ہو گیا کہ سوائے فیاژش اور نکیاس کے اُن لوگوں میں سے جو قوم پر اپنا سکّہ بٹھانا چاہتے تھے، کوئی بھی اس کا مدِّ مقابل نہ رہا۔ البتہ نکیاس اور فیاژش اس کے برابر کی چوٹ تھے، جن میں سے پہلا سن رسیدہ شخص تھا اور ایتھنز میں سب سے بہتر سپہ سالار مانا جاتا تھا۔ فیاژش الکی بیادِس کی طرح ایک نوخیز مُدبّر اور عالی خاندان آدمی تھا، لیکن اور بہت سی باتوں کے علاوہ حسنِ تقریر میں بھی وہ الکی بیاد سے گھٹا ہوا تھا۔ بھرے جلسے میں بحث کرنے کی بجائے اسے علیحدہ بیٹھ کر گفتگو کرنی

اور سمجھانا بجھانا خوب آتا تھا اور جیسا کہ پولوس نے اس کی نسبت کہا ہے " وہ بہت اچھا باتونی اور بہت بڑا مقرر" تھا۔ الکی بیاد کی مخالفت میں اس کا ایک تحریری خطبہ اب تک محفوظ ہے، جس میں اور باتوں کے علاوہ یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ الکی بیادیس کے دسترخوان پر روزانہ چاندی سونے کے برتن چُنے جاتے ہیں اور وہ اُنھیں اس طرح برتتا ہے جیسے اس کا مال ہیں، حالاں کہ سرکاری اور قومی املاک تھے۔

اسی زمانے میں ہیپربولس نام ایک شخص قصبہ پری تھڈی کا شہری وہاں رہتا تھا، جسے توسی دیدس مؤرخ نے بھی بدکردار بیان کیا ہے اور جو تمام معاصر ہجوگو شعرا کا ہدف بنا رہتا تھا مگر کیسی ہی مذمت کی جائے خود اُسے کچھ حس نہ تھی اور چوں کہ عزّت کی پروا نہ تھی، اس لیے ذلت کا بھی کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ اس قسم کی طبیعت کو بعض لوگ ہمت و دلیری کا مرادف سمجھتے ہیں، حالاں کہ درحقیقت وہ بے مہاری اور بے غیرتی کی دلیل ہے۔ لیکن گو ہیپربولس کو کوئی اچھا نہ جانتا تھا پھر بھی جب کبھی کسی کا جی چاہتا تھا کہ صاحبِ اقتدار جماعت کو رسوا یا متہم کرے تو اکثر اسی ہیپربولس سے کام لیتے تھے۔ جس وقت کا ہم ذکر کر رہے ہیں، ان دنوں ہیپربولس ہی کی تحریک سے فتویٰ عام طلب کیا جانے والا تھا۔ یہ وہ ہتیار ہے جو اُن شہریوں کو شہر بدر اور ذلیل کرنے میں استعمال کیا جاتا تھا، جنھیں قوت و رسوخ میں اپنے ہم وطنوں پر فوقیت حاصل ہو جائے۔ بظاہر تو اس کا مقصود یہ تھا کہ ایسے اشخاص کو دس سال کے لیے جلا وطن کر دیا جائے جس

سے قوم کو اندیشہ ہو کہ وہ اپنی قوت کا بُرا استعمال کریں گے، لیکن نسا یار ملکی خوف سے زیادہ جذبۂ حسد تھا جسے وہ اس طریقے پر تشفّی دیا کرتے تھے چناں چہ اس موقع پر فتویٰ عام کی تحریک ہوئی تو اس میں کوئی شک نہ نظر آتا تھا کہ الکی بیاد یا فیاتز یا نکیاس، انھی تینوں میں سے ایک کو شہر بدر کیا جائے گا۔ پس الکی بیادیس نے اُس وقت چالاکی سے سب فریقوں کو متحد کر لیا اور نکیاس کو ہمراز بنا کر، فتویٰ عام کا فیصلہ خود ہیپربوس کے خلاف دلوا دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ نکیاس کی بجائے اُس نے فیاتز کو ملایا تھا اور اس کے گروہ کی مدد سے ہیپربوس کو شہر بدر کرایا تھا حالاں کہ یہ وہ سزا تھی جس کا خود انھیں اندیشہ تھا نہ کہ ہیپربوس کو کیوں کہ اس سے پہلے کبھی کوئی گم نام یا ادنیٰ درجے کا آدمی اس طرح سزایاب نہ ہُوا تھا۔ اور اسی پر مطائب نویس پلے ٹو نے ہیپربوس کی نسبت یہ شعر لکھے تو کچھ بے جا نہ تھے کہ:

"وہ تھا سزا ہی کے لائق، یہ سب کو ہے تسلیم
مگر مناسبِ حال اُس کے یہ سزا تو نہ تھی
اور ایسے ایسے رذالوں کے واسطے تو ہیں
دیا تھا قوم نے ہاتھوں میں ٹھیکرا نہ کبھی"

لیکن اس معاملے کے متعلق جو کچھ ہمیں معلوم ہے، کسی اور مقام پر

ؔ فتویٰ عام (یعنی روس ٹرے سزم) کی، جیسا کہ پہلی جلد میں لکھا جا چکا ہے، صورت یہ ہوتی تھی کہ ایتھنز کے تمام آزاد شہری جمع ہو کر ایک ٹھیکرے پر اُس شخص کا نام لکھ دیتے تھے جسے وہ سلطنت کے حق میں خطرناک سمجھتے ہوں۔ اب اگر ایک ہی شخص کا نام ایسے چھ ہزار ٹھیکروں پر لکھا ہُوا ملے تو اُس کو دس برس کے لیے جلا وطن ہونا پڑتا تھا۔ یہ سزا عام طور پر (باقی حاشیہ صفحہ ۱۵۲ پر)

ہم نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے ؛

سپہ سالار نکیاس کا جو اعزاز اہلِ شہر نے کیا اس پہ الکی بیادیس کو کچھ کم رشک نہ تھا مگر یہ دیکھ کر بھی اس نے بہت پیچ و تاب کھایا کہ ایتھنز کے دشمنوں میں بھی نکیاس کی ناموری ہونے لگی، چناں چہ گو سرکاری طور پہ الکی بیادیس اس کام پر مقرر تھا کہ اسپارٹہ سے جو لوگ آئیں، اُن کی مہمان داری کرے اور نیز پیلوسؔ کی لڑائی میں، جو اسپارٹہ کے سپاہی قیدی ہو کر آئے تھے۔ اُن کی دیکھ بھال اسی کے سپرد تھی۔ لیکن جب زیادہ تر نکیاس کی کوشش سے صلح ہوئی اور یہ قیدی رہا کیے گئے تو وہ بھی نکیاس کے بندۂ احسان ہو گئے اور یُونان میں عام طور پر کہا جانے لگا کہ پری کلیس نے جنگ شروع کی تھی، اور نکیاس نے اُس کو ختم کیا حتیٰ کہ اس مصالحت کو بھی عموماً امن نامہ نکیاس کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ ان باتوں سے الکی بیادیس بہت جلا اور فرطِ حسد سے کمربستہ ہو گیا کہ اس ایتھنز و اسپارٹہ کی صلح میں کھنڈت ڈال دے۔ نظر براں اُس نے

لے پیلوس علاقہ میسنیا کے مغربی ساحل پہ ایک چھوٹا سا مقام تھا، جس پہ جنگ پلوپونی سس کے زمانے میں اہلِ ایتھنز نے قبضہ کر لیا تھا اور اسپارٹہ کی فوج جو انھیں گھیرنا چاہتی تھی خود جزیرہ سفاک ٹیریا میں گھر کر پکڑی گئی تھی (واقع ۴۲۵ ق م)؛ مترجم

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اُن کے مشاہیر اہلِ اقتدار ہی کے حصے میں آتی تھی جو سیاسی اختیارات کے لیے باہم ایک دوسرے کے حریف ہوتے تھے، لیکن ہپربوس معاملے میں الکی بیاد نے بآسانی اپنے دوسرے حریفوں کو ملا لیا (کیوں کہ ان میں درحقیقت کوئی سخت مخالفت تھی بھی نہیں) اور اس طرح سب نے مل کر ہپربوس کے خلاف رائیں دیں اور وہ غریب مُفت میں جلاوطن ہوا۔ مترجم

ادگس کے لوگوں کو خفیہ طور پر یقین دلایا کہ ایتھنز تمھارے ساتھ متحد ہوجائے گا۔ واضح رہے کہ یہ ریاست کچھ نفرت اور کچھ خوف کی وجہ سے اسپارٹہ کی دشمنی سے اپنی حفاظت چاہتی تھی۔ اور اسی لیے الکی بیادس نے وہاں کے خاص خاص اہل الرائے کو زبانی اور خطوں کے ذریعے ہمت دلائی کہ وہ اسپارٹہ سے زرا نہ ڈریں اور نہ اُن کے ساتھ کسی رعایت کو جائز رکھیں بلکہ اور چند روز صبر کریں کیوں کہ اہل ایتھنز صلح کر لینے پر ابھی سے پشیمان ہوتے جاتے تھے، اور بہت جلد امید تھی کہ جلد پھر اسپارٹہ سے دست و گریباں ہوجائیں گے۔

اس کے بعد جب اہل اسپارٹہ نے (ایتھنز کے دشمن ہمسایوں یعنی) اہل بیوشیہ سے اتحاد کرلیا اور قصبہ پناکٹم کو بجنسہٖ حوالے نہ کیا بلکہ خلاف معاہدہ منہدم کردیا، تو اس پر ایتھنز کے لوگ بہت ناراض ہوے اور الکی بیادیس کو نہایت عمدہ موقع مل گیا کہ وہ انھیں اور زیادہ اشتعال دلائے۔ وہ نکیاس پر برس پڑا اور الزام پہ الزام لگانے شروع کیے، جو قرین صحت بھی معلوم ہوتے تھے۔ مثلاً یہ کہ جب نکیاس سپہ سالار تھا تو اُس نے سفاک ٹیریا میں محصور دشمنوں کو گرفتار کرنے کی کوشش نہ کی۔ بلکہ اوروں نے انھیں اسیر کرلیا تو نکیاس نے رہائی دلوائی اور واپس اسپارٹہ بھیج دیا تاکہ وہاں والوں کی خوشنودی حاصل کرے۔ پھر یہ کہ ایسا رسوخ رکھنے کے باوجود اُس نے اسپارٹہ کو کورنتہ اور بیوشیہ سے اتحاد کرتے وقت، باز نہ رکھا۔ اور اس کے برعکس جب کوئی یونانی ریاست ایتھنز کی طرف جھکی اور اتحاد پر مائل ہوئی تو نکیاس، یہ دیکھ کر کہ اسپارٹہ والے مخالف ہیں،

ایسے ہر اتحاد کے راستے میں حائل اور مزاحم ہوگیا۔
اتفاقاً اسی زمانے میں جب کہ نکیاس ان تدبیروں سے لوگوں میں بدنام کیا جا رہا تھا، اسپارٹہ کے ایلچی ایتھنز آئے اور آتے ہی جو کچھ اُنھوں نے کہا وہ بہت قابلِ اطمینان تھا یعنی یہ کہ وہ پورے اختیارات کے ساتھ بھیجے گئے ہیں تاکہ تمام نزاعی معاملات کا معقول اور منصفانہ تصفیہ کر دیں۔ مجلسِ انتظامی (کونسل) نے ان کی تجاویز بھی سُن لیں اور دوسری صبح وہ مجلسِ عوام کے سامنے پیش ہونے والے تھے۔ اس وقت الکی بیادلیس کو بہت تردد ہُوا اور اُس نے کوشش کی کہ کسی طرح ان ایلچیوں سے خفیہ ملاقات کرے چناں چہ جب وہ ملے تو اُس نے اُن سے سوال کیا کہ "اے باشندگانِ اسپارٹہ، تمھارا اب کیا ارادہ ہے؟ کیا تم اس بات سے ناواقف ہو کہ کونسل ہمیشہ سفرا کے ساتھ لحاظ اور نرمی سے پیش آتی ہے، لیکن جمہور ہمیشہ بڑبولے اور لالچی ہوتے ہیں؟ اب اگر تم نے ظاہر کر دیا کہ تمھیں پورے اختیارات دیئے گئے ہیں تو لوگ بڑھا بڑھا کے غیر معقول شرطیں لگائیں گے اور تمھیں طرح طرح سے مجبور کریں گے کہ ان کو تسلیم کر لیا جائے۔ اس لیے اگر تم یہ چاہتے ہو کہ مساویانہ شرائط پر فیصلہ کیا جائے، اور تمھارے خلافِ منشا شرطیں نہ منوائی جائیں، تو ایسی بے وقوفی نہ کرو کہ اپنے تئیں مختارِ کار بتا دو۔ تمھیں تو محض سلسلہ جنبانی کے طور پہ بعض ضروری معاملات پہ گفتگو چھیڑنی چاہیے اور میں اسپارٹہ کی خیرخواہی میں خوشی سے تمھیں پوری مدد دوں گا" اور جب یہ کہہ

چکا تو اُس نے قسم کھائی کہ جو وعدہ کیا ہو اس کے مطابق عمل کرے گا۔ قسم نے ایلچیوں کو اس پر پورا اعتبار دلا دیا اور گویا نکیاس سے ٹوٹ کر وہ اُس کے ہو گئے اور الکی بیادیس اُن سے رُخصت ہوا تو وہ سب اُس کی دُور بینی اور فراست کے مدّاح تھے! غرض دوسرے دن جب لوگ جمع ہو گئے اور سفیروں کا تعارف کرایا گیا تو الکی بیاد نے بظاہر بڑے اخلاق سے، یہ سوال کیا کہ وہ کن اختیارات کے ساتھ ایتھنز بھیجے گئے ہیں؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم مختارکار کی حیثیت سے وہاں نہیں آئے ہیں ۞

یہ سنتے ہی الکی بیاد اس طرح چونک پڑا کہ گویا یہ عیاری اُس نے نہیں کی بلکہ خود اُس کے ساتھ کی گئی ہو۔ اور چلّا چلّا کے اسپارٹہ کے سفیروں پر جعل سازی اور فریب کے الزام لگانے لگا کہ ایسے اشخاص کا مقصد کبھی مخلصانہ نہیں ہوسکتا ۞

اس واقعے نے لوگوں کو مشتعل کر دیا۔ مجلسِ انتظامی کے افراد بھی نہایت ناراض ہوئے اور نکیاس، جسے اس مکر اور جعل سازی کی مطلق خبر نہ تھی، بالکل کھویا گیا۔ سفیروں کے اس طرح بدل جانے پر اُسے جس قدر حیرت تھی اسی قدر ندامت بھی ہوئی۔ غرض اس اس طرح اسپارٹہ کی یہ سفارت سراسر ناکام و نامراد واپس ہوئی اور الکی بیادیس سپہ سالار بنا دیا گیا، جس نے پہلا کام یہ کیا کہ آرگس، ایلیہ اور مان ٹینہ والوں کے ساتھ ایتھنز کا از سرِ نو اتحاد قائم کر دیا ۞

الکی بیاد نے جن وسائل سے یہ کارروائی کی تھی اُنھیں کوئی

شخص اچھا نہ کہے گا۔ بایں ہمہ، تمام پلوپونی سس کو اس طرح دو فریقوں میں منقسم کر کے، ہلا دینا اور ایک تعدادِ کثیر کو اسپارٹہ کے خلاف مان ٹینہ[1] کے میدان میں، ایک دن میں مجتمع کر دینا، اس کی حکمتِ عملی کا بڑا کارنامہ تھا۔ مزید براں اُس نے لڑائی کو ایتھنز کی سرحدوں سے اتنی دُور ہٹا دیا تھا کہ شکست کی صورت میں بھی اس شہر کو کوئی خطرہ دشمنوں سے نہ ہو سکتا تھا۔ حالاں کہ ان کی فتح سے خود شہر اسپارٹہ کی حالت مخدوش ہو جاتی ؂

مان ٹینہ کی اس جنگ کے بعد، آرگوس کے ایک ہزار چیدہ سپاہیوں نے جمہوری حکومت کو مٹا کر خود شہر پر قبضہ کر لینے کی کوشش کی۔ اسپارٹہ والے بھی ان کی مدد کو پہنچ گئے اور جمہوریت کا تختہ اُلٹ دیا، لیکن اہلِ شہر نے پھر ہتھیار سنبھالے اور غاصبوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اسی وقت الکی بیادیس بھی آگیا اور اس کی مدد سے جمہوریت پسندوں کو فتح کامل نصیب ہوئی۔ جس کے بعد الکی بیادیس نے انھیں آمادہ کیا کہ شہر کے گرد لمبی فصیلیں بنا کر وہ اُسے سمندر سے ملا دیں۔ تاکہ آرگوس بالکل دولتِ ایتھنز کی دسترس میں آجائے۔ اسی غرض کے لیے وہ ایتھنز کے راج اور معماروں کو وہاں لایا اور اہلِ آرگوس کے کام میں بڑی مستعدی دکھائی۔ اور اس میں نہ صرف ذاتی شہرت و اقتدار حاصل کیا بلکہ جمہوریہ

---

[1] مان ٹینہ علاقہ آرکیڈیا میں آرگوس کی سرحد کے قریب واقع تھا۔ اسپارٹہ کا علاقہ بھی یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ مگر اس جنگ میں ایتھنز کے اتحادیوں کو شکست فاش نصیب ہوئی (۴۱۸ ق م)۔ مترجم

ایتھنز کی قوت بھی بڑھا دی ۔ قصبہ پاٹری کے لوگوں کو بھی اس نے اسی طرح لمبی فصیلیں بنانے پر آمادہ کیا ۔ اور جب کسی نے بطور تنبیہ انھیں جتایا کہ آخر میں اہلِ ایتھنز ان کا علاقہ ہضم کر جائیں گے تو الکی بیادیز نے اس کا یہ جواب دیا کہ "ہاں ایسا ہونا ممکن ہے لیکن اگر یہ ہوا تو اہلِ ایتھنز پیروں سے شروع کر کے آہستہ آہستہ تمھیں کھائیں گے ۔ حالاں کہ اسپارٹہ والے پہلے سر پہ منہ ماریں گے اور ایک ہی مرتبہ تمھارا لقمہ کر جائیں گے !" لیکن بحری قوت بڑھانے کے ساتھ وہ اپنے اہلِ وطن کو بری فوائد پر بھی متوجہ کرتا رہتا اور اکثر جوانانِ شہر کو وہ حلف یاد دلاتا جو اُنھوں نے اگرولوس میں اٹھایا تھا کہ جہاں تک گیہوں ، جو ، انگور و زیتون کی پیداوار ہوتی دیکھیں ، اسے اپنی حدودِ مملکت میں داخل سمجھیں ۔ گویا ہر زرخیز اور مزروعہ علاقے پر اپنے قبضے اور حق کے مدعی ہوں ۔

ان تقریروں اور کاموں کے باوجود اور اپنی ساری فصاحت اور فراست کے باوصف ، الکی بیادیس کے مسرفانہ خورونوش اور عیاشی نے اس کی زندگی میں بے جا عیش و عشرت اور بے اعتدالی بھی شامل کر دی تھی ۔ وہ عورتوں کی طرح چمکیلے سرخ کپڑے کے لمبے لمبے لبادے پہنتا جن کے دامن بازاروں میں گھسٹتے چلتے تھے ۔ جہاز میں بھی اس کا بستر تختۂ جہاز پر ہونے کی بجائے تراشیدہ تختوں پر بچھایا جاتا اور وہ ڈوریوں سے باندھ کر گہوارے کی طرح آویزاں کر دیے جاتے تھے کہ وہ ان میں نرم نرم گدّوں پر آرام کرے ۔ اپنی بیش قیمت مرصّع ڈھال پر بھی قومی نشان کی بجائے اس نے عشق کے دیوتا

(کیوپڈ) کی تصویر برق بدست نقش کرائی تھی ۔غرض اس قسم کی بہت سی حرکتیں تھیں، جنھیں دیکھ کر شہر کے شریف اور ذی وجاہت لوگ کراہت اور نفرت کرتے تھے اور اس کی بے باکی اور کسی آئین و قانون کو خاطر میں نہ لانے سے ڈرتے بھی تھے کہ یہ بہت خطرناک آثار ہیں اور ممکن ہی غصب حکومت کی تمہید ثابت ہوں ۔ اس کی نسبت لوگوں کے ان خیالات کو ارسٹوفانس نے ان الفاظ میں خوب ادا کیا ہی کہ سے

"محبت بھی ہی ، اس سے نفرت بھی ہی
مگر رہ نہیں سکتے اس کے بغیر!"

اور ایک دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ سخت استعارہ لکھا ہی کہ سے

"بہتر یہی ہی شیر کو گھر میں نہ پالیے
اور پالیے تو شیر سمجھ کر سنبھالیے!"

حقیقت یہ ہی کہ الکی بیادیس کی فیاضیاں، لوگوں کے لیے میلے تماشوں کا انتظام اور دوسری شاہ خرچیاں جن سے بڑھ کر ممکن نہ تھیں، پھر اس کے بزرگوں کی ناموری اور خود اس کی فصاحت خوب صورتی اور جسمانی طاقت، جنگی مسائل سے آگہی اور ہمت و دلاوری ان سب نے مل کر اہلِ ایتھنز کو مائل کیا کہ اس کی بے اعتدالیوں کو انگیز لیں اور جوانی اور مزاجی سے منسوب کریں ۔ اور جیسا کہ ان لوگوں کی عادت تھی اس کے عیوب کو بھی پیار کے ناموں سے یاد کریں۔ مثلاً الکی بیاد نے

اگاتھارکوس نقّاش کو اپنے پاس قید رکھا، جب تک کہ اپنے سارے مکان پر نقش و نگار نہ بنوا لیے اور پھر انعام اکرام دے کر رخصت کر دیا۔ ایک شخص نے اُس کی ضد میں نمایش قائم کی اور انعام کے لیے مقابلے میں آیا تو الکی بیادیس نے سرِ جلسہ اس کو مارا۔ میلاوہ قوم کی ایک قیدی عورت کو اپنے لیے پسند کیا اور اس سے بیٹا ہُوا تو اس کی تعلیم تربیت کا مناسب انتظام کر دیا۔ ان باتوں کو اہلِ ایتھنز اس کی انسانیت کی دلیل بتاتے تھے، حالاں کہ جزیرہ میلوس کے قابلِ جنگ مردوں کا قتلِ عام اسی نے کرایا اور اس ظالمانہ تحریک کی تائید میں تقریر کی :

ارسٹوفان مصور نے نمیہ دیوی کی تصویر بنائی کہ الکی بیادیس کو گود میں لیے بیٹھی تھی تو معلوم ہوتا تھا عوام بہت خوش ہیں اور اسے دیکھنے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ لیکن سن رسیدہ اشخاص کو یہ بات ذرا نہ بھائی بلکہ وہ اسے حد سے تجاوز اور شخصی حکومت کی طرف اقدام سمجھے۔ چناں چہ ارخس تراتوس نے کہہ دیا کہ "یونان ایک اور الکی بیادیس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔" ایک مرتبہ الکی بیادیس نے بہت عمدہ تقریر کی جس کے بعد تمام اہلِ مجلس اس کی تعریف و تعظیم کے لیے گرد جمع ہو گئے۔ لیکن مردم بیزار تی مون نہ تو دوسروں کی طرح خاموشی سے ٹل گیا اور نہ الگ رہا بلکہ جان کر اُس سے ملا اور ہاتھ میں ہاتھ لے کر کہنے لگا "شاباش بیٹا، اسی طرح لوگوں سے واہ وا لیے جاؤ کیوں کہ ایک دن آئے گا کہ تم ان پر کافی مصیبتیں بھی لاؤ گے۔" حاضرین میں سے بعض لوگ ہنسنے لگے اور

بعض نے نی سیاس کو سخت سُست کہا لیکن ایسے بھی تھے جن پر اس کے قول کا گہرا اثر پڑا۔ غرض الکی بیاد کی نسبت لوگوں کی رائیں ایسی مختلف تھیں، اور خود اس کے مزاج کی ناہمواری کا یہ حال تھا ۔

ایتھنز کے باشندے پری کلیس کی زندگی ہی میں جزیرۂ سِسلی پر حریصانہ نگاہ رکھتے تھے لیکن اس کے جیتے جی انھوں نے ادھر قدم نہیں بڑھایا۔ مگر اس کے بعد وہ اپنے حلیفوں کو ہر موقع پر حکومتِ سیراکیوز کے جبر و تعدّی سے بچانے کے بہانے سے کمک بھیجتے اور آیندہ فوج کشی کا راستہ تیار کرتے رہتے تھے۔ الکی بیادیس ہی وہ شخص تھا جس نے ان کی اس ہوس کو بھڑکایا اور آمادہ کیا کہ اس طرح آہستہ آہستہ اور مخفی کارروائی کرنے کی بجائے علانیہ ایک بڑا بیڑا بھیج کر پورے جزیرے پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس نے لوگوں میں بڑی بڑی امیدیں پیدا کر دیں اور اپنے دل میں ان سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر منصوبے قائم کیے۔ چناں چہ اہلِ شہر تو فتحِ سِسلی کو اپنی ہوسِ ملک گیری کی انتہا سمجھتے تھے اور الکی بیادیس کے ذہن میں یہ محض آیندہ توقعات کا دیباچہ تھی۔ نکیاس نے لوگوں کو اس مہم سے باز رکھنے کی کوشش کی اور سمجھایا کہ سیراکیوز کی تسخیر میں بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن الکی بیاد تو کم سے کم کارتھیج (قرطاجنہ) اور لی بیہ (شرقی طرابلس) لینے کے خواب دیکھ رہا تھا جن پر قابض ہو جانے کے بعد اُسے یقین تھا کہ اطالیہ اور پلوپونی سس پر فوراً قبضہ ہو سکتا ہے۔ وہ جزیرۂ سِسلی کو سوائے ایک معمولی قلعۂ جنگ کے اور کیا سمجھتا۔ نوجوانوں کو اُن پُر امید باتوں نے بڑھاوے

دیے اور جب آزمودہ رسیدہ لوگ ان ملکوں کے عجائبات کا تذکرہ کرتے تو وہ بہت مسرت سے سنتے۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ لوگ دنگلوں اور عام جلسہ گاہوں میں جمع ہوتے اور زمین پر سسلی کا نقشہ کھینچ کر کارتھیج و لی بیہ کا محلِ وقوع دکھاتے تھے۔ بایں ہمہ کہتے ہیں حکیم سقراط اور مستون نجومی زرا بھی یقین نہیں آیا کہ اس جنگ سے قومی حکومت کو کوئی فائدہ پہنچے گا +

سقراط کی نسبت تو لوگ گمان کرتے تھے کہ اپنے ہمزاد کی وساطت سے اس نے نتائج جنگ کی پیش بینی کر لی تھی۔ اور دوسرے نے نجوم کے ذریعے سے اس منصوبے پر غور بلیغ کرکے آیندہ خطرے محسوس کیے تھے۔ پھر اپنے آپ کو پاگل بناکر مشعل اٹھائے چلا کہ اپنے مکان میں آگ لگا دے۔ دوسرا بیان یہ ہی کہ وہ دیوانہ نہیں بنا بلکہ رات کے وقت مخفی اپنے گھر کو آگ دیدی اور دوسرے دن صبح کو لوگوں سے بہ الحاح کہا کہ دیکھو مجھ پر کیسی مصیبت پڑی ہو، اس حالت میں میرا لڑکا مہم پر نہ بھیجا جائے وہی تو میری خبرگیری کرنے والا ہو، غرض اسی طریقے سے اس نے اپنے ہم وطنوں سے مکر کیا اور اپنا مقصد حاصل کر لیا +

الکی بیاد کے ساتھ نکیاس بھی بالکل خلاف مرضی سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ الکی بیادیس کے شریکِ کار ہونے ہونے کی وجہ سے بھی اس نے کوشش کی کہ اس خدمت سے علیحدہ رہے مگر اینتھنزیوں کا خیال تھا کہ جنگ اسی حالت میں کامیابی سے جاری رہ سکتی ہو کہ الکی بیاد بالکل مطلق العنان نہ کردیا جائے، بلکہ اس کے جوش کو نکیاس معتدل کرتا رہے۔ یہ ان کو یوں اور مناسب معلوم ہوا کہ تیسرا سردار لاماکوس

بھی جنگ کے موقعوں پہ الکی بیاد سے کم بے باک اور پُرجوش نہیں رہا تھا، اگرچہ وہ پختہ کار آدمی تھا۔ جب ایتھنزیوں نے تعدادِ افواج اور وسائلِ رسد رسانی پر غور و بحث شروع کی تو اس وقت بھی نکیاس نے ایک بار اور اس منصوبے سے اُنھیں باز رکھنا چاہا لیکن الکی بیاد نے اس کی تردید کی اور لوگوں میں اپنی بات بالا رکھی۔ ڈیماس ٹرے ٹس نامی ایک مقرّر نے یہ تجویز پیش کی کہ فوجی حکام ہی کو جنگ کی جملہ تیاریوں اور انتظامات کا کامل اختیار دے دیا جائے یہ بھی منظور ہوئی۔

بحری سفر کے انتظامات مکمل ہو چکنے کے بعد کئی بدشگونیاں ظاہر ہوئیں۔ عین اسی وقت اے ڈونیس کا تہوار آکر پڑا۔ جس میں شہر بھر کی عورتیں مردانہ ارتھیاں بناکر مدفنوں تک لے جاتی تھیں، اور وہاں بطریقِ تعزیت نوحہ و بکا کے مراسم بجالاتی تھیں۔ مزید براں مرکیوری دیوتا کے قریب قریب تمام بُت ایک ہی رات میں مُثلہ کردیے گئے اور اُن کے چہرے بگاڑ دیے گئے۔ اس واقعے نے اُن لوگوں میں بھی جو ایسی باتوں کو نہیں مانتے تھے، دہشت پیدا کردی۔ یہ حرکت اہلِ کورنتھ کی طرف سے منسوب کی گئی کہ اُنھوں نے سیراکیوز (سسلی) کی خاطر سے جو اُن کی نوآبادی تھی، ایسا کیا تاکہ ایتھنزی ان حادثات کی بنا پر جنگ سے باز آجائیں یا اس کو ملتوی کردیں مگر اس افواہ پر کچھ اعتبار نہ کیا گیا اور اُن اشخاص نے تو کچھ خیال ہی نہ کیا جو اس معاملے میں کسی شگون وغیرہ کے قائل نہ تھے، بلکہ یہی سمجھا کہ یہ شراب خوار لونڈوں کی بیہودگی ہے۔ مجلسِ انتظامی اور مجلس عوام کے چند ہی روز میں کئی جلسے ہوئے۔ اہلِ مجلس اس واقعے سے نہایت

غضب ناک اور خوف زدہ بھی تھے اور اُن کو اندیشہ تھا کہ غالباً یہ چند ایسے اشخاص کی سازش کا نتیجہ ہو جو ملک میں فتنہ و فساد پھیلانا چاہتے ہیں، چناں چہ ان دونوں جماعتوں نے اس معاملے کے ہر پہلو کو نہایت غور سے جانچا۔ اس جانچ پڑتال میں ان درو کلیس مُقرر نے چند غلاموں اور نو واردوں کو پیش کیا، جنھوں نے الکی بیاد اور اُس کے بعض رفیقوں پر یہ الزام لگایا کہ اُنھوں نے مذکورہ طریقے سے بتوں کے چہرے بگاڑے ہیں، نیز یہ کہ اُنھوں نے شراب و کباب کے ایک جلسے میں رموز دینیہ کی اہانتاً یوں نقل کر کے دکھائی کہ تھیوڈورس تو عصا بردار بنا، پولی ٹین مشعلچی اور خود الکی بیاد اسقفِ اعظم بنا اور باقی لوگ امیدوارانِ بیعت بنے اور مریدوں کے نام سے موسوم ہُوے۔ یہ مواد اُن اطلاعات سے ماخوذ تھا جو کائی موں کے بیٹے تھالوس نے الکی بیادیس کے خلاف بہم پہنچائی تھیں، جن میں الزام یہ تھا کہ وہ سیرس اور پروسر پائن دیویوں کا ملحدانہ انداز سے مضحکہ کیا کرتا ہو۔ ان الزامات کو سُن کر لوگوں نے بہت پیچ و تاب کھایا اور الکی بیاد سے سخت ناراض ہوے ادھر اندروکلیس نے جو اس کا سب سے کینہ پرور دشمن تھا، ان الزاموں کو ایسا بڑھا چڑھا کر دکھایا کہ اوّل اوّل اس کے دوستوں کو بے انتہا پریشانی ہوئی۔ مگر انھوں نے دیکھا کہ تمام ملاح جو سسلی کے لیے آئے تھے الکی بیادیس کی موافقت میں ہیں اور اسی طرح سپاہ بھی اُسی کی طرف ہو اور جب ارگاس اور لین ٹی نیہ کی اضافی فوج نے جو ایک ہزار مرد مسلح تھے صاف صاف اعلان کر دیا کہ ہم نے

اتنی دور دراز بحری مہم کو محض الکی بیادیس کی خاطر اپنے سر لیا ہے اور اگر اس کے ساتھ نامناسب برتاؤ کیا گیا تو ہم سب ٹوٹ جائیں گے، تب ان دوستوں کی ہمت بندھ گئی اور انھوں نے خیال کیا کہ اس کی صفائی کے لیے یہ بہت اچھا موقع مل گیا ہے ؎

ان کی آمادگی دیکھ کر الکی بیادس کے دشمنوں کی ہمت اس خوف سے پست ہوگئی کہ مبادا اس کو سزا دینے میں لوگ رعایت سے کام لیں کیوں کہ موقع ایسا آپڑا تھا کہ بغیر اس کے کام ہی نہیں بنتا تھا۔ اس کے دفعیہ کے لیے انھوں نے یہ ترکیب سوچی کہ چند ایسے مقرروں کو مجلس میں کھڑا کر دیا جو ظاہر میں الکی بیادیس کے دشمن نہ تھے لیکن فی الحقیقت یہ بھی اس سے ایسی ہی نفرت رکھتے تھے، جیسے دوسرے علانیہ دشمن۔ انھوں نے تقریر کی کہ یہ امر نہایت لغو ہے کہ ایک ایسا شخص جو کامل اختیارات کے ساتھ فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا ہے اور فوج بھی پوری طرح مجتمع ہو چکی ہے اور حلیف بھی آچکے ہیں، یکایک قصد ملتوی کر دے اور ایسے وقت میں اس پر مقدمہ چلایا جائے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ کامرانی و خوش بختی کے ساتھ اس کو ابھی تو روانگی کی اجازت دے دی جائے البتہ بعد ختم جنگ وہ خود آکر قوانین ملک کے لحاظ سے اپنی صفائی پیش کر سکتا ہے ؎

الکی بیادس نے اس التواے مقدمہ کی علت کو دریافت کر لیا، اور مجلس میں نمودار ہوکر علانیہ کہنے لگا کہ "بڑا غضب ہے کہ میں اس حالت میں اتنی بڑی فوج پر حاکم بنا کر بھیجا جا رہا ہوں جب کہ اس

اس طرح کے الزاموں اور اتہاموں کا بار میرے اوپر ہی، مجھے تو ڈوب مرنا چاہیے اگر میں ان جرائم سے اپنی برارت نہ کرسکوں، ہاں اگر یہ ہو جائے اور میں بے قصور ثابت ہو جاؤں، تب البتہ جنگ میں میں پورے اطمینان سے مشغول ہو جاؤں گا، کیوں کہ پھر افترا پردازوں کا کچھ خوف باقی نہ رہے گا۔

بایں ہمہ وہ جمہور پر کچھ اثر نہ ڈال سکا جنھوں نے اُسے فوراً لنگر اٹھانے کا حکم دیا۔ چناں چہ وہ دوسرے سرداروں کے ساتھ رخصت ہوا۔ ہمراہی میں ایک سو چالیس[۱۴] جہاز تھے، جن میں ۵۱۰۰ سپاہ تھی اور ۱۳۰۰ کے قریب تیر انداز، گوپھنے، اور سُبک سلاح فوج تھی۔ دوسرے سامان بھی اسی کے مطابق تھے۔

ساحل اطالیہ پر پہنچ کر بمقام دھی جیئم اُس نے لنگر ڈال اور وہیں طرز جنگ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ نکیاس نے اختلاف کیا مگر لے ماکس نے اتفاق کیا، ساتھ ہی سسلی (صقلیہ) کی جانب لنگر اٹھایا گیا اور قطانہ پر قبضہ کرلیا گیا۔ جنگی ہم اسی نوبت پر تھی کہ الکی بیادیس کو ایتھنزیوں نے مقدمے کی جواب دہی کے لیے طلب کرلیا۔ اصل یہ ہی کہ اوّل اوّل تو الکی بیاد کے خلاف صرف چند شکوک تھے یا وہ الزامات جو غلاموں اور اجنبیوں نے اس پر لگائے تھے، پیش کیے گئے تھے، جیسا کہ مذکور ہوا لیکن بعد میں بحالت عدم موجودگی اُس کے دشمنوں نے نہایت سخت الزامات عائد کیے یعنی بُتوں کی قطع وبُرید اور مراسم دین کی بے حرمتی پھر ان کو باہم اس طرح اُلجھا کر

پیش کیا گویا ان کا ارتکاب اس لیے ہُوا کہ سازش کر کے حکومت میں انقلاب کر دیا جائے۔ اس پر جمہور نے ملزموں کو بلا امتیاز اور بغیر کسی شنوائی کے گرفتار کرنا شروع کیا بلکہ پشیمان تھے کہ کیوں نہ مقدمے کی اہمیت کے اعتبار سے الگی بیادیس پر مقدمہ دائر کر کے اُس کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ اور اس جوش و خروش کے عالم میں اُن کے دوستوں یا شناساؤں میں سے جو کوئی بھی جمہور کے ہاتھوں میں پڑا اس کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ ہُوا۔ مورخ طوسی ڈی دش نے تو ان لوگوں کے نام چھوڑ دیے ہیں، جنھوں نے مخبری کی لیکن دوسرے واقعہ نگاروں نے ڈیوسلید اور تیوکر دونوں کے نام لکھتے ہیں، اور ازاں جملہ فریی نی کوس نامی ایک ظریف شاعر نے یہ بتیں کہی ہیں:-

مرے سب سے پیارے ہرمس تو خیال رکھو بس اتنا
کہیں ڈگمگا نہ جائیں جو ترے قدم ہیں اس جا
لگی تجھ کو ایک ٹھوکر تو دروغ بافیوں کو
کوئی اور ڈیوسلیدس کہیں ہو نہ جائے پیدا"

اس کے جواب میں مرکیوری دیوتا کہتا ہے:- ؎

یہی ہوگا کیوں کہ تیوکر سے نہیں ہے مجھ کو رغبت
کہ وہ لائے "تازہ خبریں لیے جائے مجھ سے اُجرت"

حقیقت یہ ہے کہ مدعیوں کا کوئی الزام اُن کے خلاف ایسا نہ تھا جو قطعی یا حتمی ہو۔ ایک مدعی سے جب پوچھا گیا کہ تم نے اُن اشخاص کو کیوں کر پہچانا جو بتوں کے چہرے بگاڑ رہے تھے تو اُس نے

کہا کہ چاند کی روشنی میں۔ یہ علانیہ غلط بیانی تھی، اس لیے کہ جس وقت مذکورہ واقعہ ہُوا تو اس رات نیا چاند ہُوا تھا۔ اس بات پر سمجھ دار آدمیوں نے آوازیں بلند کیں مگر عوام تو اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ مزید الزمات بہم پہنچیں۔ بجائے اس کے کہ ان کی ابتدائی سرگرمیوں میں کچھ بھی کمی آئے، انھوں نے ہر ملزم کو بے دریغ پکڑلیا اور قید کر دیا۔ من جملہ اس قسم کے قیدیوں کے ایک این دوسی دیز خطیب بھی تھا، جس کا سلسلۂ نسب ایک مؤرخ نے بہت اوپر تک شاہ اُلی سس سے ملایا ہو۔ یہ شخص ہمیشہ جمہوری حکومت سے متنفّر اور حکومتِ خواص کا حامی سمجھا جاتا تھا جس خاص بنا پر وہ بتوں کی صورت بگاڑنے کے متعلق مشتبہ تھا وہ یہ تھی کہ اُس کے مکان کے مُتّصل بھی بڑے مرکوئی کا بُت نصب تھا، اور قبیلۂ ایجینیر کی قدیم یادگار تھا، وہی ایک مجسمہ تھا جو تمام ممتاز بتوں میں اکیلا سالم بچ گیا تھا، اسی وجہ سے اب اُسے "این دوسی دیز والا مرکوئی" کہتے ہیں۔ ہرچند کہ اُس کا کتبہ اس نام کے خلاف شاہد ہو، اسی نام سے موسوم کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ من جملہ اُن اشخاص کے جو مذکورہ بالا علت میں پکڑے گئے، ایک ٹی مِی اس بھی تھا جس کے ساتھ این دوسی دیز کی بڑی دوستی تھی۔ یہ شخص شہرتاً تو اس سے کم تھا مگر بڑا چالاک اور دلیر تھا۔ اس نے این دوسید کو ترغیب دی کہ تم خود ہی یہ جھوٹا اقبال کرلو کہ اس جرم کے شریک ہو اور لوگوں سے معافی مانگ لو۔ (حکومت کا اعلان تھا کہ معافی مانگنے والے اور دوسروں کا پتا دینے والے کو معاف کردیا جائے گا،

اوروں کو معافی ملے یا نہ ملے مگر تم جیسے بڑے آدمی کے لیے یقینی اور حتمی ہو۔ پس بہتر یہی ہو کہ اگر تم کو اپنی جان عزیز ہو تو جھوٹ بول کر بچ جاؤ، بہ نسبت اس کے کہ ایک جرم کے مرتکب قرار پاکر بدنام موت مرو اور قوم کی عام بھلائی کے لیے بھی قرینِ صواب یہی ہو کہ چند مشتبہ لوگوں کی قربانی گوارا کر لی جائے اور اس تدبیر سے کئی عمدہ آدمی جمہور کے جوشِ غضب سے رہائی پا جائیں۔

چنانچہ اینڈوسی دیز آمادہ ہوگیا اور خود کو مع چند دوسروں کے مرتکب ظاہر کیا، تب اعلان کے مطابق وہ تو معاف کر دیا گیا البتہ وہ تمام اشخاص جن کو اس نے اپنے ساتھ شریکِ جرم بتایا تھا بجز اُن دو چار کے جنھوں نے بذریعہ فرار اپنی جان بچائی، سب کے سب قتل ہو گئے۔ مخبری میں مزید اعتبار پیدا کرنے کی غرض سے اینڈوسید نے اپنے نوکروں تک کو ملزم بنا دیا تھا۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے لوگوں کا غصہ فرو نہیں ہوا اور اب تو چوں کہ مُثلہ کرنے والوں کی طرف سے بھی تسکین ہوگئی تھی، اس لیے ان کو اپنا سارا غصہ الگی بیادیس پر اُتارنے کا موقع مل گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کو طلب کرنے کے لیے سلمانی ان نامی ایک جہاز روانہ کیا گیا لیکن جمہور نے ان فرستادوں کو صریح حکم دے دیا تھا کہ نہ کسی قسم کی سختی کی جائے اور نہ وہ گرفتار کیا جائے بلکہ اُس سے نہایت نرم لب و لہجے میں خطاب کر کے یہ درخواست کریں کہ ہمارے ہمراہ ایتھنز چلو تاکہ اپنے مقدمے کی جواب دہی کر سکو اور جمہور کے رُو برُو صفائی پیش کرو۔

جمہور خائف اس سے تھے کہ دشمن کے ملک میں کہیں ایتھنزی فوج میں بغاوت نہ پیدا ہوجائے جو اگر الکی بیادیس چاہتا تو بہت آسانی سے عمل میں لاسکتا تھا کیوں کہ اس کے چلے جانے سے سپاہ اس خیال سے بددل ہوگئی تھی کہ اب جب کہ وہ ہم میں نہیں رہا، جو اس مہم کی روحِ رواں تھا تو جنگ میں فضول تعویق ہوگی، اور نکیاس کی وجہ سے خواہ مخواہ کی طوالت ہوگی۔ تیسرا سپہ سالار لاماکوس ہرچند کہ ایک سپاہی اور مرد جری تھا، مگر بوجہ افلاس فوج میں کوئی اعزاز باختیار نہ رکھتا تھا۔

الکی بیادیس نے چلتے چلتے ایتھنزیوں کی دستبرد سے مسےنا کو بھی بچا دیا۔ ہُوا یہ کہ شہر میں چند اشخاص کی خفیہ راے ہوئی کہ مسےنا کو ایتھنزیوں کے حوالے کردینا چاہیے لیکن اب الکی بیاد نے اس امر کی اطلاع چند ایسے لوگوں کو دے دی جو وہاں والوں کے دوست تھے، پس سارا منصوبہ خاک میں مل گیا تھیوڈای پہنچنے پر وہ ساحل پر اُترا اور وہاں جو لوگ اُسے گرفتار کرنے کی فکر میں تھے، اُن سے چھپ کر بچ نکلا۔ اسی موقع پر جب کسی واقف کار نے سوال کیا کہ کیا تم کو اپنے وطن پر اعتماد نہیں ہے تو اُس نے جواب دیا کہ "بے شک سب باتوں میں اعتماد ہے، لیکن اگر جان کا معاملہ آپڑے تو میں اپنی ماں پر بھی اعتبار نہ کروں گا، مبادا وہ غلطی سے میرے خلاف فیصلہ صادر کردے"۔ تھوڑی ہی مدت میں اُسے معلوم ہُوا کہ مجلس نے اُس پر موت کا فیصلہ صادر کیا ہے تو اُس نے بس یہی کہا کہ " ان لوگوں کو محسوس

کرادوں گا کہ میں زندہ ہوں"۔ اُس کے خلاف مخبری ان الفاظ میں کی گئی تھی :۔

"تھی سی لس ولد سائی من ساکن لے سیا اطلاع دیتا ہے کہ الکی بیاڈیس ساکن اس کیم بوٹا ئی ڈی نے سی ریز اور پروسرپائن دونوں دیبیوں کا گناہ کیا کہ ان کی مقدّس رسوم کا مضحکہ اُڑایا اور اپنے مکان میں اپنے ساتھیوں کے سامنے اُن کی نقل کی اور اس موقع پر اُس نے وہی کپڑے استعمال کیے جو بڑے پروہت مقدّس اشیا کی زیارت کراتے وقت پہنتے ہیں اور وہ خود بڑا پروہت بنا، پولی ٹن مشعل بردار اور تھیوڈورس ساکن فی جیا عصابردار ، اور بقیہ جماعت کو دیدیں اور مبتدیوں کی حیثیت سے سلام کیا یہ سب کچھ مذہبی قوانین و مسلّمات کے نیز منذر واقعہ ابلیوسس کے مہنتوں اور نقیبوں کے احکام کے سراسر خلاف تھا"۔

وہ بسبب عدمِ حاضری سرکش اور سزائے موت کا مستوجب قرار دیا گیا ، جاگیر ضبط کرلی گئی اور حکم ہوا کہ تمام مذہبی پیشوا ، مرد عورت اسے بددعائیں دیں۔ مگر ان میں سے تھینو نے جو مے نن مہنت کی لڑکی تھی ، اس حکم سے یہ کہہ کر اختلاف کیا کہ ہمارا مقدس عُہدہ ہم پر دعائیں دینا واجب کرتا ہے نہ کہ بددعا اور سراپ دینا ۔

السی بیاڈیز ان سزاؤں اور حکموں کا خمیازہ لادے ہوئے پہلے پہل تھیوراشی سے بھاگ کر پے لوپی نِسس پہنچا اور کچھ زمانہ ارگاس میں رہا مگر وہاں دشمنوں کا ڈر لگا ہوا تھا اور وطن واپس ہونے کی امید بالکل منقطع ہوچکی تھی اس لیے اس نے اسپارٹا کو پیغام بھیجا جس میں اپنی

سلامتی کی خواہش کی تھی، نیز یہ کہ میں اپنی آیندہ خدمات کے ذریعے سے اُن تمام نقصانات کی تلافی کردوں گا جو بحالتِ دشمنی مجھ سے پہنچے تھے۔ اہلِ اسپارٹا نے اس کی مطلوبہ ضمانت دے دی، اور وہ وہاں شوق سے گیا۔ خوب آؤ بھگت ہوئی اور آتے ہی اُس نے اُن کو آمادہ کردیا کہ بلاکسی مزید تاخیر یا اندیشے کے اہلِ سی راکیوز کو کمک روانہ کریں۔ ان کو یہاں تک بھڑکایا اور جوش دلایا کہ انھوں نے جلپس کو فوراً روانہ کیا تاکہ وہاں ایتھنزیوں کی افواج کو پیس ڈالے۔ دوسرا کام اس نے یہ کیا کہ ایتھنزیوں سے خود اُن کے مُلک میں جنگ جاری کرادی، تیسری بات جو سب سے زیادہ اہم تھی یہ کی کہ قلعہ ڈی سی لیا کو مستحکم کرایا، جس نے سب سے بڑھ کر ایتھنزیوں کے وسائل کو تلف اور تباہ کیا۔

سرکاری خدمات کا شہرہ تو اس نے یوں حاصل کیا لیکن اُس کی شخصی زندگی بھی کچھ کم دل کش نہ تھی۔ اس نے اہلِ اسپارٹا کے خصائل اختیار کرکے ہرکس و ناکس کے دل کو تسخیر کرلیا۔ اس نے اپنے بال کتروا دیے۔ غسل سرد پانی سے کرنے لگا۔ موٹی جھوٹی غذا کھاتا تھا اور کالی پیچ پر گزارا کرلیتا تھا۔ لوگ جب اُسے اس حالت میں دیکھتے تو ان کو کسی طرح یقین نہ آتا تھا کہ یہ وہی ہے جس کے گھر میں کبھی باورچی نوکر تھے، کبھی اس نے اپنے مکان میں کھانا پکایا بھی تھا یا کبھی عطر فروش کو دیکھا تھا اور عطر فروش آتے تھے یا وہ ملیشیہ کا بیش بہا ارغوانی چوغہ پہنا کرتا تھا، کیوں کہ اس میں لوگوں کی محبت حاصل کرنے کا کچھ عجیب جوہر تھا کہ وہ فوراً گھُل مل کر شیر و شکر

ہو جانا اور اُنھی کی عادات و خصائل اور طرزِ معاشرت میں دخل پیدا کرلینا تھا - اور گرگٹ سے بھی جلدتر رنگ بدلتا تھا - بلکہ ایک رنگ ہی جو گرگٹ نہیں اختیار کرسکتا وہ کون سپید ؛ لیکن الکی بیادیس تو ہر صحبت کے رنگ میں خواہ وہ اچھی ہو یا بُری ڈھل جاتا تھا، اور خیر ہو یا شر وہ مساوی طور سے ہر شکل میں نمودار ہوسکتا تھا - اسپارٹا میں جب تک رہا، خوب ورزشیں اور کسرتیں کیں اور کفایت شعار اور کم آمیز رہا، آیونیا میں عیاشی، بانکپن اور آوارگی اختیار کی - تھریس میں خوب مے خواری کی - تھسلی میں جب دیکھو گھوڑے کی پیٹھ پر اور ایرانی صوبہ دار ٹی سافرنیس کے پاس جب تک رہا، آن بان اور جاہ و حشم میں خود ایرانیوں سے بھی بڑھا چڑھا رہا - کچھ یہ نہ تھا کہ اس کی فطرتی ہئیت ایسی سہولت سے متغیر ہو جاتی تھی، نہ اُس کے حقیقی اخلاق میں کچھ تلوّن تھا، البتہ جب کبھی وہ سمجھ لیتا تھا کہ میرے طبعی خصائل کی وجہ سے اہلِ محفل منغّض ہو جائیں گے، اُس وقت فوراً وہ ایسی موزوں وضع میں اپنے آپ کو منتقل کرلیتا تھا جو اُس سے گفتگو کرنے والوں کو پسند ہوتی - حتّٰے کہ اگر کوئی اُسے اسپارٹہ میں دیکھتا تو اُس کی ظاہری صورت سے یہی کہتا کہ "یہ اسے جیل لس کا لڑکا نہیں بلکہ خود ہی معلوم ہوتا ہو یعنی بالکل ویسا آدمی جیسا کہ لای کرگس اپنے قوانین کے زور سے تیار کرنے کا آرزومند تھا" حالاں کہ اُس کے اصلی خیالات اور حرکات کو دیکھ کر بے اختیار یہی زبان پر آتا کہ "یہ تو وہی عورت سی ہو" اور یہ واقعہ ہو کہ جب اسپارٹہ کا بادشاہ اسے جیس لڑائی پر مع

فوج کے باہر گیا ہُوا تھا، اُس کی عورت ٹیمیا سے اس نے تعلق پیدا کرلیا، جس سے ایک لڑکا بھی ہُوا۔ عورت اس امر سے مُکرتی بھی نہیں بلکہ سب کے سامنے تو اُسے لیوی کی ڈیز کے نام سے موسوم کرتی، لیکن اپنے ہم رازوں اور سہیلیوں میں چپکے سے کہتی کہ اس کا نام الکی بیادیس ہے۔ یہ اپنے عاشق کے ساتھ اُس کی غایتِ محبت کی علامت تھی بخلاف اس کے وہ اپنی شیخی یوں بگھارتا تھا کہ میں نے یہ حرکت کسی توہین یا خواہشِ نفسانی کی بنا پر نہیں کی، بلکہ صرف اس لیے کہ میری نسل ایک دن اہلِ اسپارٹہ پر بادشاہی کرے۔ اے جیس سے کئی آدمیوں نے یہ بات بیان کی، لیکن زمانے نے خود ہی پوری طرح اس کی تصدیق کردی، اس لیے کہ اے جیس نے ایک زلزلہ سے دہشت کھاکر اپنی بیوی کو چھوڑ دیا۔ اور دس مہینے تک اُس سے جُدا رہا تھا اور چوں کہ لیوئی کی ڈیز یہ دس ماہ گزرنے کے بعد پیدا ہُوا تھا، اس لیے اس کو اپنا لڑکا تسلیم نہیں کیا اور یہی وجہ ہوئی کہ یہ لڑکا ولی عہد نہ قرار پایا۔

صقلیہ میں ایتھنزیوں کی شکست کا نتیجہ یہ نکلا کہ باشندگانِ خیوس، لس باس اور سای زی کس نے فوراً اسپارٹہ کو اپنے ایلچی بھیجے، جس کے معنی یہ تھے کہ وہ بھی ایتھنز سے باغی ہونا چاہتے ہیں سفارش تو آخر کے دو جزیروں کی ہوئی تھی لیکن اسپارٹہ والوں نے الکی بیادیس کی ترغیب پر سب سے پہلے خیوس کی امداد انی پسند کی۔ خود وہ بھی فوراً ہی جزائر کی جانب روانہ ہوگیا اور وہاں تقریباً کل آیونیا سے بغاوت کرادی اور اسپارٹہ کے سپہ سالاروں کے

ساتھ ہوکر ایتھنزیوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ مگر اے جیس اُس کا دشمن تھا، جسے اپنی بیوی کی بے آبروئی کے علاوہ الکی بیاد سے بسبب اُس کے جاہ و مرتبے کے بھی حسد تھا، کیوں کہ ہر مہم اور ہر کامرانی اسی کی جانب منسوب کردی جاتی تھی۔ بعض دیگر اسپارٹی بھی جو بڑے زبردست اور شہرت پسند تھے، اس سے بغض رکھتے تھے۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ شہر کے حکّام نے آیونیا کو احکام روانہ کردیے کہ وہ قتل کرڈالا جائے۔ مگر الکی بیادیس کو خفیہ اس کی خبر لگ چکی تھی اور اگرچہ وہ تمام معاملات کی اطلاع اہلِ اسپارٹہ کو دیتا تھا مگر انجام کے خوف سے کبھی اپنے آپ کو اُن کے بس میں نہ دیا تھا۔ چناں چہ اپنی حفاظت کی نظر سے وہ شاہِ فارس کے صوبہ دار ٹی سافرینس کے پاس چلا آیا۔ اور معاً اُس پر اپنا بے حد اثر بڑھا لیا، اس لیے کہ یہ بے چارہ عجمی خلوص سے بے بہرہ دغا فریب اور شرارت کو پسند کرنے والا اُس کی بات چیت اور حیرت انگیز ادب و تمیز دیکھ کر ریجھ گیا اور درحقیقت اس کی ملاقات اور گفتگو میں کچھ ایسا سحر تھا کہ نہ تو کوئی طبیعت اُس کی مزاحم ہوسکتی تھی اور نہ کوئی مزاج اس سے چھوٹ سکتا تھا، حتےٰ کہ وہ لوگ بھی جو اس سے ڈرتے اور خار کھاتے تھے، جب اس کو دیکھتے اور اُس سے ملتے جلتے تو لامحالہ ان کو بھی مسرت ہوتی تھی اور اس کی جانب مہربانی آمیز خیال پیدا ہوتا تھا، یہاں تک کہ ٹی سافرینس جو بے رحم شخص تھا اور سب ایرانیوں سے بڑھ کر یونانیوں سے متنفر تھا الکی بیادیس کی چاپلوسی سے وہ بھی ایسا مسخّر ہوگیا کہ ان

خوشامدوں کے جواب میں وہ خود اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ گیا۔ اُس کا ایک نہایت خوب صورت باغ جس میں مُصفّا چشمے اور مرغزار تھے اور جہاں شاہانہ طرز پر اعلیٰ درجے کے نقش و نگار سے آراستہ کوٹھیاں اور آرام گاہیں بنی ہوئی تھیں، اُسی کی ہدایت کے بموجب الکی بیاد کے نام سے منسوب کیا گیا اور ہمیشہ اس باغ کا اسی نام سے تذکرہ کیا جاتا تھا۔

غرض الکی بیادیس نے اہلِ اسپارٹہ کی رفاقت چھوڑ دی، کیوں کہ ان لوگوں کا اعتماد اب اس پر نہیں رہا تھا اور اے جیس کا خوف بھی لگا ہوا تھا لہٰذا وہ بھی مخالفت کے درپے ہوگیا اور ٹی سافرنیس کے رُو برو ان کو ایسا وحشی بتایا کہ وہ ان کی پوری قوت سے امداد کرنے سے باز رہا جس کے نتیجے میں ایتھنزی قطعی تباہی سے بچ گئے۔ کیوں کہ اس کا مشورہ یہ تھا کہ اسپارٹیوں کی بہت تھوڑی تھوڑی امداد رُپے سے کی جائے حتیٰ کہ وہ خود بخود تھک کر چُور ہو جائیں اور اس طرح سے اسپارٹہ اور ایتھنز دونوں کی قوتیں تباہ ہو جائیں گی تو پھر دونوں بادشاہِ فارس کے مُطیع ہو جائیں گے ٹی سافرنیس نے خوشی سے اس کے مشورے پر عمل کیا اور ایسے واضح طور پر الکی بیاد کے متعلق اپنی پسندیدگی اور تعریف کا اظہار کیا کہ ایتھنزی اور اسپارٹی دونوں فریق کی نگاہیں اس کی طرف اُٹھنے لگیں اور ایتھنز والے اب اپنی مصیبت کے وقت میں پچھتائے کہ ناحق ہم نے اس کو اتنی سخت سزا دی تھی۔ دوسری طرف وہ خود بھی پریشان ہوا اور ڈرا کہ مبادا ایتھنز کی جمہوری ریاست بالکل برباد

ہو جائے اور خود وہ اپنے دشمن اسپارٹہ والوں کے ہاتھ پڑ جائے؛

اس وقت ایتھنز کی تمام قوت جزیرۂ ساموس میں تھی، اس کا بیڑا وہیں رہتا اور وقتاً فوقتاً اپنے صدر مقام سے باغی علاقوں کی سرکوبی کے لیے اور اپنے بقیہ مقبوضات کی حفاظت کے لیے نکلا کرتا تھا، اور کسی نہ کسی طرح حریف سے برابر کا مقابلہ کیے جاتا تھا۔ اس کو بڑا ڈر ٹی سافرنیس اور فنیقی بیڑے کا لگا ہوا تھا۔ جس کی نسبت معلوم ہوا تھا کہ بالکل تیار اور روانہ ہونے کو ہے۔ یہ اگر آجاتا تو پھر جمہوریہ ایتھنز کا خاتمہ نظر آتا تھا۔ الکی بیادیس نے اس کو معلوم کر کے ایتھنزیوں کے معزز لوگوں کے پاس جو ساموس میں تھے، مخفی پیغام بھیجا جس میں امید دلائی کہ میں ٹی سافرنیس کو تمھارا دوست بنادوں گا۔ اس پیغام میں اشارتاً یہ بھی کہا کہ یہ بھلائی عوام الناس کے ساتھ نہیں کیوں کہ ان پر مجھے بالکل بھروسا نہیں بلکہ معزز شہریوں کے ساتھ ہوگی بشرطے کہ یہ لوگ بہادروں کی طرح عوام کی سرکشی کو فرو کریں اور عنانِ حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے کر شہر کو تباہی سے بچائیں۔ ان لوگوں نے یہ سُن کر رضامندی ظاہر کی، بجز ایک سپہ سالار فری نوکس کے جسے شبہ ہوا کہ دراصل الکی بیادیس کو اس سے تو کچھ غرض نہیں کہ حکومت عوام کے ہاتھ میں رہے یا معزز شہریوں کے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو جس سے وہ اپنے وطن میں واپس بلا لیا جائے اور اسی لیے اُس نے عوام کے خلاف آواز اُٹھائی ہے تاکہ دوسروں کو اپنے ساتھ کر لے لیکن جب فری نی کوس

نے دیکھا کہ میری تجویز مسترد ہوگئی بلکہ میں خود بھی الکی بیاد کا علانیہ دشمن سمجھ لیا گیا تو اس نے دشمن کے امیر بحر الیس ٹیوکوس کو مخفی اطلاع دے دی کہ الکی بیاد سے خبردار رہو اور اس بنا پر کہ وہ دونوں طرف سازباز کر رہا ہو، اسے گرفتار کرلو۔ مگر وہ اس سے بے خبر تھا کہ ایک غدار دوسرے پر اپنا پردہ فاش کر رہا ہو اس لیے کہ الیس ٹیوکوس نے جو ٹی سافرنیس کے گوشۂ کرم کا آرزو مند تھا، الکی بیادیس کے تقرب کا خیال کرکے سب کچھ اُس سے کہہ دیا اور الکی بیادیس نے فوراً قاصد ساموس بھیجے تاکہ فری نی کوس کی غداری نمایاں کی جائے چناں چہ یونانی سرداروں کو یہ قصہ سُن کر سخت غصہ آیا اور سب کے سب اس سے برگشتہ ہوگئے۔ جب اُس نے دیکھا کہ اس خطرے سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو اُس نے معمولی خرابی کا علاج غیر معمولی خرابی سے کرنا چاہا اور اب کے امیرالبحر الیس ٹیوکوس کو پیغام بھیجا جس میں افشائے راز پر ملامت کی اور پورے یونانی بیڑے کو دشمن کے حوالے کردینے پر آمادگی ظاہر کی اور اُدھر اپنے ساتھیوں سے بھی کہہ دیا کہ حریف اچانک حملے کے لیے آمادہ ہی اور بہتر یہی ہی کہ اپنے اپنے کیمپ کو مستحکم کرلو اور ہر وقت لنگر اٹھانے کے لیے تیار رہو۔ ایتھنزی ان تمام کارروائیوں پر آمادہ ہی ہوے تھے کہ الکی بیادیس کے دوسرے خطوط پہنچے جن میں فری نی کوس کی سازش کی اطلاع دی گئی مگر ایتھنزیوں نے اس پر مطلق اعتبار نہ کیا اور یہی خیال کیا کہ وہ یہ چاہتا ہی کہ فری نوکوس کو متہم کرے، البتہ کچھ مدت بعد جب پہرے کی فوج کے ایک

سپاہی ہرموں نے فری نی کوس کے منڈی میں خنجر مارا تو اس مقدمے کی بھی تحقیقات ہوئی اور عدالت نے مقتول کو غداری کا مجرم قرار دیا۔ اور ہرموں نیز اس کے رفقا کی تحسین و آفرین کی۔ اب الکی بیادیس کے احباب نے ساموس میں تمام معاملات کو ہموار کرکے پی سانڈر کو ایتھنز بھیجا تاکہ وہاں تغیرِ حکومت کی کوشش کی جائے اور طبقۂ امرا کو اس پر اُبھارا جائے کہ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں اور جمہوریت کو درہم برہم کردیں۔ جس کے بدلے میں الکی بیادیس نے وعدہ کیا تھا کہ ایرانی صوبے دار کو دوست بنا دے گا۔ مگر یہ بھی اصل میں اہلِ ہوس کے بہانے تھے جو ایتھنز میں حکومتِ خواص قائم کرنی چاہتے تھے۔ چناں چہ جب اس جماعت کو غلبہ ہوا اور سلطنت کے تمام معاملات "حکومتِ پنج ہزاری" کے نام سے (حالاں کہ دراصل یہ حکومت چار سو اشخاص کے ہاتھ میں تھی) اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیے تو اس وقت اُنھوں نے الکی بیادیس کو بالکل فراموش کردیا اور جنگ کو کسی قدر سستی کے ساتھ جاری رکھا تو اس وجہ سے کہ اُن کو شہریوں پر اعتبار نہ تھا جو اس تغیر سے دل ہی دل میں بیزار تھے اور کچھ اس خیال سے کہ اسپارٹہ والے جن کو ہمیشہ سے امرائی حکومت پسند تھی، کسی قدر موافق شرائط پر آمادۂ صلح ہو جائیں گے۔

ایتھنز کے عوام کو نئی حکومت نے جبراً و قہراً مطیع کرلیا۔ اور ان میں سے اکثر جو ابتدا میں چار سو کی حکومت کے خلاف تھے، قتل کردیے گئے لیکن وہ لوگ جو ساموس میں تھے،

یہ خبریں سن کر ناراض ہوئے اور فوراً ایتھنز کی طرف لنگر اٹھانے پر آمادہ ہو گئے۔ انھوں نے الکی بیادیس کو بلاکر اپنا سردار بنالیا کہ وہ چل کر وطن کو اُن چار سو غاصبوں سے نجات دلائے مگر اس نے اس نازک موقع پر دوسروں کی طرح لوگوں کے بڑھاوے دینے پر غرور نہ کیا اور نہ یکایک پھول گیا بلکہ اُن اشخاص کی خواہشوں کو پورا اور مطمئن کرنے میں تامل کیا جنھوں نے اُس جیسے فراری اور جلاوطن کو یکایک اتنی بڑی فوج کا سپہ سالار بنا دیا اور اتنا عظیم بیڑا اس کے حوالے کردیا تھا۔ بخلاف اس کے الکی بیادس نے، جیسا کہ ایک بڑے سردار کے شایان تھا، تمام ایسی تجاویز سے اختلاف کیا جو اُن کے غصے کا نتیجہ تھیں اور اُن غلطیوں سے اُن کو روک دیا جو اپنی جلد بازی میں وہ سب کر گزرتے۔ اس طرح خوبیہ ہو کہ الکی بیادیس ہی نے جمہوریت کو نجات دلائی، اس وجہ سے کہ اگر وہ ایتھنز کی طرف روانہ ہوجاتے تو تمام آیونیا اور جزائر واقع ہلسپانٹ بغیر مقابلہ دشمنوں کے ہاتھ میں چلے جاتے رہتے، حالاں کہ اُس وقت ایتھنزی خانہ جنگی میں مشغول ہوکر اپنے شہر کے اندر جنگ کرتے ہوتے۔ غرض صرف الکی بیادیس ہی تھا جس نے اس فتنے کو روکا اور ایتھنزی فوج کو سمجھایا اور خطرے سے آگاہ کیا بلکہ فرداً فرداً ہر سپاہی کے پاس جاکر کسی کو سرزنش کی اور کسی کی خوشامد۔

تھرے سی بولس سے بھی اس کو بڑی مدد ملی۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص سب ایتھنزیوں سے زیادہ بلند آواز تھا اور الکی بیادیس کے ہمراہ ہوکر آواز دیتا جاتا تھا کہ جس کو چلنا ہو چلے۔ دوسری

کارگزاری جو الکی بیادیس نے کی وہ فلیقی بیڑے کا روک دینا تھا جس کے متعلق اسپارٹہ والوں کو امید تھی کہ من جانب شاہِ فارس اُن کو بھیجا جائے گا، لیکن اب الکی بیاد نے ذمّہ لیا کہ یا تو یہ بیڑا آئے گا نہیں اور آیا تو اتھنزیوں کی امداد کی غرض سے آئے گا۔ چناں چہ فی الواقع یہ بیڑا جو قریب پہنچ گیا تھا، آگے نہیں بڑھا۔ اور ٹی سافرینس نے اسپارٹہ کی مدد کی جو امید دلائی تھی، اُس وعدے سے پھر گیا، اور فریقین کو یہی یقین ہوا کہ الکی بیادیس کی کارگزاری سے جہازوں نے اپنا رُخ بدل دیا۔

اس واقعے کے بعد ہی چار سو غاصبین نکال دیے گئے اور الکی بیاد کے دوستوں نے پوری قوّت کے ساتھ جمہوری حکومت کے طرف داروں کی امداد کی اور اب شہر کے لوگوں نے نہ صرف خواہش کی بلکہ حکم دیا کہ الکی بیادیس وطن واپس آ جائے مگر اس کی خواہش تھی کہ محض لوگوں کی مہربانی اور الطاف کی بنا پر اُس کی واپسی نہ ہو اور خالی ہاتھ واپس نہ آوے بلکہ کچھ کارگزاری کر کے باشان و شوکت پلٹے۔ اس غرض سے اُس نے ساموس سے چند جہاز لے کر لنگر اٹھایا اور گرد آوری کرتا رہا لیکن یہ خبر پاکر کہ اسپارٹہ کا امیر البحر منڈارس نے اپنا کل لشکر لے کر ھلس پانٹ کی طرف لنگر اٹھا دیا ہے اور اتھنزی بھی اُس کے پیچھے پیچھے ہیں وہ اسی طرف چلا اور خوش نصیبی سے ایک بڑے نازک موقع پر اٹھارہ جہازوں کے ساتھ پہنچ گیا۔ اس وقت فریقین کے بیڑوں نے ابی دوس کے قریب تمام دن جنگ کی تھی اور دونوں کو اپنی اپنی جانب

فائدہ رہا تھا۔ جس وقت وہ نمودار ہوا تو دونوں بیڑوں کو غلط فہمی ہوئی، یعنی حریف کا حوصلہ بڑھ گیا اور ایتھنزیوں پر ہراس طاری ہُوا لیکن الکی بیادیس نے اپنے جہاز پر یکایک جھنڈا بلند کیا اور سپے پونی سیون کے اُن جہازوں پر جا گرا جنھوں نے پہلے نقشۂ جنگ سے فائدہ اٹھایا تھا اور تعاقب کر رہے تھے۔ اُس نے بہت جلد اُن کو بھگا دیا۔ اور اس قدر قریب سے پیچھا کیا کہ ساحل پر اُترنے کے لیے مجبور کر دیا۔ اور اُن کے جہاز ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ملّاح جہازوں کو چھوڑ کر تیرنے لگے۔ پھر کیا تھا ایتھنزیوں نے غنیم کے تیس جہاز پکڑ لیے اور اپنے کُل جہاز واپس لیے اور اسی مقام پر فتح کی ایک یادگار تعمیر کر دی۔ ایسی شان دار فتح پر مغرور ہو کر الکی بیادیس نے ٹی سافرنیس سے بھی داد لینا چاہی اور بہت کچھ تحفے تحائف لے کر اور بن ٹھن کر اُس کے پاس گیا۔ مگر یہاں اُسے سخت ناکامی ہوئی۔ کیوں کہ ٹی سافرنیس کچھ مدت سے اہلِ اسپارٹہ کی ریشہ دوانی سے خائف ہو گیا اور ڈر رہا تھا کہ کہیں اُس کے بادشاہ کو بدگمانی نہ ہو جائے۔ لہٰذا اس نے موقع پا کر الکی بیادیس کو آتے ہی قید کر کے سارڈس چلتا کیا۔ اس بے وفائی سے وہ یہ سمجھا کہ سابقہ کی طرف داری کی صفائی ہو جائے گی لیکن تقریباً مہینے بھر کے بعد الکی بیاد قید سے بھاگ نکلا اور ایک گھوڑا بہم پہنچا کر کلے زومنی کو فرار ہو گیا جہاں اُس نے ٹی سافرنیس کی مزید رسوائی کی غرض سے مشہور کیا کہ میری فراری میں وہ بھی شریک تھا۔ وہاں سے اُس نے ایتھنزیوں کی طرف لنگر اُٹھایا اور وہاں یہ خبر پا کر کہ اسپارٹہ

کے سردار منڈارس اور فرنا بازوس دونوں کے زی کوس میں موجود ہیں۔ اُس نے سپاہ کے رُو برُو ایک تقریر کی جس میں اُنھیں بتایا کہ بحری یا بری جنگ ہو خواہ مستحکم قلعوں کی لڑائی، سب اُن کے نزدیک مساوی ہونی چاہیے، اس لیے کہ جب تک وہ ہر جگہ لڑکر فتح نہ پائیں گے، انھیں روپیہ میسّر نہ آئے گا۔ پھر فوراً ابر و باد کے طوفان میں ان کو لے کر کے زی کوس پہنچ گیا۔ جیسے ہی پردۂ ظلمت چاک ہوا، دشمن کا بیڑا دُور سے سمندر میں بندرگاہ کے مقابل بڑھتا ہوا دیکھا گیا۔ الکی بیادیس نے اس اندیشے سے کہ کہیں وہ لوگ جہازوں کی تعداد نہ دریافت کرلیں، بقیہ کپتانوں کو حکم دیا کہ تھم کر آہستہ آہستہ پیچھے آئیں، اور خود چالیس جہازوں کو لے کر آگے بڑھا اور غنیم سے مبازر طلبی کی۔ غنیم نے قلتِ تعداد سے دھوکا کھاکر فوراً لڑائی شروع کردی۔ عین جنگ میں اتھنزی بیڑے کے دوسرے حصّے کو اپنے اوپر آتا دیکھا تو ایسے دہشت زدہ ہوگئے کہ معاً فرار ہوئے۔ ساتھ ہی الکی بیادیس بیس منتخب جہازوں کو لے کر اُن کے قلب پر جھپٹا اور ساحل پر اُتر کر اُن لوگوں کا تعاقب کیا جو جہازوں کو چھوڑ کر خشکی پر بھاگ رہے تھے اور اُن کا قتلِ عام کیا۔ منڈاروس اور فرنا بازو نے جو اس کی کمک کو آئے تھے، شکست فاش کھائی۔ منڈاروس تو اسی مقام پر بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا اور فرنا بازو نے بھاگ کر جان بچائی۔ اتھنزیوں نے دشمنوں کی تعدادِ کثیر کو ہلاک کیا، بہت کچھ غنیمت حاصل کی اور اُن کے تمام جہاز اور کے زی کوس پر بھی جس کو فرنا بازو نے چھوڑ دیا تھا،

قابض ہوگئے اور وہاں کے مقامی دستے کو تباہ کرکے نہ صرف ھلسپانٹ کو اپنے لیے استوار کرلیا بلکہ لکدمونیوں کو بہ زور تمام بقیہ سمندر سے نکال باہر کیا۔ اُنھوں نے چند خطوط پکڑے جو اسپارٹی حکام کے نام تھے اور جن میں لکدمونیوں نے اپنے جامع انداز میں اس مہلک شکست کا حال یوُں لکھا تھا: "ہماری توقعات کا خاتمہ ہوگیا، منڈاروس مقتول ہُوا۔ فاقہ کشی کی حالت ہے ہم حیران ہیں کہ کیا کریں۔"

سپاہی جو اس آخری جنگ میں الکی بیادیس کے ہمراہ تھے، اس درجہ مغرور ہوے اور ایسے پھُول گئے تھے کہ اپنے کو ناقابلِ شکست سمجھ کر اُن سپاہیوں میں ملنے سے نفرت کرنے لگے، جو بے چارے کبھی کبھی ہار گئے تھے یہ اس لیے کہ کچھ عرصے قبل تھرے سی لوس نے ای فی سس کے متصل ایک شکست کھائی تھی الکی بیادیس کے سپاہیوں نے اس بدبختی پہ تھرے سی لوس کے سپاہیوں کو بہت لعن طعن کی اور ساتھ ہی اپنے سپہ سالار کو بہت بڑھا چڑھا کر دکھایا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اُن کی معیت میں قواعد کرنا یا ایک ہی مقام میں رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ مگر کچھ ہی عرصے کے بعد فرنابازو نے ایک بڑی پیدل اور سوار فوج کو لے کر تھرے سی لوس کے سپاہیوں پہ حملہ کیا۔ الکی بیادیس ان کی کمک کو آیا اور تھرے سی لوس سے مل کر حریف کو شکست دی اور رات تک اُن کا پیچھا کیا۔ اس واقع میں دونوں لشکر متحد ہوگئے اور مل کر خیمہ گاہ کو واپس ہُوے اور ہل جُل کر باہم خوشیاں منائیں اور مبارک بادیں دیں۔ دوسرے روز اُنھوں نے

ایک یادگارِ فتح نصب کی اور پھر بذریعہ تیغ و آتش اس تمام صوبے کو برباد کردینے کے لیے بڑھے جو فرنابازو کے ماتحت تھا۔ کسی کو مزاحمت کی جرأت نہ ہوئی اور ہرجگہ فتح وکامرانی نے ایتھنز والوں کا ساتھ دیا +

اس کے بعد کالکی دان کا محاصرہ کرنے کے لیے وہ آگے بڑھا اور جانب بحر ایک پوری دیوار کھینچ کر اُس کو گھیر لیا۔ فرنابازو محاصرہ توڑنے کے لیے اپنے لشکر کو لے کر بڑھا، ادھر ہی پاک مدے ڈس حاکمِ شہر نے بھی اپنی تمام قوت مجتمع کرکے اندر سے ایتھنزیوں پر ایک حملہ کیا الکی بیادنے اپنے لشکر کو یوں منقسم کردیا کہ دونوں کو بوقت واحد جواب دے سکے اور اس طرح اس نے صرف فرنابازو ہی کو ایک ذلیل فرار پر مجبور نہیں کردیا بلکہ ہی پاکری لٹ کو بھی شکست دی اور اُس کو مع اُس کے متعدد سپاہیوں کے مار ڈالا۔ بعدازاں اُس نے اہلِ اسپادنٹ کی جانب لنگر اٹھایا، تاکہ وہاں کچھ رقم ہتیا کرنے کا بندوبست کرے، یہاں اُس نے شہر سلمبریا پر قبضہ کرنے میں ایسی بداحتیاطی کی کہ ایک بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگیا۔ اس لیے کہ چند شہریوں نے شہر کو حوالہ کردینے کا اُس سے اقرار کیا اور طے پایا کہ آدھی رات کو ایک مشعل سے اشارہ دیا جائے گا مگر ان سازشیوں میں سے ایک شخص اس قرار داد پر پچھتانے لگا اور بقیہ لوگ بخوف افشا اس پر مجبور ہوئے کہ وقتِ معیّنہ سے پہلے ہی اشارہ دے دیں ادھر الکی بیادلیس نے جیسے ہی مشعل کو ہوا میں بلند دیکھا تو اگرچہ لشکر آمادہ نہ تھا مگر وہ تیس آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر دیوارِ قلعہ پر چڑھ دوڑا اور بقیہ کو پوری تیزی سے اپنے پیچھے آنے کا حکم دیا۔ قریب

پہنچنے پر اُس نے اپنے لیے دروازہ کھلا ہُوا پایا اور اپنے تیس آدمیوں کو جن میں بیس سبک سلاح آدمی اور بھی آکر شامل ہوگئے تھے لے کر داخل ہوگیا۔ داخل ہوتے ہی اُس نے سلمبریوں کو پوری طرح مسلح اپنے اوپر آتے ہُوئے دیکھا، پھر بھی الکی بیادیس نے حواس بجا رکھے اور اپنے قرنا بجانے والے کو حکم دیا کہ خاموش رہنے کی بجائے قرنا بجائے جائے۔ اس تدبیر نے اہلِ سلمبریا کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا جو سختی سے لڑنے مرنے پر تیار تھے، اس لیے کہ وہ سمجھے کہ حریف کی پوری فوج اندر آگئی ہو۔ غرض وہ صلح پر آمادہ ہوگئے اور الکی بیادیس نے پورا قابو پانے کے باوجود ان کو صرف یہ حکم دیا کہ شہر چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ اور جب سلمبری اس کا حکم بجا لائے تو اُس نے ان کو غارت گری سے بچا لیا، البتہ کسی قدر رقم ان سے لے لی۔ اور ایتھنزی فوج کا ایک حفاظتی دستہ وہاں چھوڑ کر رخصت ہوا۔ اسی اثنا میں ایتھنز کے دوسرے سرداروں نے جو چالسی ڈان کو محاصرے میں لیے ہوئے تھے، فرنا بازو سے ایک معاہدہ لکھوا لیا جس کے شرائط یہ تھے کہ: " اُسے ایک مقررہ رقم ادا کرنی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ چالسی دانیوں کو پھر ایتھنزیوں کے ماتحت آنا پڑے گا۔ اس کے عوض میں ایتھنزی اس صوبے پر تاخت نہ کریں گے جہاں فرنا بازو صوبے دار ہوگا۔ لیکن اسے ایتھنزی ایلچیوں کی جو شاہ فارس کے پاس جائیں، حفاظت کا ذمّہ لینا ہوگا۔ اس کے بعد جب الکی بیاد وہاں پہنچا تو فرنا بازو نے یہ چاہا کہ وہ بھی اسی معاہدے پر حلف اُٹھائے مگر اُس نے اُس وقت تک انکار کیا جب تک فرنا بازو

خود بھی حلف نہ لے۔ جب فریقین معاہدے حلف لے چکے تو الکی بیادیس بازنطانیوں کے مقابلے پہ گیا جنھوں نے ایتھنزیوں سے بغاوت کررکھی تھی اور شہر کو ایک حلقہ میں گھیر لیا لیکن آنے گسی لاس اور لای گرگس اور چند اور لوگوں نے شہر کی سپردگی کی نسبت جب اس سے یہ طے کرلیا کہ باشندوں کی جان اور مال محفوظ رہے گا۔ پھر بھی ایک شدید جنگ کی نوبت آئی، جس میں الکی بیادس نے بڑی بہادری دکھائی اور بازنطہ اور اس کے اسپادنی مددگاروں پہ فتح پائی۔ اور اب الکی بیادیس کو یہ خواہش ہوئی کہ پھر اپنے وطن کی زیارت کرے بلکہ یہ کہ اپنے ہم وطنوں پہ اس کا اظہار کردے کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس نے تمھارے لیے اتنی فتوحات حاصل کیں۔ اس نے ایتھنز کی طرف لنگر اٹھایا اور وہ جہاز جو ہمراہ تھے، انھیں بہت سی ڈھالوں اور دوسرے مالِ غنیمت سے آراستہ کرلیا تھا۔ ان کے پیچھے پیچھے وہ کشتیاں تھیں جو حریف سے لی گئی تھیں اور بہت سے جھنڈے نیز اُن جہازوں کا سامانِ آرائش بھی تھا جن کو اس نے غرق یا تباہ کردیا تھا۔ ان سب کی پوری تعداد دوسو تھی۔ کچھ اور قصے بھی مذکور ہیں مگر ان کا کچھ اعتبار نہیں ہو مثلاً ڈے ری اس ساکنِ جزیرۂ ساموس جو اپنا سلسلۂ نسب الکی بیادیس تک پہنچاتا ہو، یہ بھی اضافہ کرتا ہو کہ کری ساٹونس جہازوں کے ساتھ ساتھ بانسری بجا رہا تھا اور لطف یہ کہ پتواریں بھی سُر ملا رہی تھیں یا یہ کہ ایک ناٹک نویس تماشے کی پوشاک یعنی ارغوانی کپڑے اور زیورات پہن کر جہاز کھینے والوں کی رہ نمائی کرتا تھا، اور امیر البحری جہاز بندرگاہ میں ایک ارغوانی مستول کے ساتھ

داخل ہوا۔ یہ واقعات بالکل غیر مستند ہیں کیوں کہ تھیوپامپس اے فورس۔ زینوفن کسی نے ان کو بیان نہیں کیا۔ نہ یہی قرین قیاس ہے کہ کوئی شخص اتنی طویل جلاوطنی کے بعد اور ایسے مصائب و آلام میں مبتلا رہ کر بھی اس شان سے اپنے ہم وطنوں اور اپنے وطن میں آیا ہوگا کہ گویا ابھی مے گساری کی محفل سے اٹھا چلا رہا ہے بخلاف اس کے وہ بندرگاہ میں نہایت خائف اور ڈرتے ڈرتے اترا اور ساحل پر قدم رکھنے کی تو جرأت ہی نہ ہوئی جب تک کہ اس نے اپنے چچا زاد بھائی یوریپ ٹالمس اور دوسرے دوست آشناؤں کو نہ دیکھ لیا کہ آمادہ استقبال ہیں اور ساحل پر کھڑے اُسے بُلا رہے ہیں۔ جوں ہی وہ ساحل پر اُترا، مجمع جو اس کی پیشوائی کو آیا تھا ایسا ہمہ تن اُس کی طرف متوجہ ہوگیا کہ دوسرے سرداروں کو کسی نے پوچھا تک نہیں، سب اُس پر ٹوٹ پڑے، اس کو بلند نعروں کے ساتھ سلام کیا اور اسی کے پیچھے پیچھے چلے۔ ان لوگوں نے جو گھُس پل کر اس تک پہنچ سکے اس کے گلے میں ہار ڈالے اور جو اس کے قریب تک نہیں پہنچ سکے وہ کھڑے ہی کھڑے دُور سے اس کو دیکھا کیے۔ جو سن رسیدہ تھے اشارہ کرکے نوجوانوں کو بتا رہے تھے کہ الکی بیادیس وہ ہے۔ بریں ہم یہ عام مسرت گریہ آمیز بھی تھی اور اس شادمانی میں اُن مصائب کی یاد بھی ملی ہوئی تھی جو لوگوں کو برداشت کرنی پڑی تھیں۔ اب اُن کو اس کی حسرت ہوئی کہ کاش صقلیہ میں ایسی بدبختانہ بدعملی نہ ہوئی ہوتی نہ اُن کی دوسری توقعات خاک میں مل جاتیں اور یہ کہ وہ اپنے تمام معاملات کا انصرام اور لشکر کی کمان پیشتر ہی سے

الکی بیادیس پر چھوڑ دیتے کیوں کہ اب جب اس نے انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا تو گو ایتھنزی اس حالت میں تھے کہ سمندر سے گویا خارج ہی کیے جا چکے تھے اور خشکی پر اطراف شہر کی بھی حفاظت مشکل سے کرسکتے تھے، اور اسی کے ساتھ باہمی تنازعات کی وجہ سے خود شہر کے اندر فرقے بندی میں مبتلا ہو رہے تھے لیکن اس نے نہ صرف اُن کی قدیم بحری مملکت بحال کرائی بلکہ خشکی پر اُنھیں ہر جگہ غنیم پر فتح یاب کیا۔

اس کو جلاوطنی سے واپس بُلانے کے متعلق جمہور نے کری تیاس کی تحریک سے پیش تر ایک حکم جاری کردیا تھا۔ جیسا کہ وہ اپنے مرثیوں میں بھی الکی بیادیس کو یہ احسان یوں یاد دلاتا ہو ؎

"میری ہی تجویز پر وہ حکم بھی جاری ہوا
بعد مُدت جس نے پھر تم کو وطن آنے دیا"

پھر لوگوں کو ایک مجلس میں دعوت دی گئی جہاں الکی بیادیس ان میں آیا، اور پہلے اپنے مصائب پر فریاد و ماتم کیا اور پھر نرم لب و لہجے میں سخت برتاؤ کی شکایت کرکے ان تمام باتوں کو اپنی شوم بختی اور شامتِ اعمال سے منسوب کیا۔ بعد ازاں اُس نے مستقبل کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ ان کو پوری جرأت اور تمنا سے پُرجوش کردیا۔ عوام نے اُسے سونے کے تاج پہنائے اور برّی و بحری فوج کا سپہ سالار مقرر کرکے کُلی اختیار دیا۔ ایک قانون یہ بھی منظور کیا گیا کہ اس کی جاگیر بحال کردی جاوے اور الیومال پی ڈی مہنت اور متقدس نقیب اُسے اُن بددعاؤں سے رہائی بخشیں جو اُنھوں نے پہلے جمہور کے حکم سے اس کے خلاف کی تھیں۔ ان بددعاؤں کے بارے میں سب نے تو

خیر تعمیلِ حکم کی سو کی لیکن اسقفِ اعظم تھی اُدوریس نے یہ کہہ کر اپنے کو معذور رکھا کہ اگر وہ بے گناہ ہو تو ہو میں سئے اس کو بد دعا کی بھی نہیں ÷

اس تمام کامیابی اور نام آوری کے باوجود بہت سے اہلِ وطن اب بھی کچھ نہ کچھ خفا تھے اور اس کی آمد کو بدشگونی سمجھتے تھے کیوں کہ جس دن وہ بندرگاہ پر اُترا منروا دیوی کا ایک تہوار یعنی ماہِ تراج لیوں کی پچیسویں تاریخ تھی، جس میں اس کے پُجاری خاص خاص رسمیں ادا کرتے اور اس دیوی کے تمام زیورات اُتار لیے جاتے ہیں اور مندر کا وہ مقام جہاں وہ نصب ہے اچھی طرح ڈھک دیا جاتا ہے۔ اس بنا پر ایتھنزی اس دن کو بہت منحوس سمجھتے ہیں اور کبھی کوئی بڑا کام نہیں کرتے۔ اب ان کو خیال ہوا کہ دیبی نے الکی بیادیس کا مہربانی اور کشادہ دلی سے استقبال نہیں کیا بلکہ اپنا چہرہ چھپا کر گویا اس سے تبرّی کی۔ اس توہّم کے باوجود سچ یہ ہے کہ ہر بات ٹھیک اُس کی مرضی کے موافق ہوئی۔ جس وقت وہ سو جہاز جو اس کے ہمراہ واپس ہونے والے تھے، تیار ہوکر لنگر اٹھانے پر آمادہ ہوے تو اس کے دل میں یہ قابلِ قدر جذبہ پیدا ہوا کہ جب تک مذہبی مراسم مثلِ سابق ادا نہ ہوجائیں، وہ سفر ملتوی رکھے کیوں کہ جس وقت ڈی سی لیا مسخر ہوا تھا تو چوں کہ غنیم اُس سڑک پر قابض تھا جو الیوسنر سے ایتھنز تک جاتی تھی، لہٰذا شہر کا جلوس براہ سمندر جاتا تھا اور اس کی پوری رسمیں اور قربانیاں وغیرہ ادا نہ ہوتی تھیں۔ اس لیے الکی بیادیس کو خیال ہوا کہ یہ بڑی نام وری کا کام ہوگا اگر ان رسوم کی قدیم

شان و شوکت پھر بحال کردی جائے اور جلوس اسی طرح براہِ خشکی جائے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر ڈی سی لیا کی اسپاڈٹی فوج نے حملہ نہ کیا اور شاہ اسےجیس خاموش رہا تو خود اس کی تحقیر ہوگی اور شہرت پر دھبا آجائے گا، لیکن اگر لڑائی ہوئی تو میں ایک مقدس جنگ کا آغاز کردوں گا جو دیوتاؤں کی حمایت میں ہوگی اور نہایت اعلیٰ و ارفع مراسم کی مدافعت میں ہوگی اور وہ بھی میرے اہلِ ملک کے سامنے جہاں میرے تمام ہم وطن میری شجاعت پر شاہد ہوں گے۔ اس تدبیر کا عزم کرتے ہی اس نے نقیبوں کو اس کی اطلاع کردی اور سپاہی پہاڑوں کی چوٹیوں پر مقرر کرکے دن نکلتے ہی اپنے جوانوں کو آگے بڑھا دیا اور پھر اپنے ہمراہ پروہتوں اور پنڈتوں کا گروہ لے کر اُن کے گرد اپنے سپاہیوں کا حلقہ کرلیا اور نہایت ضابطے کے ساتھ اُن کو آگے بڑھایا۔ یہ ایک عالی شان اور محترم جلوس تھا جس میں وہ لوگ جو الکی بیادیس سے حسد نہیں کرتے تھے، کہتے تھے کہ آج اس نے ایک مذہبی پیشوا اور سپہ سالار دونوں کا کام ساتھ ہی انجام دیا۔ غنیم کو اُن کے خلاف کچھ کرنے کی جرأت نہ پڑی اور یوں وہ تمام جلوس کو بحفاظت شہر میں واپس لے آیا وہاں پہنچنے پر جس طرح خود اس کا اعتقاد قوی ہُوا، اسی طرح اور لوگ بھی اس کی سپاہ کو ناقابلِ شکست و مزاحمت سمجھنے لگے۔ جب تک کہ فوج کی قیادت الکی بیادیس کے ہاتھ میں رہی، واقعی اُس نے چھوٹے اور ادنیٰ درجے کے لوگوں کو ایسا قابو میں کرلیا تھا کہ اُن کی نہایت زبردست خواہش تھی کہ وہ ان پر بہ حیثیت

مطلق العنان بادشاہ کے حکومت کرے اور بعضوں نے تو اس سے یہ کہہ بھی دیا کہ تم جمہوریت کے تمام قوانین اور دفعات کو منسوخ کرکے اور تمام باتونی کاہلوں کو جو سلطنت کو تباہ کر رہے ہیں، زیر کرکے ایک ہی مرتبہ تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لو اور حاسدوں کی دراندازی اور احتساب سے مستغنی ہو جاؤ +

یہ امر غیر متیقّن ہے کہ خود اس کا میلان شاہی اختیارات کو غصب کر لینے کی نسبت کیا تھا، لیکن شہر میں بہت سے اشخاص اس بات سے اس قدر خائف تھے کہ اُنھوں نے اس کو تختۂ جہاز پہ پہنچا دینے کی ہر ممکنہ تعجیل کی بلکہ ہمراہی بھی اُسی کے منتخب کیے ہوئے متعین کر دیے اور جن دوسری چیزوں کی اس نے درخواست کی وہ بھی اُسے بلا تاخیر مہیا کر دیں۔ بعد ازاں اُس نے سو جہازوں کے ساتھ لنگر اُٹھایا اور اِن دِرہوس پہنچ کر وہاں کی فوج اور اس کے اسپارٹی حلیفوں کو شکست دی مگر اس نے شہر پر قبضہ نہیں کیا، جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اُس کے دشمنوں کو پہلے پہل اس کا موقع ملا کہ اُس پر تہمتیں رکھیں اور یقیناً اگر کسی شخص کی عظمت و شان ہی اُس کے ادبار و زوال کا باعث ہُوئی تو وہ الکی بیادیس ہے، کیوں کہ اُس کی مسلسل کامیابیوں نے ایسا یقین اُس کی جرأت و قیادت کے متعلق پیدا کر دیا تھا کہ اگر اپنی کسی مہم میں وہ ناکام ہو جاتا تھا، تو یہ محض اس کی غفلت کا نتیجہ سمجھا جاتا تھا نہ کہ نقدانِ وسائل کا کیوں کہ لوگ سمجھتے تھے کہ اُس کے لیے کوئی کام بھی محال نہیں ہے بشرطیکہ وہ پوری سرگرمی دکھائے چناں چہ وہ اس خیال میں تھے کہ

بس آج ہی کل میں کیوس کی اور تمام آیونیا کی تسخیر کی خبر آجائے گی۔ اور بے صبری کرنے لگے کہ کیوں سب باتیں اس تیزی اور سُرعت سے انجام نہیں پاتیں جس طرح ہم چاہتے ہیں۔ اس میں اُنھیں یہ خیال نہ گزرتا تھا کہ رُپے کی کیسی شدید حاجت ہے اور یہ کہ ایک ایسے غنیم کے ساتھ جس کو ایک بادشاہ کی جانب سے ہر قسم کا سامانِ خوراک پہنچ رہا ہو، بے چارے الکی بیادیس کو کبھی کبھی سامانِ جنگ سے بھی دست کش ہونا پڑتا تھا تاکہ اپنی سپاہ کی بسر بُرد کے لیے رُپے اور سامانِ رسد بہم پہنچا سکے۔ یہی امر تھا کہ جس کی بنا پر اُس کے خلاف آخری الزام لگایا گیا۔

ہُوا یہ کہ ایک طرف تو اہلِ اسپارٹہ نے اس کے مقابلے کے لیے لائی سنڈر کو امیر البحر مقرّر کیا اور اُدھر سیروس بادشاہ فارس کی طرف سے ایک بہت بڑی رقم بھی اُس کو دی گئی اور اُس نے اپنے ہر سپاہی کو چار اوبل (ایک سکّہ) روزانہ دینے شروع کیے حالاں کہ سابق میں وہ صرف تین اوبل پاتے تھے۔ بچارہ الکی بیادیس تین اوبل بھی مشکل سے دے سکتا تھا اور اسی وجہ سے مجبور ہو کر کاریہ گیا کہ رُپے بہم پہنچا سکے۔ اپنی عدم موجودگی میں اُس نے بیڑے کا انتظام ان تیوکوس کے سپرد کیا جو ایک تجربہ کار مگر بے باک اور جلد باز بحری سردار تھا الکی بیاد نے اس کو صاف حکم دے دیا تھا کہ باوجود غنیم کے اشتعال کے جنگ نہ چھیڑے۔ لیکن اُس نے اِن ہدایات کو فضول سمجھا اور کچھ پروا نہ کی بلکہ اپنے اور ایک اور جنگی جہاز کے ساتھ افی سوس روانہ ہُوا جہاں دُشمن کا بیڑا

لنگر انداز تھا۔ اور اُن کے جہازوں کے سامنے سے گزرا اور اپنے قول و فعل سے دُشمن کو ہر طرح اشتعال دلایا۔ لای سنڈر اوّل چند جہاز لے کر باہر نکلا اور اس کا تعاقب کیا لیکن جب اُدھر سے ایتھنزیوں کے تمام جہاز اُس کی مدد پر آگئے تو لای سنڈر نے بھی اپنا پورا بیڑا لے لیا اور قطعی فتح حاصل کی۔ اس نے انتیوکوس کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا، بہت سے آدمی اور جہاز گرفتار کیے اور ایک یادگارِ فتح تعمیر کی ؂

الکی بیادیس نے جیسے ہی یہ خبر پائی ساموس کو واپس آیا، اور یہاں سے اپنے پورے بیڑے کو مہیا کرکے لائی سنڈر کے مقابلے پر آیا اور دعوتِ جنگ دی لیکن وہ اپنی سابقہ فتح پر قانع تھا اور مقابلے پر نہ آیا۔ اس موقع پر تھراسون کا بیٹا تھراسی بولوس جو الکی بیادیس کے دُشمنوں میں پیش پیش تھا، خاص اسی لیے ایتھنز گیا کہ اُس کو متہم کرے اور شہر میں اُس کے دوسرے دُشمنوں کو بھڑکائے۔ مجمع عام کو خطاب کرکے اُس نے کہا کہ "لوگو! الکی بیادیس نے تو سارا معاملہ تباہ کردیا۔ تمام جہاز اپنی پُر رعونت غفلت کے ہاتھوں برباد کردیے اور اپنی غیر موجودگی میں فوج کی قیادت ایسے لوگوں کو دے دی جو محض شراب خواری اور ہزل گوئی کی وجہ سے اِس کے منظورِ نظر تھے۔ دراں حالے کہ وہ خود حصولِ زر کے لیے جابجا اپنی مرضی سے گھوم رہا تھا اور ابی دوس اور ایونیا کی رنڈیوں میں بیٹھا عیش کررہا تھا۔ حالاں کہ غنیم کا بیڑا بالکل قریب سے دیکھ بھال کررہا تھا۔" الکی بیادیس پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ اُس نے تھریس

کے علاقے میں اپنے لیے ایک قلعہ مستحکم کر رکھا تھا تاکہ وہاں پناہ گزیں ہو سکے، جس کے معنی یہ تھے کہ وہ اپنے وطن میں نہیں رہ سکتا یا رہنا نہیں چاہتا۔ شہر والوں نے ان اطلاعوں پر اعتبار کرلیا اور اپنے غصے کا یوں اظہار کیا کہ فوج کے تین نئے سردار مقرر کر دیے۔ الکی بیادیس نے جیسے ہی یہ سُنا، اسی وقت ایتھنز کی فوج کو خیرباد کہی کہ نہ معلوم آیندہ کیا صورت پیش آ ئے۔ پھر اجیر سپاہیوں کا لشکر فراہم کر کے اپنی ہی طرف سے تھریس کے ایک علاقے پر چڑھائی کی جہاں کے لوگ کسی کی بادشاہی تسلیم نہ کرتے تھے۔ اس لڑائی میں اسے بہت سا رُپیہ بھی ملا اور مُلک یونان کی بیرونی حملہ آوروں سے حفاظت کی بھی صورت نکل آئی ؛

اُدھر ایتھنز کے نئے بحری سردار روز بیڑا لے جاکر لائی سنڈر کو دعوتِ جنگ دیتے اور جب وہ مقابلے کو نہ آتا تو واپس آکر ادھر اُدھر پڑے پھرتے۔ اُنھوں نے دشمن کو اتنا حقیر سمجھ لیا تھا کہ کسی تنظیم و ترتیب کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔ ان کا مقام اگوس پٹوٹمی میں تھا اور الکی بیادیس وہاں سے کچھ دُور نہ تھا اور اُن کے خطرے کو کچھ کم محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس سے ان کو آگاہ کرنے میں بھی اس نے غفلت نہ کی، بلکہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر سرداروں کے پاس آیا اور اُن کو جتایا کہ کیسی غیر موزوں قیام گاہ اُنھوں نے منتخب کی ہے، جہاں نہ کوئی محفوظ بندرگاہ تھی اور نہ کوئی قصبہ وغیرہ قریب میں تھا، اس وجہ سے ضروری سامانِ رسد بھی اُن کو بہ دقّت کہیں سس توس سے منگوانا پڑتا تھا۔

اس نے یہ بھی کہا کہ سپاہی جب ساحل پر جاتے ہیں تو نہایت بے پروائی سے اُن کو منتشر ہونے اور اِدھر اُدھر گشت لگانے کی اجازت دے دی جاتی ہی، حالاں کہ غنیم کا بیڑا جو ایک واحد شخص کی ماتحتی میں اور سختی کے ساتھ قواعد کے تابع ہی، قریب ہی پڑا ہوا ہی، پس مناسب یہ ہی کہ بیڑا سس توس میں اٹھا لیا جائے لیکن امیرالبحر نہ صرف اس کی باتوں کو خاطر میں نہ لائے، بلکہ تی دیوس نے ہتک آمیز الفاظ میں اُسے حکم دیا کہ آپ تشریف لے جائیے اور کہا کہ اب فوج کے حاکم آپ نہیں بلکہ اور لوگ ہیں۔ الکی بیادیس نے ان باتوں سے دغا کی بو پائی اور وہاں سے رخصت ہوا اور اپنے احباب سے جو کیمپ کے باہر تک اُس کے ساتھ آئے تھے، کہنے لگا کہ "اگر یہ سردار میرے ساتھ ایسی ناقابلِ تحمل تحقیر سے پیش نہ آتے تو میں چند ہی روز میں اسپارٹہ والوں کو طوعاً و کرہاً اس پر مجبور کر دیتا کہ یا تو سمندر میں ایتھنزیوں سے لڑیں یا اپنے جہاز چھوڑ بیٹھیں۔ بعضوں نے ان باتوں کو محض شیخی سمجھا۔ بعضوں نے کہا کہ اس کا کہنا غلط نہیں کیوں کہ وہ بہ تعدادِ کثیر اپنے تھریسی سواروں اور تیراندازوں کو لا سکتا تھا، جو اُن کے کیمپ ہی میں حملہ کر کے اُن کو منتشر کر سکتے تھے۔ بہر صورت واقعات نے بہت جلد صاف ظاہر کر دیا کہ اُس نے کیسی صحت سے اُن غلطیوں کو تاڑ لیا تھا جو ایتھنزیوں سے سرزد ہوئی تھیں، اس لیے کہ اُن کو گمان بھی نہ تھا کہ یکایک لائی سنڈر اُن پر آپڑا اور اس قدر جوش و خروش سے آیا کہ صرف کے تن ہی

مع آٹھ جہازوں کے بھاگ کر بچ سکا بقیہ کو جو تقریباً دو سو تھے، اس نے پکڑلیا اور تین ہزار آدمیوں کو بھی گرفتار کیا جن کو اُس نے قتل کرڈالا اور تھوڑے ہی زمانے کے بعد خود ایتھنز کو بھی تسخیر کرلیا جو جہاز وہاں پائے انہیں جلا دیا اور دیواروں کو ڈھا دیا۔ اب لکدمونی (یعنی اہلِ اسپارٹا) بر و بحر کے مالک تھے اور الکی بیادیس کو ان کا بڑا دھڑکا تھا لہٰذا وہ بے تھی نیا چلا گیا۔ جہاں روانگی سے پیشتر بہت زر و مال اُس نے بھیجا اور بہت سا ہمراہ لے گیا اور اس قلعے میں بھی بہت سا چھوڑ دیا، جہاں وہ سابق میں رہا تھا مگر اس کی بہت کچھ دولت بے تھی نیا میں جاتی رہی۔ کیوں کہ تھریسیوں نے جو وہاں رہتے تھے اُسے لوٹ لیا۔ اس کے بعد الکی بیادیس نے شاہِ ایران ارتارزک سیز کے دربار کو جانے کا عزم کیا جہاں اُسے یقین تھا کہ اگر بادشاہ نے میری قابلیتوں کو جانچا تو میں تمس طاکلیس سے کسی طرح کم نہ نکلوں گا۔ قطع نظر اس کے میرے پاس ایک بڑی سفارش یہ ہو کہ میری غرض یہ نہیں ہو کہ بادشاہ کی خدمت اپنے ہم وطنوں کے مقابلے میں کروں جیسا تمس طاکلیس نے کیا تھا، بلکہ میں اس لیے جاؤں گا کہ اپنے وطن کے دشمنوں کے خلاف بادشاہ سے امداد کی التجا کروں۔ وہ سوچا کہ اس کے لیے فرنا بازو ایک محفوظ سبیل نکال دے گا۔ چناں چہ اس کے پاس وہ فریخیہ چلا گیا جہاں وہ اس ایرانی صوبےدار کا بڑا احترام کرتا تھا اور وہ بھی الکی بیادیس کے ساتھ اچھی طرح پیش آتا تھا۔

اس اثنا میں ایتھنزی اپنے زوال سلطنت کی بنا پر نہایت

تلخ کام ہوے تھے مگر جب وہ آزادی کی نعمتِ لاثانی سے بھی محروم ہوگئے اور لائی سنڈر نے تیس جابروں کو اُن پہ حکمراں بنادیا تو اس تباہی میں اُنھیں وہ خیالات آئے جو اُس وقت نہیں سوجھتے تھے، جب محافظت کا امکان باقی تھا۔ انھوں نے اپنی سابقہ غلطیوں اور حماقتوں کو تسلیم کرکے اُن پر ماتم کیا اور مان لیا کہ یہ آخری بدسلوکی جو الکی بیادیس سے کی گئی، سب سے بڑھ کر ناقابلِ معافی تھی۔ اس لیے کہ بے خطا، بے قصور اس بے چارے کو مردود کردیا تھا۔ ان کو غصہ اس بات پر آیا تھا کہ الکی بیادیس کے ایک ماتحت افسر نے (جیسا کہ مذکور ہوا) شرم ناک طریق سے کئی جہازوں کو تلف کرا دیا تھا مگر اپنی بات پر انھوں نے اور بھی زیادہ شرم ناک حرکت یہ کی کہ جمہوریت کو اس سپہ سالار سے محروم کردیا جو نہایت جری اور جہاں دیدہ تھا۔ ایسی اندوہ ناک حالت میں بھی ان کو ہنوز خفیف سا آسرا باقی تھا، اور جب تک الکی بیادیس سلامت تھا، اس وقت تک جمہوریہ ایتھنز کی طرف سے بھی قطعی مایوس نہ ہوے تھے کیوں کہ اُنھوں نے خود کو تسلی یوں دی کہ جب وہ جلا وطنی کی حالت میں بھی بےکاری پر قانع نہ رہا تو اب اگر اُسے کوئی موافق موقع مل گیا تو وہ کسی طرح بھی اہلِ اسپارٹہ کی رعونت اور تیس جابروں کے مظالم کو گوارا نہ کرے گا۔ یہ خیالات کچھ زیادہ لغو بھی نہ تھے کیوں کہ جابر حاکم خود بھی بہت خواہش مند رہتے تھے کہ الکی بیادیس کی تمام حرکتوں اور ارادوں کا علم اور اطلاع اُن کو ہوتی رہے۔ آخر کری تیاس نے لائی سنڈر کو سمجھایا کہ اہلِ اسپارٹہ کو یونان

پر اطمینان کے ساتھ حکومت کرنی نصیب نہ ہوگی، جس وقت تک کہ جمہوریہ ایتھنز مطلقاً برباد نہ کردی جائے گی۔ نیز یہ کہ اگرچہ اس وقت ایتھنزی خاموشی اور سکون و صبر سے اُن حکمرانوں کی اطاعت کرتے ہیں، ایں ہمہ جب تک الکی بیادیس زندہ ہے اور ان کو اس کا علم بھی ہے، ہرگز وہ موجودہ حالات کو ہنسی خوشی گوارا نہ کریں گے۔ اس پر بھی لائی سنڈر ان باتوں سے کسی بات پر آمادہ نہیں کیا جاسکتا تھا، حتیٰ کہ اسپارٹہ کے مجسٹریٹوں سے اُس کو مخفی احکام پہنچے کہ بلا تامل الکی بیادیس کو روانہ کردو۔ اب یا تو اس وجہ سے کہ پُر خطر مہموں کی بابت اُس کی جرأت اور دلیری سے خائف تھے۔ یا یہ کہ بادشاہ اے جیس کو ممنون کرنا مقصود تھا۔ یہ حکم پاکر لائی سنڈر نے ایک قاصد فرنا بازو کے پاس بہ خواہش تعمیل روانہ کیا۔ فرنا بازو نے اپنے بھائی ماجیوس اور اپنے چچا سوسامتھریز کو اس معاملے سے آگاہ کیا، اس وقت الکی بیادیس، فرغیہ کے ایک چھوٹے سے گانو میں مع اپنی آشنا تی مَن ڈرا کے فروکش تھا۔ ایک روز بحالتِ خواب اُس نے دیکھا کہ گویا اپنی آشنا کی پوشاک پہنے ہوئے ہے اور اُس کی آشنا نے اُسے اپنی بغل میں لے کر اُس کے بال بنائے اور چہرے پر غازہ ملا جیسے وہ کوئی مرد نہیں بلکہ عورت ہو۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس نے ماجیوس کو خواب میں دیکھا کہ میرا سر کاٹ رہا ہے اور جسم جلا رہا ہے۔ بہر صورت موت آنے سے کچھ ہی قبل اس نے ایسے خواب دیکھے۔

وہ لوگ کہ اُس کے قتل کرنے کو بھیجے گئے تھے، اتنی جراءت نہ رکھتے تھے کہ مکان میں داخل ہوں۔ پس پہلے اس کا محاصرہ کر کے آگ لگا دی۔ الکی بیادیس کو جیسے ہی یہ معلوم ہُوا اس نے اپنے تمام کپڑوں اور سامان کو اکٹھا کیا اور بُجھانے کے لیے آگ پر ان کو زور سے جھونک دیا پھر اپنا لبادہ بائیں بازو پر لپیٹ کر اور شمشیر برہنہ سیدھے ہاتھ میں لے کر وہ آگ میں کود پڑا اور اس میں سے قبل اس کے کہ کپڑوں میں آگ لگے سلامت نکل گیا۔ خونیوں نے جوں ہی اُسے دیکھا پسپا ہو گئے اور کسی کو اُس کا راستہ روکنے یا مقابلہ کرنے کی تو جراُت نہ ہوئی، مگر اُنھوں نے دُور ہی سے بذریعہ تیراندازی اُسے ہلاک کر ڈالا

جب وہ مر چکا تو قاتل وہاں سے چلے گئے اور ٹی مَن ڈرا نے اس کی لاش کو لے کر اُسے اپنے کپڑوں میں لپیٹا اور پھر اُسے محترم و مناسب طریقے سے حسب موقع دفن کر دیا۔ کہتے ہیں کہ شہرۂ آفاق لائیس جسے کورنتھی کہتے تھے اگرچہ وہ صقلیہ کے گاؤں ھی کرا کی رہنے والی تھی اور وہیں سے بطور قیدی کے لائی گئی تھی، وہ اسی ٹی مَن ڈرا کی دختر تھی۔

بعضے راوی وہ ہیں جو الکی بیادیس کے مذکورہ حالاتِ قتل سے متفق ہیں لیکن وہ اُسے فرنا بازو یا لاسی سنڈر یا اسپارٹہ والوں سے منسوب نہیں کرتے بلکہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے پاس ایک جوان اور عالی خاندان خاتون تھی جس کو اُس نے بے آبرو کر ڈالا تھا۔ اُس کے بھائیوں سے یہ بے آبروئی برداشت نہ ہو سکی اور انھوں نے شب کو اُس مکان میں جہاں وہ قیام پزیر تھا، آگ لگا دی۔ اور جب اُس نے شعلوں سے اپنے تئیں بچانے کی کوشش کی تو اُس کو مذکورہ بالا طریقے سے ہلاک کر ڈالا۔

مارسیئس کوریولانوس

روم کے عالی خاندان گھرانے مارسیئس سے اکثر ممتاز اشخاص اُٹھے۔ من جملہ اُن کے اینکس مارسیئس، نیوما کا نواسا تھا جو ٹیولس کے بعد بادشاہ ہُوا تھا۔ نیز پب لی اس اور کوانٹس مارسیئس بھی اسی خاندان سے تھے، جنھوں نے روما میں وافر آب رسانی کا انتظام کیا تھا، علیٰ ہذا سن سوری نس بھی تھا جس کو لوگوں نے دو مرتبہ محتسب منتخب کیا، اور جس نے آخر میں خود ہی ان کو اس امر پر آمادہ کیا کہ آیندہ سے بذریعۂ قانون کوئی شخص مکرر محتسب مقرر نہ ہونے پائے۔ یہ کے اس مارسیئس (کوریولانوس) جس کا حال لکھنا مقصود ہے، ابتدائے عمر ہی میں یتیم ہوگیا تھا، اور اپنی بیوہ ماں کے زیر تربیت رہا مگر اُس نے ہم کو تجربہ کرا دیا کہ ہرچند ابتدا ہی میں باپ کا سایہ سر پر سے اُٹھ جانا بہت سی خرابیاں پیدا کر دیتا ہے لیکن دُنیا میں حصُولِ رفعت، یا حُسن عمل کے لیے مانع نہیں ہوسکتا اور نہ حقیقی نیکی میں کوئی روک پیدا کرسکتا ہے، اگرچہ بدسرشت آدمی اپنی بُرائیوں کا تمام الزام اپنی اسی بدنصیبی اور بچپن سے تربیت نہ کیے جانے پر ڈالتے ہیں۔

اس کی زندگی اُن اشخاص کی رائے کی بھی اچھی تصدیق کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ ایک فیاض اور قابل طبیعت، جس کو عمدہ تربیت نہ

دی گئی ہو ، مثل زرخیز زمین کے ہی کہ اگر اس کا مناسب تردّد نہ کیا جائے تو عُمدہ ثمرات کے ساتھ اس میں ناقص اور فاسد پیداوار بھی ہوگی۔

گو اس کی طبعی ہمّت اور ہر کام میں محکم عزم نے اس کو اکثر اعلیٰ مقاصد میں کام یابی سے دوچار کیا - پھر بھی بہ سبب اپنی شدّتِ جذبات کے ، نیز بوجہ اس کے کہ اپنے آدمیوں کے مقابلے میں اپنے مذاق اور خیالات کو دبانے یا ضبط کرنے پر بہ مشکل قادر ہوسکتا تھا ، وہ دوسروں سے مل کر کام کرنے میں نااہل ثابت ہوا - لوگ اگر ایک طرف - - - اس امر کے معترف تھے کہ عیش کے لطف اور محنت کے شدائد اور نفع کی ترغیبات اس پر قطعاً غیر موثّر تھیں اور ہر موقع پر اس کے استقلال کو اعتدال، انہاک اور انصاف کا نام دیتے تھے تو دوسری طرف ایک مُدبّر اور شہری کی حیثیت سے اس کی شدّت اور وحشت مزاجی نیز اُس کی نخوت اور سخت گیری کی وجہ سے اس سے مُتنفّر ہوئے بغیر بھی نہ رہ سکتے تھے ؞

مطالعہ اور تعلیم ، یا عالمِ خیال کی جولانیاں ، اپنے متلاشیوں کو اس سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچاتیں کہ اُن کو تہذیب و انسانیت کے سبق دیں کہ جن کی تلقین سے ہمارے خصوصیاتِ طبعی اپنے حدوُد عقلیہ کے اندر رہیں اور بے طرح پانو نہ پھیلائیں - دوھر میں یہ وہ زمانہ تھا کہ فوجی کام یابیاں حاصل کرنے والے کو معزّز خیال کرتے تھے جس کی ایک شہادت ہم کو زبانِ لاطینی کے ایک لفظ سے ملتی ہو جو بظاہر تو نکوئی کی مترادف ہی مگر درحقیقت اُس سے مُراد جرأتِ مردانہ ہوا کرتی تھی - گویا کہ شجاعت اور نکوئی ایک ہی

اور اس ترقی کو روکنا اور گھٹانا چاہتے تھے ۔ طرفین میں ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی اور عین ہنگامۂ جنگ میں مارسیئس نے جو اپنے آمر کے مواجہہ میں نہایت بہادری سے لڑ رہا تھا، دیکھا کہ ایک رومی سپاہی کچھ فاصلے پر ضرب کھا کر گر رہا ہے۔ وہ فوراً بڑھا اور اس کے سامنے سپر ہو کر اُس کے حملہ آور کو مار ڈالا ۔ چناں چہ سپہ سالار نے حصولِ فتح کے بعد اس درخشاں کارنامے پر اس کو بطور انعام و امتیاز "شاخِ بلوط" کا ایک ہار پہنایا کیوں کہ اہلِ روم میں یہ رسم تھی کہ جو شخص کسی دوسرے شہری کی جان بچا لیتا تھا، اس کی تزئین درخت بلوط کی شاخوں کی مالا سے کی جاتی تھی۔ اور شاخ بلوط کے مخصوص اعزاز کا سبب یا تو قانونی تھا کہ اہل ارکیڈیا کی یادگار کے طور پر جن کو کسی الہام نے تخم بلوط استعمال کرنے والوں کی حیثیت سے مشہور کر رکھا تھا۔ یا یہ وجہ ہو کہ ہر موقعۂ جنگ پر یہ چیز بکثرت مل سکتی تھی ورنہ پھر یہ سبب ہو سکتا ہے کہ مالائے بلوط کو جوپیٹر (محافظ شہر دیوتا) کی طرف منسوب ہونے سے مقدّس سمجھتے تھے اور اس بنا پر کسی کی زندگی بچا لینے کے معاوضے میں یہ سب سے قیمتی صلہ سمجھا جا سکتا تھا ۔ فی الحقیقت جنگلی درختوں میں بلوط کے پھل سب سے زیادہ اور خوش نما ہوتے ہیں، اور بُستانی اعتبار سے بھی وہ سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ متقدمین کے لیے اس کے بیج غذا کا کام دیتے تھے اور اس میں جو شہد پایا جاتا تھا وہ پانی قرار پاتا تھا۔ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ وہ مُرغوں اور دوسرے جانوروں کے لیے عُمدہ چارے کا کام دیتا تھا کیوں کہ اُس میں لاسے کی قسم سے ایک چپ چپی چیز پیدا ہوتی ہے

شی تھی اور رومی لوگوں نے ان دونوں کو ایک مشترک اور ممتاز خوبی سمجھ رکھا تھا مگر اس عہد میں مارسیئس کے مزاج میں مقابلتاً جنگی اشغال کی طرف زیادہ تیز رُجحان تھا جو کسی دوسرے میں نہیں پایا جاتا تھا اور اُس نے بچپنے ہی سے مشق سپہ گری شروع کردی تھی۔ اس احساس کے ساتھ کہ نو ایجاد حربے اور مصنوعی ہتیاروں کا اثر قدرتی ہتیاروں کے مقابلے میں بہت کم ہوتا ہو اُس نے ہر قسم کی جنگ اور مبازرت کے لیے اپنے جسم کو بذریعے ورزش کے سڈول اور قوی بنایا کہ قطع نظر بے انتہا پھرتیلے پن کے وہ کُشتی کے داؤ پیچوں میں ایسا مشّاق ہوگیا تھا کہ حریف بہ مشکل اُس کی گرفت سے اپنا پیچھا چھڑا سکتا تھا، چناں چہ اُس کے ساتھی جو جنگی نمایشوں میں اُس سے برسرِ مقابلہ ہوتے تھے، اپنی کمزوری کو طوعاً و کرہاً تسلیم کرنے کی بجائے اپنی ہار کو اُس کی طاقتِ جسمانی کی طرف منسوب کرتے تھے، جس کو اُن کے نزدیک کسی قسم کی تکان یا مزاحمت زائل نہیں کرسکتی تھی:

وہ ابھی نوجوان ہی تھا کہ پہلی بار اس وقت لڑائیوں پر گیا جب کہ ٹارکوئی نس سپربس جو روم کا بادشاہ اور جلاوطن کیا جاچکا تھا، بادشاہی کی تمام کوششوں میں ناکام ہوکر اب ایک آخری کوشش میں تھا اور ایک کاری ضرب لگانے کے لیے اپنی جان تک کی بازی لگا رہا تھا۔ لاطینی لوگ بہ تعدادِ کثیر نیز اطالیہ کے دوسرے لوگ بھی اُس کی ہمراہی میں شہر کی جانب کوچ کررہے تھے تاکہ اُسے پھر تختِ شاہی دلائیں جس میں اُن کی نیّت بادشاہ کی خدمت یا اُس کو ممنون کرنے کی جو تھی، سو تھی مگر اصل میں روم کی روز افزوں ترقی سے اُن پر خوف چھا گیا تھا اور

جو چڑیاں پکڑنے کے کام آتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ اس جنگ کے عین اثنا میں (رومی اوتار) کیسٹر اور پولکس نمودار ہوئے اور جنگ کے بعد ہی روم میں اُس چشمے کے پاس دیکھے گئے جہاں اب اُن کا مندر بنا ہُوا ہے۔ ان کے گھوڑے تکان سے کف چھوڑ رہے تھے اور اُنھوں نے فورم (چوک) میں لوگوں کو فتح کی اطلاع دی۔ چناں چہ جولائی کی پندرہ جو اس مہم کے سَر ہونے کی تاریخ تھی، ان توام بھائیوں کی تقدیس کی بنا پر ایک مذہبی تعطیل قرار دی گئی۔

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ جوان لوگ جو ابتدا ہی میں شُہرت و نمُود حاصل کرلیتے ہیں، اگر اُن کا ظرف چھوٹا ہوتا ہے تو یہ ابتدائی کام یابی اُن کی تشنگیٔ عزم کو بُجھادیتی اور اُن کی گرسنگیٔ حوصلہ کو سیر کردیتی ہے، حالاں کہ جن کا ظرف عالی اور قوی ہوتا ہے ابتدائی اعزازات اُن کے لیے مہمیز کا کام دیتے ہیں اور وہ نہایت تیز پائی کے ساتھ مزید جاہ و مرتبت کی طرف گام زن ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جو نشان و امتیاز اپنی خوبیوں کی بنا پر حاصل کرتے ہیں، اُنھیں اپنی سابقہ مساعی کا معاوضہ سمجھنے کے بجائے ایک قسم کا معاہدہ سمجھتے ہیں جو اُن کے آیندہ کارناموں کی بابت کیا گیا ہو۔ مارسیئس جو ایسی ہی طینتِ عزیزہ لے کر آیا تھا، ہمیشہ انسانی حدُود سے بڑھ جانے کا خواہاں رہتا تھا اور کوئی کام خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو، ایسا نہیں انجام دیتا تھا جس سے بڑھ کر کام انجام دینے کا آیندہ اُس نے اپنے کو پابند نہ سمجھ لیا ہو۔ ہمیشہ اُس کو یہ خواہش رہتی کہ اپنی

شجاعت پر مزید نظائر کا اضافہ کرے، چناں چہ وہ مہم پر مہم جیتتا رہا اور فتح کی یادگار پر یادگار قائم کرتا رہا حتےٰ کہ اس نے فوجی سرداروں میں بھی یہی جذبہ پیدا کر دیا کہ وہ اس کی پیروی کریں۔ اگرچہ وہ لوگ اس کے سابقہ کارنامے کی پوری برابری نہ کر چکتے تھے کہ مارسیئس ایک تازہ فتح حاصل کر لیتا جو پہلے سے بھی بڑھ کر شان دار ہوتی۔ اس زمانے کی بے شمار جنگوں اور معرکوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جہاں سے وہ انعام یا سہرے پائے بغیر واپس آیا ہو۔ پھر جہاں دوسرے لوگ اپنی دلیری و بے باکی پر مباہات کرتے ہیں، وہ اپنی والدہ کی مسرت پر فخر کرتا تھا۔ وہ خوشی جو اس کی ماں کو اس کی تعریفیں سن سن کر یا اسے فتح کا ہار پہنے دیکھ کر ہوتی تھی۔ نیز وہ گریہ مسرت جو اس کو گلے لگانے میں ہوتا تھا، مارسیئس کو بخیال خود دنیا بھر میں سب سے زیادہ مسرور اور معزز بنا دیتا تھا۔ اپامننڈس یونانی کے جذبات بھی اسی قسم کے معلوم ہوتے ہیں کہ اس کی پوری زندگی کی سب سے بڑی مسرت یہی تھی کہ اس کے ماں باپ اس کی کامیاب قیادت اور فتح لیوکٹرا کی خبریں سننے کے لیے زندہ موجود رہے، بلکہ اس امر میں وہ بڑھا ہوا تھا کہ اس کے ماں باپ دونوں ہی زندہ تھے جو اس کی خوش بختی سے مسرور ہوتے تھے مگر مارسیئس یہ یقین کر کے کہ ماں کے سامنے تمام وہ مراسم طاعت و سعادت بجا لانے چاہییں جو بصورت والد کے زندہ ہونے کے ادا کرنے پڑتے، ماں کی خدمت اور نگہداشت سے کبھی سیر نہیں ہوتا تھا۔ اس نے اپنی ماں کی التجا اور خواہش پر

عقد بھی کیا۔ لیکن صاحب اولاد ہونے کے بعد بھی اُس نے ماں سے جدائی گوارا نہ کی بلکہ اُسی کے ساتھ رہا۔

رفتہ رفتہ اس کی بے لوثی اور بہادری نے رومہ میں اس کے نفوذ و اثر کو بہت بڑھا دیا۔ اسی زمانے میں سینیٹ (مجلسِ عمائد) نے متموّل شہریوں کی طرف داری کرکے جمہور سے اختلاف شروع کر دیا تھا، جو بے چارے اپنے دولت مند قرض خواہوں کے شدید اور وحشیانہ برتاؤ کے شاکی تھے۔ اس لیے کہ جن کے پاس مال و دولت کی قسم سے کچھ بھی تھا وہ دستاویزوں اور فروختوں کے ذریعے سے سب قرض خواہ جھاڑ لیتے تھے اور جو پہلے ہی اس سخت گیری کی وجہ سے مُفلس قلاش ہو چکے تھے، قرض خواہ اُن کی ذات اور جسموں پر قبضہ کر لیتے تھے۔ باوجودے کہ یہ بے چارے اپنے اُن زخموں اور خراشوں کو جو وہ مختلف لڑائیوں میں کھا چکے تھے، اپنی مُلکی خدمات ثابت کرنے کو دکھلاتے۔ ان میں سب سے آخری لڑائی وہ سبائن قوم سے لڑے تھے جب کہ اُن کے متموّل قرض خواہوں نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ سے اُن کے ساتھ نرم برتاؤ کیا جائے گا۔ سینٹ کے حسب الحکم قنصل دولے رئیس اس کی انجام دہی پر مامور ہُوا مگر باوجُود اس کے کہ اُنھوں نے نہایت بہادری سے لڑ کر دُشمن کو شکست دے دی، اُن کے ساتھ کسی قسم کی نرمی یا اعتدال سے کام نہیں لیا گیا۔ سینٹ نے بھی اپنے عہد و قرار بُھلا دیئے اور خاموش بیٹھی ہوئی حسب سابق بے چارے قرض داروں کو دھکے کھاتے ہُوئے اور اُن کے مال و اسباب کو چھنتے ہُوئے دیکھتی رہی۔

اب تو شہر میں کُھلی ہوئی بدنظمیاں اور پُرخطر جلسے ہونے لگے۔

اِدھر دشمن بھی جو اس عام ہنگامے سے باخبر تھا، چڑھ آیا اور بہت سا علاقہ تاراج کر ڈالا۔ پھر جب قنصلوں نے اعلان کیا کہ جو لوگ ہتھیار باندھنے کے قابل ہوں وہ حاضر ہو جائیں تو کسی نے بھی اس بُلانے کی پروا نہ کی ۔ اس پر ارکانِ حکومت باہمی مشورے کی غرض سے جمع ہُوئے کہ کون سی تدبیر اختیار کی جائے، لیکن اُن میں بھی اختلافِ رائے پیدا ہوگیا۔ بعض نے یہ مناسب خیال کیا کہ غربا کے ساتھ کسی قدر مہربانی کا برتاؤ کیا جائے اور وہ اس طرح سے کہ اپنے حقوق کی گرفت ذرا ڈھیلی اور قانون کی بے انتہا سختی کو نرم کر دیا جائے ۔ دوسروں نے اس تجویز کی مخالفت کی، خاص کر مارسیئس نے مقابلتاً نہایت تن دہی کے ساتھ اس امر پر زور دیا کہ سوال مابین فریقین محض رُپے ہی کا نہیں ہے۔ نیز یہ کہ عوام کی شورشانہ کارروائیاں ایک کھُلی ہوئی بغاوت کی گستاخانہ تمہید ہیں اور حکومت کی دانش مندی کا مقتضا یہ ہے کہ اس کو جلد از جلد روکا جائے۔

اس مشکل کی نسبت سینٹ کے کئی اجلاس قلیل عرصے کے اندر ہوئے مگر کوئی حتمی نتیجہ برآمد نہ ہُوا ۔ لہٰذا جمہور یہ سمجھ کر کہ اب شاید شکایات رفع نہ ہوں گی، یکایک ہجرت پر آمادہ ہوگئے اور ایک دوسرے کی ہمّت افزائی کرتے ہوئے اُنھوں نے متفقہ طور پر شہر چھوڑ دیا۔ اور اس پہاڑ کی بلندی پر جو اب "مقدّس پہاڑی" کہلاتی ہے، آ گئے اور وہاں رود اے نیو کے کنارے بیٹھ گئے۔ اُنھوں نے کسی قسم کا باغیانہ ہنگامہ یا یورش وغیرہ نہیں کی، بلکہ جاتے جاتے صرف یہی پکارتے رہے کہ ہم کو دولت مندوں کی

بے رحمی نے مدّت سے بے گھرا اور خارج البلد کر رکھا ہی کیوں کہ اطالیہ بھر میں پانی اور ہُوا اور قبرستان سے تو بہر حال کہیں بھی ہم کو مل جاے گا اور شہر روم میں بھی فقط یہی چیزیں تو ہمیں میسّر ہیں، البتہ یہ اور بات نصیب ہی کہ اپنے قرض خواہوں کی مدافعت میں بہ صورتِ جنگ مقتول اور مجرُوح بھی ہوں۔ امرا نے انجامِ بد سے دہشت کھاکر چند حلیم الطبع اور ہر دل عزیز آدمیوں کو اُن کے ساتھ معاملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ ان کا خاص مقرّر فے نی نیئس اے گرپا تھا جس نے عوام کی منّت و سماجت اور مجالسِ اعیان کی طرف سے صفائی کرنے کے بعد آخر میں یہ مشہور کہانی سنائی کہ "ایک مرتبہ کیا اتفاق ہُوا کہ آدمی کے تمام اعضا نے معدے کے خلاف بغاوت کردی اور اس پر ایک کاہل اور ناکارہ حصّۂ جسم ہوتے کا الزام لگایا، بجاے کہ دوسروں کو اس کی بھوک فرو کرنے کے لیے بہت سی مشقتیں اور محنتیں کرنی پڑتی تھیں۔ معدہ دوسرے اعضا کی سادگی پر صرف ہنس دیا۔ جن کو غالباً یہ نہیں معلوم تھا کہ واقعی معدہ تمام خوراک کو حاصل تو کرلیتا ہی مگر صرف اس لیے کہ پھر اُس کو واپس کرکے بقیہ اعضا میں تقسیم کردے"۔ یہ بیان کرکے اُس نے کہا کہ "اے شہریو! بجنسہٖ یہی معاملہ تمھارے اور مجلس کے درمیان ہی۔ مشورے اور تجاویز جو وہاں پورے غور کے بعد مُرتّب کیے جاتے ہیں وہ سب کی منفعت اور امداد کی غرض سے بحفاظت تم تک پہنچا دیے جاتے ہیں"۔ آخر ایک سمجھوتا ہوگیا جس میں مجلس نے لوگوں کی اس خواہش کو منظور کرلیا کہ سالانہ

پانچ محافظین امداد طلب لوگوں کے واسطے سے منتخب کیے جائیں (وہی جو آج کل لوگوں کے وکیل یا ٹری بیون کہلائے جاتے ہیں) اور اس کے لیے پہلے دو آدمی جن کو اُنھوں نے منتخب کیا، جونی اس بروٹس اور سی کی نی اس وے لوٹس تھے جو ترکِ شہر میں عوام کے سرگروہ رہے تھے ۔

اہلِ شہر کے اس طرح متحد ہو جانے کے بعد جمہور نے فوراً ہتھیار سنبھالے اور اپنے سرداروں کے ہمراہ بصد عجلت جنگ پر روانہ ہوئے۔ مارسیئس کی جو پوچھو تو اگرچہ وہ جمہور کا اس قدر غلبہ اور ارکانِ مجلس پر ایسا اقتدار دیکھ کر کچھ کم افسردہ نہیں ہوا اور اکثر دوسرے خواص نے بھی مذکورہ مراعات کو ناپسند کیا تاہم اُس نے اُن کو اس پر آمادہ کرلیا کہ عوام نے جو جوش اور مستعدی اپنے ملک کی خدمت کے لیے حال میں ظاہر کی تھی، کم از کم اس میں پیچھے نہ رہیں بلکہ عوام پر یہ ثابت کردیں کہ وہ محض دولت و قوت کے اعتبار سے اُن پر اتنی فوقیت نہیں رکھتے جتنی لیاقت و قابلیت کے اعتبار سے ۔

اس وقت رومی والسئی قوم کے ساتھ مصروفِ جنگ تھے جن کا پایۂ تخت کوریولی تھا۔ پس جب قنصل کامی نی اس نے اس اہم مقام کو گھیر لیا تو والشیون نے اس خوف سے کہ کہیں وہ مسخر نہ ہو جائے اپنی پوری قوت کو تمام اطراف سے لے کر محاصرہ اٹھانے کے لیے مجتمع کیا اور رومیوں سے شہر کے سامنے لڑنے کا ارادہ کرکے اُن کے دونوں بازوؤں پر

حملہ کر دیا ۔ کامی نی اس نے اس دشواری کو دفع کرنے کے لیے اپنی فوج کو منقسم کر دیا ۔ خود تو ایک حصہ لشکر کو لے کر بڑھا کہ اگر والسٹی باہر سے حملہ کر کے قریب آجائیں تو اُن سے مقابلہ کرے اور ٹی ٹی اس ، لارٹی اس کو جو اپنے عہد کا نہایت بہادر آدمی تھا، بقیہ حصۂ فوج کے ساتھ چھوڑ دیا کہ محاصرہ جاری رکھے۔ اب شہر کے اندر جو لوگ تھے، اُنھوں نے رومیوں کی قلتِ تعداد پر خیال کر کے اُن پر ایک ہلّہ کیا اور اوّل اوّل غلبہ کر کے رومیوں کا خندقوں تک تعاقب کیا ۔ اس وقت مارسیئس ایک چھوٹے دستۂ فوج کے ساتھ دوڑ پڑا اور جو لوگ مقابل ہوئے اُن کو کاٹ کر رکھ دینے کے بعد دوسرے حملہ آوروں کو بھی شکست کر دیا ۔ تب اُس نے بلند نعروں کے ساتھ رومیوں کو دوبارہ جنگ شروع کر دینے کی دعوت دی ۔ رومی مُدبّر کاٹو نے اعلیٰ درجے کے سپاہی کی ایک صفت یہ بتائی ہے کہ وہ نہ صرف دست و بازو قوی رکھتا ہو بلکہ اُس کی صورت اور آواز بھی مہیب ہو ۔ مارسیئس بھی یہ صفت رکھتا تھا اور اسی کی بدولت ایک طرف تو رومی سپاہی پلٹ پلٹ کر پھر جمع ہونے لگے اور دوسری طرف غنیم نے پسپائی اختیار کی لیکن مارسیئس نے اسے ہٹا دینے پر قناعت نہ کی بلکہ پوری قوّت سے تعاقب کیا اور جس وقت وہ لوگ گھبرا کے بھاگے تو اُن کو شہر کے دروازے تک بھگاتا چلا گیا ۔ یہاں پہنچ کر جب اُس نے دیکھا کہ رومی تعاقب سے باز آ گئے اور فصیلوں سے تیر باری کے باعث پیچھے ہٹنے

لگے اور اپنے ساتھیوں میں سے کوئی اُس کو ایسا مَن چلا نظر نہ آیا جو فرار ہونے والوں کے جمِ غفیر میں گھُس پل کر خود بھی شہر میں داخل ہوتا، جہاں کثیر تعداد میں مسلّح لوگ بھرے ہُوے تھے تو اُس نے پھر نعرے لگائے کہ لوگو! قسمت نے کوریولی کا دروازہ کھول دیا ہو، کس لیے؟ پناہ لینے والے فراریوں کے لیے نہیں بلکہ فاتحین کے استقبال کے لیے۔ پھر چند رومی سپاہی اور اس کے ساتھ آگئے تو اُس نے مجمع میں گھُس کر اپنا راستہ نکال لیا۔ کسی کو اُس کی مزاحمت کی جرأت نہ ہوئی اور وہ عین حریف کے بیچ میں سے ہوکر دروازۂ شہر میں دھنس پڑا مگر جب اہلِ شہر نے داخل ہونے والوں کی قلیل تعداد کو معلوم کیا تو اُنھوں نے ہمت کی اور پلٹ کر حملہ آور ہوے۔ نہایت گھمسان کا رن پڑا۔ جس میں مارسیئس نے اپنی دستی طاقت، تیزپائی اور تہوّرِ قلب سے جس پر حملہ کیا، اُسے زیر کیا اور غنیم کے بڑے حصّہ فوج کو اندرونِ شہر پناہ لینے پر مجبور کردیا۔ جو لوگ باہر رہ گئے اُنھوں نے ہتھیار ڈال دیے اور اطاعت قبول کرلی۔ اب لارٹی اس کو بھی باقی رومی فوج کو آسانی و اطمینان کے ساتھ اندر لے آنے کا کافی موقع مل گیا۔

جب کوریولی اس طرح دفعتہً مسخر ہوگیا تو لشکر کے زیادہ تر سپاہی اُس کو لوٹنے اور تباہ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ مارسیئس نے خفگی سے اُن کو سرزنش کی اور چلّایا کہ یہ ایک کمینہ اور ذلیل فعل ہو۔ تمھارے حاکم اور شہری بھائی تو غالباً دوسرے والشیون

ے لڑتے اور اپنی جانوں کو تہلکۂ جنگ میں ڈال رہے ہوں گے اور تم لوٹ مار کے لیے ادھر اُدھر دوڑ دھوپ کر کے وقت برباد کر رہے ہو اور اپنے کو دولت مند بنانے کے بہانے خطرے سے جان چُراتے ہو۔

صرف معدودے چند نے اس کی بات پر کان دھرا لیکن وہ ان ہی کو لے کر اُس سڑک پر پڑ لیا جس پر اُس سے قبل رومی فوج نے کوچ کیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو ہمّت دلائی اور راستے میں اُن کو اُبھارا کہ دیکھو حوصلہ نہ ہارنا نیز اُس نے دیوتاؤں سے دعا مانگی کہ مجھ کو اختتام سے پہلے موقعۂ جنگ پر پہنچنے اور وقت پر کامی نی اس کو مدد دینے اور کارزار میں شریک ہونے کی مسرّت نصیب ہو۔

اُس زمانے کے رومیوں میں یہ رسم تھی کہ جب وہ صفِ جنگ میں آراستہ ہوتے اور اسلحۂ جنگ کستے تھے تو اسی وقت زبانی اظہار یا تقریری وصیّت کے طور پر اپنے وارثوں کو بھی تین یا چار گواہوں کے مواجہہ میں نامزد کر جاتے تھے چناں چہ مارسیئس میدان میں پہنچا تو رومیوں کو عین اُسی حالت میں اور حریف کو سامنے بڑھتا ہوا پایا۔

رومیوں نے جب پہلے پہل مارسیئس کو پسینہ اور خون میں شرابور ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ آتے دیکھا تو بہت پریشان ہوے لیکن جب معاً اُس نے آگے بڑھ کر قنصل سے خوشی خوشی ہاتھ ملایا اور شہر پر قبضہ ہوجانے کا حال بیان کیا نیز جب

اُنھوں نے دیکھا کہ کامی نی اس نے بھی اُس کو سلام کیا اور گلے لگایا تو ہر ایک کا دل بڑھ گیا۔ جو قریب تھے اُنھوں نے کل واقعے کو کچھ کچھ سُنا اور جو دُور تھے اُنھوں نے قیاس سے معلوم کیا اور سب نے جنگ پر چلنے کی صدا بلند کی ॰

لیکن مارسیئس نے اوّل یہ دریافت کیا کہ والشیوں نے کیوں کر اپنے لشکر کو قائم کیا ہی اور اپنے بہترین آدمیوں کو اُنھوں نے کہاں مُتعین کیا ہی اور جب سُنا کہ اُنھیں سب سے بڑھ کر ان تیاتس کی جمعیّت پر ناز ہی اور اُسے اُنھوں نے قلب سپاہ میں رکھا ہی کہ وہ بہادری میں کسی سے کم نہ رہیں گے تو مارسیئس نے اپنے سپہ سالار سے درخواست کی کہ ہماری جماعت کو انھی کے مقابلے میں جگہ دی جائے۔ قنصل نے اُس بہادری کی بہت کچھ تحسین اور اُس کی درخواست منظور کی ॰

جب معرکہ شروع ہوُا اور سپاہی ایک دوسرے پر جھپٹنے لگے تو مارسیئس سب کے آگے ہوکر حملہ آور ہوُا۔ والشیون میں سے جو اُس کے سامنے پڑا کسی کو اُس سے مقابلے کی جراءت نہ ہوئی۔ وہ جدھر جا پڑتا اُن کی صفیں توڑ دیتا اور اُن میں راستہ بنا لیتا تھا مگر دُشمن کی جماعتیں پھر پلٹ پڑتیں اور اس کو چاروں طرف ہتھیاروں سے گھیر لیتیں۔ اس پر قنصل خطرہ محسوس کر کے اپنے چیدہ آدمیوں میں سے چند کو اس کی محافظت کے واسطے بھیجتا تھا۔ اس طرح اُس کے گرد و پیش تھوڑی سی جگہ میں بکثرت مقتول ہوے۔ رومیوں نے دُشمن پر ایسی شدید یورش کی اور اس کو اس سختی سے دبایا

کہ آخر کار اُس کو اپنی جگہ سے ہٹنے اور میدانِ جنگ چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ پھر مارسیئس سے جو خون بہ جانے اور شدتِ تعب کی وجہ سے کمزور لاغر اور تھک کر چور ہو رہا تھا، استدعا کی کہ وہ کیمپ کو واپس چلا جائے مگر وہ یہ جواب دے کر کہ "کسل فاتحین کے واسطے نہیں بنا ہے" اُن کے ساتھ تعاقب میں شریک ہوگیا ٭

والشیوں کی بقیہ فوج کو بھی اسی طرح شکست ہوئی۔ ایک تعداد کثیر مقتول اور اسی قدر گرفتار ہوئی ٭

ایک روز بعد مارسیئس بقیہ لشکر کے ساتھ سپہ سالار کے خیمے پر حاضر ہوا۔ کامی نی اس اُٹھ کھڑا ہوا اور کامیابئ مہم کا شکر و سپاس دیوتاؤں کے حضور میں ادا کرنے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور سب سے پہلے اُس کی نادر کارگزاریوں پر پُرزور تحسین و آفرین کی کیوں کہ گزشتہ جنگ میں ایک تو وہ خود شاہدِ عینی رہ چکا تھا۔ دوسرے لارٹی اس کی توثیق سے اسے کوریولی کے تمام واقعات کا علم ہوچکا تھا۔ بعدازاں اس نے مارسیئس سے خواہش کی کہ مالِ غنیمت کی عام تقسیم سے پہلے، کل زر و جواہر گھوڑے اور قیدیوں کا دسواں حصہ اپنے لیے لے لے۔ اس کے علاوہ اس نے ایک سجا سجایا گھوڑا کارناموں کے اعزاز میں خاص تحفے کے طور پر نذر کیا۔ اس پر تمام لشکر نے نعرہ ہائے مسرت بلند کیے لیکن مارسیئس آگے بڑھا اور اس تحسین و انعام کی نسبت اظہارِ امتنان و تشکر کرنے کے بعد کہا کہ اس

گھوڑے کے علاوہ تمام دوسری مالِ غنیمت کی چیزیں جن کو میں بجائے نشانِ اعزاز ہونے کے محض اُجرت خیال کرتا ہوں، قبول نہیں کرسکتا، مجھ کو معمولی رسدی حصے پر قناعت کرنی چاہیے۔ البتہ میں ایک خاص مہربانی کا طالب ہوں جس کی نسبت مجھے امید ہے کہ آپ انکار نہ کریں گے۔ وہ یہ کہ" والشیون میں میرا ایک فیاض دوست جو بہت خوبی اور مروت کا آدمی ہے، قیدیوں میں آگیا ہے اور اپنی سابقہ دولت و آزادی کے بجائے اب غلامی میں مبتلا ہوا چاہتا ہے میں چاہتا ہوں کہ من جملہ اُس کی دیگر بدبختیوں کے میری دخل اندازی بھی ہو جو اُس کو غلامانہ فروخت سے بچالے"!

اس درخواست نیز اس کے استغنائے انعام پر اور بھی پُرزور نعرہ ہائے مسرت بلند ہوئے اور اُس کی حربی دلیری کے بہ نسبت اُس کی اس فیاضانہ عالی ظرفی کے مداح زیادہ پیدا ہو گئے۔ خود وہ لوگ جو اس کے اعزاز کو دیکھ کر حسد کرتے تھے، اس امر کو تسلیم کرگئے کہ واقعی جس نے انعام لینے سے ایسا شریفانہ انکار کیا ہے، بہ نسبت دوسروں کے وہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔ ان لوگوں پر اس وصف نے کہ وہ کسی انعام کا طالب نہیں ہوا، اس سے زیادہ اثر کیا جتنا اس کی سابقہ کارگزاریوں نے کہ جن کی بنا پر وہ اس انعام کا مستحق گردانا گیا تھا۔ بے شک رُپے سے ٹھیک کام لینا، اسلحہ سے کام لینے کی نسبت زیادہ لیاقت کی بات ہے لیکن رُپے کی بالکل پروا نہ کرنا اس کے اچھی طرح خرچ کرنے سے بھی بڑھ کر شرافت ہے۔

جب تحسین و آفرین کا شور تھما تو کامی نی اس نے پھر کہنا شروع کیا : " ایسے شخص کو جو انعام اکرام سے اِبا کرتا ہی، مجبور کرنا تو ٹھیک نہ ہوگا، لہذا ہمیں اُس کو ایک ایسی چیز دینی چاہیے جس کو وہ رُد نہ کرسکے۔ ایک قرارداد منظور کرلیں کہ آیندہ اُس کو "کوریولانوس" کے لقب سے یاد کریں گے، بشرطے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ کوریولی پر اس کے کارناموں نے پیشتر ہی اس قسم کی قرارداد طے کردی ہی"۔

پس اسی بنا پر اس کا تیسرا نام "کوریولانوس" (یعنی فاتح کوریولی) مشہور ہوا۔ جو ذاتی اور خاندانی ناموں کے علاوہ اس کا تیسرا عرفی نام یا خطاب تھا کہ کسی خاص وصیت یا کارنامے کی جلدو میں دیا جاتا تھا۔ قدیم زمانے میں یونانی بھی اضافی نام دیا کرتے تھے جو کسی کارنامے یا حُسن صورت وسیرت یا کسی کی اقبال مندی کی بنا پر دیے جاتے تھے۔ بعض بادشاہوں کو بھی مضحکہ کے طور پر لقب دیے گئے تھے مثلاً اینٹی گونس کو "ڈوسن" اور ٹالمی کو "لےتھی رس" کہتے تھے۔ اس قسم کا خطاب رومیوں میں زیادہ عام تھا۔ چناں چہ ایک شخص کو ڈیاڈی مےٹس کہتے تھے، کیوں کہ وہ ایک خراش کو چھپانے کے لیے اپنے سر پر ایک پٹی باندھے ہوے عرصے تک اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ اسی گھرانے کے ایک شخص کا نام سےلر ٹڑگیا کیوں کہ اُس نے اپنے باپ کی وفات کے چند ہی روز کے اندر پہلوانوں کو ایک تعزیتی ضیافت دی تھی اور اس میں نہایت غیر معمولی عجلت اور سرگرمی کا اظہار

کیا تھا۔ اب بھی وہاں بعض لوگ ایسے ہیں، جو اپنی پیدایش کے بعض اتفاقی واقعات کی بنا پر نام اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً ایک لڑکا جو اپنے باپ کی عدم موجودگی میں تولد ہُوا، پروکیوس کہلاتا ہے اور اگر باپ کے انتقال کے بعد ہوا تو پوس ٹیومس اور جب توام بھائی عالم وجود میں آتے ہیں اور ایک ولادت کے وقت مرجاتا ہے تو بچ رہنے والے کو واپس کوس کا نام دیا جاتا ہے۔ جسمانی خصوصیات کی بنا پر اُن کے ناموں کے ساتھ صرف سای لاس اور تاگرس ہی کے ٹکڑے نہیں لگائے جاتے بلکہ کاسی اور سکلے ڈیای بھی لگا دیے جاتے ہیں۔ اس میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ اپنی قوم کو اس بات کا عادی کر دیں کہ کسی کے اندھے پن یا دوسرے جسمانی عیب کو توہین نہ سمجھیں بلکہ ان ناموں کے جواب میں بغیر شرمندگی کے وہ اس طرح بولیں گویا دراصل وہ اُن کے نام ہی ہیں۔ لیکن یہ بحث کسی دوسری جگہ زیادہ موزوں ہوگی۔

والشیون کے خلاف جنگ کا اختتام ہُوا ہی تھا کہ عوام کے خطیبوں نے پھر اندرونی جھگڑے تازہ کیے۔ ان کا کوئی نیا سبب نہ تھا۔ نہ کوئی جائز اور قرار واقعی شکایت اب پیدا ہوئی تھی، بلکہ عوام کی گذشتہ شورش ہی کے وہ نتائج تھے جن کو اُنھوں نے دوبارہ طبقۂ اعلیٰ سے لڑنے کا حیلہ بنالیا۔ ان کی مزروعہ زمین کے بڑے حصے میں زراعت نہ ہوئی تھی اور جنگ کے باعث بیرونی علاقوں سے بھی اجناسِ خوردنی نہیں لا سکے تھے لہٰذا قحط کی صورت پیدا ہوگئی۔ عوام کو جوش دلانے والوں نے

اس کا الزام دولت مندوں پر رکھا اور طرح طرح کی افواہیں پھیلانی شروع کیں گویا خواص نے ازرہِ عناد ارادتاً یہ قحط ڈلوایا تھا۔ اتفاق سے اُسی زمانے میں شہر ولیت رانی کے لوگوں نے ایک قاصد بھیجا اور تجویز پیش کی کہ ان کی بستی کو اہلِ رومہ اپنی نگرانی میں لے کر اپنے آبادکار بھی وہاں بھیجیں کیوں کہ تھوڑے دن پہلے ولیت رانی میں ایسی وبا پھیلی تھی کہ اصلی آبادی کا مشکل سے دسواں حصّہ سلامت رہا تھا۔ اُن کی اس درخواست کو رومہ کے تمام دُوراندیش اشخاص نے بہت غنیمت تصوّر کیا۔ کیوں کہ شہر میں جو گرانی ہو رہی تھی، اُس کو ہلکا کرنے کی یہ خداساز شکل تھی کہ رومہ کی زائد آبادی کو دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے اور اس طرح جو لوگ شورش میں پیش پیش تھے، اُن سے بھی نجات حاصل کی جائے۔ یعنی فتنہ و فساد کے عناصر خارج کر دیے جائیں۔ پس قنصلوں نے ایک طرف تو ولیت رانی بھیجے جانے والوں کی فہرست بنائی اور دوسری طرف اہلِ شہر کو والشیوں کے مقابلے میں نکلنے کی دعوت دی جس میں مصلحت یہ تھی کہ دوسرا شغل ملنے سے اندرُونی جھگڑے رفع دفع ہو جائیں گے اور عوام و خواص کو وطن کے مشترکہ مقصد کے لیے ایک ہی لشکر میں رہنا سہنا اور پہلو بہ پہلو لڑنا ہوگا تو وہ ضرور ایک دوسرے کے ساتھ مواخات و دوستی پر مائل ہو جائیں گے ؎

لیکن عوام پسند خطیب جن کے نام سیکی نیوس اور بروتس تھے، یہاں بھی مزاحم ہوئے اور چلّا چلّا کے کہنے

لگے کہ " اس نرم اور معقول نما تحریک میں قنصلوں نے ایسے ظالمانہ ارادے کو چھپایا ہے کہ اس سے بدتر سفاکی دنیا میں کوئی نہ ہوگی، کیوں کہ ان حاکموں کا منشا یہ ہے کہ بہت سے غریب شہریوں کو نوآبادی کے نام سے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیں اور ایسے علاقے میں انھیں بسائیں جس کی ہوا ابھی تک مسموم اور زمین لاشوں سے پٹی پڑی ہے۔ وہاں کا دیوتا جو پہلے ہی بگڑا ہوا، خدا جانے ان اجنبی آباد کاروں کے ساتھ کیسا کچھ برتاؤ کرے گا۔ طرّہ یہ کہ وہ غریب جن کو پہلے ہی فاقہ کشی میں مبتلا کر رکھا تھا اور اب وبا کی طرف ہانکا جا رہا ہے۔ انھیں ہمارا دولت مند طبقہ ایک غیر ضروری جنگ میں بھی پھنسانا چاہتا ہے تاکہ اہلِ شہر کی تعذیب و تعزیر کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہے اور ان کو دولت مندوں کی غلامی کرنے کی پوری پوری سزا دلائی جائے "۔

اس قسم کی تقریروں سے عوام الناس اتنے متاثر ہوئے کہ قنصلوں کی منادی پر کوئی بھی فوج میں بھرتی ہونے نہ آیا۔ اور ولیت رانی میں نئی آبادی بسانے سے بھی سخت بیزاری ظاہر کی۔ مجلسِ عمائد کو بڑی پریشانی ہوئی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ یہ موقع تھا جب کہ مارسئیس نے علانیہ عوام کے حامیوں کی مخالفت شروع کی۔ اسے اپنی سابقہ کارگزاریوں کا زعم تھا اور جانتا تھا کہ روما کے بہترین اور معزز ترین شہری اس کی دل سے وقعت کرتے ہیں۔ ولیت رانی جانے کے لیے جنھیں چنا گیا تھا، انھیں تو حکم عدولی کی سزا سے ڈرا کر جبراً بھیج دیا گیا۔ اور فوج

میں بھرتی ہونے کے متعلق وہ اپنی بات پر اڑے رہے تو مارسیئس نے اپنے اسامی اور کچھ اور لوگوں کو ترغیب دے کر ساتھ لیا اور دشمن کے علاقے پر چھاپا مارا جہاں اُسے غلے کی مقدارِ کثیر اور بہت سا مالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے۔ اس نے خود کچھ نہ لیا بلکہ سارا مال ساتھیوں میں بانٹ دیا اور وہ لدے پھندے روما کے بازاروں سے گزرے تو گو بہت سے آدمی اپنی ضد پر پچھتائے لیکن اُنھیں چھاپا مارنے والوں سے حسد اور خود مارسیئس سے عناد پیدا ہوا کہ وہ اپنی روز افزوں شہرت اور اقتدار سے ضرور عوام الناس کے خلاف کام لے گا۔

تاہم جب وہ قنصلی کے عہدے کے لیے کھڑا ہوا تو رائے عامہ بہت کچھ اس کے موافق ہوگئی تھی اور لوگ محسوس کرتے تھے کہ ایسے خاندان اور قابلیت کے آدمی کو جس نے وطن کی ایسی نمایاں خدمات انجام دیں، رائے نہ دینا بڑی شرم اور بے انصافی کی بات ہوگی۔ ایسے انتخاب کے وقت دستور تھا کہ امیدوار خود چوک میں آتے اور مجمع عام میں تقریر کرتے اور اس موقع پر سوائے ڈھیلی عبا کے اور کوئی لباس نہ پہنتے تھے، جس کا منشا یا تو اپنی عاجزی دکھانا تھا اور یا یہ کہ جن لوگوں نے قومی جنگوں میں زخم کھائے ہیں، وہ آسانی سے اپنا بدن کھول کر زخم دکھائیں اور اپنے کارنامے یاد دلائیں۔ ورنہ یہ کسی طرح قابلِ یقین نہیں ہے کہ اس دستور کی وجہ یہ ہو کہ وہ اپنا خالی ہاتھ ہونا دکھاتے ہوں تاکہ لوگوں کو ان پر رشوت دینے کا شبہ نہ ہوسکے۔ کیوں کہ

واقعہ یہ ہے کہ انتخابات کے لیے لوگوں کی رائے خریدنے اور بیچنے کا طریقہ بہت زمانے اور کئی پشتوں کے بعد وہاں رائج ہوا اور پھر تو نہ صرف عام انتخابات بلکہ عدالتوں اور لشکر گاہوں تک یہ رسم بد متعدی ہوگئی، حتیٰ کہ چاندی نے لوہے کو غلام بنا لیا اور اور پھر جمہوری حکومت بھی ختم ہوکر استبداد و بادشاہی بن گئی۔ کسی نے بالکل سچی اور کیسی اچھی بات کہی ہے کہ لوگوں کی آزادی کا برباد کرنے والا پہلا شخص وہ ہے جس نے انھیں سب سے پہلے فوائد و مراعات عنایت کیے۔ معلوم ہوتا ہے روما میں یہ آفت پوشیدہ طور سے آئی اور اس طرح آہستہ آہستہ اپنا پنجہ جمایا کہ لوگ خبردار نہ ہونے پائے۔ چناں چہ اس شخص کا نام معلوم نہیں جس نے سب سے اول عوام کو ناجائز روپے دے کر کام نکالا یا عدالتوں کو رشوت دینے کی بدعت کی۔ بجائے کہ ایتھنز میں پہلا شخص جس نے ارکانِ عدالت کو روپے دیے انی توس ابن ان تم یون بتایا جاتا ہے جس پر پلوپونیسیہ کی جنگ کے آخری زمانے میں مقدمہ چلایا گیا تھا کہ اس نے قلعۂ پلی لوس کو دشمن کے حوالے کر دیا۔ اور یہ وہ زمانہ ہے کہ روما کے چوک پر جن شہریوں کا قبضہ تھا، اُن کے دل مستغنی اور نسلیں پاک تھیں۔

الغرض، مارسیئس دستور کے مطابق انھیں چوک میں اپنے جسم پر زخموں کے وہ نشان اور کٹاؤ دکھا رہا تھا جو سترہ برس وطن کی جاں نثاری کرنے میں اس نے کھائے تھے اور اس

مظاہرے پر وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ قوم کو اگر شرم ہے تو ایسے شخص کو ضرور قنصل منتخب کرنا چاہیے لیکن جب انتخاب کا دن آیا اور مارسیئس چوک میں اس شان سے پہنچا کہ عمائد کی ایک پُر شوکت جماعت اُس کے جلو میں تھی اور سبھی اُمرا فکر میں نظر آتے تھے کہ وہ کامیاب ہو اور اتنی کوشش کر رہے تھے کہ پہلے ایسے موقعوں پر کبھی نہ کرتے تھے تو عوام کی ہمدردی کافور ہوگئی اور اُنھیں اس کی طرف سے غصہ اور حسد کے سے جذبات محسوس ہونے لگے۔ ان جذبات کو اس خوف سے تقویت پہنچی کہ اگر ایسا امیرانہ مزاج اور اُمرا میں اس درجہ اثر و اقتدار رکھنے والا یہ منصب اعلیٰ پاجائے گا تو ممکن ہے کہ وہ اس عہدے کے اختیارات کو عوام کی رہی سہی آزادی سلب کرنے میں صرف کرے۔ چناں چہ بالآخر اُنھوں نے مارسیئس کو رَد کر دیا۔ دو اور شخصوں کے انتخاب کا اعلان ہوا جسے سُن کر ارکانِ مجلس کو بہت صدمہ پہنچا اور اُنھوں نے اِسے مارسیئس کی بجائے اپنی تذلیل خیال کیا۔ اِدھر خود وہ اس ذلت کو صبر سے برداشت نہ کرسکا۔ وہ اپنی بدمزاجی کو ہمیشہ ظاہر کر دیا کرتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اکڑنا اور جھگڑنا انسانی فطرت کا جُز اور شرافت و صاف دلی کی دلیل ہے۔ منطق اور ضابطے کی پابندی نے اس میں وہ ضبط و تحمل نہیں پیدا کیا تھا جو مردانِ سیاسی کے بڑے اوصاف میں شامل ہے۔ اس نے یہ سبق کبھی نہ سیکھا تھا کہ وہ لوگ جو مُلکی کاروبار میں حصہ لینے اور انسانوں

کے ساتھ معاملہ کرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے کس قدر ضروری ہی کہ سب سے بڑھ کر خود رای سے پرہیز کریں جو بقول افلاطون عزلت نشینی کے قبیلے میں داخل ہی۔ اور یہ کہ سب سے زیادہ بدسلوکی کے موقع پر سرِتسلیم خم کرنے کی صلاحیت سیکھیں اگرچہ اس کا عام طور پر مضحکہ اڑایا جاتا ہی۔ مارسیئس صاف اور کھرے مزاج کا آدمی تھا اور اس کے دل میں یہ خیال جما ہوا تھا کہ مخالفت سے لڑنا اور زیر کرنا ہی اصلی بہادری ہی۔ اسے یہ شُبہ بھی نہ گزرا کہ یہ اس کی فطرت کی کمزوری اور کہنا چاہیے کہ نسائیت تھی کہ غصّے کے جوش کو برداشت نہ کرسکا اور عوام کے خلاف کمال ناراضی اور تلخ کامی کے ساتھ واپس ہوا۔ اُن امیرزادوں نے بھی جنھیں اپنی شرافت نسب کا بڑا غرور و احساس تھا اور جو بلا استثنیٰ مارسیئس کے دل سے طرف دار تھے، اپنی ناراضی اور ہمدردی کے اظہار سے اس کی تلخ کامی کو بڑھا دیا۔ یہ اُن کی رفاقت و وفاداری تھی کہ فیصلہ ہوجانے کے بعد بھی اسی کی تائید کرتے رہے کیوں کہ حق یہ ہی کہ مارسیئس ان کا سرخیل اور جنگی مہمات کے موقعوں پر جملہ فنونِ حرب میں اُن کا مخلص و شفیق رہنما تھا۔ پھر اس وصف میں کہ ہر شخص کے کارنمایاں کی سچی قدر و ستایش کی جائے اور بغیر تنگ دلی اور حسد کے ایسے کاموں کی تقلید اور سبقت لے جانے کی کوشش کی جائے، وہ اُن سب کے لیے ایک زندہ مثال تھا۔ لیکن ظاہر ہی کہ اب ان کی رفاقت کچھ مُفید

نہ ہوسکتی تھی ۔

اِنھی بے لطفیوں کے زمانے میں غلّے کی ایک بڑی مقدار روما پہنچی ۔ یہ کچھ تو اطالیہ میں خریدا گیا تھا اور نصف کے قریب سیرا کیوز کے رئیس جیلو نے تحفۃً بھیجا تھا ۔ یہ دیکھ کر بہت سے لوگوں کو امید ہوئی کہ اب شہر میں قحط سالی کی شکایت نہیں رہے گی اور اسی کے ساتھ آپس کے جھگڑے بھی رفع دفع ہوجائیں گے ۔ اس باب میں اُسی وقت مجلس منعقد ہوئی تو بہت سے لوگ ایوانِ مجلس کے قریب جمع ہوگئے ۔ وہ سب فیصلہ سُننے کے مشتاق اور اس امید میں تھے کہ اب غلّے کا نرخ ایسا سخت نہیں رہے گا اور وہ غلّہ جو مُفت آیا ہے ، مُفت ہی تقسیم کر دیا جائے گا ۔ خود ارکانِ مجلس میں سے بعض نے یہی تحریک بھی کی لیکن مارسیئس جلسے میں کھڑا ہوا اور جن لوگوں نے عوام کی رعایت کی رائے دی تھی ، اُن کی خوب خبر لی اور اُنھیں بازاریوں کا خوشامدی اور امرا سے دغا کا مجرم قرار دیا ۔ اس نے کہا کہ اسی قسم کی رعایتوں نے عوام الناس میں شورش و فساد کا بیج بویا ہے ، جو ابتدا ہی میں دبا دیا جاتا تو آج خود اُن کے حق میں یہ مُضر صورتیں پیدا نہ ہوتیں اور عوام اس قدر قوی نہ ہوتے کہ ان کو ٹربیون جیسے بااختیار حاکموں کے انتخاب کا حق حاصل ہوگیا ۔ اس وقت بھی وہ مملکت کے لیے خطرناک ہیں ، کیوں کہ جو وہ چاہتے ہیں ، وہی منوا لیتے ہیں ۔ ان کی مرضی پر کوئی روک نہیں لگائی جاتی وہ فیصلوں کا حکم نہیں مانتے اور سب قانون و حکومت بالائے

طاق رکھ کر اپنے سرغنوں میں سے جسے چاہیں حاکم کا لقب دے دیتے ہیں۔ تو ان حالات میں سوائے اس کے کیا نتیجہ ہوگا کہ یونانی ریاستوں کی طرح جہاں عوام کا راج ہی اور ان کے سامنے کوئی چوں نہیں کرسکتا، ہم لوگ بھی صرف اس کام کے رہ جائیں گے کہ انھیں نت نئی رعایت و جاگیر کے احکام بیٹھے صادر کرتے رہیں ان کی نافرمانی پر انعام دیں اور اس فتنے کو قائم رکھتے جائیں جو آخر میں ہم سب کو تباہ و برباد کر ڈالے گا۔ ہماری ان فیاضیوں کو وہ کسی قومی خدمت کا صلہ نہیں سمجھیں گے، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ خدمت کے موقعوں پر اُنھوں نے اکثر بے وفائی کی۔ نہ یہ شہر کو بسانے کا انعام ہوگا کہ اسے چھوڑ کر جانے کا وہ ڈنکے کی چوٹ اعلان کررہے تھے۔ نہ اس مہربانی کی وجہ سے وہ اُن بدگوئیوں اور تہمت تراشیوں سے باز آئیں گے، جو مجلس عمائد کے خلاف کرنے کے لیے وہ ہروقت آمادہ رہتے ہیں بلکہ کوئی اور معقول وجہ نہ پاکر وہ یہی نتیجہ نکالیں گے کہ مجلس کی یہ رعایت محض خوف اور خوشامد کے باعث ہی، لہذا ان کی سرکشی میں اضافہ ہوگا اور وہ اپنے فتنہ و فساد سے بالکل باز نہ آئیں گے۔ غرض یہ کہ اس وقت رعایت کرنا محض پاگل پن ہی۔ اگر ہم میں کچھ بھی عقل اور ہمت باقی ہی تو رعایت کرنے کی بجائے ہمیں اس وقت تک چین نہ لینا چاہیے جب تک کہ ہم اُن سے تری بیونی کے وہ مناصب و اختیارات واپس نہ لے لیں جو اُنھوں نے ہم سے اینٹھ لیے اور قنصلی کے عہدے میں صریحاً رخنہ ڈالا اور شہر میں مستقل طور پر ایسا

ایسا تفرقہ پیدا کر دیا کہ اب وہ ایک ریاست نہیں رہی جیسا پہلے واحد و سالم تھا بلکہ اس طرح کٹ گیا کہ اب اس زخم کو بھرنا اور اسے پھر متحد اور ہم خیال بنانا کہ اندرُونی تنازعے دُور ہوں اور نہ ہم ایک دوسرے کے تیر و نشتر بن کر نہ چُبھیں، محال نظر آتا ہے"۔

مارسیئس نے اسی قسم کی اور بہت سی باتیں کیں اور اپنے مقصد میں غیر معمولی کامیابی پائی۔ یعنی جواں عمر لوگوں میں تو خود اس جیسا جوش و خروش بھڑک اُٹھا اور دولت مندوں میں قریب قریب سبھی اس کے طرف دار ہو گئے اور پکار اُٹھے کہ شہر بھر میں صرف یہ شخص ہے جو کسی خوشامد یا دباؤ میں نہیں آ سکتا۔ البتہ بعض سن رسیدہ ارکان نے عواقب کے اندیشے سے اس کی مخالفت کی۔ اور حقیقت میں مارسیئس کے طرزِ عمل کا نتیجہ کچھ بھی اچھا نہ ہوا۔ عوام کے وکیل یعنی ٹری بیون جلسے میں موجود تھے۔ اُنھوں نے جب مارسیئس کی تجویز کو زور پکڑتے دیکھا تو باہر دوڑے اور ایوان کے گرد جو عوام جمع تھے، ان میں جاکر پکارے کہ سب متفق ہو جاؤ اور ہماری مدد کرو۔ عوام کا یہ اجتماع بہت جلد ہنگامہ خیز ہو گیا۔ کیوں کہ جب لوگوں نے مارسیئس کی تقریر کا خلاصہ سُنا تو وہ ایسے غضب ناک ہُوئے کہ ایوانِ مجلس میں جبراً گھُس جانے پر آمادہ تھے۔ لیکن ٹری بیونوں نے سارا الزام مارسیئس پر رکھ کر انھیں ایسا کرنے سے روکا اور صرف اُسے اپنے آدمی بھیج کر طلب کیا کہ جلسۂ عام میں آ کر صفائی پیش کرے۔

مارسیلیس نے ان سرکاری پیادوں کو جھڑک دیا تو خود ٹری بیون آئے۔ منڈی کے امینوں کو (جنھیں اِدیل کہتے تھے) اپنے ساتھ لائے کہ ضرورت ہو تو مارسیئس کو جبراً پکڑ کرلے جائیں ۔ اور حقیقت میں اُنھوں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے تھے لیکن اُمرا نے بڑھ کر نہ صرف ٹری بیونوں کو الگ دھکیل دیا بلکہ اُن کے ساتھی امینوں کو بھی مارا ۔ چوں کہ رات ہوگئی تھی اس لیے یہ آویزش ختم ہوگئی ۔ لیکن دن نکلتے ہی قنصلوں نے دیکھا کہ لوگ ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر چوک میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا رنج و غضب اس درجے کو پہنچ گیا ہے کہ پورے شہر کی سلامتی خطرے میں ہے ۔ تو اُنھوں نے دوبارہ مجلسِ عمائد کا جلسہ کیا اور مشورہ کیا کہ اس مشتعل مجمع کو کس طرح سمجھا بُجھا کے فساد فرو کیا جائے اور مصالحت آمیز فیصلوں اور نرم تقریروں سے کیوں کر اُنھیں ٹھنڈا کیا جائے ۔ اس لیے کہ اگر وہ جملہ حالات پر نظر ڈالیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ موقع اپنی بات اُور رکھنے اور عزت و شرافت کے لیے لڑنے کا نہیں بلکہ شیریں زبانی اور مروت و آشتی سے کام لینے کا ہے ۔ چناں چہ مجلس کی اکثریت یہ بات مان گئی ، تو قنصلوں نے باہر آکر لوگوں کو سمجھانا بُجھانا شروع کیا ۔ مجلس پر ان کے الزام اور اعتراضات کا نرمی سے جواب دیا اور اُنھیں تنبیہ بھی کی تو بہت مناسب اور محبت آمیز الفاظ میں ۔ جہاں تک اجناس کی قیمتوں کا تعلق تھا ، اُنھوں نے کہا: " اس میں ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے "۔ تب عوام کا جوش

ٹھنڈا ہوا اور اُن کے مصالحانہ اور باقاعدہ طرزِ عمل سے معلوم ہوا کہ جو کچھ اُنھوں نے سُنا اس سے وہ بڑی حد تک مطمئن ہو گئے ہیں ۔ ان کے وکیلوں نے بھی کھڑے ہوکر عوام کی طرف سے اعلان کیا کہ چوں کہ مجلس اب معقولیت اور آشتی سے عمل کرنے پر آمادہ ہے لہذا ہم بھی اس کے منصفانہ تصفیے کو قبول کرلیں گے۔ مگر اُنھوں نے اصرار کیا کہ مارسیئس کو ان الزامات کی جواب دہی کرنی ہوگی کہ (اوّلاً) کیا وہ اس سے انکار کرسکتا ہے کہ اس نے مجلس کو اشتعال دیا کہ نظامِ حکومت کو بدل دیا جائے اور عوام کے خاص خاص حقوق سلب کرلیے جائیں ۔ دوسرے جب اُسے جواب دہی کے لیے طلب کیا گیا تو کیا اُس نے آنے سے انکار نہیں کیا اور تیسرے یہ کہ امینوں کو زد و کوب اور ہر طرح ذلیل کرنے سے کیا اس نے اپنی طرف سے پوری کوشش نہیں کی کہ شہر میں خانہ جنگی بپا ہوجائے ؟

قنصلوں نے یہ مطالبات مجلس میں آکر سُنائے ۔ مطلب یہ تھا کہ یا تو مارسیئس اپنی طبیعت کے خلاف لوگوں میں جاکر جواب دہی اور اُن کو رضامند کرے اور اس طرح ذلت برداشت کرے ورنہ اگر وہ اپنے فطری میلان کے مطابق انکار کرے ، جس کی انھیں اس کے مزاج سے توقع تھی ، تو پھر قطعی طور پر اس میں اور عوام میں مخالفت پیدا ہوجائے ۔

غرض مارسیئس مجمعِ عام میں بظاہر معافی مانگنے اور صفائی پیش کرنے آیا اور یہی سمجھ کر لوگ خاموش رہے اور اُس کی

تقریر صبر سے سنتے رہے لیکن جب پشیمانی اور عاجزی کے الفاظ کی بجائے جس کی اُنھیں توقع تھی، اُس نے اُلٹا گرجنا شروع کیا اور تقریر کی آزادی پاکر معافی مانگنے کی بجائے انھی پر تعریض و تنقید کرنے لگا تو معلوم ہُوا کہ وہ اپنے کو محفوظ سمجھتا اور لوگوں سے تحقیر کا برتاؤ کر رہا ہو۔ تب عوام الناس میں اضطراب اور ناراضی کے آثار پیدا ہوے اور سب سے تُندمزاج ٹری بیون، سی کی نیوس نے اپنے ساتھیوں سے تھوڑی دیر الگ مشورہ کرکے باقاعدہ اعلان کیا کہ وکلاے جمہور نے مارسیئس کو سزاے قتل کا مستوجب قرار دیا ہو اور امینوں کو حُکم دیا کہ اسے پکڑ کر لے جائیں اور بلا تاخیر تارپیہ کی پہاڑی پر سے سر کے بل نیچے گرادیں۔ لیکن جب امین حکم کی تعمیل کے لیے آگے بڑھے تو خود عوام الناس میں بہت سے لوگ گھبرائے کہ یہ بہت سخت اور خوف ناک کارروائی ہوگی۔ اور اُدھر اُمرا پریشانی اور خوف سے از خود رفتہ ہوکر شور کرتے ہوے لپکے کہ اسے جلّادوں کے ہاتھ سے بچائیں۔ ایک جماعت نے گرفتار کرنے والوں کو ہاتھوں سے روکا اور مارسیئس کو اپنے بیچ میں لے لیا اور بعضوں نے جیسا کہ ایسے ہنگاموں میں ہوا کرتا ہو، زبان سے کہنے کی بجائے ہاتھ بلند کرکے اشارے کیے کہ لوگ ایسی شدّت اور زبردستی کرنے سے باز رہیں۔ آخر ٹری بیونوں کے بعض دوست اور مُلاقاتیوں نے یہ دیکھ کر کہ مارسیئس کو سزاے قتل کے لیے جبراً لے جانا بغیر اس

کے ممکن نہ ہوگا کہ بہت سے اُمرا مارے جائیں اور سخت کُشت و خون ہو، اُنھیں سمجھایا کہ وہ اپنے ایسے انتہائی حکم کی تعمیل پر اصرار نہ کریں، بلکہ باقاعدہ مقدمہ قائم کرکے اس کا فیصلہ جمہور کی کثرت رائے پر چھوڑ دیں۔ اگرچہ خود اُنھیں یہ بات ناگوار ہوگی۔ تب سی کی نیوس تھوڑی دیر سوچ کر اُمرا کی طرف مُڑا اور اُن سے سوال کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ جبراً مُجرم کو لوگوں کے ہاتھ سے چُھڑایا گیا؟ اُنھوں نے جواب میں سوال کیا کہ آپ کے ذہن میں یہ بات کیوں کر آئی کہ روما کے بہترین آدمی کو بغیر کسی مقدمے کے قتل کے لیے گھسیٹ کر لے جا رہے تھے؟ سی کی نیوس نے کہا: "اچھی بات ہے۔ اس بارے میں آپ کو کسی شکایت کا موقع نہیں رہے گا۔ جمہور آپ کی درخواست منظور کرتے ہیں اور آپ کے رفیق پر مقدمہ چلائیں گے۔" پھر مارسیئس کی طرف مُڑ کر بولا: "آج سے تیسری ہینٹھ کا دن مقرر کیا جاتا ہے کہ تم آکر اپنی صفائی پیش کرو اور روما کے شہریوں کو اپنی بے گناہی کا یقین دلاؤ۔ شہری تمھارے مقدمے کا فیصلہ رائے اندازی سے کریں گے" اس پر اُمرا سردست آفت ٹل جانے اور مارسیئس کے بچ جانے کے خیال سے خوش خوش گھروں کو لوٹ گئے +

رومی اس قسم کی پنچایتیں نویں دن کیا کرتے ہیں، اور اسی لیے اُنھیں لاطینی زبان میں "نُن دینی" کہا جاتا ہے۔ مذکورہ واقعے کے بعد مقررہ تاریخ سے کچھ پہلے اُن کی

ان ینیٹم والوں سے لڑائی چھڑ گئی اور طبقۂ اُمرا کو اُمید ہوئی کہ اس میں اتنے دن لگ جائیں گے کہ وہ دن گذر جائے گا اور لوگ بھی اس مصروفیت کے باعث وہ قضیہ بھول بھال جائیں گے۔ لیکن اتفاق سے ان ینیٹم والوں کے ساتھ جلد صلح ہو گئی اور فوج کے واپس آتے ہی پھر وہ اس پریشانی میں پڑ گئے کہ مارسیئس کو کس طرح بچائیں کہ بازاری خطیبوں کو بھی تازہ شورش و فساد بپا کرنے کا موقع نہ ملے۔ مجلس کے ارکان میں اپئیس کلوڈئیس طبقۂ عوام کا سب سے زیادہ مخالف سمجھا جاتا تھا اور اس نے بہت دن پہلے کہہ دیا تھا کہ اگر مجلس نے عوام کو یہ حق دے دیا کہ وہ طبقہ اعلیٰ کے کسی فرد پر مقدمہ چلائیں اور فیصلہ دیں تو میں وثوق سے جتائے دیتا ہوں کہ پھر مجلسِ امرا کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا اور حکومت کے ساتھ بھی یہ غدّاری ہو گی۔ لیکن دوسری طرف سب سے مسن اور عوام کے ہمدرد ارکان کہتے تھے کہ جب اُنھیں یہ اختیار مل جائے گا تو ان میں ضرور شرافت و انسانیت آجائے گی اور وہ اُمرا کے ساتھ ہرگز ایسی سختی اور بےمروتی سے پیش نہیں آئیں گے جیسا کہ بعض لوگ تصور کرتے ہیں کیوں کہ وہ جو یہ حق طلب کرتے ہیں اس کا سبب مجلس سے عداوت نہیں ہے بلکہ یہ بدگمانی ہے کہ مجلس نے عوام سے بے انصافی کی۔ لہٰذا اگر مجلس کی طرف سے عوام کی ہمدردی اور احترام کا اظہار کیا گیا تو محض رائے دہی کا حق حاصل کر لینا اُن کی خصومت کو دور کر دے گا۔

الغرض جب مارسیئس نے دیکھا کہ اس کی وجہ سے مجلس شش و پنج میں پڑی ہے تو اس نے ٹری بیونوں سے دریافت کیا کہ مجھ پر وہ کون سے الزام ہیں، جن کی وجہ سے آپ مقدمہ چلائیں گے اور جن کی عوام کے روبرو مجھے جواب دہی کرنی ہو گی۔ انھوں نے کہا: "تم پر غاصبانہ اقدام کا الزام ہے اور یہ کہ تم استبدادی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے"، تو یہ سُن کر مارسیئس آگے بڑھا اور کہنے لگا "اگر یہی بات ہے تو میں جواب دہی کے لیے تیار ہوں، جس قسم کا آپ چاہیے مقدمہ چلائیے ہیں لوگوں کے سامنے صفائی پیش کروں گا اور اگر وہ سزا تجویز کریں گے تو خوشی سے قبول کروں گا، بشرطے کہ تم اسی الزام پر قائم رہو اور مجلس کے ساتھ فریب نہ کھیلو"۔ انھوں نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ لیکن جس وقت لوگ جمع ہوئے تو ٹری بیونوں نے اوّل تو تمام دستور کے خلاف اصرار کیا کہ رائے صدی وار نہیں بلکہ قبیلہ وار لی جائے گی اور اس تغیّر کا نتیجہ یہ تھا کہ مفلوک الحال فسادی عوام کا جو انصاف و دیانت کی زرا پروا نہ کرتے تھے، دولت مند اور ملک کے ممتاز خادموں پر غلبہ رہے۔ دوسری بدعہدی یہ کی کہ غصب حکومت کی بجائے جو کسی طرح مارسیئس پر ثابت نہ ہو سکتا تھا، انھوں نے مجلس عوام کے خلاف بدزبانی اور ٹری بیونی اقتدار کی مخالفت کا الزام پیش کیا۔ تازہ الزام یہ دیا کہ جو مالِ غنیمت ان تیم کو تاراج کرنے کے بعد حاصل ہوا تھا اور جسے اُس نے اپنے ہمراہیوں پر تقسیم کر دیا، وہ خزانۂ عامّہ میں

داخل ہونا چاہیے تھا۔ کہتے ہیں کہ اس آخری الزام سے بہ نسبت دوسرے الزاموں کے مارسیئس زیادہ گھبرا گیا تھا، کیوں کہ پیشتر اُسے مطلق خیال نہ تھا کہ اس باب میں اُس سے سوال کیا جائے گا۔ پھر جب بہ طورِ معذرت اُن لوگوں کے کارناموں کو وہ بڑا کرکے دکھلانے لگا جو اس جنگ میں اس کے شریک رہے تھے تو اُن لوگوں نے جو شہر ہی میں رہے اور شرکائے جنگ کی نسبت تعداد میں زیادہ تھے، شور و غل مچاکر اُس کو خاموش کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رائے لیے جانے پر اُس کو تین قبیلوں کی اکثریت سے مجرم گردانا گیا اور دوامی جلاوطنی کی سزا دی گئی۔ عوام اُسے سزائے جُرم سُنائے جانے کے بعد جانے لگے تو ایسی دھوم دھام اور مسرت کا اظہار کیا جو کسی غیر غنیم پر فتح پانے سے بھی بڑھ کر تھا۔ حالاں کہ مجلس پر غم اور گہری افسردگی چھائی ہوئی تھی اور وہ قلبی رنج کے ساتھ پچھتا رہی تھی کہ کاش یہ کارروائی نہ کی جاتی اور نتائج برداشت کرلیے جاتے، بہ نسبت اس کے کہ عوام کی گستاخی کے آگے سر جُھکا دیا جاتا اور اُن کو اتنے بڑے اختیارات ناجائز استعمال کے لیے تفویض کردیے جاتے۔ اب تو یہ عالم تھا کہ باہمی شناخت کے لیے کسی وضع قطع یا لباس دیکھنے کی ضرورت نہ تھی، بلکہ جو شخص مسرور تھا وہ بلاشبہ طبقۂ عوام سے تھا اور جو غمگین نظر آتا تھا وہ خواص سے۔

اس وقت خود مارسیئس ہی ایسا شخص تھا جسے اس فیصلے پر نہ صدمہ ہوا نہ پشیمانی۔ اس کی وضع قطع، آن بان اور

بُشرے سے پوری پوری دل جمعی ظاہر ہوتی تھی - اس کا سبب یہ نہ تھا کہ سوچنے غور کرنے کے بعد یا کسی طبعی حلم کی وجہ سے وہ عاجزی پر مائل ہوگیا ہو- اس کے برخلاف اس پر ایک نہایت گہرا اور مضبوط جوش مسلط تھا، جس سے اکثر کوئی تکلیف نہیں ہوتی - اور سچ یہ ہی کہ اذیت جس وقت آتشِ غضب سے مبدل ہوجاتی ہی اس وقت کمزوری یا افسردگی کا شائبہ بھی باقی نہیں رہتا - ایک غضب ناک آدمی ایسے ہی طاقت و قوت کا اظہار کرتا ہی جیسے کوئی شخص تیز بخار میں، حالاں کہ قلب کا یہ سارا جوش محض ایک مریضانہ حرکت و حرارت اور کشاکش کا نتیجہ ہی - یہ امر کہ اسی طرح مارسیئس کا مزاج بھی جادۂ اعتدال سے منحرف ہوگیا تھا فوراً ہی اس کی حرکتوں سے صاف صاف ظاہر ہوگیا - مکان واپس آکر اس نے اپنی ماں اور بیوی کو جو آہ و زاری اور نالہ و فغاں میں مشغول تھیں، سلام کیا اور انھیں سمجھایا کہ اس کی مصیبت پر اتنا زیادہ رنج و الم نہ کریں، پھر فوراً دروازۂ شہر کی طرف بڑھا جہاں تمام شرفا اس کی مشایعت کے لیے آئے تھے - بس وہاں اس نے اتنا بھی نہ کیا کہ کچھ اپنے ساتھ لے لیتا یا مجمع سے کسی قسم کی درخواست کرتا - وہ صرف اپنے تین یا چار خادموں کو ساتھ لے کر اُن سے رخصت ہوا - اور کچھ دنوں دیہات کے کسی مقام میں گوشہ گزیں رہ کر جہاں اپنے مختلف باطنی مشیروں یعنی طیش و غضب وغیرہ کے اثرات سے وہ پریشان رہا، اُس نے اپنے حق میں کوئی معزز یا مفید انجام نہ طے کیا - بجز اس کے کہ رومیوں کے

کے خلاف کس طریقے سے آتشِ انتقام کو بجھایا جائے۔ چناں چہ آخرکار
[مارسیئس] نے ارادہ کرلیا کہ اُن کے خلاف ایک بھاری جنگ اُن کے
نزدیک ترین ٹہروسیوں سے کرا دی جائے۔ اُس نے پہلے والشیوں کو
اکسانے کا عزم کیا، جن کو وہ اب بھی بہ اعتبار مال و سپاہ کے جری
اور مرفہ الحال جانتا تھا۔ اُس نے تصور کیا کہ اُن کا زور و قوت اتنا
نہیں گھٹا ہو جتنا اُن کا کینہ اور طیش رومیوں سے آخری شکستیں
کھانے کے بعد زیادہ ہوگیا ہو ٭

شہر ان نیئم میں ٹیولس آفی ڈی اس نامی ایک شخص تھا، جو
بہ سبب اپنی جراءت و دولت اور اپنی خاندانی شان و شوکت کے
والشیوں میں شاہانہ اعزاز و اختیار رکھتا تھا اور مارسیئس جانتا تھا
کہ رومیوں میں سب سے بڑھ کر وہ اسی کے ساتھ عناد رکھتا ہو۔
باہمی مبارزت طلبی اور دھمکیاں بھی اکثر موقعۂ جنگ پر وقوع میں
آچکی تھیں اور ان آپس کی للکاروں سے ان کی گرم اور شدید نوک
جھوک نے جو سرگرم و جوان سپاہیوں کا خاصہ ہو، ان کے قومی جذبات
مخالفت پر شخصی عداوت کا بھی اضافہ کردیا تھا۔ باایں ہمہ یہ سمجھ کر
کہ ٹیولس کے مزاج میں پھر بھی کسی قدر فیاضی ہو اور یہ جان کر کہ
کوئی والشی بھی رومیوں سے انتقام لینے کا اتنا آرزومند نہیں
ہوسکتا، جس قدر ٹیولس، اُس نے وہی کیا جو اس مقولے میں
بیان کیا گیا ہو سے

غصے سے ہو جو جنگ وہ بے سُود ہو اور سخت
وہ جان ہی لے لیتی ہو گو کرتی ہو خوش بخت

پھر الیاسس کی طرح، وضع بدل کر، اپنے جانی دشمنوں کے شہر میں داخل ہوا۔ اس کی آمد شام کے وقت ہوئی اگرچہ بہت لوگوں سے گلیوں میں مڈبھیڑ ہوئی لیکن وہ بغیر شناخت ہوئے گزرا چلا گیا اور سیدھا ٹیولس کے مکان پر پہنچا اور مخفی طور پر داخل ہوکر آتش دان تک بڑھا اور اپنے سر کو ڈھک کر بغیر کوئی کلمہ کہے ہوئے وہاں بیٹھ گیا۔ گھر کے لوگوں کو حیرت ہوئی تاہم اُسے وہاں سے اٹھانے، یا کوئی سوال کرتے ہوئے خوف معلوم ہوا کیوں کہ اس کی وضع اور سکوت میں ایک شانِ بزرگی عیاں تھی، مگر انھوں نے ٹیولس سے جو کھانے پر تھا اس عجیب واقعے کی خبر کی۔ وہ فوراً میز سے اُٹھا اور اندر آکر دریافت کیا کہ تم کون ہو اور یہاں کس کام سے آئے ہو۔ اس پر مارسیئس نے ذرا توقف کرکے اور خود کو عیاں کرکے کہا کہ اے ٹیولس اگر تم مجھے یاد نہیں کر سکتے یا میرے متعلق اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر سکتے تو مجھے اپنا مدعی خود ہی بننا پڑے گا۔ میں کے اُس مارسیئس ہوں جو والشیون کے اس قدر ضرر کا بانی ہوا جس سے اگر میں منکر بھی ہونا چاہتا تو لقب کوریولانوس جس سے میں اب ملقب ہوں، میرے خلاف کافی شہادت ہوتا۔ ان تمام مصائب و خطرات کا معاوضہ جن کو میں نے جھیلا ہے، بس یہی ایک خطاب ہے جو تمھاری قوم کے ساتھ میرے عناد کا مظہر ہے اور یہی ایک چیز ابھی تک میرے پاس باقی ہے ورنہ رومی لوگوں کی شورش و حسد اور میرے طبقے نیز حکّام کے فریب و بزدلی نے دیگر تمام فوائد سے مجھے محروم اور مخلع کردیا۔ میں بطور ایک جلاوطن کے نکال دیا گیا اور اب

تمھارے آتش دان کے روبرو ایک ناچیز سائل بن کر آیا ہوں۔ جس کی غرض اپنی حفاظت و صیانت ہی نہیں ہو (کیوں کہ اگر میں موت سے ڈرتا تو یہاں آنا ہی کیوں) بلکہ اپنے جلا وطن کرنے والوں سے انتقام لینا بھی ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ خود کو تمھارے ہاتھ میں دیتے ہی میں نے یہ مقصد حاصل کرلیا ہو۔ پس اگر حقیقت میں تم اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو آؤ اور میری موجودہ مصیبت سے فائدہ اٹھاکر اس مہم میں میری مدد حاصل کرلو۔ اور میری ذاتی عداوت کو والشیون کے لیے ایک عام بشارت سے بدل ڈالو۔ کیوں کہ واقعی تمھاری طرف سے جنگ کرتے میں بہ نسبت خلاف کے میں زیادہ کارآمد ثابت ہوں گا۔ اس لیے کہ جن دشمنوں پر میں حملہ آور ہوں اُن کے بھیدوں کے جاننے کے لحاظ سے میں فائدے میں رہوں گا لیکن اگر تم رومیوں کے خلاف کسی اقدام سے باز رہنا چاہتے ہو تو پھر نہ تو میں زیادہ جینے کا خواہش مند ہوں اور نہ تمھارے ہی لیے یہ مناسب ہوگا کہ ایک ایسے شخص کو زندہ رہنے دو جو تمھارا قدیم حریف اور دشمن رہا ہو اور جو اب جب کہ وہ اپنی خدمات تم کو پیش کرتا ہو، تو تمھارے واسطے بےکار اور بےسود بھی ہوگیا ہو۔

یہ سُن کر ٹیولس نہایت مسرور ہُوا اور اپنا سیدھا ہاتھ اُسے دیکر چلایا: "مارسیس اُٹھ کھڑا ہو اور ہمت کر، یہ ایک بڑی بشارت ہو جو تم اِن نیئم کے لیے لائے ہو، اور اپنے کو اس کام کے لیے پیش کیا ہو۔ تم والشیوں سے ہر قسم کی بھلائی کی توقع رکھو۔" یہ کہہ کر اس کی ضیافت اور خاطر و مدارات کرنے میں مصروف ہُوا

اور پھر وہ دونوں کئی دن تک باہم بہت غور و خوض سے تجاویز جنگ پر بحث و مشورت کرتے رہے۔

جس وقت یہ نقشہ تجویز ہو رہا تھا رومہ میں بڑے فساد اور شورشیں برپا تھیں، جن کا سبب جمہور اور ارکان مجلس کے مابین دشمنی تھی، جو اب آخر آخر میں مارسیئس کی سزائے اخراج سے اور بھی بڑھ گئی تھی۔ علاوہ بریں ان کے جوتشی، کاہنت اور معمولی اشخاص نے بھی ایسے علائم و آثار بد کی اطلاع دی جن کو نظر انداز کرنا ناممکن تھا۔ ان فالوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ٹی ٹی ڈ اس لاٹی نس نے جو ایک معمولی حیثیت لیکن متین اور نیک طینت آدمی تھا اور ہر قسم کے توہمانہ خیالات سے بَری اور اس سے بھی بڑھ کر شیخی اور مبالغے سے پاک تھا، ایک خواب دیکھا کہ گویا جوپی ٹر دیوتا آیا اور حکم دیا کہ مجلس کو مطلع کر دے کہ تم نے میرے جلوس کے آگے ایک نہایت خراب و ناگوار ناچنے والے کو رکھا تھا۔

اُس کا بیان ہے کہ یہ خواب دیکھ کر پہلے پہل میں نے کچھ زیادہ توجہ نہیں کی، لیکن جب دوبارہ اور سہ بارہ مجھ کو یہی نظر پڑا اور پھر بھی میں نے اس کو ہیچ سمجھا تو میرا ایک ہونہار لڑکا جاتا رہا اور خود مجھ پر فالج گرا۔ یہ سب کچھ بیان کرنے کے لیے وہ مجلس میں ایک ڈولی پر لایا گیا اور کہتے ہیں کہ جوپی ٹر کے مذکورہ پیام کو ادا کرنے کے بعد معاً اس کی طاقت عَود کرتی ہوئی معلوم ہوئی اور وہ اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہو کر تنہا بغیر کسی کی مدد کے

مکان گیا۔ ارکانِ مجلس نے متحیر و متعجب ہوکر اس معاملے میں گہری تفتیش کی۔ جس امر کی طرف خواب میں اشارہ کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ کہیں کسی شہری نے اپنے ایک ملازم کو کسی نفرت انگیز خطا پر بقیہ ملازموں کے حوالے کرکے حکم دیا تھا کہ پہلے اس کو سربازار کوڑے لگائیں اور پھر قتل کر ڈالیں۔ جس وقت وہ لوگ اس حکم کی تعمیل میں مجرم کو تازیانے لگا رہے تھے اور وہ اس اذیت کی وجہ سے پیچ و تاب کھا رہا اور جسم کو ہر طرف موڑ توڑ رہا تھا، اتفاق سے اس وقت جوپی ٹر کا اعزازی جلوس وارد ہوا اور پٹنے والے کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ اس نظارے کو دیکھ کر اگرچہ بہت سے حاضرین آشفتہ ہوئے مگر کسی نے اس معاملے میں دخل اندازی نہ کی بلکہ صرف ایسے آقا کو بُرا بھلا کہتے اور لعنت ملامت کرتے گزر گئے جو ایسی ظالمانہ سزا دے کیوں کہ اس زمانہ میں رومی اپنے غلاموں سے نہایت انسانیت کا برتاؤ کرتے تھے اور چوں کہ ان کے ساتھ محنت و مشقت کرتے اور ان میں مل کر رہتے تھے اس لیے قدرتاً اُن سے زیادہ اُنس و شرافت برتتے تھے۔ من جملہ دیگر شدید سزاؤں کے ایک غلام کے لیے جس نے جرم کیا ہو ایک یہ تھی کہ اُسے لکڑی کا وہ ٹکڑا دیا جاتا تھا، جو کسی گاڑی میں جوئے کا کام دیتا ہو اور اُسے لیے ہوئے اُسے پڑوس میں پھرنا پڑتا تھا۔ جو غلام ایسی سزا جھیل چکتا تھا اور جس کو اس حالت میں گھر والے اور پڑوسی دیکھ لیتے تھے پھر گویا اس کا کوئی بھروسا یا ساکھ نہیں رہتی تھی۔ اور اس کو فرسی فیر کا نام دیا جاتا تھا

(فرسا لا طینی زبان میں کسی ٹیک یا اڑانے کو کہتے ہیں۔)

بہرکیف جب لائی ٹنس اپنا خواب بیان کرچکا اور ارکان مجلس سوچنے لگے کہ ایسا بے ہنگم اور بدقوارہ رقاص کون ہوسکتا ہی تو مجمع میں سے بعضوں کو جو سزا کے انوکھے ہونے سے متاثر ہوئے تھے، یاد پڑا اور اُنھوں نے اُس بدبخت غلام کا حال بیان کیا جس کو گلیوں میں تازیانے لگائے گئے اور بعد ازاں مار ڈالا گیا تھا۔ جب اس باب میں علما سے مشورہ لیا گیا تو اُنھوں نے اس قیاس کی توثیق کی چنانچہ اس آقا کو سزا دی گئی اور دیوتا کے اعزاز میں جلوس اور تماشوں کے پھر سے نکالنے کا حکم دیا گیا۔ نیوما (قدیم رومی بادشاہ) نے جہاں اور بہت سے مذہبی مراسم مُرتب کیے، وہاں اس کا یہ آئین بھی ضرور علاقانہ سمجھا جائے گا کہ لوگوں کو توجہ دلانے کے خیال سے اس نے ہدایت کی تھی کہ جب کبھی حکام یا مہنت کوئی مذہبی پرستش بجالائیں تو ایک منادی کو آگے آگے چلنا اور بہ آواز بلند اعلان کرنا چاہیے کہ "لوگو اِدھر حاضر ہو!" مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو باخبر کیا جائے اور کوئی شخص ایسا دنیاوی کام یا ہنگامہ نہ کربیٹھے جو بدنظمی یا خلل پیدا کرے۔ اس قسم کی بہت سی پابندیاں ایک جبری حیثیت رکھتی ہیں اور بہ تہدید عمل میں لائی جاتی ہیں۔ رومیوں میں دستور ہی کہ اپنی قربانیوں، جلوسوں اور تماشوں کو نہ صرف ایسے وجوہ کی بنا پر جو مذکور ہوا، بلکہ اس سے بھی خفیف سبب کی بنا پر از سرنو شروع کرتے ہیں مثلاً اگر اُن گھوڑوں میں سے جو ٹن سی نامی

گاڑیوں کو جن پر رومی دیوتاؤں کے بُت رکھے جاتے تھے، کھینچتے تھے، ایک بھی کام نہ دے اور لڑکھڑا جائے یا اگر ہنکانے والا اُلٹے ہاتھ سے لگام پکڑے تو حکم ہوتا تھا کہ پورا عمل پھر سے کیا جائے اور بعد کے زمانوں میں تو ایک ہی قربانی کو تیس تیس مرتبہ انجام دیا جاتا تھا محض اس لیے کہ اِسے ادا کرنے میں کوئی حادثہ غلطی یا نقص واقع ہوجاتا تھا۔ رومیوں کو مذہبی معاملات میں احتیاط و احترام کا یہ عالم تھا۔

اُدھر ٹیولس اور مارسیئیس چپکے چپکے ان تیئم کے ممتاز آدمیوں کے ساتھ اپنے منصوبے کی بابت بحث کر رہے تھے اور ان کو سمجھاتے تھے کہ اب جب کہ رومیوں میں باہم خود اختلاف ہے، حملہ کردینا چاہیے اور جب اس تجویز کو قبول کرنے میں اُن کو اس وجہ سے شرم دامن گیر ہوئی کہ وہ مُہلت و التوائے جنگ کی بابت دو سال کے لیے قسم کھا چکے تھے تو رومیوں نے خود ایک حیلہ فراہم کردیا۔ اُنھوں نے عین تماشہ ہوتے میں کسی بغض یا بے بُنیاد اطلاع کی بنا پر اعلان کردیا کہ کل والشی جو تماشا دیکھنے آئے تھے، قبل مغرب شہر چھوڑ دیں۔ بعضوں کا قول ہے کہ یہ بھی مارسیئیس کی ایک تدبیر تھی جس نے خفیہ ایک آدمی قنصلوں کے پاس والشیوں پر یہ جھوٹا الزام لگاکر بھیج دیا تھا کہ وہ لوگ کھیل تماشوں کے درمیان میں رومیوں پر حملہ کرنے اور شہر کو آگ لگا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

غرض رومیوں کے اس ہتک آمیز اعلان نے والشیوں کا غصّہ بھڑکا دیا۔ ٹیولس نے اس واقعے کو بڑھا چڑھاکر دکھایا

اور اُن کو یہاں تک اشتعال دلایا کہ اُنھیں روما کو ایلچی بھیجنے اور یہ مطالبہ کرنے پر آمادہ کردیا کہ رومی اُن کے ملک کا وہ حصّہ اور دیہات واپس دے دیں جو اُنھوں نے والشیوں سے گزشتہ جنگ میں حاصل کیے تھے ۔

جب رومیوں نے یہ پیام سُنا تو برہمی کے ساتھ جواب دیا کہ پہلے تو خود والشیون ہی ہتھیار اٹھائے تھے مگر اُنھیں رکھنے میں رومی سب سے آخر ہوں گے ۔

جب یہ جواب پہنچا تو ٹیولس نے ایک عام مجلس طلب کی اور پھر جب جنگ کی رائے قرار پاگئی تو اُس نے تجویز کیا کہ مارسیئس کو بُلا لینا اور تمام پرانی عداوتوں کو فراموش کردینا چاہیے۔ اُس نے ان کو یہ بھی یقین دلایا کہ اب جو خدمات اس کے ہاتھوں بطور ایک دوست اور رفیق کے انجام پائیں گی، وہ اُس نقصان و ضرر سے کہیں زیادہ ہوں گی جو اُس نے بطور دشمن کے اُنھیں پہنچائی تھیں۔ چناں چہ مارسیئس طلب کیا گیا اور اُس نے داخل ہوکر لوگوں کو خطاب کیا اور اُن پر اپنی قابلیت، ہُنرمندی، اصابتِ رائے، اور شجاعت کی نسبت نہ صرف اپنے موجودہ کلمات سے بلکہ گزشتہ واقعات سے بھی ایک عمدہ اثر پیدا کیا۔ اُنھوں نے بہ معیت ٹیولس اس بات کو منظور کیا کہ اس کو بہ حیثیت سردار کے کُل اختیارات متعلقۂ جنگ تفویض کردیے جائیں اور اُس نے یہ اندیشہ کرکے کہ کہیں تمام والشیوں کو پوری تیاری کے ساتھ مجتمع کرنے کا موقع نہ نکل جائے، بعض انتظام شہر کے خاص خاص لوگوں

کے سُپرد کردیے اور خود اُن لوگوں کو جو سب سے آگے تھے، اپنے ہمراہ بطور متطوعین (والنٹیر) کے جمع ہونے اور کوچ کرنے کی ترغیب دی۔ وہ رومی حدود کے اندر اچانک گھس گیا اور اتنا کثیر مالِ غنیمت حاصل کیا کہ والشی نہ تو اُسے لے جانے کے قابل تھے اور نہ پڑاؤ میں استعمال کرنے کے۔ پھر، لوٹ کی افراط جو اُس نے حاصل کی اور ملک میں جو غارت گری کی یہ دونوں چیزیں تو اس کے بیان کے مطابق حملے کا بہت ہی معمولی نتیجہ تھیں۔ اس کے مدِّنظر دو مقصد میں طبقۂ عوام کے تشکک کو ترقی دینا اور جمہور و خواص کے تعلقات کو تلخ تر بنا دینا تھا۔ اسی خیال کو پیشِ نظر رکھ کر جہاں اُس نے دوسرے اشخاص کے کھیتوں کو تباہ اور اسباب کو برباد کیا، وہاں طبقۂ خواص کے کھیتوں اور اراضی کی حفاظت کا خاص خیال رکھا اور اپنی سپاہ کو اُن پر دست درازی کرنے، یا اُنھیں غارت کرنے اور ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اُن کی باہمی دُشمنی اور فساد پھر تازہ ہو گئے اور بڑھتے بڑھتے بے انتہا طُول کھینچ گئے۔ ارکانِ مجلس تو عوام کو مارسیئس کے ساتھ ناانصافی کرنے پر ملامت کرتے تھے اور دوسری طرف طبقۂ عوام بلا تامل اُن لوگوں کو الزام دیتا تھا کہ انھوں نے اپنے بغض و انتقام کی بنا پر اس کو لڑنے پر اُبھارا اور اس طرح جب کہ دوسرے مصائب جنگ کے شکار ہو رہے تھے تو یہ تماشائیوں کی طرح بیٹھے رہے، ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ گویا رومی جمہور کا دشمن رومی اُمرا کی دولت

و جایداد کا محافظ و نگراں قرار پاگیا تھا۔

لیکن جس وقت والشیوں کی پوری طاقت نہایت ولولے اور پھرتی کے ساتھ میدان جنگ میں مجتمع ہوگئی تو وہ ایک معقول جماعت نظر آنے لگی، اور اُس نے یہ طے کیا کہ لشکر کا ایک حصّہ تو بطور قلعہ گیر فوج کے اپنے دیہات کی حفاظت کی غرض سے وہیں چھوڑ دیا جائے اور دوسرا حصّہ رومیوں کے خلاف پیش قدمی کرے۔ مارسیئس نے ٹیولس سے پوچھا کہ وہ دونوں میں سے کس حصّے کی قیادت پسند کرے گا۔ ٹیولس نے جواب دیا کہ "چوں کہ میں تم کو اپنے برابر جری اور اپنے سے کہیں زیادہ خوش نصیب جانتا ہوں، اسی لیے اس گروہ کی قیادت جو جنگ پر جارہا تھا، تم کو کرنی چاہیے" اور خود اپنے ذمّے اس نے مقبوضہ شہروں کی مدافعت اور باہر کی فوج کے واسطے تمام سہولتیں پہنچانی رکھا۔ یوں مارسیئس کمک پاکر اور پیشتر سے کہیں قوی تر ہوکر پہلے سِرسی اِم نامی شہر کی طرف جو ایک رومی نوآبادی تھا، بڑھا۔ یہ اُس کے حوالے کردیا گیا اور اُس نے باشندوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ یہاں سے گزرکر وہ لاطینیوں کے علاقے میں داخل ہوا اور اُس کو تباہ کرڈالا۔ اس مقام پر اس کو اُمید تھی کہ رومیوں سے مڈبھیڑ ہوگی کیوں کہ لاطینی اُن کے حلیف اور دوست تھے اور اکثر اُن سے طلب امداد کرچکے تھے مگر ایک تو لوگوں نے فوجی خدمت پر جانے میں بہت کم توجہ ظاہر کی، دوسرے قنصلوں نے بھی

تہلکۂ جنگ میں پڑنے سے گریز کیا۔ اور یہ دیکھ کر کہ خود اُن کے عہدے کی میعاد منقضی ہوا چاہتی ہی، کوئی کارروائی کیے بغیر لاطینی سفرا کو واپس کردیا۔ پس مارسیئس نے اپنے مقابلے میں کسی فوج کو نہ پاکر اُن کے شہروں کی طرف کوچ کیا اور طولی دیا، بے دی سی، پیبڈا، اور بولا کو جنھوں نے مزاحمت کی، بزورِ شمشیر تسخیر کرکے نہ صرف مکانات کو تباہ کیا بلکہ انسانوں کو بھی شکار کیا۔ مگر اسی حالت میں ایسے لوگوں کا اُس نے خاص طور پر خیال کیا جو اُس کی طرف آکر شامل ہوگئے اور اس ڈر سے کہ کہیں اُس کی منشا کے خلاف انھیں کوئی ضرر نہ پہنچ جائے، اُن کا پڑاؤ بہت دُور فاصلے پر قائم کیا اور اُن کی زمینوں کو مطلق ہاتھ نہیں لگایا۔

قصبۂ بولا میں جو روما سے دس میل دُور تھا، قابض ہوجانے کے بعد بہت بڑا خزانہ ہاتھ آیا اور اُس نے وہاں کے تمام مردوں کو تہِ تیغ کیا۔ اس پر دوسرے والشی جن کو پیچھے رہنے اور اپنے شہروں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا تھا، صبر نہ کرسکے اور جلد جلد مارسیئس کے پاس پہنچے اور کہنے لگے "ہم تم ہی کو اپنا سپہ سالار مانتے ہیں اور تمھارے ہی احکام پر چلنا چاہتے ہیں۔ ان تمام باتوں نے اُس کے نام اور شہرت کو اطالیہ بھر میں پھیلا دیا اور ایک عالمگیر حیرت ہوگئی کہ کیسا ناگہانی اور زبردست انقلاب دو قوموں کی قسمتوں میں پیدا ہوگیا جو محض ایک شخص کے اِدھر سے جانے اور اُدھر آجانے کا نتیجہ ہی۔

اہلِ روما عجب انتشار میں تھے۔ وہ جنگ سے قطعی بیزار تھے اور اپنا سارا وقت باہمی مناقشات اور تنقید و تعریض میں صرف کرتے تھے، حتّٰی کہ خبریں پہنچیں کہ غنیم نے لے وی نی ام کا سخت محاصرہ کر رکھا ہے، جہاں ان کے مُربّی دیوتاؤں کے بُت اور دیگر تبرّکات تھے اور جہاں سے وہ اپنی قومیت کی ابتدا منسوب کرتے تھے، اس لیے کہ پہلا یہی شہر تھا جسے ای نیاس نے اطالیہ میں تعمیر کیا تھا۔ ان خبروں کا روما میں آنا تھا، کہ ان سب کے خیالات میں ایک غیر معمولی تغیّر واقع ہوا۔ لیکن طبقۂ خواص کے محسوسات نے تو اس سے بھی بڑھ کر ایک پلٹا کھایا۔ اب عوام تو مارسیئس کی سزا میں ترمیم کرنا اور اُسے شہر میں واپس بُلا لینا چاہتے تھے۔ لیکن مجلسِ اُمرا نے جو سزا پر دوبارہ غور کرنے کے لیے مجتمع ہوئی، اس تجویز کی مخالفت کی اور آخر میں اس کو رُد کر دیا یا تو اس بنا پر کہ وہ دل لگی سے جمہور کی ہر خواہش میں روڑا اٹکاتا اور مخالفت کرنا چاہتی تھی یا شاید وہ اس امر پر راضی نہ تھی کہ اس کی واپسی عوام کی شرمندۂ احسان ہو لیکن ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اب وہ فی الواقع مارسیئس کی مخالف ہوگئی، جس نے ان سب پر بلاامتیاز یہ بلا نازل کی اور پورے ملک کا علانیہ دشمن ہوگیا تھا، حالاں کہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ تمام معزز اور اچھے طبقے کے آدمی اس کے غم خوار تھے اور اس کی بدولت تکلیف اٹھا رہے تھے۔

بہر صورت جب مجلس کی تجویز مشتہر ہوئی تو عوام معطّل ہوکر

رہ گئے اس لیے کہ انھیں بطورِ خود کسی تجویز کو طے کر دینے اور اُسے قانونی حیثیت دے دینے کا "تاوقتیکہ پیش تر سے مجلس اس کا فیصلہ نہ کر دے"، کوئی اختیار نہ تھا۔ ادھر مارسیئس نے یہ سُنا تو اس قدر طیش و غضب میں آیا کہ لے وی نی ام کا محاصرہ چھوڑ کر جوش و خروش کے ساتھ روم کی طرف کوچ کیا اور اپنا پڑاؤ اس مقام پر ڈالا جسے خنادیقِ کلولین کہتے تھے اور شہر روما سے پانچ میل پر تھا، فی الحقیقت اس کی آمد آمد نے بہت دہشت اور بدنظمی پیدا کر دی مگر ساتھ ہی اہلِ شہر نے اختلافات بھی فی الوقت ختم کرڈالے کیوں کہ اب کوئی بھی خواہ قنصل ہو یا رُکنِ مجلس جمہور کی مخالفت نہیں کرسکتا تھا۔ اپنی عورتوں کو گلیوں میں پریشان اِدھر اُدھر بھاگتے اور بڈھے آدمیوں کو ہر مندر میں بالحاح و زاری دعائیں مانگتے اور مختصر یہ کہ اپنے میں حفاظت کی ہمت و عقل نہ دیکھ کر اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ عوام کی تجویز کہ مارسیئس سے صلح کر لی جائے، درست تھی۔ چناں چہ باتفاق تمام گروہوں نے یہ طے کیا کہ ایلچی روانہ کیے جائیں جو اُس کو واپسی وطن کا پیام دیں تاکہ وہ جنگ کی تمام دہشتوں اور بلاؤں سے اُن کو نجات دلائے۔ جو اشخاص کہ اس پیام کے ساتھ روانہ کیے گئے وہ اسی کے شناسا اور رشتے دار انتخاب کیے گئے تھے جو اپنے تعلقات کے بل پر قدرتاً اس سے پہلی ملاقات میں سرگرم خوش آمدید کے متوقع تھے مگر اس امر میں وہ سخت غلطی پر تھے۔ غنیم کے کیمپ میں پہنچنے پر اُنھوں نے نہایت شان سے

والشیوں کے خاص آدمیوں کے درمیان میں اُسے غرور و تمکنت سے بیٹھا ہُوا پایا۔ اُس نے اُن کے آنے کی وجہ دریافت کی۔ جس کا جواب اُنھوں نے اپنے طرزِ عمل کے مناسب، نہایت عزیزانہ اور نرم الفاظ میں دیا۔ لیکن جب وہ کہہ چکے تو اُس نے ایسے تیز جواب میں جو ترشی اور غضب ناک برہمی سے پُر تھا، اُن کا ظلم اور اپنے ساتھ نامناسب برتاؤ یاد دلایا۔ پھر بہ حیثیت والشیوں کے سپہ سالار کے اُن بستیوں اور زمینوں کی واپسی کا اُن سے مطالبہ کیا، جن پر پچھلی جنگ میں تصرف کرلیا گیا تھا نیز یہ کہا کہ ہم کو وہی حقوق شہر رومہ میں عطا کیے جائیں جو لاطینیوں کو دیے گئے تھے کیوں کہ کوئی صلح بغیر فریقین کی صفائی اور انصاف کے پایدار اور مضبوط نہیں ہوسکتی، اُس نے تیس دن کی مُدت اُن کو غور اور فیصلہ کرنے کے لیے دی۔

ایلچیوں کے رُخصت ہونے کے بعد اُس نے اپنی افواج کو رومی علاقے سے ہٹا لیا۔ اس پر اُن والشیوں نے جو عرصے سے اُس کی شُہرت پر حسد کررہے تھے اور اُس کے اثر و نفوذ کو جمہور پر نہیں دیکھ سکتے تھے، گرفت کی اور اس کے خلاف شکایت کا یہ پہلا سبب ٹھیرایا۔ انھی میں خود ٹیولس بھی تھا۔ جس کو اگرچہ شخصاً مارسیئس سے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا مگر وہ فطرتِ انسانی کی کمزوری سے مجبور تھا۔ وہ اس تکلیف دہ خیال کو ذہن سے نہ نکال سکتا تھا کہ میری شان و شوکت بالکل ماند پڑگئی اور والشیوں نے مجھے ہیچ سمجھنا اور تغافل کرنا شروع کردیا ہے

اور اپنے جدید سپہ سالار کی زیادہ عظمت کرتے ہیں۔ حتےٰ کہ اب وہی وہ رہ گیا ہو اور اُن کا خیال ہو کہ دوسرے سرداروں کو صرف اتنے ہی اختیارات پر قانع رہنا چاہیے جو وہ اُن کے لیے مناسب سمجھے۔ بس پہلے پہل یہیں سے چُپکے چُپکے الزام و شکایت کی تخم ریزی ہوئی۔ فتنہ پردازوں نے باہم مل کر اسے فروغ دیا اور کہنے لگے کہ یہ جو وہ پسپا ہُوا تو اگرچہ والشیوں کے شہروں اور فوجوں کا نقصان نہیں کیا، تاہم جنگ کے نازک اور عمدہ مواقع جن پر آیندہ ہر قسم کا نفع و نقصان منحصر تھا، ہاتھ سے کھو دیے، اس لیے کہ جو مُدّت التوائے جنگ کی اُس نے تجویز کی یعنی تیس دن اس کے اندر تو دُنیا میں کیا کچھ نہیں ہوسکتا۔ حالاں کہ مارسیئس نے وقت نہیں گنوایا، بلکہ غنیم کے حلیفوں پر حملہ کیا اُن کی اراضی کو غارت کیا اور اسی وقفے میں اُن کے سات بڑے نہایت آباد شہروں پر قبضہ کرلیا اور اس درمیان میں رومیوں کو باہر نکلنے اور اُن شہروں کو چھڑا لینے کی جرات نہ ہوئی بلکہ بہت خوف زدہ تھے اور جنگ کے لیے ایسے ناقابل اور غیر مستعد معلوم ہوتے تھے کہ گویا اُن پر فالج گرا اور عقل و حرکت سے محروم ہوگئے ہیں۔

جب تیس دن پورے ہوگئے اور مارسیئس پھر اپنی پوری فوج کے ساتھ نمودار ہُوا تو رومیوں نے دوسرا ایلچی اس التجا کے ساتھ بھیجا کہ وہ اپنی ناراضی کو ذرا کم کرے اور والشی فوج کو ہٹاکر جو تجاویز دونوں کے حق میں مناسب جانے، کرے

یہ بھی کہا کہ ہم دھمکی سے کچھ مراعات نہ دیں گے ہاں اگر اُس کی رائے میں والشیوں کے ساتھ مراعات ہونی مناسب ہیں تو اُن کے ہتھیار کھول دینے پر ان کی ہر واجبی خواہش پُوری کی جاسکتی ہو۔

مارسیئس نے جواب دیا کہ میں بہ حیثیت والشیوں کے سپہ سالار کے نہیں بلکہ اب بھی ایک رومی شہری کی خصوصیت سے تم کو اس امر کا مشورہ اور ترغیب دوں گا کہ بحالتِ موجودہ معاملے کو زیادہ طول نہ دو بلکہ تین دن تمام ہونے سے پہلے مطالباتِ سابقہ کی توثیق کے ساتھ واپس ہو۔ ورنہ خوب سمجھ لو کہ ہر مرتبہ مہمل پیام لے کر اس طرح بے روک ٹوک آیندہ میرے پڑاؤ سے نہ گزرنے پاؤگے۔

جب ایلچی واپس آئے اور مجلس کو جواب سے مطلع کیا تو وہ تمام ریاست پر طوفان منڈلاتا ہوا اور موجوں کو چڑھ دوڑنے کے لیے آمادہ دیکھ کر بقول یونانیوں کے، آخری وقت "پاک لنگر" کے ڈال دینے پر مجبور ہوئی۔ ایک تجویز قرار پائی کہ دینی پیشوا جو اسرارِ مقدس کے حامل یا نگراں تھے نیز وہ جو حسبِ رواج قدیم پرندوں سے شگون لیا کرتے تھے، سب کے سب بلا استثنا اپنی مذہبی ترتیب کے ساتھ اسی لباس و وضع میں جو وہ مختلف مراسم کے وقت استعمال کرتے تھے، پورا جلوس مارسیئس کی خدمت میں لے جائیں اور اُس سے حسبِ سابق اصرار کریں کہ اپنی فوجیں ہٹالے اور پھر چاہے تو اپنے ہم وطنوں کے ساتھ والشیوں کی موافقت میں فیصلہ کرے۔

وہ یہاں تک تو بے شک رضامند ہوگیا کہ اس جلوس کو اپنے پڑاؤ میں داخل ہوجانے دے مگر کوئی بات ہرگز منظور نہ کی حتےٰ کہ اُن سے نرم تک نہ پڑا۔ اور بغیر کسی مروت یا رعایت کے اُن کو حکم دیا کہ چوں کہ صرف شرائطِ سابقہ ہی شرائطِ صلح تھے، پس یا تو لڑو یا ہار مان لو۔

جب یہ پُر اثر درخواست بھی بے اثر ثابت ہوئی اور مذہبی پیشوا ناکام واپس آئے تو اُنھوں نے ارادہ کرلیا کہ شہر میں خاموش بیٹھ کر اپنی دیواروں کی حفاظت کرتے رہیں اور اپنی تمام توقعات کو حوادثِ زمانہ اور لطیفۂ غیبی پر مرکوز کرکے ارادہ کرلیا کہ اگر دُشمن حملہ کرے تو اُس کو صرف روکیں۔ کیوں کہ خود کو وہ اُس کے ناقابل سمجھتے تھے کہ اپنی نجات کے لیے کوئی اقدام کریں۔ بے ترتیبی، دہشت اور منحوس خبریں سارے شہر پر مسلط تھیں یہاں تک کہ ایک ایسی بات واقع ہوئی جس کو گو ہومر (شاعر) نے بار بار کہا ہو مگر لوگ عموماً صحیح نہیں خیال کرتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اہم اور غیر معمولی موقعوں پر کہتا ہے۔ ع

"اُس نیل چشم دیوی نے اُس کو دیا اُبھار!"

اور دوسری جگہ کہتا ہے۔ ع

"یہ اُس کا تھا خیال کہ امرِ الٰہ تھا"

اس قسم کے مضامین پر لوگ اکثر شاعر کی مذمت کرتے ہیں، گویا وہ اس قسم ناممکنات اور مُہمل تصوّرات کو بیان کرکے انسان کے ذاتی اختیار و عمل سے مُنکر ہو رہا ہے مگر ہومر

کے تخیل میں یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ اس کے ہاں تو معمولی، اغلب، اور عادتی نتائج جن کا باعث کوئی عام سبب ہوتا ہے، ہمیشہ ہمارے ذاتی افعال کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں چناں چہ اُس نے بار بار کہا ہے۔ ع

"مگر شوریٰ کیا خود میں نے اپنے قلبِ اعظم سے"

البتہ جہاں کہیں عمل غیر معمولی اور غیر عادی ہوگیا ہے یا کسی حیثیت سے اپنی توجیہ کے لیے تصرفِ ربانی یا فیضِ ناگہانی سے نسبت کا طالب معلوم ہوتا ہے، وہاں وہ دستِ الٰہی کو پیش کردیتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ عمل فنا ہو جائے بلکہ عزمِ انسانی کو اور بھی مستعد کرنے کے لیے ایسے تصورات ہمارے عمل کو کہ کسی طرح غیر ارادی نہیں بناتے بلکہ ایک قدرتی تقویت کا موقع بہم پہنچاتے ہیں۔ جس کو امید و اعتماد کے جذبات سے تائید حاصل ہوتی ہے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ یا تو ہم خدائی اثرات کو ہر قسم کے اسباب اور آغازِ کار سے قطعاً خارج اور الگ کردیں یا پھر کوئی ایسی سبیل دریافت کریں جس میں خدائی امداد کار فرما ہوتی ہے۔ بے شک یہ ہم نہیں فرض کرسکتے کہ روحانی ہستیاں واقعتاً اور حقیقتاً ہمارے جسموں اور ہاتھ پیروں کو جس راستے پر چاہیں ڈال سکتی اور ہدایت کی راہ بتاسکتی ہیں مگر یہ بداہت ہے کہ وہ ہماری فطرت کے انتخابی اور عملی عنصر کو چھیڑ لگاتی ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کام شروع کرتے وقت ہمیں ایسے آثار یا اشارے نظر آتے ہیں، جن کا مطلب ہمیں کسی مخصوص راستے پر ڈال دینا

ہوتا ہے یا اُس سے الگ رہنے کی تحریک کرنا ۔

مذکورہ بالا پریشانی کے عالم میں رومی عورتیں نکلیں ۔ کچھ تو دوسرے مندروں میں گئیں ۔ باقی سب جن میں عالی خاندان مستورات تھیں ، جوپی ٹر کی قربان گاہ پر پہنچیں ۔ انھی فریادیوں میں وے لی ریا ہمشیرِ پب لی کولا بھی تھی ۔ اُس شخص نے صلح اور جنگ دونوں میں رومیوں کی بڑی خدمت کی تھی اور جیسا کہ اس کی سوانح عمری میں بتایا جاچکا ہے ، اگرچہ خود وفات پاچکا تھا مگر وے لی ریا ہنوز زندہ تھی اور روما میں اسے بڑا اعزاز و اکرام نصیب تھا اور اس کی روشِ زندگی کسی طرح اس کی علو خاندان کے نامناسب نہ تھی ۔

پس وہی جذبہ با فیض جس کی میں نے مذکورہ اشعار میں صراحت کی ہے ، یکایک اس عورت پر غالب ہوگیا اور یہ خوشی اصل مہم کا عزم کرکے جو ہدایتِ الٰہی سے خالی نہ تھا ، خود بھی اُٹھ کھڑی ہوئی اور دوسروں کو بھی اٹھایا اور ان کو لے کر سیدھی مارسئیس کی ماں والم نیا کے پاس پہنچی ۔ اندر جاکر اس کو اپنی بہو کے پاس بیٹھا ہُوا پایا ۔ اس کے پوتے اُس کی گود میں تھے ۔ وے لی ریا نے جو اپنی ہمراہی عورتوں کے حلقے میں تھی ، ان سب کی طرف سے یوں خطاب کیا :

" اے والم نیا اور ورجی لیا ! ہم لوگ جو اب یہاں حاضر ہوئے ہیں تو بہ حیثیت عورتوں کے ، عورتوں کے پاس آئے ہیں ۔ کسی قنصل کے حکم سے یا مجلس کی ہدایت سے یا کسی حاکم کی طرف

سے نہیں بلکہ خود خدا ہی نے جیسا کہ میں سمجھتی ہوں ، ہماری دعاؤں سے متاثر ہوکر ہمیں تمھارے پاس آنے اور تمھاری خدمت میں ایک ایسا التماس کرنے پر آمادہ کیا۔ جس پر ہماری اور سب کی حفاظت منحصر ہی اور اگر اس کو تم نے منظور کیا تو تمھاری شان ان لڑکیوں سے بھی بڑھ جائے گی ، جنھوں نے اپنے شوہروں اور باپوں کے مابین دشمنی کو رفع کرکے امن و دوستی قائم کردی تھی۔ پس اُٹھو ہمارے ساتھ مارسیئس کے پاس چلو ہماری التجاؤں میں شامل ہو۔ اور اپنے وطن کی طرف سے یہ سچی شہادت بہم پہنچاؤ کہ باوجود تمام مضرتوں کے جو رومہ کو پہنچائی گئیں ، اس نے اپنے طیش و غضب میں بھی کبھی تم کو صدمہ نہیں پہنچایا نہ بدسلوکی کا خیال تک کیا بلکہ اب تم کو مارسیئس کے پاس بھیجتا ہی۔ گو اس کی بہت کم امید ہی کہ کوئی نمایانِ شان شرائط اس سے حاصل ہوسکیں گی" ؀

دوسری عورتوں نے بلند نعروں سے وے لی ریا کے کلمات کی تائید کی اور والم نیا نے یوں جواب دیا :-

"اے میری ہم وطن بی بیو! میں اور ورجی لیا اُن مصائب میں مساوی طور پر شریک رہی ہیں۔ بلکہ ہم کو ایک اضافی صدمہ بھی ہی جو اوروں کو نہیں کہ ہم نے مارسیئس کی شہرت اور نیک نامی کو کھودیا ہی اور اس کی ذات کو دشمنوں کے اسلحہ میں بجائے محفوظ ہونے کے مقید دیکھتے ہیں۔ اگر رومہ کے معاملات ایسی نازک حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ اب آخری مدار ہم پر رہ گیا ہی تو ہمیں

اس کو عظیم ترین بدبختی سمجھتی ہوں اس لیے کہ بہ مشکل یہ امر خیال میں آسکتا ہے کہ جب اُس نے اپنے وطن کا جس کو وہ اپنی ماں، بیوی اور اولاد پر ترجیح دیتا، کوئی لحاظ نہ کیا تو بھلا ہمارا کیا پاس کرے گا۔ بہرکیف اگر تمھاری مرضی یہی ہے تو ہم کو اُس کے پاس لے چلو اور ہماری خدمات کو کام میں لاؤ۔ ہم کچھ اور نہیں تو اس قابل تو ہیں کہ اُس کے سامنے آخر دم تک اپنے مُلک کے لیے سعی و سفارش کریں۔"

یہ کہہ کر اُس نے ورجی لیا کا ہاتھ پکڑا اور چھوٹے بچّوں کو لے کر ان عورتوں کے ہمراہ والسثی کیمپ کی طرف چلی۔ اس دردناک نظّارے نے خود غنیم کو نہایت متاثّر کیا جس نے ان کو مودبانہ خاموشی کے ساتھ دیکھا۔ اس وقت مارسیئس اپنے مقام پر اپنے بڑے سرداروں کو لیے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ عورتوں کی ایک جماعت کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر متحیر ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مگر آخر کار اپنی ماں کو اُن کا سرگروہ دیکھا۔ شاید وہ اپنی سابقہ سنگ دلی اور بے حسی پر غور کرتا کرتا، لیکن جذبات سے مغلوب اور جو کچھ کہ دیکھا اس سے مضطرب ہو کر وہ اُن کی آمد اور اپنی باعزّ و شان نشست کو برداشت نہ کر سکا۔ بلکہ جلدی جلدی اُن کی پیشوائی کے لیے نیچے آیا۔ پہلے اپنی والدہ کو سلام کیا اور دیر تک اس کو گلے لگائے رہا پھر بیوی بچّوں کی باری آئی اور جذبات کے تقاضائے شدید سے وہ ایسا خود رفتہ ہو گیا کہ اُس نے گریۂ مسرّت اور پیار و محبّت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ جب اُس کی تسکین ہو گئی اور اُس نے معلوم کیا کہ اُس کی

ماں ولم لیا کچھ کہنا چاہتی ہو تو پہلے والشیوں کی مجلس طلب کی گئی پھر اُس نے اپنی ماں سے حسب ذیل کلمات سماعت کیے :۔

"اے میرے فرزند! بجائے اس کے کہ ہم خود کچھ کہیں ہماری پوشاکیں تم کو بتلا سکتی ہیں کہ تمھاری جدائی اور جلاوطنی کے بعد سے ہم وطن میں کیسی بیکسانہ حالت میں رہے اور اب تم خود ہی خیال کرو کہ ہم سے بڑھ کر بد قسمت کون ہو کہ ہم ایک ایسے نظارے کو جو بے انتہا خوش گوار ہو سکتا تھا کسی غیر معلوم تہلکے کی بنا پر ایسا بدلا ہُوا دیکھیں جو سب سے زیادہ سخت اور خوف ناک ہو۔ غضب ہو کہ والم نیا اپنے لڑکے کو اور ورجی لیا اپنے شوہر کو روما کی فصیلوں کے سامنے صف آرا دیکھے۔ خود دعا بھی جس سے دوسروں کو اپنی تمام مصیبتوں میں آرام و سکون حاصل ہوتا ہو، ہماری پریشانی اور انتشار میں اضافہ کر رہی ہو۔ اس لیے کہ ہماری بہترین آرزوئیں باہم متبائن ہیں۔ ہم ایک ہی وقت میں روما کی نصرت اور تمھاری سلامتی کے لیے دیوتاؤں سے درخواست بھی تو نہیں کر سکتے، کیوں کہ وہی چیز جسے ہمارے دشمن اپنے حق میں لعنت سمجھیں وہی ہماری دعاؤں کی غایت ہو۔ تمھاری بیوی اور بچوں کو یہ الم ناک ضرورت درپیش ہو کہ وہ یا تو تم سے ہاتھ اٹھائیں یا اپنی وطنی سرزمین سے۔ میری جو پوچھو تو میں اس امر کا انتظار ہرگز نہ کروں گی کہ خاتمۂ جنگ میرے لیے ایک نہ ایک صورت متعین کر دے بلکہ اگر میں تم کو اس پر مائل نہیں کر سکتی کہ میل جول اور صلح کو لڑائی اور عناد پر ترجیح دو۔ اور بجائے کسی ایک کو تباہ کرنے کے دونوں

فرقوں کے مُربّی ثابت ہو، تو یقین کر لو اور خوب اچھی طرح سمجھ رکھو
کہ تم اپنے ملک میں نہ پہنچنے پاؤگے تاوقتے کہ پہلے اُس عورت کی
لاش کو نہ روند لو جو تمھیں عالمِ وجود میں لائی ہے۔ کیوں کہ اس میں
میرے واسطے خرابی ہے کہ میں دُنیا جہاں میں ماری ماری پھروں
اور اُس دن کا انتظار کروں، جب میں اپنے بیٹے کو یا تو باجاہ وحشم
اپنے ہم وطنوں پر سرداری کرتا ہُوا یا اُن کو کچلتا ہُوا پاؤں۔ اگر
میں چاہوں کہ والشیوں کو تباہ کرکے اپنے مُلک کی
حفاظت کرو تو اے میرے بیٹے! مجھے اقرار ہے کہ اس معاملے کو
سُلجھانا تمھارے لیے مشکل ہوگا۔ اپنے ہم وطنوں کو تباہ کرنا رذالت
ہے، اور ساتھ ہی اُن لوگوں سے بے وفائی کرنی جنھوں نے ہم پر اعتماد
کیا، ایمان داری کے خلاف ہے۔ لیکن ہم ایک ایسی سبیلِ نجات
نکالنا چاہتے ہیں جو اُن کے اور ہمارے دونوں کے واسطے مناسب
بلکہ والشیوں کے لیے زیادہ شان دار اور معزز ہو، بہ لحاظ اپنی
فوجی برتری کے ہم پر دو زبردست فیاضیوں یعنی صُلح اور رفاقت
کرنے میں آزاد سمجھے جائیں گے اگر ہم کو یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو
تمھارا عام شکریہ بطور سببِ اصلی کے خاص کر ادا کیا جائے گا۔ لیکن
اگر اِن چیزوں سے انکار کیا گیا تو دونوں قوموں کی طرف سے الزام
تمھارے ہی سر رہے گا۔ پوری جنگ کا موقعہ تو غیر یقینی ہے لیکن
فی الحال یہ ضرور یقینی ہے کہ تم دومہ کو فتح کرکے صرف اِس
بات میں مشہور ہو جاؤگے کہ تم نے اپنے ملک کو خراب کیا۔ لیکن
اگر تمھاری رہنمائی میں والشیوں کو شکست ہوگئی تو دُنیا یہی کہے گی

کہ تم نے محض اپنے انتقامی لُطف کو ہیئر کرنے کے لیے اپنے دوستوں اور سرپرستوں کے سر پر ایسی بڑی بلا نازل کی"۔

جب تک ماں بولتی رہی، مارسیئس خاموش، دم بخود سُنتا رہا اور والمنیا نے یہ دیکھ کر کہ ختمِ تقریر کے بعد بھی وہ بُت بنا ہُوا کھڑا ہی، پھر تقریر شروع کی۔ اُس نے کہا: "اے میرے بیٹے! اس خاموشی کے کیا معنی ہیں؟ کیا یہ بھی کوئی فرض ہی کہ ہر بات کو سابقہ شکایت کی بنا پر ملتوی کر دیا جائے اور اپنی ماں کی اس قسم کی درخواست کی منظوری میں کوتاہی کی جائے؟ کیا ایک بڑے آدمی کی یہ بھی کوئی خصوصیت ہی کہ بدسلوکیوں کو یاد رکھے، آیا بڑے اور عُمدہ انسان، کا خاصہ یہ نہیں ہی کہ اُن بھلائیوں کو یاد کرے جو والدین کی طرف سے عموماً بچّوں کو پہنچتی ہیں، اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اُن کا معاوضہ کرے۔ میں اُمید کرتی ہوں کہ تم جو دوسرے احسان فراموشوں کی سزا میں ایسے بے جگر ہو، خود اپنی منّت پذیری کے بارے میں اُن سے بڑھ کر غافل نہ ہوگے۔ بے شک تم نے اپنے مُلک کو پہلے ہی سزا دے دی ہی مگر ابھی تم نے میرا فرض ادا نہیں کیا۔ فطرت اور مذہب بغیر کسی مزید دباؤ کے تم سے اُن منصفانہ درخواستوں کی منظوری دلا سکتے تھے، لیکن اگر یہ بھی لازم ہی تو میں اپنے آخری ذرائع کو کام میں لاتی ہوں"۔ یہ کہہ کر اُس نے اور اُس کے بیوی بچّوں نے اپنے تئیں اُس کے قدموں پر ڈال دیا۔ مارسیئس یہ دیکھ کر چیخ اُٹھا کہ "اے ماں! یہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا"! پھر اس کو زمین پر سے اٹھایا اور اُس کے سیدھے

ہاتھ کو تشدت سے دبا کر بولا کہ "تم نے ایک ایسی بڑی نصرت حاصل کی
جو رومیوں کے لیے بہت مبارک ہی مگر تمھارے بیٹے کے لیے جس
کو صرف تم نے شکست دی ہی، سخت منحوس ہی"۔ بعد ازاں اُس
نے اپنی بیوی اور والدہ سے کچھ مخفی مشورت کی اور اُن کے حسب
خواہش اُنھیں روم کو واپس بھیج دیا۔

علی الصباح اُس نے پڑاؤ کو توڑ دیا اور والشیوں کو جو اُس
کی کارروائی سے مختلف طور پر متاثر ہوے تھے، اُن کے وطن کی
طرف واپس لے چلا۔ ان میں سے بعض اُس کے شاکی تھے اور اس
کے فعل پر ملامت کرتے تھے اور بعض جو رفعِ شر کی جانب مائل تھے
دونوں سے الگ تھلگ تھے۔ ایک تیسرا گروہ بھی تھا جو اگرچہ اس کی
کارروائیوں کو ناپسند کرتا تھا مگر اُسے قابلِ درگزر سمجھتا تھا۔ بہرکیف
کسی نے بھی اُس کی عدُول حکمی نہ کی، اور سب نے اُس کا اتّباع
کیا۔ جواب زیادہ تر اُس کی خوبیوں کے اعتراف کی وجہ سے تھا،
نہ کہ اُس کے اقتدار کے باعث۔ رومی لوگوں نے اسی اثنا میں
اس خوف و خطر کا اظہار جو اُنھیں بہ زمانۂ جنگ لاحق رہا اُس سے
نجات پا جانے کے بعد اپنے رویّے سے خاص طور پر نمایاں کیا۔ وہ لوگ
جو دیواروں کے نگہبان تھے، یہ سُنتے ہی کہ والشیوں نے محاصرہ
اُٹھا لیا اور چلے گئے، فوراً اپنے مندروں کو کھولنے اور اپنے تئیں
ہاروں سے مُزیّن کر کے قربانیوں کی تیاری کرنے لگے گویا اُنھوں
نے کسی نمایاں فتح کی خبریں پائی ہیں، مگر شہر بھر کی خوشیوں اور
مسرتوں میں وہ امتیازات و اعزازاتِ اُلفت خاص طور پر نمایاں

تھے، جن کا اظہار عورتوں کی طرف سے کیا جاتا تھا۔ یہ مظاہرے عوام اور مجلس دونوں کی جانب سے تھے کہ ہر شخص اس امر کا اظہار کرتا پھرتا تھا کہ عورتیں ہی حفاظتِ عامّہ کا وسیلہ ثابت ہوئیں۔ مجلس نے یہ قانون منظور کیا کہ عورتیں جو کچھ بھی بطور اعزاز و رعایت کے طلب کریں گی، وہ ضرور اُن کے لیے منظور و قبول کیا جانا چاہیے۔ لیکن انھوں نے صرف ایک مندر کے قیام کی استدعا کی جو "عورتوں کے نصیبے" سے منسوب ہو۔ اور اُس کے اخراجات کا ادا کرنا اُنھوں نے ذاتی چندوں سے اس صورت میں اپنے ذمّے لیا، جب کہ شہر کے دیوتاؤں کے اعزاز نیز قُربانیوں وغیرہ کے مخارج سے خزانے میں گنجائش نہ رہے۔ مگر مجلس نے اُن کے جمہوری جوش پر بہت کچھ تحسین و آفریں کرکے مندر کو سرکاری خرچ سے تعمیر کرادیا اور ایک بُت بھی وہاں نصب کرادیا، اس پر بھی اُنھوں نے باہم رقم جمع کرکے ایک اور بُت "تقدیر" نامی بنایا۔ جس کی نسبت رومی لوگ بیان کرتے ہیں کہ اُس نے نصب ہوتے وقت اس مضمون کے الفاظ ادا کیے:-

"اے عورتو! دیوتاؤں کے نزدیک تُمھارا تحفہ بہت مُبارک ہے"

رومی مذکورہ الفاظ کے مکرّر کہے جانے کا اس توقع پر اقرار کرتے ہیں کہ یہ بات جو قریب ناممکن کے ہو یقین کر لی جائے۔ یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ ان بُتوں پر پسینہ بہتا ہوا یا آنسو ٹپکتے ہوئے معلوم ہوں یا اُن پر خونی رنگ کے کچھ شبنم کے قطرے نظر پڑیں اس لیے کہ اکثر لکڑی اور پتھر میں انشقاق اور فرسودگی پیدا

ہوجاتی ہے، داخلی اور ہوا کے خارجی اثرات سے مختلف رنگ بھی سطح پر پیدا ہوجاتے ہیں۔ اور اِن علامتوں کی وجہ سے یہ تصوّر بالکل لغو نہیں ہے کہ خدا کی جانب سے فہمایش کی گئی۔ یہ اتفاق بھی ہوسکتا ہے کہ بُتوں اور مجسّم تصویروں سے ایک قسم کا شور فریاد و زاری کی طرح کا برآمد ہوا، جس کا سبب کوئی انشقاق یا بُت کے اعضا کا کوئی شدید افتراق ہو مگر یہ کہ کوئی آواز یا صریح الفاظ یا صاف و یقینی تقریر کا غیر ذی روح سے برآمد ہونا ایک ایسی چیز ہے جو میری رائے میں بالکل ہی خارج از امکان ہے۔ اس واسطے کہ اس امر کا کبھی علم نہ ہوا کہ کسی انسان یا خود کسی انسان یا خود کسی دیوتا کی مجرّد روح نے کوئی بامعنی زبان یا آواز بغیر کسی جسم یا اعضائے نطق کے استعمال کی ہو۔ لیکن جہاں کہیں تاریخ کی روش یہ نظر آتی ہے کہ متعدد اور معتبر شہادتوں کے توارد کی بنا پر ہم کو اپنا ہم نوا کرلے، تو وہاں یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ کسی جذبے نے ہماری فطرت کے متخیلہ پر تسلّط کرلیا اور اُس وقت قوّتِ فیصلہ ہم سے چھن جاتی ہے، اور ہمیں اُس واہمہ کا یقین کرنا پڑتا ہے بعینہٖ جیسا نیند میں ہم دیکھنے اور سُننے کا تصوّر کرتے ہیں اور فی الحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ مگر وہ لوگ جن کے مذہبی جذبات و عقائد قوی ہوتے ہیں، اِن باتوں کی نسبت اشتباہ یا انکار نہیں کرتے اور اپنے ایمان کی بابت جو اُن کو خدا کی عجیب و غریب قوّتِ فاعلیہ پر ہوتا ہے، یقیناً ایک مضبوط دلیل رکھتے ہیں۔ یہ دلیل خلافِ واقعہ نہیں ہے کہ وہ آسمانی طاقت ایسی چیزیں عمل میں لاسکتی ہے

جو ہم نہیں لاسکتے یا ایسے نتائج برآمد کرسکتی ہی جو ہمارے لیے ناممکن ہیں۔ البتہ یہ ہمارے عقائد کے ہر پہلو سے خلاف ہی اور اسی لیے، بقول ہرکولیبز کے اُمورِ الٰہی کا علم زیادہ تر بوجہ شک کے ہم سے تلف ہو جاتا ہی ۔

جب مارسیئس ان بنیئم میں واپس آیا تو ٹیولس جو اُس سے خائف اور بے انتہا مُتنفّر تھا، اُس کے استیصال کی کارروائیاں کچھ اس طرح کرنے لگا کہ گویا اگر یہ موقع ہاتھ سے گیا تو دوبارہ نہ ملے گا۔ چناں چہ بہت سے ہم خیالوں کے ساتھ سازش کرکے اُس نے مارسیئس سے ترکِ عُہدہ کی درخواست اور اپنے عہد کی رُوداد پیش کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے مخفی حالت کے خطرے سے اندیشہ مند ہوکر خصوصاً اس صورت میں کہ ٹیولس بھی سپہ سالار اور اپنے شہریوں میں سب سے طاقت ور تھا، یہ جواب دیا کہ "میں سپہ سالاری چھوڑنے پہ آمادہ ہوں، مگر وہی لوگ اس کے لیے کہیں، جنھوں نے رضاے عامّہ سے مجھ کو اس عُہدے پر مقرر کیا تھا"۔ چناں چہ مجلس عام منعقد ہُوئی اور ساز باز کے مطابق بازاری خطیبوں نے اس کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کیں تاہم جب وہ جواب دینے کے لیے کھڑا ہُوا تو مجمع میں جو افراد زیادہ شُورہ پُشت اور بے لگام تھے، وہ یکایک خاموش ہوگئے اور از راہِ وقعت بغیر کسی شورش کے اس کو بولنے کی اجازت دی، اور جو لوگ شریف اور صلح پسند تھے اُنھوں نے اپنے طرزِ عمل سے یہ ثابت کردیا کہ اُس کی تقریر کو لُطف آمیز توجہ سے سُنیں گے، اور انصاف سے

فیصلہ کریں گے ؛

ٹیولس کو خوف ہُوا کہ وہ اپنی فصیح بیانی سے بازی لے گیا تو کیا نتیجہ ہوگا، اس لیے کہ وہ ایک عُمدہ مقرّر تھا، اور اس کی سابقہ خدمات سے جو والسثیوں کے لیے کی تھیں، ہنوز ایسی ہردل عزیز قائم تھی، جس سے حالیہ روش کے تمام الزامات پس پشت پڑ جاتے تھے۔ درحقیقت اُس کے الزامات ہی فی نفسہ ہی اس کی کارگزاریوں کی عظمت کا ثبوت تھے کیوں کہ اس امر پہ لوگ نہ کبھی شاکی ہوئے نہ اپنے بہکائے جانے کا گمان کیا کہ دومہ پر قبضہ کیوں نہ کرلیا گیا بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ محض اُسی کی وساطت سے اُنھوں نے قریب قریب اُس پر قبضہ کرلیا تھا۔ اِسی وجہ سے اہلِ سازش نے کسی قسم کی مزید تاخیر کرنا یا جذباتِ عامّہ کو جانچنا مناسب نہ سمجھا، اور جو اُن کے گروہ میں سب سے زیادہ بے باک تھے، وہ چلّائے کہ نہ تو ہم ایک غدّار کی بات سُن سکتے ہیں، نہ اُسے مجاز کرسکتے ہیں کہ اسی طرح اپنے عہدے پر قائم رہ کر ہم پہ جابرانہ حکومت کیا کرے اور یہ کہہ کر متفقہ اس پر جھپٹ پڑے اور قتل کرڈالا گو حاضرین میں سے کسی نے اُن کی مزاحمت نہ کی مگر بہت جلد یہ ظاہر ہوگیا کہ والسثیوں کی اکثریت اس فعلِ قبیح کی مؤیّد نہ تھی، اس لیے کہ لوگ جنازے کا اعزاز کرنے کے لیے جلد جلد مختلف شہروں سے نکل پڑے اور اُس کی باعزّت تدفین کے بعد قبر کو ایک نامی سپہ سالار اور سُورما کے مناسبِ شان ہتیاروں اور یادگاروں سے مزیّن کیا ؛

رومیوں نے جب اُس کی موت کی خبر سُنی تو اُنھوں نے کسی خاص غصّے یا تعلق کا اظہار نہ کیا، البتہ عورتوں کی اِس درخواست کو قبول کر لیا کہ وہ دس ماہ تک اُس کا سوگ منا سکتی اور ماتم کر سکتی ہیں جیسا کہ باپ، لڑکے یا بھائی کی موت پر دستور تھا، اور یہ ماتم کی وہ انتہای مُدّت تھی جو نیوما کے قوانین کی رُو سے مُقرّر کی گئی تھی، جیسا کہ اس کے حال میں بیان کیا جا چکا ہے +

مارسیئس کو فوت ہوے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ والشیون کو پھر اُس کی امداد کی حاجت پڑی۔ پہلے وہ اہل ای کوی آنس سے لڑے، جو اُن کے دوست اور حلیف تھے۔ پھر ایک فیصلہ کُن لڑائی میں رومیوں سے شکست کھائی، جس میں نہ صرف ٹیولس مارا گیا، بلکہ اُس کی فوج کا مُمتاز حصّہ کٹ کر بالکل ٹکڑے ہو گیا، یہاں تک کہ وہ اطاعت قبول کرنے اور ہر طرح کی ذلیل شرائط پر صلح کرنے کے لیے مجبور ہو گئے۔ اور رومیوں کی رعایا بننا قبول کیا +

الکی بیادیس اور کوریولانوس کا موازنہ

ان دونوں کے تمام ایسے اعمال کا بیان کرنے کے بعد جو مستحقِ رائے زنی کہے جا سکتے ہیں (مثلاً فوجی کارنامے) ہم کہہ سکتے ہیں کہ توازن کا پلّہ کسی خاص جانب مائل نہ ہو سکے گا۔ دونوں نے تقریباً یکساں تدابیر سے بے شمار مواقع پر سپاہیانہ دلیری اور جرأت اور افسرانہ تدبیر و انجام اندیشی کا اظہار کیا، البتہ الکی بیادیس کو متعدد بری اور بحری مہموں میں کامیاب اور فاتح رہنے پر زیادہ ماہرِ فن سردار کہہ سکتے ہیں۔ یہ امر کہ جب تک وہ اپنے وطنوں میں سپہ سالار رہے تو اُن کو نفعِ عظیم اور جب جلاوطن کر دیے گئے تو اُس سے زیادہ ضرر پہنچایا، دونوں میں مُشترک ہے۔ تمام صائب الرائے شہری اُس تلوّن، ذلیل خوشامد اور کمینہ دغابازیوں سے متنفر تھے جس کو الکی بیادیس نے اس لیے جائز کر لیا تھا کہ لوگوں میں قبولیت حاصل کر سکے۔ اسی طرح وہ احسان فراموشی اور شخصی تشدّد جو مارسیئس سے عمل میں آیا، وہ بھی لوگوں کے لیے باعثِ نفور تھا۔ ان میں سے کوئی طرزِ عمل بھی بجا و مناسب نہیں کہا جا سکتا مگر ایک شخص جو خوشامد اور چاپلوسی سے اپنے کو منتخب کرتا ہے اُس آدمی کی نسبت کم قابلِ الزام ہے جو خوشامد کو مخفی رکھنے کی غرض سے

زیادتیاں کرتا ہی۔ بے شک عوام کی غلامی کر کے قوت تلاش کرنا بے عزتی ہی، لیکن اس قوت کو ظلم، دہشت اور تشدد کے ذریعے سے قائم رکھنا صرف بے عزتی ہی نہیں بلکہ ناانصافی بھی ہی +

مارسیئس کے خصائل و عادات کا جو عام اندازہ ہم نے کیا ہی، اُس کے لحاظ سے وہ بہت سیدھا سادا اور بے لاگ آدمی تھا اور الکی بیادیس ایک معروف آدمی کی حیثیت سے خود رائے اور بر خود غلط۔ مورخ توسی دیدیس کے بیان کے بموجب وہ اس غیر شریفانہ اور مکارانہ حرکت پر خاص طور سے مُلزم گردانا جاتا ہو جو اس نے اسپارٹی ایلچیوں سے کی اور امن میں خلل ڈالا۔ بریں ہم اس حکمتِ عملی نے شہر کو دوبارہ جنگ میں اُلجھا دیا اور الکی بیادیس نے ارگاس اور مین ٹی نیا کا اتحاد حاصل کر کے شہر کو بہت مضبوط اور زبردست بنا دیا۔ مارسیئس نے بھی رومیوں اور والشیوں میں آتشِ جنگ مشتعل کرنے کے لیے ناجائز وسائل سے کام لیا۔ یعنی جو لوگ کھیلوں کی تقریب میں آئے ہُوے تھے اُن کی نسبت جھوٹی خبریں اُڑادیں۔ بلکہ اس فعل کا جو منشا تھا وہ قبیح تر تھا اس لیے کہ یہ سیاسی رقابت، نزاع یا مقابلے کے لیے نہیں کیا گیا تھا۔ اُس نے تو بقول ایوان محض اپنے غصّے کی خاطر کہ جس کا صلہ کسی صورت میں آج تک کسی کو نہ ملا، اطالیہ کے ضلعے کے ضلعے تہلکے میں ڈال دیے اور بخلاف منشائے ملکی کے صرف اپنے جذبات پر بے شمار بے گناہ بستیوں کو قُربان کر ڈالا۔ اگرچہ یہ بالکل ٹھیک ہی کہ الکی بیادیس نے بھی مخالفت کر کے اپنے ملک کو

بڑے بڑے مصائب سے دو چار کرایا تھا مگر اہلِ وطن کے خیالات کو بدلا ہوا پاتے ہی وہ پھر حسبِ سابق ہوگیا اور جب وہ دوبارہ جلاوطن کیا گیا تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے وطنی حکام کی دشواریوں اور غلطیوں سے فائدہ اُٹھاتا یا جو خطرہ اُن پر چھا رہا تھا، اس سے غفلت برتتا، اُس نے وہی کام کیا جس کو ارسطی دس نے ثمس طاکلیس سے منسوب کرکے بہت تحسین کی تھی۔ بخلاف اس کے کوریولانوس نے پہلے پہل اپنی تمام وطنی جماعت پر حملہ کیا، حالاں کہ صرف ایک ہی طبقے نے اُس کو نقصان پہنچایا تھا اور باقی شریف اور اعلیٰ طبقے نے اُس کے ساتھ ہمدردی کی اور تکلیف میں مبتلا ہوئے تھے۔ دوسرے یہ کہ جس دُرشتی سے اُس نے ان پیاموں اور درخواستوں کا سامنا کیا جو مجرد اُسی کے غصے اور اشتعال کو فرو کرنے کے لیے پیش کی گئی تھیں، اُس نے ظاہر کردیا کہ جو شدید اور جانی مخالفتیں اپنے مُلک کے خلاف اُس نے بھڑکا دی تھیں وہ اپنے ملک کو پھر حاصل کرنے کے لیے نہ تھیں بلکہ محض اُس کے استیصال اور تباہی کے تھیں۔ البتہ ان امور میں ایک بات کا لحاظ ضرور کیا جاسکتا ہے۔ یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ الکی بیادیس اہلِ اسپارٹہ میں محفوظ نہ تھا اور خوف و تنفر دونوں کی تحریک سے ایتھنز جانا چاہتا تھا۔ لیکن مارسیئس کے لیے مشکل تھا کہ والشیوں کے عمدہ برتاؤ کے باوجود ترکِ تعلق کرسکتا۔ وہ والشیوں کے پورے لشکر کا حاکم اور معتمد علیہ ہونے کی حیثیت سے اپنی حالت الکی بیادیس کے مقابلے میں بالکل مختلف رکھتا تھا کہ جس کو اہلِ اسپارٹہ، صرف اس واسطے چاہتے تھے کہ

اپنی خدمت میں پھر کچھ مطلب نہ رکھیں۔ ایک گھر سے دوسرے گھر اور ایک حاکم سے دوسرے کے پاس پھرنے پھرانے کے بعد الکی بیادیس کے لیے کوئی دوسرا چارۂ کار نہیں رہا تھا بجز اس کے کہ اپنے کوٹی سافرنیز کے ہاتھوں میں دیدے اور اس میں بھی اس کا مقصود یہ تھا کہ اپنے وطن کی (جہاں وہ واپس جانا چاہتا تھا) کامل تباہی کو روکے۔

ہم کو بتایا گیا ہے کہ بہ لحاظ حصولِ زر کے الکی بیادیس اکثر قبولِ رشوت کا مرتکب ہوا۔ اور اُس کو بُری طرح عشرت و عیاشی میں صرف کرتا تھا۔ کوریولانوس اس کی قبولیت سے اس وقت بھی انکار کردیتا تھا، جب کہ سردارانِ فوج اُسے لینا اعزاز سمجھتے تھے۔ اور اُس کے ساتھ عوام کی بیزاری بڑھ جانے کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اُس نے ادائے قرض کے باب میں عوام کے ساتھ کوئی رؤ رعایت جائز نہیں رکھی۔ اس لیے نہیں کہ رُپیہ حاصل کرے بلکہ محض غرور اور تمرّد کی وجہ سے۔

ایک خط میں جو این ٹی پے ٹر نے ارسطو فلسفی کی موت کے موقع پر لکھا تھا، وہ لکھتا ہے کہ "ارسطو من جملہ دیگر صفات کے لوگوں کو سمجھانے اور ہم خیال بنا لینے کا وصف بھی رکھتا تھا۔" مگر یہی صفت ہے جس کے فقدان نے مارسیئس کے تمام کارہائے عظیمہ اور خصوصیاتِ شریفانہ کو خود اُن کی نظر میں باطل کردیا جو اُس سے فائدہ اُٹھاتے۔ غرور اور خودداری نے جو بقول افلاطون کے عزلت پسندی کی جوڑی ہے، اُسے بہت بدمزاج بنا دیا تھا۔ بخلاف

اس کے الکی بیادیس میں یہ مہارت تھی کہ ہر شخص کے ساتھ اُسی کے حسب مرضی برتاؤ کرتا تھا، لہذا کچھ تعجب نہیں کہ اُس کی تمام کامیابیوں کو خوب سراہا اور تحسین کی۔ اس کی غلطیاں بھی بعض وقت خوبی اور خوش نمائی کا رنگ لیے ہوئے ہوتی تھیں، اسی وجہ سے باوجودے کہ اس کی ذات سے شہر کو عظیم و کثیر نقصان پہنچے تاہم وہ بار بار عہدے اور سرداری پر مقرر کیا جاتا رہا۔ حالاں کہ کوریولانوس اس عہدے پر ایک دفعہ بھی منتخب نہ ہو سکا، جس کا اپنی خدمات جلیلہ کی وجہ سے وہ یقیناً اہل تھا۔ الکی بیاد نے باوجود ضرر رسانی کے اپنے لیے تنفر نہیں پیدا کیا اور ثانی الذکر باوصف تمام تحسین و آفریں کے اپنے ہم وطنوں کی اُلفت کو حاصل نہ کر سکا۔

علاوہ بریں یہ بھی کہنا چاہیے کہ مارسیئس نے سپہ سالار بن کر وطن کے لیے کوئی کامیابی حاصل نہیں کی، البتہ جو کچھ کیا اپنے ملک کے خلاف اپنے دشمنوں کے لیے کیا، لیکن الکی بیاد اکثر بطور ایک سپاہی اور ایک سردار کے ایتھنز کے کام آتا تھا، جب تک وہ شخصاً موجود رہا، اس نے اپنے حریفان سیاسی پر پورا قابو رکھا البتہ اس کی غیبت میں شورش پھیل گئی۔ اور کوریولانوس خود روما میں مردود بنا اور پھر اسی طرح والشیوں کے ہاتھ سے ہی مارا گیا گو یہ قتل حق و انصاف کی بنا پر نہیں ہوا تاہم اس کے اعمال کے لحاظ سے بلا حیلہ بھی وقوع میں نہیں آیا، اس لیے کہ جلسے میں تو اس نے صلح کی تمام شرائط کو رد کر دیا لیکن پھر مخفی طور پر عورتوں کی قیل و قال کو تسلیم کر کے بغیر صلح ہوئے جنگ کے موزوں مواقع

کو ہاتھ سے کھو دیا۔ اُسے چاہیے تھا کہ قبل واپسی کے اُن لوگوں کی مرضی دریافت کرلیتا، جنھوں نے اپنا اعتماد اُسے دیا اور جو اصل اہلِ معاملہ تھے۔

ہم یہاں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کو والسشیوں کی کوئی پروا نہ تھی، بلکہ اُس نے جنگ (جسے اُس نے بعد میں ترک کر دیا) محض اپنے جذبۂ مخالفت کو تسکین دینے کے لیے جاری کی تھی تو بھی شریفانہ طریقہ یہ ہوتا کہ صرف اپنی ماں کی خاطرداری سے مُلک کو نہ بچا دیتا بلکہ اس طرح کہ ماں اندرونِ شہر اس کے ہم وطنوں کے ساتھ ہوتی کیوں کہ اس کی ماں اور بیوی دونوں وطن کا جُز اور حصّہ تھیں۔ جمہور کی درخواستوں اور ایلچیوں کی خوشامدوں اور علمائے دین کی التجاؤں کو سختی سے رُد کر دینے کے بعد تمام شرائط کو بطور ایک خانگی عنایت کے اپنی ماں کے سامنے تسلیم کرلینا اس کی ماں کے لیے ایک ایسی عزت نہ تھی، جس قدر کہ شہر کی بے عزتی تھی۔ کون شہر جس نے باوجود اپنے نقائص کے محض ایک عورت کی دخل دہی کے ہاتھوں نجات پائی۔ ماں کا ایسا اعزاز تو فی الحقیقت فریقین کی نگاہ میں بظاہر سُبکی بے عزتی اور بے تکاپن تھا۔ اُس نے بغیر اس کے کہ اپنے دشمنوں کی ترغیبات پر کان دھرے یا اپنے دوستوں کی رضا لے، پسپائی اختیار کی۔ ان تمام باتوں کی جڑ اُس کی عزلت پسندی، رعونت اور خود رائی میں پنہاں تھی اور ان باتوں سے اکثر عوام کو اشتعال ہوتا ہے۔ اور جب اس میں حصولِ امتیاز کا بھی جذبہ شامل ہوجاتا ہے تو یہ چیزیں مجسّم ظلم اور بے رحمی ہوجاتی ہیں۔ لوگ یہ کرتے ہیں کہ

عوام کی اعانت لینے سے انکار کر دیتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ہم کو کسی اعزاز کی حاجت نہیں ہے۔ اور پھر اگر یہ چیزیں ان کے ہاتھ نہیں آتیں تو ناراض بھی ہوتے ہیں۔ بے شک ارسٹیدس اور اپامنن دس نے عوام کی عنایات نہیں مانگیں مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ عوام کی طرف سے جو کچھ ملے یا نہ ملے وہ اس کی فی الواقع کوئی وقعت نہ کرتے تھے۔ اسی لیے جب کبھی انتخاب میں ناکام رہے یا کئی کئی دفعہ جلاوطن کیے گئے تو اُنھوں نے اپنے شہری بھائیوں کی ایسی بدسلوکی پر کسی قسم کی برہمی کا اظہار نہ کیا۔ بلکہ اس امر پر قانع رہے کہ جب پھر خیالات بدل جائیں اور وہ طلب کیے جائیں تو پھر وہ واپس جائیں اور گھُل مل جائیں۔ وہ شخص جو بہت کم خواستگار کرم ہو، محروم رہنے پر اسے برہم بھی بہت کم ہونا چاہیے۔ کسی امتیازِ خاص کے نہ ملنے پر دل شکنی اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ اُس کے حصول کی بے اندازہ خواہش ہو +

الکی بیادیس کبھی اس بات سے مُنکر نہیں ہوا کہ اپنا اعزاز ہونا پسند کرتا ہے اور نظر انداز کیا جانا اُسے ناگوار ہوتا ہے لہذا وہ ہمیشہ اس کی کوشش کرتا کہ اپنے ملنے والوں سے اچھا سلوک رکھے مگر کوریولانوس کے غرور نے اس کو ان لوگوں کی طرف توجہ کرنے سے باز رکھا جو اس کی ترقی کو فروغ دے سکتے تھے اور پھر بھی لوگوں کی طرف سے بے التفاتی ہوتی تو وہ بُرا مانتا اور ناراض ہوتا تھا۔ یہی اس کی سیرت کے نقائص ہیں جو اور ہر اعتبار سے بہت اعلیٰ تھی۔ اپنی پرہیزگاری، پاک بازی اور دیانت میں وہ سب سے خالص اور بہتر یونانیوں کا مدِ مقابل ہو سکتا ہے اور الکی بیادیس کو جو اس باب میں سراسر بے اصول اور نہایت بے پروا تھا، اس سے کوئی نسبت ہی نہ تھی +

ڈی مولیون

میں نے پہلے پہل جو سیرتیں لکھنی شروع کیں تو یہ دوسروں کی خاطر سے، مگر میں دیکھتا ہوں تو اب خود بھی اُن کا گرویدہ ہوکر آگے بڑھا جارہا ہوں۔ ان بڑے آدمیوں کی خوبیوں نے جیسے میرے لیے ایک آئینے کا کام دیا ہو، جس کے ذریعے سے میں اپنی زندگی کو بھی ہموار کرسکتا اور سنوار سکتا ہوں۔ دراصل اس کی تشبیہ بجز باہمی صحبت اور بود و باش کے اور کسی چیز سے نہیں دی جاسکتی۔ ہم جب کسی کے حالات کی تفتیش کرتے ہیں، تو گویا کسی نووارد مہمان کا استقبال کرتے اور اس کی شکل و شمائل پر نظر ڈالتے ہیں۔ پھر اس کے سب سے اچھے اور شریفانہ افعال کو جمع کرتے ہیں۔ یہ کوشش نہ صرف کمال مسرت بخش ہے بلکہ خود اپنے اخلاق کو بہتر بنانے کا اس سے زیادہ موثر ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ حکیم دی مقراطیس کہتا ہے کہ ہم کو دعا مانگنی چاہیے کہ خلائے فضائی میں جو شکلیں دکھائی دیتی ہیں اُن میں سے صرف میمون و مبارک ہی ہمارے نصیب میں آئیں اور ہم زیادہ تر ایسے ہی اتفاقات سے ملاقی ہوں جو ہماری فطرتوں سے سازگار ہیں۔ اس قسم کی اِلتجا فلسفے میں ایک ایسے اصول کا داخل کردینا ہے جو خود غیر حقیقی ہے اور بے انتہا توہمات کا پیدا کرنے والا

ہو ، بخلاف اس کے میرا طریقہ یہ ہو کہ تاریخ کے مطالعے اور تالیف کے ذریعے واقفیت بہم پہنچا کر اپنے حافظے پر قابل اور لائق ترین کرداروں کے نقوش مرتسم کر لیتا ہوں اور اس طرح ہر قسم کے غیر شریفانہ ، سفیہانہ یا پُر معصیت اثرات سے بچ کر اپنی توجہ صرف شریف اور پسندیدہ نمونوں کی طرف رکھتا ہوں ۔ انھی نمونوں میں ٹی مولیون باشندہ کورنتھ اور پولوس اِمی لیئس ہیں ، جن کی سوانح عمریاں میں لکھنے بیٹھا ہوں ۔ یہ دونوں مساوی طور پر نہ صرف اپنی خوبیوں کے بلکہ کامیابیوں میں مشہور تھے ۔ حتّے کہ اُنھوں نے یہ امر مشتبہ کر دیا کہ آیا اُن کے عظیم الشان کارنامے محض اُن کی خوش بختی کی طرف منسوب کیے جائیں یا اُن کی ذاتی دانش و تدبیر کی طرف ✦

اہلِ سیراکیوز کے معاملات ٹی مولیون کے صقلیہ بھیجے جانے سے پیشتر اس صورت پر تھے کہ ڈیون نے ڈِیونی سی اس (جابر) کو نکال باہر کیا اور بعد میں دغا سے مار ڈالا گیا تھا ۔ پھر اُن لوگوں میں بھی جنھوں نے سیراکیوز کو آزاد کرایا تھا ، اختلاف پیدا ہوا ۔ شہر کی حالت ، حکّام کے مسلسل تبدّل و تغیر اور متواتر بدعنوانیوں کی وجہ سے بہت ابتر ہو گئی ۔ بقیہ صقلیہ کا کچھ حصّہ تو بار بار کی طویل جنگوں کی وجہ سے اُجاڑ اور ویران ہو گیا اور جو جو شہر کہ اپنی حالت پر قائم تھے ، وہ غیر مُلکی اور بے روزگار سپاہیوں کے ہاتھوں میں آ گئے جو ہر گردشِ حکومت کو لبیک کہنے کے لیے تیار رہتے تھے ۔ ڈیونی سی اس نے اس صورتِ حالات سے موقع پایا اور اپنی جلاوطنی کے دسویں سال چند اجیر لشکروں کی مدد سے نای سی اس کو (جو اُس وقت

سیراکیوز پر قابض تھا) نکال باہر کیا، ہر جگہ از سرِ نو تصرف کیا اور دوبارہ اپنی مملکت میں بس گیا تھا۔ اور جس طرح ابتدا میں حیرت انگیز طور پر اس کی بہت بڑی جابرانہ طاقت کو ایک بہت ہی چھوٹی جماعت نے پامال کیا تھا، اسی طرح وہ اور بھی حیرت ناک طریقے سے جلاوطنی، بدحالی کے باوجود پھر اُنھی لوگوں پر بادشاہ ہوگیا جنھوں نے اُسے نکالا تھا۔ پس جو لوگ شہر میں باقی رہ گئے انھیں ایک ایسے جابر سے سابقہ تھا جو پہلے ہی بہت تُند خُو تھا۔ اور اب تو شکست اور مصیبت اٹھانے کی وجہ سے اُس کی غضب ناکی درجۂ درندگی تک پہنچ گئی تھی۔ وہ شہری جو ذرا خوش باش اور ممتاز تھے، عین وقت پر ہای سی ٹیز کے پاس چلے گئے اور اس کی پناہ لے کر اسی کو اپنا سپہ سالار منتخب کرلیا۔ نہ اس وجہ سے کہ یہ حاکم کسی اور علانیہ اور عادی جابر پر ترجیح رکھتا تھا، بلکہ اس وجہ سے کہ بحالتِ موجودہ اُن کے لیے کوئی اور پناہ گاہ نہ تھی اور چوں کہ یہ شخص ایک سراقوسی خاندان سے تھا اور ڈیونی سی اس سے بھڑ جانے کے لیے کافی فوج رکھتا تھا اس لیے لوگوں کو اس پر اعتماد رکھنے کا ایک سبب مل گیا۔

اسی اثنا میں قرطاجنی ایک بڑا بیڑا لے کر صقلیہ کے سامنے نمودار ہوئے اور تاکنے لگے کہ کب اور کہاں سے جزیرے پر چڑھائی کریں۔ اس بیڑے کی دہشت نے اہلِ صقلیہ کو آمادہ کیا کہ یونان ایلچی بھیج کر ریاست کورِنتھ سے مدد طلب کریں۔ ان لوگوں پر بہ نسبت اوروں کے نہ صرف اس وجہ سے زیادہ اعتماد تھا کہ وہ اُن کے عزیز قریب ہوتے ہیں اور اکثر اُن پر اعتماد کرنے سے اہلِ جزیرہ کو بڑے

بڑے منافع حاصل ہوتے تھے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ کورنتھ نے ہمیشہ اپنے کو حریت کی طرف مائل اور جابریت سے بیزار ظاہر کیا تھا۔ بہت سی لڑائیوں میں ملک گیری یا چیرہ دستی کی نیت سے نہیں بلکہ محض یونانیوں کی آزادی کی خاطر لڑا تھا لیکن ہائی سی ٹیز جس کی سالاری کا منشا سیراکیوز والوں کو دوسرے جابروں سے آزادی دلانے کا اس قدر نہ تھا، جتنا ان لوگوں کو اپنا محکوم بنا لینے کا۔ بیشتر ہی سے اہلِ قرطاجنہ کے ساتھ ایک مخفی مشاورت کر چکا تھا مگر ظاہر میں ان لوگوں کا مؤید ہو گیا اور ان کے سفیروں کے ساتھ اپنے سفیر بھی یونان روانہ کیے۔ در اصل اس سے اس کی خواہش یہ نہ تھی کہ وہاں سے کچھ امداد حاصل کرے بلکہ وہ امید کرتا تھا کہ اگر کورنتھیوں نے جیسا کہ قرینِ قیاس تھا، یونان کی دشواریوں اور داخلی مصروفیتوں کی وجہ سے مدد دینے سے انکار کر دیا تو اسے معاملات کو رُو براہ کرنے اور قرطاجنہ کے حسبِ مُراد بنانے میں بہت کم مشکل پڑے گی۔ اور ان غیر ملکی غاصبوں کو بطور ایک آلے کے اپنی امداد کے لیے حسبِ ضرورت اہل سیراکیوز یا ڈیونی سی اس کے خلاف کام میں لا سکے گا۔ اس کے ان ارادوں کا حال کچھ مدت بعد ظاہر ہوا۔

جب ایلچی وہاں پہنچے اور اُن کی استدعا معلوم ہوئی تو کورنتھیوں نے جو ہمیشہ اپنی تمام نوآبادیوں خصوصاً سیراکیوز سے ایک خاص تعلق رکھتے چلے آئے تھے، اور خوش قسمتی سے ان کی ریاست شورش وغیرہ سے پاک اور اس وقت امن وصلح اور فرصت سے بہرہ مند تھی، فوراً متفقہ طور سے اُن کی امداد کے لیے ایک قرار داد منظور

کی اور جس وقت وہ لوگ اس مہم کے سالار کی بابت غور و خوض کر رہے تھے اور حکّام مختلف آرزومندانِ شہرت کے دعووں کو جتا رہے تھے، مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا اور ٹی موڈی مس کے لڑکے ٹی مولیون کا نام پیش کیا، حالاں کہ وہ ایک عرصے سے کاروبار ریاست سے بے تعلق رہا تھا۔ اور جس کو اس قسم کے تقرر کا خیال بلکہ ذرا بھی گمان نہ تھا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ شاید کسی دیوتا نے اُس شخص کے دل میں یہ ڈالا تھا کہ ٹی مولیون کا نام پیش کرے۔ اور تقدیر کی یہ مساعدت جو پہلے اس کے انتخاب میں ظاہر ہوئی تھی، اُس نے تمام بعد کے کاموں میں بھی ٹی مولیون کا اس طرح ساتھ دیا گویا کہ اس کا منشا ہی یہ تھا کہ اس خوش نصیب شخص کے اوصاف معرضِ ظہور میں لائے اور اس کی ذاتی خوبیوں پر حُسن و زیبایش کا اضافہ کیا جائے۔ اس کے حسب و نسب کی جو پوچھو تو اُس کا باپ ٹی موڈی مس اور اس کی ماں ڈی مارس ٹی ٹ دونوں کے دونوں شہر میں بہت عالی نسب تھے۔ خود وہ بجز اس کے کہ جابروں اور شریروں سے بے حد متنفر تھا، اپنی حُبِ وطن اور بُردباری کے لیے مشہور تھا۔ اُس کی جنگی فطرتی قابلیتیں ایسی عمدگی سے باہم آمیز ہوئی تھیں کہ جہاں اس کے عہدِ جوانی کے تمام کارناموں میں بے مثل حزم و احتیاط نظر آتے ہیں۔ وہاں اُس کی پیرانہ سالی کی مُہمات میں ایسی ہی لاجواب ہمت اور بہادری نے اپنے کو نمایاں کیا ہے۔ اس کا ایک بڑا بھائی ٹی موفانس بھی تھا جو کسی طرح اُس سے مناسبت نہیں رکھتا اور نہایت بدعقل اور تُندخو ہونے کے علاوہ

اپنے چند دوستوں اور غیر ملکی سپاہیوں کے کہنے سننے سے جو ہر وقت اُسے گھیرے رہتے تھے، شخصی حکومت کی بھی بڑی ہوس رکھتا تھا۔ وہ فوجی کاموں میں قوت اور دلیری دکھاتا بلکہ خطروں میں پڑکر مسرور ہوتا تھا اور بطور ایک جری اور کارآمد جنگ جُو کے وہ لوگوں میں بہت کچھ سمجھا جاتا اور بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا جاتا تھا۔ اس قسم کے عہدوں اور ترقیوں کے حصول میں ٹی مولیون بھی اس کی بہت مدد کرتا تھا اور اس کی غلطیوں کو چھپانے یا نظر انداز کرنے میں اُس کے کام آتا تھا وہ اس کے قابلِ تعریف کاموں کو چمکاتا اور اس کی خوبیوں کو بہترین پیرائے میں نمایاں کرتا تھا۔

ایک بار کلیونی اور ارگوس کے خلاف جنگ میں ٹی مولیون پیادہ فوج میں اپنی خدمت پر تھا کہ یکایک ٹی موفانس جو سواروں کا سردار تھا خطرۂ عظیم میں گھر گیا۔ اس کا گھوڑا زخمی ہوکر آگے گرا اور اُسے سر کے بل عین دشمنوں کے سامنے گرا دیا۔ اُس کے کچھ ہمراہی تو فوراً دہشت زدہ ہوکر متفرق ہوگئے اور جو تھوڑے بہت باقی رہے، اُنھیں ایک جماعتِ عظیم کا مقابلہ کرنے میں بڑی کشمکش کرنی پڑی۔ ٹی مولیون اس حادثے کی خبر پاتے ہی بہ عجلت اپنے بھائی کو بچانے کے لیے دوڑ پڑا اُس نے اپنی ڈھال اپنے بھائی کی آڑ کرلی اور اپنے جسم و سلاح پر بکثرت تیروں اور تلواروں کے زخم کھانے کے بعد آخر کار بہ مشکل تمام حریف کو پسپا ہونے پر مجبور کیا اور اپنے بھائی کو زندہ و سلامت نکال لایا۔ لیکن جب کورنتھیوں نے شہر کے ہاتھ سے نکل جانے کے خوف سے سابق

کی طرح ایک مرتبہ اور اپنے اتحادیوں کو دعوت دی اور ایک قانون پاس کردیا کہ چار سو اجیر سپاہی شہر کی حفاظت کی غرض سے رکھے جائیں اور ٹی موفانس کو اُن پر حاکم بنا دیا تو وہ دیانت و مساوات کا پاس ترک کرکے اپنے کو مطلق العنان بنانے اور شہر کو اپنے قبضے میں لانے کی کارروائیاں کرنے لگا۔ اُس نے بہت سے ان ممتاز شہریوں کو جو اس کے اِن ارادوں میں حائل ہو سکتے تھے بغیر مقدمہ اور سزا دہی کے قتل کرکے اپنے حاکم جابر ہونے کا اعلان کردیا۔ اس طرزِ عمل نے ٹی مولیون کو بے حد صدمہ پہنچایا۔ بھائی کی یہ دغابازی اُسے خود اپنے لیے ایک لعنت و مصیبت معلوم ہوئی۔ اُس نے ارادہ کرلیا کہ اپنے بھائی کو اس وحشیانہ اور ناشدنی ہوس سے باز رکھے اور اہلِ وطن کو جو نقصان پہنچے تھے، اُن کی تلافی کرائے۔ اور جب بھائی نے اُس اکیلے کی تنبیہ نہ مانی تو وہ ٹی موفانس کے سالے اِس کائی لوس اور اپنے ایک رمّال دوست کو (جس کے نام میں اختلاف ہی) ساتھ لے کر دوبارہ بھائی کے پاس گیا۔ ان تینوں نے اُسے گھیر لیا اور اسے سمجھانے اور لجاجت کرنے لگے کہ اب تو ہوش میں آؤ اور اپنے ارادے سے باز آجاؤ مگر جب ٹی موفانس نے پہلے تو ان کی سادگی پر ہنسنا شروع کیا اور پھر اُن کے خلاف طیش و غضب میں بھڑک اٹھا تو ٹی مولیون تو اس سے چند قدم الگ ہٹ گیا اور چہرہ ہاتھوں سے چھپا کر رونے لگا مگر بقیہ دونوں آدمیوں نے اپنی تلواریں کھینچ لیں اور ایک لمحے میں اس جابر کا کام تمام کردیا۔

اس حرکت کی خبر بہت جلد پھیل گئی اور کورنتھ کے شریف اور

عالی ہمت لوگوں نے ٹی مولیون کی توصیف کی کہ باوجود حلیم الطبع ہونے اور اپنے اعزّہ کی مہر و محبت دل میں رکھنے کے اس نے باطل سے نفرت اور اپنی روح کی عظمت کا ثبوت دیا کہ اپنے وطن کے مطالبات کو خون کے تعلقات سے زیادہ قوی خیال کیا اور حق و انصاف کو جملہ اغراض اور اپنے ذاتی مفاد پر ترجیح دی۔ کیوں کہ اسی بھائی کو جسے اس نے بڑی جاں بازی کے ساتھ اس وقت بچایا، جب وہ مردانہ وار کو رنتھ کے لیے لڑ رہا تھا، ویسی ہی شرافت سے اس بنا پر قربان کر دیا کہ وہ اپنے ملک کو غاصبانہ طریق پر غلام بنانا چاہتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے دوسری طرف وہ لوگ جو نہیں جانتے تھے کہ جمہوریت میں کیوں کر زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اور جو ہمیشہ اہلِ دولت کی حاشیہ نشینی کرتے رہے تھے گو کہ بظاہر اس جابر کی موت پر خوشی مناتے تھے، مخفی طور پر ٹی مولیون پر لعنت ملامت کرتے تھے کہ ایسے شرمناک فعل کا مرتکب ہوا۔ اس امر نے اس کو بہت رنجیدہ اور افسردہ کر دیا، اور جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ اُس کی ماں پر اس کا کیسا بھاری اثر پڑا ہے اور یہ کہ وہ بھی ایسے ہی نہایت اندوہ ناک اور جگر خراش شکوے اور بین کر رہی ہے تو وہ اس کو تسلی دینے اور مطمئن کرنے کی غرض سے گیا مگر یہ دیکھ کر کہ ماں اسے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتی اور گھر کے دروازے اس غرض کے لیے بند کر لیے ہیں کہ وہ اندر داخل ہو کر اس کے سامنے نہ آوے تو وفورِ غم سے وہ اس قدر دل گرفتہ اور اس کا دماغ ایسا پریشان ہوا کہ اُس نے اپنے انتشار کے ساتھ اپنی زندگی کے ختم کر دینے کا بھی فیصلہ کر لیا اور ہر قسم کی غذا کو ترک کر دیا مگر اپنے

دوستوں کی ہوشیاری اور دانش مندی کی وجہ سے جو دم بھر کو بھی اُس سے الگ نہیں ہوتے تھے اور جنھوں نے خوشامد کے ساتھ اس پر زور بھی ڈالا۔ اُس نے آخر کار یہ ارادہ اور وعدہ کرلیا کہ خیر میں اس شرط سے زندہ رہوں گا کہ کُنجِ عزلت میں آبادی سے دُور پڑا رہوں۔ چناں چہ تمام ملکی معاملات اور دنیاوی لین دین کو چھوڑ کر اپنی پہلی گوشہ نشینی کے بعد وہ عرصۂ دراز تک کورِنتھ میں نہ آیا اور اپنے روح فرسا و پُرفکر خیالات کو لیے ہوئے آبادی اور انسانی صحبت سے بہت دُور و دراز فاصلے پر کھیتوں میں پھرتا اور ویران مقامات میں وقت کاٹتا رہا۔

یہ بات کس قدر سچّی ہے کہ لوگوں کے ذاتی جذبات، غیروں کی وقتی رایوں یا سرزنش سے ایسے متاثر ہوتے ہیں کہ اُن کے عزم بہ آسانی متزلزل و متغیّر ہوجاتے ہیں۔ جب کہ ہمارے منصوبے جو ہم باندھتے ہیں اور ہماری قوّتِ فیصلہ جس کو ہم کام میں لاتے ہیں، دلیل اور فلسفے کی وساطت سے قوّت اور استحکام نہ پاگئی ہو۔ ہر کام نہ صرف فی نفسہٖ صحیح اور قابلِ تعریف ہونا چاہیے بلکہ یہ بھی لازمی ہے کہ وہ محکم عقیدوں اور پایدار ضابطے پر مبنی ہو تاکہ ہم ہر بات کی پوری طرح اور استقلال کے ساتھ توثیق کرسکیں اور اپنے ہر کام میں قطعی طور پر مطمئن رہیں۔ ایسا نہ ہونے کی صورت میں یہ ہوگا کہ ہم اپنے عزم کو عمل میں تو لے آئیں گے مگر بعد کو جب وہ تقدّس اور جوش جس نے اس کام کو پہلے پہل ہم کو ایسا نفیس اور خوش نُما دکھلایا تھا، زائل ہونے اور ہمارے تخیّل کا خاکہ اُڑانے لگے گا تو

ہماری صریح کم زوری یقیناً اُس کی انجام دہی میں دشواریاں ڈالے گی۔
اس کی مثال حریص لوگوں کی سی ہے جو تیز بھوک میں کسی لذیذ کھانے کے بڑے بڑے لقمے مارتے ہیں مگر سیر ہوتے ہی فوراً اُس سے بیزار ہوجاتے ہیں اور اب وہ چیز جس کی پہلے اس قدر خواہش تھی، اُن کو دوبھر ہوجاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ بعد کی ناپسندیدگی بڑے بڑے کاموں کو برباد کردیتی ہے اور پشیمانی اکثر اس خوبیٔ کار کو ہیچ اور ناقص دکھا دیتی ہے دراں حالے کہ وہ پسندیدگی جس کی بنیاد معلومات اور فرزانہ دلائل پہ ہوتی ہے، ہرچند کہ اس کے نتیجے میں اتفاقاً کام یابی بھی نہ ہو مگر اس میں کوئی مایوسی نہ تو تغیر کرسکتی اور نہ پشیمانی پیدا کرسکتی ہے۔ چناں چہ فوکیون ایتھنزی کا قصہ مشہور ہے کہ "وہ لیوس تھنیز کی تجاویز کی برابر مخالفت کرتا رہا مگر جب انھی کی بدولت کام یابی نے ایتھنزیوں کو منہ دکھایا اور اس کے ہم وطن اپنی فتح کے اعزاز میں خوشیاں منا رہے اور قربانیاں کر رہے تھے، تو اُس نے لوگوں سے کہا کہ اگر لیوس تھنیز کی بجائے خود میں تمھارے لیے اپنا بڑا کارنامہ انجام دیتا تو اس وقت بھی میں اتنا ہی مسرور ہوتا جتنا اس وقت ہوں حالاں کہ میں نے اس کی تجاویز کے خلاف میں رائے دی تھی"۔ اس سے بھی سخت تر وہ جواب بیان کیا جاتا ہے جو حکیم افلاطون کے ایک صحبت یافتہ (اریس طیدس باشندہ لوکر یہ) نے ڈیونی سی اس جابر کو جس نے اس کی لڑکی لے لیے پیام بھیجا تھا، دیا تھا۔ اُس نے کہا کہ میں اپنی لڑکی کو قبر میں کنواری اُتارنا اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ اُسے کسی جابر کے محل میں بھیجوں"۔ اور جب

ڈیونی سی اس نے اس بے باکی پر غضب ناک ہوکر کچھ عرصے کے بعد اس کے لڑکوں کو قتل کر ڈالا اور پھر اہانتاً دوبارہ اُس سے پوچھا کہ کیا اب بھی لڑکیوں کے بارے میں تمھارا وہی ارادہ ہے؟ تو اُس کا جواب یہ تھا کہ: "میں تمھاری ظالمانہ حرکات پر بغیر غمگین ہوئے نہیں رہ سکتا مگر اپنے الفاظ کی آزادی پر مجھے غم کرنے کی کوئی وجہ نہیں" مگر یہ وہ خیالات ہیں، جو غالباً بہت ہی بلند اور مکمل نکوئی رکھنے والے افراد سے ظہور میں آتے ہیں ۔

لیکن ٹی مولیون کو خواہ بھائی کی موت نے، خواہ ماں کی عزت حرمت نے ایسا شکستہ دل کردیا کہ تقریباً بیس سال تک اس نے کسی جمہوری یا قومی کام سے کوئی علاقہ نہیں رکھا۔ پس جب وہ بطور سپہ سالار کے منتخب کیا گیا اور اُس نے لوگوں کے کہنے سننے سے بخوشی اس کو قبول بھی کرلیا تو ٹلی کلی ڈس نے جو اُس زمانے میں کورنتھ کا بڑا طاقت ور اور ممتاز آدمی تھا، اس کو بڑھاوے دینا شروع کیے کہ: "ہاں اب تم ایک قابل اور شجاع آدمی کی طرح کام کروگے، کیوں کہ اگر تم نے بہادری سے اس خدمت کو انجام دیا تو ہم یقین کرلیں گے کہ واقعی تم نے ہمیں ایک جابر کے پنجے سے چھڑایا، ورنہ ہم یہ سمجھیں گے کہ تم نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا"۔

ابھی وہ لنگر اٹھانے کی تیاریاں اور ہمراہ لے جانے کے لیے سپاہیوں کو بھرتی کرہی رہا تھا کہ کورنتھیوں کے پاس خطوط پہنچے جن میں ہائی سے ٹینز نے صاف صاف اپنی بغاوت اور غداری کا اظہار کیا تھا، کیوں کہ جیسے ہی اس کے ایلچی کورنتھ کو روانہ

ہوے وہ علانیہ قرطاجنیوں کا شریک ہوگیا اور ان سے قول قرار کر لیے کہ وہ ڈیونی سی اس کو نکالنے اور خود اسے سیراکیوز کا مالک بننے میں امداد دیں گے ۔ پھر اس خوف سے کہ کہیں معاملہ طے پانے سے پہلے کورنتھی فوج آجائے اور میں اپنے منصوبے میں ناکام ہوجاؤں ، ایک نصیحت آمیز خط بعجلت تمام اُن کی روانگی رو کنے لیے کورنتھ بھی بھیج دیا ، جس میں لکھا تھا کہ : " اب آپ لوگوں کو زحمت اُٹھانے یا صقلیہ کے صعوبات سفر جھیلنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ علی الخصوص اس وجہ سے کہ ڈیونی سی اس کے خلاف آپ لوگوں کی سُست روی نے مجھے مجبور کر دیا کہ قرطاجنیوں کے اتحاد کو لبیک کہوں ۔ اور اب یہی قرطاجنی اپنے بیڑے کے زور سے آپ کو ساحل پر اُترنے نہیں دیں گے "۔

یہ خط جب عام جلسے میں پڑھا گیا تو جو لوگ موجودہ مُہم کے متعلق متأمل یا بے پروا تھے اُن کو بھی ہای سی ٹیز پر ایسا غصہ آیا کہ اُن سب نے خوشی سے ٹی مولیون کے لیے سامان فراہم کر دیا اور متفقاً اُس کو بعجلت رُخصت کرنے کے لیے کوشش کی ۔

جس وقت جہاز تیار ہوگئے اور سپاہیوں کے لیے ہر قسم کا سامان مہیا کر دیا گیا تو پروسرپی نا دیوی کی صدر کاہنہ نے خواب یا تصوّر میں دیکھا کہ وہ اور اس کی ماں سی رِیس سپاہیوں کے سامنے سفری لباس میں عیاں ہوئیں اور یہ کہتی ہوئی سُنی گئیں کہ " وہ بھی ٹی مولیون کے ہمراہ صقلیہ کو جائیں گی "۔ اس بات پر کورنتھیوں نے ایک خاص جنگی کشتی بنا کر دیوی کے نام پر وقف اور " دیویوں

کی کشتی" موسوم کیا۔ پھر ٹی مولیون خود ڈلفی کو گیا جہاں اس نے اپالو کو قربانی دی اور جب مقامِ تفاول پر اترا تو ایک عجیب و غریب واقعے سے حیران رہ گیا۔ یعنی ایک فیتہ جس میں تاج اور علاماتِ فتح زری سے کڑھے ہوئے تھے، ان چڑھاووں کے بیچ سے جو مندر میں لٹکا دیے گئے تھے پھسلا اور عین اُس کے سر پر گرا۔ جس سے ظاہر ہولیا کہ اپالو پہلے ہی سے فتح و ظفر کا تاج اور نصرت و کامیابی اُسے دینا چاہتا ہے۔ وہ سمندر میں روانہ ہوا تو سات جہاز کورنتھ کے دو کورسائی را کے اور دسواں جہاز جس کو اہلِ لیوکی دیا نے بھیجا تھا، اُس کے ہمراہ تھے۔ ہوا نے موافقت کی اور ساتھ ہی معلوم ہوا کہ آسمان یکایک شق ہوگیا اور اُس میں سے ایک شعلۂ جوالہ نکل کر اُس کے جہاز پر منڈلانے لگا اور پھر ایک مشعل کی صورت اختیار کرلی جیسی مذہبی تہواروں میں استعمال کی جاتی ہیں۔ وہ شعلہ اسی سمت چلنے اور اُن کی جماعت کے ساتھ دوڑنے لگا اور اپنی روشنی سے اطالیہ کے اس خطے کی جانب رہنمائی بھی کرتا جاتا تھا جہاں وہ اُترنے والے تھے۔ فال گویوں نے تصدیق کی کہ یہ کرشمہ بھی کاہنہ کے خواب سے مطابقت رکھتا ہے، اس لیے کہ دیویاں اب تو گویا علانیہ مُہم میں شریک تھیں اور آسمان سے اس روشنی کو اُن کے واسطے بھیج رہی تھیں۔ واضح رہے کہ صقلیہ پہلے سے پروسرپی نا سے منسوب ہے اور جیسا کہ شعرا نے باندھا ہے، اس کی عصمت دری وہیں عمل میں آئی اور جب اُس نے پلوٹو دیوتا سے عقد کیا تو یہ جزیرہ جہیز

میں دیا گیا ۔

لُطفِ ربانی کے ان ابتدائی مظاہرات نے اُس کے تمام لشکر کا بہت کچھ دل بڑھا دیا ، حتےٰ کہ ممکنہ تیزی کے ساتھ وسیع سمندر کو طے کر کے وہ لوگ بہت جلد اطالیہ کے ساحل سے جا لگے ۔ مگر صقلیہ سے آئی ہوئی خبروں نے ٹی مولیون کو پریشان اور اُس کے سپاہیوں کو بہت بددل کیا ۔ اس لیے کہ ہای سی ٹیز نے پیشتر ہی ڈیونی سی اس کو شکست دے کر میدان سے ہٹا دیا تھا اور خود سیراکیوز کے بہت سے قطعات کو تسخیر کر کے اسے ایک قلعے میں جسے جزیرہ کہتے تھے، گھیر رکھا تھا اور ادھر قرطاجنیوں سے یہ طے کر لیا تھا کہ تمہارا کام ٹی مولیون کو صقلیہ کے کسی بندرگاہ پر اُترنے سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ اور اُس کی فوج پیچھے ہٹ جائے اور پھر ہای سے ٹیز اور اُس کے بیرونی حلیف بہ آسانی جزیرۂ صقلیہ کو باہم تقسیم کر لیں ۔ اسی تعمیل میں قرطاجنیوں نے اپنی بیس جنگی کشتیاں دھی جی ام کو بھیجیں ۔ اُن پر چند ایلچی بھی من جانب ہای سے ٹیز، ٹی مولیون سے ملنے کے لیے سوار تھے جن کے پاس ان تمام دغابازیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے جھوٹی کہانیاں اور دل بہلاوے کی باتیں سکھا دی گئی تھیں ۔ اُن کو حکم تھا کہ ٹی مولیون کے رُو برو اگر وہ پسند کرے تو یہ درخواست کریں کہ اس کو ہای سے ٹیز کے پاس آ کر شریکِ مشورت ہونا اور اُس کے تمام مُہمات میں حِصّہ لینا چاہیے ، لیکن ساتھ ہی مناسب ہوگا کہ اپنے جہاز اور لشکر کو رنتھ کو واپس بھیج دے ، اس لیے کہ لڑائی تو ایک طرح سے ختم

ہو چکی تھی اور قرطاجنی راستہ روک کر اڑ گئے تھے کہ اگر کوڈنتھیوں نے بہ زور ساحل کی جانب راستہ نکالنا چاہا تو اُن کی مزاحمت کی جائے ۔ جب کوڈنتھی ان پیام بروں سے ڈھی جی ام میں ملے ، اُن کے پیام کو سُنا اور فنیقی جہازوں کو خلیج میں لنگر ڈالے ہوئے دیکھا تو ہای سے ٹیز کے خلاف سخت برہمی محسوس کی، نیز عقلی یونانیوں کے لیے بھی خطرۂ عظیم پیدا ہو گیا اس لیے کہ اب وہ ہای سے ٹیز کی غداری کا انعام نظر آتے تھے ، اور دوسری جانب قرطاجنیوں کے لیے جنھوں نے ہای سے ٹیز کے واسطے اختیاراتِ شاہانہ فراہم کیے، وہ بطور معاوضے کے تھے ۔ یہ امر قطعی غیر ممکن معلوم ہو رہا تھا کہ قرطاجنی جہازوں کو جو اُن کے رُو برو موجود اور اُن سے دُگنے تھے، مغلوب کیا جائے اور یہ بھی محال تھا کہ اُن فتح مند افواج کو نظر انداز کر دیا جائے جو ہای سے ٹیز کے پاس سیراکیوز میں جمع تھیں اور جن کی امداد کے لیے ان لوگوں نے یہ بحری سفر اختیار کیا تھا ؀

ان حالات میں ٹی مولیون نے ہای سے ٹیز اور قرطاجنیوں کے سفیروں سے کچھ دیر مشورہ کرنے کے بعد ان کی تجاویز قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی (اور تعمیل سے انکار کرنے میں کون فائدہ ہو سکتا تھا ؟) لیکن صرف اس امر کا خواہش مند ہوا کہ جو کچھ اُن کے آپس میں مخفی طور پر طے پایا تھا وہ اُس کی واپسی کوڈنتھ سے پہلے علی الاعلان اہلِ ڈھی جی ام کے سامنے (جو ایک یونانی شہر اور ہر دو فریق کا دوست تھا) باضابطہ ظاہر کر دیا جائے ۔ اُس نے

کہا کہ یہ بات میری ذاتی ضمانت اور ادائے کار کی کفیل ہو گی، نیز اس سے تم لوگ بھی من جانب اہل سیراکیوز جنھوں نے اتنے گواہوں کے سامنے تم کو اس پر مامور کیا ہے، شرائط معاہدہ کی پوری پابندی کروگے۔

اس تجویز کا منشا اُن کی توجہ کو اس لیے ہٹانا تھا کہ اس کو قرطاجنی بیڑے کی نظر بچا کے نکل جانے کا موقعہ مل جائے۔ اس کارروائی میں تمام ممتاز دھی چی ام والے، جو صقلیہ کے کل معاملات کو دِنتھیوں میں چلے جانے کے متمنی اور ایک سفاک کی ہمسائگی کے نتائج بد سے بہت خوف زدہ تھے، شریک وہمد ہو گئے۔ چناں چہ ایک جلسہ طلب کیا گیا اور دروازے بند کر دیے گئے تاکہ شہریوں کو اپنے کام پر چل دینے کی آزادی نہ رہے۔ پھر یکے بعد دیگرے مقررین آنا شروع ہوئے اور ایک ہی موضوع پر طویل تقریریں بغیر اس کے کہ بحث کو کسی نتیجے تک پہنچادیں، کرکے انھوں نے بالارادہ وقت کو اتنا گنوایا کہ کورنتھہ کی کشتیاں بندرگاہ کے باہر نکل گئیں۔ اس لیے کہ قرطاجنی سردار تو مجلس میں تھے اور اُن کو کسی قسم کا شبہ بھی نہ تھا کیوں کہ ٹی مولیون بھی وہاں ابھی تک موجود اور کچھ اس طرح کے اشارے کر رہا تھا گویا کہ وہ بھی کوئی تقریر کرنے والا ہے۔ مگر یہ اطلاع پانے پر کہ بقیہ کشتیاں پیشتر ہی جا چکی ہیں اور صرف اُسی کی کشتی ٹھیری ہوئی ہے اس نے ان شہریوں کی امداد اور اخفا سے جو ان کارروائیوں میں شریک اور اس کے نکل جانے میں کوشاں تھے، جلسے سے کھسک جانے کا

انتظام کیا اور بندرگاہ کی طرف دوڑ کر پوری تیزی سے اپنی کشتی کو چلایا اور پھر دوسرے جہازوں سے مل کر سب کے سب بحفاظت ٹارومی نی ام (واقعہ صقلیہ) میں بحفاظت پہنچے جہاں وہ پیشتر ہی سے مدعو کیے گئے تھے اور جہاں ان درماکوس حاکم شہر نے نہایت مہربانی سے اُن کا استقبال کیا۔ یہ شخص ٹی می اس مورخ کا باپ تھا اور اس زمانے میں صقلیہ کے حکام میں بہترین آدمی گزرا ہو۔ اپنے شہریوں پر قانون و انصاف کے مطابق حکومت کرتا تھا اور علانیہ جابروں سے تخالف و عناد کا اظہار کرتا تھا۔ اسی بنا پر ٹی مولیون کو اس نے اپنی فوج کے اجتماع کی اجازت دی اور اپنے شہر کو مقام جنگ بنانے دیا اور باشندوں کو اس امر کی ترغیب دی کہ اپنے جتھوں کو کورنتھی لشکروں کے ساتھ شامل کردیں۔ اور صقلیہ کو چھڑانے کی تدبیریں ان کی مدد کریں +

لیکن قرطاجنیوں نے جو دھی جی ام میں رہ گئے تھے جب مجلس کے برخاست ہونے پر یہ معلوم کیا کہ ٹی مولیون چل دیا، تو اپنے بے وقوف بنائے جانے کا اُنھیں بہت صدمہ ہوا۔ اہلِ دھی اجی ام، ان کی اس شکایت پر کہ ہم سے دھوکا کیا گیا، تبسم کر رہے تھے۔ بہرکیف ان لوگوں نے ایک کشتی پر ٹارومی نی ام کو قاصد روانہ کیا جس نے غیر مہذب طریق پر بہت کچھ شیخی بگھاری اور ان دروماکوس سے مطالبہ کیا کہ فوراً کورنتھیوں کو نکال دو ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ پھر اپنی ہتیلیاں اس کے سامنے کھول کر ہاتھ اُلٹ دیئے اور دھمکی دی کہ دیکھو اسی طرح تمھارا شہر بھی بہت آسانی سے اور

قلیل عرصے میں اسی طرح اُلٹ دیا جائے گا۔ ان درو ماکس اس شخص کی لاف زنی پر ہنسا اور کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ اُس کی ہتھیلی اُلٹنے کی نقل کرکے حکم دیا کہ تم یہاں سے فوراً چل دو ورنہ یہی تدبیر پہلے تمھاری کشتی پر آزمائی جائے گی۔

ہای سے ٹینز یہ خبر پاکر کہ ٹی مولیون نے بہ حفاظت اپنا راستہ نکال لیا، اس کے نتائج سے خوف زدہ ہوا اور قرطاجنیوں سے تاکید کی کہ کشتیاں ایک بڑی تعداد میں ساحل کی حفاظت کے لیے حاضر رہیں۔ اس وقت بھی اہلِ سیراکیوز یہ دیکھ کر کہ قرطاجنی بندرگاہ پر قابض ہیں، ہای سے ٹینز شہر کا مالک ہے اور ڈیونی سی اس قلعے میں براج رہا ہے، اپنی حفاظت کی طرف سے ناامید ہونے لگے۔ اس لیے کہ ٹی مولیون کے قدم ہنوز اچھی طرح صقلیہ میں نہیں جمے تھے اور وہ اس کے کنارے یا ذرا سی پٹی پر ٹارومی نی ام کے چھوٹے سے شہر میں کم زور نوفخات اور چھوٹی سی جماعت کو لیے ہوئے پڑا تھا۔ اس کے پاس زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سپاہی تھے اور سامانِ رسد غلہ ہو خواہ رُپیہ، اس سے زیادہ نہ تھا جتنا کہ اس قلیل فوج کی کفالت کے لیے چند روز کافی ہوسکتا۔ صقلیہ کے دوسرے شہروں نے بھی اس پر کچھ اعتماد نہ کیا اس لیے کہ یہ شورش اور ہنگاموں سے مرعوب اور خاص کر کے لی لپس اینھنزی اور فے رکیس اسپادٹی کے پُر فریب برتاؤ کی وجہ سے یونان والوں سے بہت بدظن ہو چکے تھے۔ یہ دونوں حضرات جنھوں نے اپنی آمد کا منشا آزادی دلانا اور جابروں کا قلع قمع کرنا

بتلایا تھا، خود ایسے جابر ثابت ہوئے کہ اُن کے مقابلے میں سابق جابروں کی حکومتیں ایک رحمت معلوم ہوتی تھیں اور اہل صقلیہ نے اُن بے چاروں کو جو غلامی کرتے کرتے مر چکے تھے، اپنے سے زیادہ خوش قسمت سمجھا کہ خود ایسی تاریک آزادی دیکھنے کے لیے زندہ رہے*

غرض صقلیہ کے یونانی آبادکاروں کو اب کورنتھ کے سردار ٹمولیون سے بھی کسی عمدہ برتاؤ کی توقع نہ تھی بلکہ یہ تصور کرکے کہ وہی پُرانی صورت کہ اُنھیں سبز باغ دکھا کر کسی جدید آقا کی اطاعت کے لیے پھانسا جائے، دوبارہ پیش آنے والی ہے۔ ان سب شہروں نے بجز اہل ایڈ ری نم کے متفقہ طور سے ٹی موبیون کے قاصدوں کی تحریک کو شبہ کی نظر سے دیکھا اور اُن کی دعوت کو مسترد کردیا۔ رہا، ایڈ ری نم تو یہ چھوٹا سا شہر ایڈ ری نس دیوتا سے منسوب تھا جس کے صقلیہ بھر میں لوگ معتقد تھے۔ اس شہر کے باشندوں میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ٹی مولیون کا ساتھ دینے نہ دینے کی نسبت سخت اختلاف ہوا۔ یہاں تک کہ ایک گروہ نے تو ہائی سے ٹیز اور قرطاجنیوں کو اپنی امداد کے لیے دعوت دی اور دوسرے نے ٹی مولیون کے پاس تجاویز روانہ کیں۔ اتفاق سے یہ دونوں لشکر باہمی سبقت کی کوشش میں ایک ہی وقت ایڈ ری نم کے قریب پہنچ گئے۔ ہائی سے ٹیز تو اپنے ہمراہ کم از کم پانچ ہزار آدمی لایا۔ لیکن ٹی مولیون کی مجموعی پارہ سو سے زیادہ نہ تھی۔ اِنھی کو لے کر اُس نے ٹارومی نی ام سے جو تین سو چالیس فرلانگ کے فاصلے پر تھا، کوچ کیا۔ پہلے دن تو وہ آہستہ آہستہ چلا اور تھوڑے سفر کے

بعد مناسب وقت پر قیام کردیا مگر دوسرے روز اس نے رفتار تیز کی اور بہت دشوار گزار راستہ طے کرنے کے بعد شام کے قریب خبر پائی کہ ہامی سے ٹینز ابھی ایڈیاری نم کے قریب پہنچا اور اس کے سامنے اپنا پڑاؤ ڈالا ہی۔ اس اطلاع پر اس کے ماتحت سرداروں نے ہراول کو ٹھیرایا تاکہ فوج تازہ دم ہوجائے اور کچھ سستا کر دل جمعی سے حریف سے بھڑے مگر ٹی مولیون نے فوراً پہنچ کر ان سے درخواست کی کہ اس وقت مت رُکو بلکہ ہر ممکنہ تدبیر سے یکایک دشمنوں پر جاپڑو جو بسبب اپنے کوچ کو دیر میں ختم کرنے کے اس وقت بدنظمی میں ہوگا اور اپنے خیمے گاڑتا ہوا اور کھانا پکاتا ہوا پایا جائے گا۔ یہ کہتے ہی کہتے اس نے اپنی سپر کو ہاتھ میں لیا اور آگے آگے ہوکر سب کو اس طرح لے چلا گویا وہ حتمی فتح مندی کی طرف رواں ہیں۔ ایسے قائد کی شجاعت نے ان سب میں یکساں جوش اور اعتماد پیدا کردیا۔ اور وہ مستعدی سے اُس کے پیچھے ہو لیے۔ اب ایڈری نم سے یہ لوگ تیس فرلانگ سے بھی کم فاصلے پر تھے۔ جس کو جلد طے کرلیا گیا اور یہ فوراً غنیم پر جاپڑے جو حیران پریشان رہ گیا اور ان کی پہلی ہی آمد پر پسپائی اختیار کی۔ جس کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ ایسی خفیف مزاحمت اور اس قدر فوری اور عام بھاگڑ میں صرف تین سو مقتول ہوے اور اس سے دُگنے قیدی بنے۔ ان کا پڑاؤ اور اسباب سب کا سب لے لیا گیا۔ اِدھر اس تاخت کی کامیابی نے بہت جلد سب شہر والوں کو اپنے دروازے کھولنے اور ٹی مولیون سے وابستہ ہونے پر راغب کردیا۔ اُنھوں نے خوف و خوش اعتقادی کے ساتھ یہ بھی

بیان کیا کہ عین اس کے حملے کے وقت اُن کے مندر کے دروازے خود بخود کھُل گئے اور وہ برچھا بھی جو اُن کے دیوتا کے ہاتھ میں تھا، نوک کی جانب لرزتا ہوا معلوم ہوا اور دیوتا کے فرقِ متقدس پر پسینے کے قطرات بہتے ہوئے دیکھے گئے۔ یہ خوارق نہ صرف حالیہ فتح کو موکد بلکہ یہ اس کی آیندہ مہم کے لیے بھی ایک قسم کی فالِ نیک معلوم ہوتے تھے؛

اس لیے کہ اب ہمسایہ شہروں اور ریاستوں نے اپنے وکلا یکے بعد دیگرے اُس کی دوستی اور اتحاد کے لیے بھیجنے شروع کیے۔ انھی میں سے مرکوس قطانہ کے جابر نے جو ایک جنگ جُو اور متموّل شہزادہ تھا، اس کے ساتھ متحد ہوجانے کی تحریک کی۔ اس سے بھی بڑھ کر اہم جو بات واقع ہوئی وہ یہ تھی کہ خود ڈیونی سی اس جو اب مایوس ہوگیا اور تقریباً سپر ڈال دینے والا تھا۔ ہای سے ٹیز کا شکست کھانا سُن کر، اُسے بہت ذلیل سمجھنے لگا اور ٹی مولیون کی دلیری کا ایسا گرویدہ ہوا کہ اُسے اور اس کے کورنتھی رفقا کو اطلاع دی کہ میں اپنے کو اور اپنے قلعے کو تُمھارے حوالے کردینے پر راضی ہوں۔ ٹی مولیون نے اس غیر مترقبہ فائدے کو خوشی سے خوش آمدید کہی اور دو کورنتھی سرداروں کو چار سو آدمی دے کر قلعے کے قبضے اور نگرانی کے لیے بھیجا اور ہدایت کردی کہ فوراً ہی یا علانیہ طور پر داخل نہ ہوجانا اس لیے کہ ابھی آس پاس دشمن موجود ہی بلکہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں اور مخفی طور پر جانا۔ چناں چہ انھوں نے قلعے اور ڈیونی سی اس کے محل پر معہ ان تمام ذخایر

حرب کے جو اُس نے قیامِ جنگ کی خاطر وہاں مہیا و مجتمع کیے تھے، قبضہ کر لیا۔ اُن کو معقول تعداد میں گھوڑے، ہر قسم کے آلات، بکثرت تیر اور اتنے ہتیار جو ستّر ہزار آدمیوں کو مسلح کر سکیں (یعنی ایک سلاح خانہ جو قدیم سے قائم تھا) ان سب کے علاوہ دو ہزار سپاہی بھی جو اُس کے ساتھ تھے، ہاتھ لگے اور یہ سب ڈی مولیون کی خدمت کے لیے دیدیا گیا۔ خود ڈی آئی سی اس بھی اپنے خزانے کو جہاز پر بار کر کے اور چند دوستوں کو ساتھ لے کر ہای سے ٹیئر سے مخفی روانہ ہوگیا اور ڈی مولیون کے لشکر میں پہنچ کر پہلے ایک معمولی شخص کے ادنیٰ لباس میں لایا گیا اور کچھ عرصے کے بعد ایک جہاز پر کچھ رقم دے کر کو دِنتھ کو روانہ کر دیا گیا۔

شاہ معزول دوبارہ اپنے قدیم وطن میں

عالی شان دربار اور قطعی خود مختار بادشاہی میں پیدا ہو کر اور تعلیم و تربیت پاکر جہاں یہ شخص اپنے باپ کے انتقال کے دس برس بعد تک فرماں روا رہا۔ اس نے ڈیون والی مُہم کے بعد بارہ برس جنگوں اور مہمات کی مسلسل شورشوں میں گزارے اور قسمت کے عجیب عجیب نشیب و فراز دیکھے۔ اسی عرصے میں ان تمام بداعمالیوں کی مکافات جو اُس نے اپنے سابقہ عہد میں کی تھیں، ان مصائب سے ہوگئی جو اُس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے لڑکوں کو عین ریعانِ شباب میں مرتے ہوئے اور اپنی لڑکیوں کی عین بہارِ دوشیزگی میں جبراً عصمت دری ہوتے دیکھا۔ نیز اپنی بہن اور بیوی کی

بدبختانہ رسوائی جو سپاہیوں کی ہر قسم کی وحشیانہ بے حُرمتی کا شکار بننے کے بعد اپنے بچوں سمیت مار ڈالی گئی اور سمندر میں پھینک دی گئی۔ ان تمام باتوں کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ڈیون کی سوانح عمری میں بیان کیا گیا ہے۔ اب خود اُس کی کورنتھ میں اُترنے کی خبریں پاکر مشکل سے یونان میں کوئی ایسا شخص ہوگا جس کو اُسے آکر دیکھنے اور زمانۂ سابق کے اس طاقتور جابر سے دو دو باتیں کرنے کا شوق نہ ہوا ہو۔ ان میں سے چند تو محض کینہ وری سے وہاں پہنچے تاکہ اُس بے چارے کی شکستہ حالی کا مزا لیں۔ لیکن بہت سے وہ تھے جن کی ہمدردی نے اُس کی زندگی کے تغیر و انقلابات میں خدائی اور غیبی اسباب کی طاقت اور نفوذ کا مشاہدہ کیا جو کمزور انسانی اور ظاہری تدابیر کے درمیان اپنا عمل کرتی ہے۔ کیوں کہ حق یہ ہے کہ اس زمانے میں قضا و قدر یا انسانی کوشش کوئی ایسی چیز پیش نہ کرسکی تھی جو قسمت کی اُس اعجوبگی اور کارفرمائی کا مقابلہ کرسکے جس نے ایک ہی شخص کو جو کچھ عرصہ قبل صقلیہ کا خود مختار بادشاہ تھا، اس نوبت کو پہنچا دیا کہ یا تو اِدھر اُدھر مچھلیوں کی منڈی میں مارا مارا پھر رہا ہے یا کسی عطار کی دوکان پر گنواروں کی کشید کی ہوئی شراب پی رہا ہے یا گلیوں میں بازاری عورتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے یا تھیٹر میں گانے والی عورتوں کو کچھ سکھا پڑھا رہا ہے اور اُن سے موسیقی کے تال سُروں کی بابت بحث کر رہا ہے!

ڈیونی سی اس کے اس طرزِ عمل کی نسبت لوگ مختلف طور سے

نکتہ چینیاں کرتے تھے۔ ایک گروہ کا تو خیال تھا کہ وہ ایک بے فکرا اوباش مزاج آدمی ہے اور انھی گنہ گاریوں کی طرف طبعی میلان رکھتا ہے۔ لیکن زیادہ باریک بیں حضرات یہ کہتے تھے کہ ان تمام باتوں میں وہ ایک حکمتِ عملی چل رہا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ وہ ہم لوگوں میں ذلیل اور حقیر رہے اور کورنتھی اس کی جانب سے یہ خطرہ یا اندیشہ نہ کرنے پائیں کہ قسمت پلٹ جانے کی وجہ سے وہ مضطرب ہے یا دوبارہ دولت حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔ لہٰذا وہ بالارادہ اپنی اصلی فطرت کے خلاف اپنی خانگی زندگی اور تفریحوں میں اپنے کو کم ہمت اور بے وقوف ظاہر کر رہا ہے +

بہرکیف وہ جو کچھ بھی ہو اُس کے مقولے اور حاضر جوابی اب تک تذکروں میں ثبت ہیں، جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اس شکستہ حالی میں بھی اپنے آپ کو ذلیل نہ ہونے دیا تھا۔ مثلاً وہ لیوکاڈیہ پہنچا (جو سیراکیوز کی طرح کورنتھ کی نوآبادی تھا) تو وہاں کے لوگوں سے کہنے لگا کہ "میری حالت خطاکار لڑکوں کی مانند ہے جو اپنے بھائیوں کے سامنے تو ہنسی خوشی باتیں بناتے ہیں مگر باپ کے سامنے شرمسار ہوتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی بہ خوشی تمھارے ساتھ جزیرہ میں زندگی بسر کر سکتا ہوں۔ لیکن کورنتھ کی صورت دیکھ کر خوف آتا ہے جو ہم دونوں کی ماں ہے۔"
یہی خیال اور بھی زیادہ صریح طور پر اس جواب سے ظاہر ہوتا ہے جو اُس نے ایک ایسے اجنبی کو کورنتھ میں دیا، جس نے ڈیونی سی اس کے علما و فلاسفہ سے صحبت رکھنے کا مضحکہ اُڑایا۔

اور سوال کیا تھا کہ: "کہیے اس حالت میں بھی آپ کو حکیم افلاطون کے عالمانہ درس و مواعظ سے کچھ فائدہ ہو رہا ہی؟" ڈیونی سی اس نے جواب دیا کہ "کیا تم سمجھتے ہو کہ ہیں نے اُس کے فلسفے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا دراں حالے کہ تم دیکھتے ہو کہ میں اپنی گردشِ تقدیر کو کس طرح برداشت کر رہا ہوں!"

اسے ری ٹاکرنے نس مغنی اور دوسرے لوگوں نے بھی اُس سے یہ جاننا چاہا کہ "افلاطون کی کس بات نے اُسے ناراض کیا کہ وہ اس حکیم سے ایسا کبیدہ خاطر ہوگیا" تو اس نے جواب میں کہا کہ: "بادشاہی کے ساتھ جو خرابیاں لگی رہتی ہیں، من جملہ اُن کے ایک سب سے بڑی آفت یہ بھی ہی کہ اُن تمام اشخاص میں سے جو دوست کہے جاتے ہیں، ایک کو بھی اس کی جرأت نہیں پڑتی کہ آزادی سے بول سکے یا صاف سچی بات کہہ سکے اور یہی سبب ہوا کہ ہیں افلاطون کی التفات سے محروم رہا" دوسرے موقعے پر وہ ایک کمرے کے اندر جا رہا تھا تو بعض ایسے خوش طبع دوستوں نے جو ظریف سمجھے جانے کے خواہاں ہوتے ہیں، اس کے چغے کے دامن اس طرح جھک کر پکڑے گویا ڈیونی سی اس اب بھی بادشاہ ہی، اور انھیں یہ دکھانے کی غرض سے جھٹکا کہ اندر کوئی ہتھیار چھپا ہوا نہیں ہی تو ڈیونی سی اس نے ہنس کر کہا کہ "نہیں اگر تم میرے کمرہ چھوڑتے وقت یہ حرکت کرتے تو زیادہ مناسب تھا، کیوں کہ اس وقت اس کا اطمینان ہو جاتا کہ ہمیں اپنے ہمراہ کوئی چیز باہر نہیں لیے جا رہا ہوں"

ایک مرتبہ فیلی فوس شاہِ مقدونیہ کی صحبت میں شراب کا دور چل رہا تھا۔ فیلی فوس نے ازراہِ تمسخر ڈیونی سی اس کے باپ (ڈیونی سی اس کلاں) کے اشعار اور المیہ تمثیلات کا ذکر کیا جو وہ لکھ گیا ہے۔ پھر بناوٹی حیرت سے کہنے لگا کہ "اسے اپنی دوسری مصروفیتوں میں کیونکر ایسے طویل و نفیس تالیفات کا وقت ملا ہوگا۔" تو ڈیونی سی اس نے برمحل جواب دیا کہ "جناب یہ کام ایسے ہی مہلت کے گھنٹوں میں، جن کو میں، آپ اور تمام خوش باش آدمی مے نوشی میں صرف کر دیتے ہیں، پورے کیے گئے تھے۔" افلاطون کو کورنتھ میں ڈیونی سی اس کے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا کیوں کہ وہ اس کے آنے سے پیشتر ہی مر چکا تھا مگر حکیم دیوجانس کو کورنتھ کے ایک بازار میں پہلی دفعہ ملاقی ہوا تو سلام کے بعد اُس سے یہ مبہم جملہ کہا کہ: "اے ڈیونی سی اس! تم اِس (موجودہ) زندگی کے مستحق نہ تھے۔" ڈیونی سی اس ٹھیر گیا اور بولا: "دیوجانس! میں تمھاری اس تعزیت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" اس پر دیوجانس نے جواب دیا کہ "ہائیں! تم اور تعزیت؟ بخلاف اس کے کیا تم اتنا نہیں سمجھتے کہ میں اس امر پر برہم ہوں کہ تم جیسا غلام جس کو بطور حق بحقدار کے ایک جابر ہی کی حیثیت میں بڈھے ہونا اور مرجانا چاہیے تھا (جیسا کہ تمھارے باپ کا تم سے پیشتر حشر ہوا) اب معمولی اشخاص کی طرح آرام کی زندگی بسر کرے اور ہماری صحبت میں ہنسی دل لگی اور کھیل کود میں وقت کاٹے؟"

جب میں فلیس طوس کی لکھی ہوئی حسرت ناک کہانیوں کو جن میں سے پی ٹای نیز کی لڑکیوں کا تذکرہ ہے، مقابلے میں لاتا ہوں

اور اس نے ان کی طرف سے جو فریاد و فغاں لکھی ہی، اسے پڑھتا ہوں گویا کہ وہ عزت و مرتبت کے تمام منافع اور برکات سے تنزل کرکے ایک ذلیل زندگی پر آپہنچی ہی تو ڈیونی سی اس کے یہ قصے بہت ہلکے اور ایک ایسی عورت کی فریاد سے مشابے نظر آتے ہیں جس کے زیورات کا صندوق ارغوانی ملبوسات اور سنہری موباف تلف ہوگئے ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے افسانے میری سیرت نویسی کے مقاصد سے نہ تو خارج تصور کیے جائیں گے اور نہ بجائے خود بے فائدہ، خصوصاً ایسے ناظرین کے لیے جو بہت زیادہ عجیل یا دوسرے کاموں میں مشغول و منہمک نہیں ہیں ؁

لیکن اگر ڈیونی سی اس کا ادبار حیرت ناک اور غیر معمولی معلوم ہوتا ہی تو ٹی مولیون کا اقبال بھی ہمارے تعجب کا کچھ کم باعث نہ ہوگا، جس نے صقلیہ میں اُترنے کے پچاس دن کے اندر ہی اندر سیراکیوز کا قلعہ لے لیا اور ڈیونی سی اس کو جلاوطن کرکے پلاپونی کو بھیج دیا۔ قسمت کی اس ابتدائی یاوری نے کورنتھیوں میں ایسی جان ڈال دی کہ انھوں نے اُسے دو ہزار پیادے اور دوسو سواروں کے مزید بھیجنے کا حکم دے دیا جو تھیوریای سے سمندر طے کرکے صقلیہ جانے والے تھے مگر تمام سمندر کو قرطاجنی جہازوں سے بھرا ہوا پاکر کہ جنھوں نے راستہ ناقابل گزر کر رکھا تھا، وہ وہیں پر اٹک رہنے اور موقع تاکنے پر مجبور ہوے۔ لیکن یہ وقت ایک عمدہ کام میں صرف ہوا۔ یعنی تھیوریای کے باشندے اپنے بروتی دشمنوں سے جنگ کرنے چلے گئے اور اپنے شہر کو ان کورنتھی اجنبیوں کی سپردگی میں دے گئے۔

جنھوں نے اس کی مدافعت اسی طرح کی گویا کہ وہ اُن کا شہر ہے اور پھر ایمان داری سے واپس اُن کے حوالے بھی کر دیا۔

ہائی سے ٹیبز نے اس وقفے میں قلعۂ سیرا کیوز کے محاصرے کو جاری رکھا اور ہر قسم کے سامانِ رسد کی جو سمندر کے راستے سے محصُور کو دِ تیھبوں کے لیے آتا تھا، ناکہ بندی کی اور یہ بھی تدبیر کی کہ دو اجنبیوں کو ٹی مولیون کے قتل کی غرض سے اینڈرے نم کو بھیجا اس لیے کہ ٹی مولیون اپنی ذاتی حفاظت کے لیے کوئی پہرہ چوکی نہیں رکھتا تھا۔ اور اس وقت تو بغیر کسی اندیشے کے مطمئن ہو کر اس مقام کے شہریوں میں جن کے ہاں اُن دنوں دیوتاؤں کا تہوار منایا جا رہا تھا، بے تکلف آتا جاتا تھا۔ جو آدمی قتل کو آئے تھے انہیں کسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ عنقریب قربانی دینے والا ہے لہٰذا اپنے لبادوں کے نیچے خنجر چھپائے ہوئے سیدھا مندر کا رُخ کیا اور مجمع میں گھُستے ہوئے رفتہ رفتہ قربان گاہ کے بالکل قریب پہنچ گئے مگر عین اس وقت کہ وہ اپنا وار کرنے کے لیے باہمی اشاروں کے منتظر تھے، ایک تیسرے شخص نے ان دونوں میں سے ایک کے سر پر تلوار ماری۔ جس کے گرتے ہی نہ تو ضرب لگانے والا اور نہ ضرب کھانے والے کا ساتھی کوئی بھی اپنی جگہ نہ ٹھیرا۔ بلکہ پہلے نے تو اپنی خون آلود تلوار لے کر اس وقت تک فرار ترک نہیں کیا، جب تک کہ وہ ایک بلند ٹیلے کی چوٹی پر پہنچ نہ لیا۔ اور دوسرے نے قربان گاہ کو پکڑ کر ٹی مولیون سے عرض کی کہ: "اگر جان کی امان پاؤں تو کل سازش آپ پہ افشا کر دوں۔" امان دیے جانے پر اس نے اقرار کیا کہ میں اور میرا ساتھی، دونوں

مقاصد کو ناکام پاکر نیز یہ دیکھ کر کہ بہت سے لوگ ٹی مولیون کی طرف چلے گئے ہیں، اپنی احمقانہ خجالت کو یہ کہہ کر مٹانے لگا کہ" اگرچہ قرطاجنیوں کا ایک لشکرِ عظیم میرے زیرِ حکم تھا تاہم اب تک میں نے کبھی کبھی اور کم تعداد میں کام لیا اور ان کی کمک کو پوشیدہ اور بے قاعدہ منگاتا رہا، جس کی وجہ سے اب تک فجر کامیابی نہ ہوئی" چناں چہ اب اُس نے اپنی سابقہ شرم و لحاظ الگ کرکے قرطاجنی امیرالبحر مے گو کو معہ اس کے کل بیڑے کے اندر بُلا لیا۔ جس نے فوراً ایک سو پچاس جہازوں کے زبردست بیڑے کے ساتھ بندرگاہ سیراکیوز پر قبضہ کرکے اپنی ساٹھ ہزار پیدل سپاہ خشکی پر اُتار دی، جہاں ان سب نے اندرونِ شہر قیام کیا جس سے لوگوں کے وہ اندیشے کہ ایک وقت صقلیہ غیر یونانی اجانب کے ماتحت ہوجائے گا، اب مہلک طور پر پورے ہوتے معلوم ہوے۔ اس لیے کہ قرطاجنی اپنی تمام سابقہ جنگوں اور بہ کثرت جاں ستاں محاربوں میں جو صقلیہ سے لڑے، کبھی اس قابل نہ ہوئے کہ سیراکیوز پر قبضہ کرلیں حالاں کہ اب جب کہ ہائی سے ٹیز نے ان کو خود بلاکر سب کچھ اُن کے ہاتھ میں دے دیا تو تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اب وہ وحشیوں کا ایک پڑاؤ ہوکر رہ گیا تھا۔ اُدھر کورنتھیوں نے جن کے ہاتھ میں قلعہ تھا اپنے کو بہت خطرے اور مصیبت میں گھرا ہوا پایا کیوں کہ علاوہ اس کے کہ بندرگاہوں کے پوری طرح رُک جانے کی وجہ سے اُن کا سامانِ رسد نُھڑ چلا تھا اور اُن کو محتاجی ہونے لگی تھی، دشمن اُن کی فصیلوں پر بھی حملے اور تاختیں کیا کرتا اور یہ بے چارے نہ صرف ہر وقت مسلح رہنے پر مجبور تھے بلکہ اپنے کو

آپ کے قتل کی نیت سے یہاں بھیجے گئے تھے"۔ جب یہ بات افشا ہوئی تو وہ شخص بھی جس نے دوسرے سازشی کو مار ڈالا تھا، اپنے پہاڑی ملجا سے نیچے اتارا گیا وہ آتے وقت بآوازِ بلند دعوے کرتا تھا کہ اس کام میں مَیں نے کوئی زیادتی نہیں کی، بلکہ صرف اپنے باپ کا جس کو مقتول نے پیشتر شہر لیان ٹینی میں مار ڈالا تھا، بجا طور پر انتقام لیا ہو۔ حاضرین میں سے اکثر نے اس امر کی صداقت پر شہادت دی۔ لوگوں کو بے اختیار کرشمۂ اقبال کی اس عجیب و غریب چابک دستی پر تعجب ہوا کہ کس سہولت سے وہ ایک واقعے کو دوسرے بالکل جداگانہ واقعے کے لیے حرکت و وسیلہ قرار دیتا ہو اور کیوں کر منتشر حادثات، غیر مربوط جزئیات اور غیر متعلق امور کو باہم مجتمع کر کے اپنا عمل انجام دینے کے لیے آپس میں جوڑ دیتا ہو۔ کورنتھیوں نے اس برمحل فعل کی بے گناہی سے مطمئن ہوکر اس کے فاعل کا اعزاز کیا اور اپنے روپے میں سے دس پونڈ بطور انعام پیش کیے کیوں کہ اس شخص کی عدالت نے بظاہر ٹی مولیون کی محافظ اور نگراں قوت کا ہاتھ بٹایا تھا اور اپنے قدیم جذبۂ انتقام کو بجائے اس کے کہ قبل از وقت صرف کرتا، قسمت کی رہنمائی سے گویا ٹی مولیون کو بچانے ہی کے لیے اب تک محفوظ و ملتوی رکھا تھا۔

البتہ اس تقدیری رہائی کے نتائج و اثرات دور دور پہنچے کیوں کہ اس نے ٹی مولیون کی امیدوں اور مستقبل کی توقعات کو تقویت پہنچائی اور لوگوں نے اس کی عزت و محافظت بطور ایک ایسے شخص کے جو من جانب اللہ صقلیہ کی مدافعت و اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہو، کرنی شروع کی۔ ہای سے ٹیز اس کارروائی میں اپنے

ہر قسم کے ہتوں اور مقابلوں کے لیے تیار اور منقسم رکھنا پڑتا تھا تاکہ محاصر فوج جو طرح طرح کے وسائل چڑھائی کرنے کے لیے عمل میں لاتی ہو، ان کو رد کر سکیں۔

ٹی مولیون نے ان کو ان شدائد سے نجات دینے کا انتظام کیا اور قطانہ سے چھوٹی چھوٹی کشتیوں اور ڈونگیوں میں غلہ بھیجنا شروع کیا جو طوفانی وقتوں میں عموماً قرطاجنی جہازوں کے درمیان سے اپنا راستہ نکال لیتی تھیں اور جس وقت موسم کی سختی کی وجہ سے بندش کرنے والے جہاز الگ الگ ہو کر منتشر ہو جاتے تھے تو چھپ کر نکل جاتی تھیں۔ مے گو اور ہائی سے ٹیز نے یہ ملاحظہ کر کے قطانہ پر جہاں سے یہ سامان محصورین کو مہیا کیا جاتا تھا، حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنے پورے لشکر سے چیدہ سپاہیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ نیان نے جو قلعہ گیر کورنتھی فوج کا سردار تھا، جب یہ معلوم کیا کہ پشت والا غنیم اپنی نگرانی میں بالکل بے پروا اور غافل ہے تو جس وقت وہ ادھر ادھر متفرق تھے ان پر ایک ناگہانی حملہ کیا اور چند کے قتل اور چند کے فرار کے بعد اس قطعے پر قبضہ کر لیا جو آکرے ڈینا کہلاتا اور خاص شہر کا سب سے زیادہ مضبوط اور ناقابلِ تسخیر حصہ سمجھا جاتا تھا کیوں کہ سیراکیوز ایسا شہر تھا جو چھوٹے چھوٹے قصبوں کو گویا مجتمع کر کے بنایا گیا تھا۔

غلہ اور زرِ نقد اس طرح بہم پہنچا لینے کے بعد اس نے اس مقام کو ترک نہیں کیا اور نہ قلعے میں واپس گیا بلکہ حوالی آکرے ڈینا کو مستحکم کر کے قلعے تک مورچے بنائے اور دونوں کی مدافعت کا انتظام کیا۔

اس وقت مے گو اور ہای سے ٹیز قطانہ کے قریب پہنچ گئے تھے کہ ایک سوار نے جو سیراکیوز سے آرہا تھا، اُن کو آرکے ڈبینا کی تسخیر کی خبر دی جس کو سُن کر وہ بہ عجلت تمام ایسی پریشانی اور ابتری کے عالم میں واپس ہوئے کہ نہ تو اس شہر کو جس کے خلاف روانہ ہوئے تھے، لے سکے اور نہ اپنے مقبوضہ مقامات پر قبضہ رکھنے کا انتظام کر سکے +

درحقیقت یہ کامیابیاں ایسی تھیں کہ اُنھوں نے پیش بینی اور دلیری کے اعتبار سے قسمت آزمائی کرنے کے لیے ہنوز بہت گنجایش رکھی تھی اور اُن کا بہت کچھ اثر نتیجے پر پڑا مگر دوسرا جو واقعہ ہوا، وہ بجز حسن اتفاق بہ مشکل کسی دوسرے امر کی جانب منسوب کیا جا سکتا ہے۔ کورنتھی سپاہیوں نے جو تھیوریای میں ٹھیرے ہوئے تھے، کچھ تو قرطاجنی کشتیوں کے خوف سے جو ہنّو کے زیر کمان اُن کے انتظار میں تھیں اور کچھ اس وجہ سے کہ موسم بہت دنوں سے طوفانی اور سمندر خطرناک ہو رہا تھا، یہ تجویز کیا کہ خشکی خشکی براٹیانی مملکت میں کوچ کر جائیں اور اُن کے درمیان سے ترغیب اور جبر کے ذریعے راستہ نکال کر شہر رھی جی ام میں پہنچ جائیں اس لیے کہ سمندر ہنوز حسب سابق زور شور پر اور غیر موزوں تھا مگر ہنّو نے یہ امید کرکے کہ کورنتھی باہر نکلنے کی جرأت نہیں کریں گے اور یہ فرض کرکے کہ وہاں زیادہ انتظار کرنا بے سود ہوگا، خود بخود اپنے خیال میں غنیم کو دھوکا دینے اور پھانسنے کے لیے ایک نہایت ہی بانکی اور کارآمد چال سوچی جس کی تعمیل کے لیے اس نے ملاحوں کو حکم دیا کہ اپنے کو مالاؤں سے مزیّن کریں اور اپنی کشتیوں کو یونانی اور کورنتھی دونوں قسم کی ساخت کی ڈھالوں سے آراستہ کریں۔ اس پُر حشم ساز و سامان

کے ساتھ اُس نے سیراکیوز کی طرف لنگر اٹھا دیا اور قلعے کے پاس سے گزرتے وقت اپنی تمام پتواریں کام میں لاکر قہقہوں اور نعروں کے ساتھ محصورین کو بد دل کرنے کی غرض سے چلّا اُٹھا کہ "میں نے کو دِنتھی فوج پر جس وقت وہ صقلیہ میں اُترنے کے لیے آ رہی تھی، حملہ کیا اور ان کو مغلوب و مفتوح کر کے واپس آ رہا ہوں"۔ جس وقت وہ اس طرح سے جھوٹی شیخی بگھار رہا تھا، اُسی وقت کو دِنتھی، دیاجی ام تک پہنچ گئے تھے۔ ساحل کو ہموار اور ہوا کو تھما ہوا پاکر بہ اسبابِ ظاہر یہ ان کے اور بہ سہولت گزر جانے کے لیے اعجاز سے کم سے نہ تھا، فوراً چھوٹے چھوٹے بجروں اور مچھیری کشتیوں پر جو وہاں ہاتھ آ سکتی تھیں، سوار ہوئے اور ایسی کامل حفاظت اور غیر معمولی خاموشی سے صقلیہ میں پہنچ گئے کہ اپنے گھوڑوں کی لگامیں پکڑے ہوئے جہازوں کے ساتھ ساتھ تیرتے ہوئے چلے جاتے تھے ؛

جب وہ سب کے سب خشکی پر اُتر چکے تو ٹی مولیون اُن کے استقبال کے لیے آیا اور ان کی وساطت سے فوراً مے سی نا پر قبضہ کرلیا جہاں سے اس نے حسنِ ترتیب کے ساتھ سیراکیوز کی طرف کوچ کیا۔ اس کو اپنی قوت کی نسبت اپنے گزشتہ درخشاں کارناموں پر زیادہ بھروسا تھا، اس لیے کہ اس وقت اس کا لشکر چار ہزار سے زیادہ نہ تھا۔ بہر صورت مے گو اوّل تو اس کی آمد کی خبر پاکر بہت خوف زدہ اور متاذی ہوا، لیکن پھر آئندہ واقعے نے اسے اور بھی جھلایا اور مشوش کر دیا۔ سیراکیوزا کے قریب جوہڑوں میں بام مچھلی کی کثرت تھی اور آسانی سے شکار ہو جاتی تھی۔ چناں چہ اُن اجیر

سپاہیوں نے جو دونوں طرف ملازم تھے، اپنے فرصت کے گھنٹوں میں باہم اس شکار کا مشغلہ نکالا تھا۔ اور کسی قسم کا ہتیار اپنے ہمراہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے کہ یہ لوگ سب یونانی تھے اور باہم شخصی عداوت نہیں رکھتے تھے بلکہ جس طرح جنگ میں نہایت بہادری سے لڑتے تھے، اُسی طرح بحالتِ صلح آپس میں مل جُل کر بات چیت کرتے تھے۔ اسی طرح اب بھی کہ شکار کے مشترک کام میں مشغول تھے۔ اُنھوں نے باہم گفتگو شروع کی۔ بعضوں نے اپنے قریب کے سمندر کی تعریف کی اور بعضوں نے شہر کے آرام دہ سرکاری مکانات کی تعریف کی۔ اسی اثنا میں کودِ نتھی فریق کے ایک اجیر نے موقعہ پاکر دوسروں سے سوال کیا کہ کیا یہ ممکن ہو کہ تم لوگ جو نسلاً یونانی ہو، ایسی زیادتی کرو کہ اتنے بڑے شہر کو مفتوح کرنے آئے ہو اور اس کے آرام و فوائد سے خود بہرہ مند ہوکر بھی چاہتے ہو کہ وہ نامہذب اجانب کے ہاتھ میں چلا جائے اور قرطاجنیوں کو جو بدترین اور خوں خوار ترین انسان ہیں، مدد دے رہے ہو کہ وہ ہمارے نزدیک قدم جمالیں؟ حالاں کہ تمھاری خواہش تو یہ ہونی چاہیے کہ ان لوگوں اور یونان کے مابین اس طرح کہ جتنے بھی زیادہ صقلیئے فارق و فاصل ہوں، اُتنا ہی اچھا ہو۔ کیا تمھیں اتنا باور کرنے کی بھی سمجھ نہیں ہو کہ یہ لوگ بحرِ اطلانتک تک سے جو فوجیں لے کر یہاں آئے ہیں تو کیا صرف ہای سے ٹیز کو تخت نشین کرانے کے لیے یہ مصائب اٹھائے ہیں جس میں اگر ایک حاکم کی سی سمجھ ہوتی تو کبھی اپنے اجداد اور بانیوں کو ملک بدر کرکے اُن کے بجائے اپنے دشمنوں کو نہ لے

آ تا دراں حالے کہ وہ اہلِ کورِنتھ کی رضامندی حاصل کر کے ہر قسم کے موزوں اعزاز و اقتدار سے بہرہ اندوز ہو سکتا تھا۔"

ہای سے ٹیز کے اجیر یونانیوں نے ان باتوں کا اپنے لشکر میں ایسا چرچا کیا کہ مے گو جو فی الحقیقت چل دینے کے لیے کسی ایسے حیلے کی عرصے سے تلاش میں تھا، جس سے اس کے خلاف دغابازی کا پتا لگا ہوا اُسے اشتباہ کا موقع مل گیا۔ چناں چہ ہای سے ٹیز نے ہر چند ٹھیرے رہنے کے لیے منّت کی اور یہ بھی صراحت کی کہ ہم غنیم سے کہیں زیادہ قوی ہیں لیکن اس شخص نے یہ خیال باندھ لیا کہ جتنے ہم تعداد میں زیادہ ہیں، اُتنے ہی بہ لحاظ تدبیر و ہمت ٹی مولیون سے کم ہیں اور فوراً جہاز پر سوار ہو کر افریقہ روانہ ہو گیا اور صقلیہ کو ایسے ظنی اسباب کی بنا پر جن سے کوئی عقلی دلیل اُس کے چل دینے کی نہیں ملتی، ہاتھ سے نکل جانے دیا اور خود بدنامی اٹھائی۔

ٹی مولیون نے اُس کے جانے کے ایک دن بعد شہر کے سامنے صف آرائی کی مگر جب وہ اور اس کی جماعت نے اس ناگہانی فرار کا حال سُنا اور بندرگاہ کو بالکل خالی دیکھا تو وہ مے گو کی بزدلی پر اپنی ہنسی کو ضبط نہ کر سکے اور مزاحاً شہر میں اعلان کر دیا کہ جو کوئی قرطاجنی بیڑے کے خود بخود چلے جانے کی خبریں لائے گا، اُسے انعام دیا جائے گا۔ بریں ہم ہای سے ٹیز نے تنہا لڑنے کا قصد کر کے شہر کے قبضے کو نہ چھوڑا بلکہ اپنے مملوکہ مقامات کی جو بہت مستحکم اور آسانی سے حملہ کیے جانے کے قابل نہ تھے، خوب مضبوطی کر لی۔ تب ٹی مولیون نے اپنی فوج کے تین حصے کر دیے۔ خود تو اس جانب حملہ آور ہوا جہاں دریا سے

آناپس رواں تھا اور جو نہایت مستحکم اور نہایت دشوار گزار تھی اور اس حصے کو جو کوذنتھی سردار ای سی اس کے تحت میں تھا، حکم دیا کہ اکرادینا سے حملہ کرے اور ڈی نارکس و ڈی ماری ٹس جو اس کے لیے کوذنتھہ سے آخری کمک لائے تھے۔ تیسرے حصے کو لے کر قلعہ موسوم بہ اپی پولی پر ہمت آزمائی کریں۔ جب ہر طرف سے ایک زبردست دباؤ ایک ہی مرتبہ پڑا تو ہاں سے ٹینز کے سپاہی ہٹ گئے اور شکست کھائی۔ یہ امر کہ شہر ہلہ کر کے لے لیا گیا اور غنیم کی شکست و گریز پر ناگہاں اُن کے قبضے میں چلا گیا، اگر انصاف سے دیکھیے تو ہر طرح سے حملہ آوروں کی شجاعت اور اُن کے قائد کی فرزانگی کی جانب منسوب کرنا چاہیے مگر اس بات سے کہ ایک کوذنتھی بھی اس کارزار میں نہ تو قتل ہوا اور نہ زخمی، ٹی مولیون کی خوش نصیبی کا کارنامہ ہی جو گویا اس بات کی مدعی ہوگئی تھی کہ اپنے وفور عنایات سے ٹی مولیون کی کارگزاریوں کو ماند کر دے اور اُس کی ذاتی جدوجہد کی اس حیثیت سے ایک رقیب بن جائے کہ جو لوگ اس کے قابلِ عزت کارناموں کی تعریف سُنیں وہ بہ نسبت اس کے ذاتی اوصاف کے، اس کی تقدیر کی زیادہ توصیف کریں۔ اس لیے کہ جو کچھ ہوا اُس کی شہرت نہ صرف صقلیہ بھر میں پھیل گئی، اور اطالیہ کو مُبتلائے حیرت کر دیا بلکہ چند روز کے بعد خود یونان بھی اس فتح کی عظمت سے گونج اُٹھا۔ حتّٰی کہ کوذنتھہ کے وہ لوگ جن کو اب تک اپنے لشکروں کے جزیرے پر اُترنے تک کا یقین نہ تھا، اب یہ خبریں سُننے لگے کہ لشکر کوذنتھہ صحیح سلامت اور فتح سے بہرہ مند ہے۔ واقعات نے ایسی حسبِ مُراد صورت اختیار کی اور تقدیر نے اُن کی

رفتار میں اس طرح تیزی پیدا کی کہ اصلی کارناموں کے زیور میں ایک تازہ آب تاب آگئی +

ٹی مولیون نے قلعے پر قبضہ ہونے کے بعد اُس غلطی کا ارتکاب نہ کیا جس کا ڈیون نے کیا تھا۔ اُس نے اس مقام کو محض اُس کی خوبصورتی اور عالی شان عمارت کی وجہ سے چھوڑ نہ دیا بلکہ اُن شبہات سے دامن بچایا جو ڈیون کی غیر ہر دل عزیزی اور پھر زوال کا باعث ہُوے۔ اور عام منادی کرادی کہ تمام شہری جو اس کام میں حصّہ لینا چاہتے ہوں اپنے کدال پھاوڑے اور اسی طرح دوسرے اوزاروں کو لیتے آئیں اور سابقہ جابروں کے قلعے کو ڈھانے میں مدد دیں۔ اور جب وہ سب متفقہ طور سے وہاں آپہنچے تو اس حکم اور اس دن کو اپنی آزادی کی بنیاد یقین کر کے نہ صرف انھوں نے قلعے کو ڈھا دیا بلکہ ان کے متصل یادگاروں اور محلات اور اس کے علاوہ اور جو کچھ بھی سابقہ جابرین کی یاد کو قائم رکھ سکتا تھا، سب کو تہ و بالا کر دیا۔ غرض کہ اس مقام کو بہت جلد زمین کے برابر کر دیا اور وہیں پر اجرائے عدل کی غرض سے کچہریاں قائم کر کے اور استبداد کے انہدام اور کھنڈروں پر جمہوری حکومت کی عمارت تعمیر کر کے اُس نے شہریوں کو ہر طرح کا اطمینان دلا دیا۔ مگر اس نے ایک ایسے شہر پر قبضہ کیا تھا جو باشندوں سے معرا تھا، جن میں سے بعض خانگی لڑائیوں اور بلووں میں کام آئے تھے اور بعض جابروں سے جان بچا کر بھاگ گئے تھے۔ یہاں تک کہ ویران ہونے کی وجہ سے سیراکیوز کی بڑی منڈی میں گھانس اس کثرت سے اُگ آئی تھی کہ وہ گھوڑوں کی ایک بڑی

چراگاہ بن کر رہ گئی تھی، جو وہاں چرتے تھے اور سائیس اُن کے قریب بیٹھے رہتے تھے۔ رہ گئے دوسرے قصبے تو وو ایک کو مستثنیٰ کرکے وہ سب ہرنوں اور جنگلی سوروں سے پُر تھے۔ چناں چہ جو لوگ بیکار رہتے وہ اکثر شکار کو جاتے اور اس نواح میں شہر پناہ کے قریب ہی شکار پاتے تھے۔ جو لوگ دوسرے قلعوں میں رہتے یا اپنے قلعہ گیر دستے رکھتے تھے، ان میں سے کوئی بھی موجودہ مسکن کے چھوڑنے پر آمادہ نہ کیا جاسکا نہ کسی نے شہر میں واپس آجانے کی دعوت قبول کی، جس کا باعث وہ شدید خوف و تنفر تھا جو ان کو صرف مجلسوں کا نام اور حکومت اور عام تقریر بازی سے ہوگیا تھا کیوں کہ انھی چیزوں نے اکثر غاصبوں کو تیار کیا، جنھوں نے رفتہ رفتہ اُن پر حکومت قائم کرلی۔ پس ٹی مولیون اور باقی ماندہ شہریوں نے اس عام ویرانی کے خیال سے اور اُسے کسی دوسرے ذریعے سے آباد کرنے کی امید نہ پاکر یہی بہتر خیال کیا کہ کورنتھیوں سے تحریری درخواست کی جائے کہ وہ یونانیوں کی ایک آبادی سیراکیوز کو دوبارہ آباد کرنے کے لیے بھیجیں ورنہ اس کے گرد کی زمین یوں ہی پڑی رہ جائے گی۔ اس کے علاوہ ان کو افریقہ کے ساتھ ایک عظیم تر جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ تھا، کیوں کہ انھیں خبریں پہنچی تھیں کہ مے گو خودکشی کرکے مرگیا اور قرطاجنیوں نے گزشتہ مہم میں اُس کی غلط روی پر برہم ہوکر اُس کے جسم کو ایک صلیب پر کیلوں سے جڑوا دیا ہے۔ نیز یہ کہ وہ ایک لشکرِ عظیم اس غرض سے مجتمع کر رہے ہیں کہ آیندہ موسم بہار میں صقلیہ پر حملہ کریں۔

جب یہ خطوط من جانب ٹی مولیون کورنتھ پہنچے نیز سیراکیوز کے ایلچیوں نے اُن سے التجا کی کہ ذرا دل لگا کر ہمارے غریب شہر کی خبر لو اور ایک مرتبہ اور اس کے بانی بنو تو اہلِ کورنتھ کو کسی قسم کی طمع کے خیال نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے پر آمادہ نہیں کیا۔ اور اُنھوں نے محض اپنے فائدے کی خاطر شہر پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ یہ کیا کہ اوّل تو مذہبی تہواروں اور ان مذہبی میلوں کے بے اندازہ و کثیر مجمعوں کے درمیان نقیبوں کے ذریعے سے اعلان کرایا کہ کورنتھیوں نے سیراکیوز کے استبداد کا خاتمہ کر دیا اور وہاں کے جابر کو نکال کر جلاوطنانِ شہر نیز تمام صقلیہ والوں کو دعوت دیتے ہیں کہ واپس ہوں اور شہر کو آباد کریں۔ یہ خود اپنے قوانین کے تحت میں اپنی آزادی کا لطف اٹھائیں گے اور ان میں اراضی صحیح اور مساویانہ حصوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ اس اعلان کے بعد انھوں نے ایشیا اور کئی جزیروں میں جہاں اُن کا خیال تھا کہ صقلیہ کے پناہ گزیں جا بسے ہیں، قاصد بھیجے کہ اب کورنتھ واپس آؤ اور اقرار کیا کہ کورنتھی تمھارے لیے جہاز اور ناخدا مہیا کر کے اپنے مصارف سے بحفاظت سیراکیوز تک پہنچا دیں گے۔ اس قسم کی فیاضانہ تجاویز نے شہر ہو کر اُن کے لیے عام تحسین و تبریک کا جائز صلہ حاصل کیا کیوں کہ اُنھوں نے ظالموں سے مُلک کو نجات دی۔ اُس کو دشمنوں سے بچایا اور آخر کار اُس کے حقیقی مالکوں کو واگزاشت کر دیا۔ لیکن یہ پناہ گزیں جب کورنتھ میں مجتمع ہوئے تو یہ دیکھ کر کہ ان کی جماعت بہت کم ہے، اُنھوں نے کورنتھیوں سے التجا کی کہ وہ اپنے شہر نیز بقیہ یونان سے کچھ ایسے

اشخاص مہیا کریں جو اُن کے ہمراہ بطور زائد آباد کاروں کے شریک ہو سکیں ۔ یوں انھوں نے اپنی جماعت دس ہزار تک بڑھا کر سیرا کیوز کی طرف لنگر اٹھایا۔ ادھر ڈی مولیون کے پاس اس وقت تک اطالیہ اور صقلیہ سے کثیر جماعتیں اکٹھی ہو گئی تھیں۔ جن کی کل تعداد اتھانیس کی روایت کے مطابق ساٹھ ہزار آدمی تھی۔ ان میں اس نے کل مملکت کو تقسیم کیا اور مکانات کو ایک ہزار ٹیلینٹ میں فروخت کر دیا۔ اس تدبیر سے اس نے ایک طرف تو قدیم شہریوں کو اپنی حالت سدھارنے کا موقع دیا۔ اور دوسری طرف شہر کے لیے راس المال بہم پہنچایا۔ ورنہ وہاں کے لوگ حالیہ جنگ میں ایسے قلاش ہو گئے تھے کہ اپنے دیگر اخراجات خاص کر مصارفِ جنگ کی ادائگی کے قطعاً ناقابل تھے، حتیٰ کہ انھوں نے اپنے شہر کے مجسموں اور بتوں کو بھی فروخت کرنا شروع کر دیا تھا اور اس کا ایک باقاعدہ نظام بن گیا تھا کہ باری باری ایک مجسمہ کثرت رائے سے نیلام کیا جاتا تھا گویا کہ وہ بت مجرمین زیرِ تفتیش تھے اور اُن کو نیلام کی سزا دی جاتی تھی ۔ اسی سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ دوسرے تمام مجسموں پر اسی قسم کی سزا کا اعلان کیا گیا۔ لیکن قدیم غاصب جلو کا بت مستثنےٰ کر دیا گیا۔ اور اس نے جو فتح قرطاجنیوں پر ھی مِرا ندی پر حاصل کی تھی ، اس کی یادگار میں ستائش و اعزاز کا سزاوار مانا گیا۔

جب سیرا کیوز پھر آباد ہو گیا اور تمام مقامات کے باشندوں نے مل کر اس کو بارونق بنا دیا تو ڈی مولیون کو اس کی خواہش ہوئی

کہ دوسرے شہروں کو بھی اسی طرح کی غلامی کی نجات دلائے۔ اور صقلیہ سے شخصی حکومت کو بالکلیہ اور ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کردے۔ اس غرض سے اُس نے ایسی ریاستوں پر لشکر کشی کی اور ہِکے ٹاس کو مجبور کیا کہ قرطاجنی مفاد سے دست کشی کرے اور اُن قلعوں کو جو اُس کے تحت میں تھے، منہدم کرکے آئندہ بطور ایک معمولی شخص کے اپنے وطن لیون ٹی نیم میں زندگی بسر کرے۔ لیپ ٹائی نس نے بھی جو اپالونیا اور دوسرے بہت سے چھوٹے چھوٹے قصبوں کا حاکم تھا، تھوڑی سی مزاحمت کے بعد یہ دیکھ کر کہ اب بزور مجبور کردیا جائے گا، اپنے کو حوالے کردیا۔ اس پر ٹی مولیون نے اس کی جاں بخشی کرکے اسے کورنتھ کو بھیج دیا اور اس امر کو قابل فخر شمار کیا کہ مادری شہر نے دوسرے یونانیوں کے روبرو صقلیہ کے جابروں کی یہ مثال پیش کی کہ اب وہ جلاوطن ہوکر ادنیٰ حالت میں زندگی بسر کررہے ہیں۔ بعدازیں وہ سیراکیوز واپس ہوا تاکہ دستورِ جدید کے قائم کرنے میں اطمینان سے شریک ہوسکے۔ اور سی فے لس و ڈیونی سی اس کو جو کورنتھ سے وضع قوانین کے لیے بھیجے گئے تھے، اہم قانونی مسائل کے طے کرنے میں مدد دے۔ ساتھ ہی اس نظر سے کہ اجیر سپاہی بیکار نہ رہیں بلکہ دشمنوں کی لوٹ سے اپنے کو مال دار کرسکیں اُس نے ڈی نارکس اور ڈی مارے ٹس کو ایک حصّہ فوج دے کر جزیرہ کے اُس علاقے کی طرف روانہ کیا جو قرطاجنیوں کے ماتحت تھا۔ جہاں اُنھوں نے بہت سے شہروں کو ان اجانب کے برخلاف بغاوت پر مجبور کیا اور نہ صرف خود ہی بڑے مزے میں رہے بلکہ مالِ غنیمت

سے اتنا روپیہ جمع کرلیا کہ جنگ کو جاری رکھ سکیں ؛

اس اثنا میں قرطاجنیوں نے راس لی لی بی ام پر لنگر ڈالا اور اپنے ہمراہ دو سو کشتیوں میں ستر ہزار فوج لائے۔ اس کے علاوہ دو ہزار جہاز اور بھی تھے جو قلعہ شکنی کے انجنوں، گاڑیوں، غلے اور دوسرے فوجی ذخائر سے لدے ہوئے تھے۔ گویا اُن کا ارادہ یہ نہ تھا کہ جنگ کو متفرق طور پر ادھر اُدھر جاری رکھیں، جیسا کہ اب تک اُنھوں نے کیا تھا بلکہ یہ کہ یونانیوں کو ایک ہی مرتبہ تمام صقلیہ سے خارج کردیں اور بے شک اتنی بڑی فوج صقلی یونانیوں کے مغلوب کرنے کو، اگر وہ سب مل جائیں اور خانہ جنگی سے کمزور نہ ہوگئے ہوں، تو بھی کافی ہوتی۔ پھر یہ سن کر کہ ان کی ماتحت مملکت کا ایک حصہ ویران کیا جا رہا ہے، وہ نہایت جوش کے ساتھ کودنتھیوں کی جانب بڑھے اور ہسڈروبال وہی مل کر کو اپنا سردار مقرر کیا۔ ان کی تعداد و قوت کی خبر ایکا ایکی سیراکیوز میں پہنچی تو شہری اس قدر دہشت زدہ ہوے کہ اتنی بڑی آبادی سے بمشکل تین ہزار کو یہ جرأت ہوی کہ ہتھیار سنبھال کر ڈی مولیون کے شریک ہوجاویں۔ غیر ملکی سپاہی جو اجیر تھے، چار ہزار سے زائد نہ تھے اور ان میں سے ایک ہزار نے راستے ہی میں ہمت ہار دی اور ڈی مولیون کو غنیم کی طرف کوچ کرتے وقت چھوڑ دیا۔ جس کو انھوں نے آشفتہ سر اور مخبوط خیال کیا کہ اسے اتنی بھی سمجھ نہیں رہی جو اس کے سن و سال کے آدمی میں ہوا کرتی ہے اور ستر ہزار فوج کے خلاف پانچ ہزار پیدل اور ایک ہزار سپاہ کو لے کر

حملہ کرنے کی جرأت کرتا ہی۔ اور آٹھ منزل آگے بڑھ کر لڑنا چاہتا ہی کہ اگر اُسے شکست ہو تو ہٹ کر پناہ لینے کی بھی گنجایش نہ ملے، نہ میدان میں مقتولوں کا کفن دفن ہو سکے، بجائے کہ اسے یہ فوج شہر کی مدافعت کے واسطے رکھنی چاہیے تھی۔

ٹی مولیون نے ان کی ترکِ رفاقت کو بھی مفید مطلب سمجھا کہ اچھا ہوا کہ ان کی قلعی جنگ سے پہلے ہی کھُل گئی۔ بقیۃ السیف کو اُس نے جرارت دلائی اور پوری رفتار کے ساتھ کری می سس ندی کی طرف لے چلا، جہاں اُسے خبر ملی تھی کہ قرطاجنی مجتمع ہوئے ہیں۔

جس وہ ایک چڑھائی پر جا رہا تھا، جس کی چوٹی پر سے اُسے غنیم کی فوجوں کا معائنہ کرنے کی امید تھی تو اتفاقاً ان لوگوں کو خچروں کی ایک قطار ملی، ان پر ایک خاص قسم کی گھانس لدی ہوئی تھی جس سے جنازے آراستہ کیے جاتے تھے۔ سپاہ نے اس کو نہایت منحوس واقعہ اور فالِ بد خیال کیا۔ ایک ضرب المثل بھی اس گیاہِ جنازہ پوش سے ماخوذ تھی، یعنی جو شخص قریب بہ مرگ ہوتا، اس کی نسبت کہتے تھے کہ بس اب اس کو گیاہِ جنازہ کی حاجت ہی۔ پس سپاہ کے قلوب کو تسکین دینے اور بدفالی کے وہم سے بچانے کے لیے ٹی مولیون وہیں رُک گیا اور موقع کے مناسب ایک تقریر کی جس میں کہا کہ:

"بھائیو! قسمت سے مالائے فتح و کامرانی خود بخود تمھارے پاس آگیا جو گویا نصرت کا پیش خیمہ ہی۔ یہی وہ چیز ہی جس سے کورِنتھی خاکنائے کے کھیلوں کے فاتح کو تاج پہناتے ہیں اور اس گیاہ کے

گھُوں کو اپنے وطن کے لیے مخصوص طور پہ مقدس شمار کرتے ہیں، اور یہ واقعہ تھا کہ اُس زمانے میں خاکنائی میلوں میں یہ گیاہ علامت فتح سمجھی جاتی تھی جیسا کہ اب نیمیہ کے کھیلوں میں سمجھی جاتی ہے اور یہ تو ابھی حال ہی کا واقعہ ہے کہ صنوبر کے پھُول اس کی جگہ استعمال کیے جانے لگے ہیں۔

اپنے سپاہیوں سے اس طرح تقریر کرنے کے بعد ٹی مولیون نے اسی گھانس کا پہلے اپنے لیے ایک گلدستہ بنایا، من بعد اس کے سرداروں اور ان کے رفیقوں نے اپنے سرگروہ کا اتباع کیا۔ پھر فال گویوں نے دو عقاب اپنی طرف پرواز کرتے ہوئے دیکھے جن میں سے ایک کے پنجوں میں تو سانپ چھدا ہوا تھا اور دوسرے نے بحالت پرواز ایک بلند آواز نکالی جو عزم و ہمت کا مظہر تھا۔ اُنھوں نے فوراً سپاہیوں کو بھی دکھایا، جنھوں نے بیک زبان دیوتاؤں کی ثنا اور اُن سے امداد طلبی کی۔ یہ موسم گرما کا آغاز تھا اور ماہ تھارجی لیون قریب الختم تھا کہ دریا کی جانب سے کہر کا دَل بادل اٹھا اور متصلہ تمام میدان دھند کی وجہ سے یکایک ایسا تاریک ہوگیا کہ تھوڑے عرصے کے لیے غنیم کے پڑاؤ کی کوئی چیز انھیں نظر نہیں آتی تھی، البتہ اتنی عظیم جماعت کے بولنے کی ملی جُلی آوازیں اور مبہم سی گونج پہاڑی پر پہنچتی تھی۔ کود نتھی سوار ہو ہو کر چوٹی پر کھڑے ہوے اور اپنی ڈھالوں کو ہاتھ سے رکھ دیا تاکہ دم لے کر کچھ ستا لیں۔ اتنے میں آفتاب اونچا ہو آیا اور نیچے کے کہر کو چھانٹ دیا۔ جو ہوائے مرطوب کی شکل میں پہاڑوں پر چھاگیا اور اب چوں کہ

پیچ کے تمام مقامات صاف اور کھلے کھلے تھے اور کری می سس ندی پھر ان کے سامنے تھی تو وہ غنیم کو اُس کے اوپر سے گزرتا ہوا دیکھ رہے تھے، جس کے آگے زبردست جنگی چوکڑیاں اور پھر دس ہزار پیدل سپاہ تھی جو سفید ڈھالیں لیے ہوئے تھے۔ ان کے ہتیاروں کی چمک دمک اور کوچ کے نظم کو دیکھ کر اُنھوں نے اس کے قرطاجنی ہونے کا قیاس کیا۔ پھر اس کے بعد جب مختلف دوسری قوموں کے لشکر پیدلوں کے پیچھے سے امنڈنے اور بے ڈھنگے پن سے شور مچاتے ہوئے راستہ نکالنے کے لیے دھکا پیل کرنے لگے تو ٹی مولیون نے سمجھ لیا کہ ندی نے دشمن کی فوج کو دو حصوں میں بانٹ دیا اور اور حملہ کرنے کا یہی موقع ہے۔ پس ڈی مے ری ٹس کو حکم دیا کہ اپنے سواروں کو لے کر قرطاجنیوں پر جا پڑے اور اُن کی صفوں کو مُرتب نہ ہونے دے اور پھر خود میدان میں بڑھ کر دونو بازوؤں پر صقلیہ کے سپاہی جمائے۔ سب سے جری اجیر سپاہیوں کو اپنے ساتھ رکھا اور ڈھال ہاتھ میں لے کر فوج کو اس زور سے للکارا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا لہجہ انسانی لہجے سے بالا اور اس کی آواز معمول سے بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یا تو یہ سبب اس کا ہوگا کہ دشمنوں پر حملے کے ارادے اور دلی جوش نے اس کی آواز ایسی بلند کردی یا یہ کہ جیسا کہ بعض کا خیال تھا کوئی دیوتا یا کوئی اور اُس کے ساتھ بولا تھا۔ جب اس کے سپاہیوں نے بھی بطور صدائے بازگشت اس کا جواب دیا اور اس سے کہا کہ بغیر کسی تاخیر کے ہماری قیادت کیجیے تو اُس نے سواروں کو اشارہ کیا کہ محاذ پر سے

جہاں دُشمن کی گاڑیاں موجود تھیں ہٹ جائیں اور جانبین میں ہٹ کر غنیم کے بازوؤں پر حملہ آور ہوں۔ اور پھر اپنے ہراول کو یوں مُرتب کرکے کہ سپاہی سپاہی سے اور ڈھال ڈھال سے وصل ہوگئی، اُس نے طبل جنگ بجوایا اور قرطاجنیوں پر جھپٹ پڑا ٭

اُن لوگوں نے بھی اس حملے کا مضبوطی سے جواب دیا اور جمے رہے۔ اور چوں کہ لوہے کے چار آئینے اُن کے جسموں پر اور خود سروں پر تھے، علاوہ اس کے بھاری ڈھالیں اپنی حفاظت کے لیے رکھتے تھے، یونانی تیغوں کا حملہ بہ آسانی رُد کرسکتے تھے مگر جب نوبت دست بدست لڑائی تک پہنچ گئی کہ جہاں مہارت کا انحصار صرف ہُنر ہی پر نہیں بلکہ طاقت پر بھی ہو تو یکایک پہاڑ کی چوٹیوں پر سے رعد کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی تیز تڑپیں عیاں ہوئیں اس کے پیچھے پیچھے تاریکی تھی جو بلند زمینوں اور چوٹیوں پر منڈلاتے رہنے کے بعد میدان جنگ پر ابر و باد اور اولوں کا ایک طوفان لیے ہوئے نازل ہوئے اور یونانیوں کی پشت پر پہنچ کر اُن کے صرف عقب تک رہے مگر دشمن کے چہروں پر اس طرح چھاگئی کہ بارش کا تھپیڑا اُن پر پڑ رہا تھا اور بجلی مسلسل اُنھیں چُندھیا رہی تھی۔ یہ زحمتیں کم از کم ناتجربے کاروں کے واسطے جو ان شدائد کے عادی نہ تھے، سخت مُصیبت ناک تھیں۔ علی الخصوص بادل کی گرج اور پانی اور اولوں کے شور نے جو اُن کے ہتیاروں سے ٹکرا رہے تھے، اُنھیں اپنے سرداروں نے احکام سُننے سے باز رکھا۔ علاوہ بریں خود کیچڑ بھی قرطاجنیوں کے لیے ایک بڑی روک

تھی۔ جو ہلکے ہتیاروں سے مُسلح نہ تھے بلکہ جیسا کہ میں نے پیشتر بیان کیا ہی، بھاری سلاح سے لدے ہُوے تھے پھر اُن کے نیچے کی قمیصیں بھی بھیگ گئی اور اُن کی شکنیں پانی سے بھر گئی تھیں اور لڑتے وقت بہت تکلیف دہ اور بے قابو معلوم ہوتی تھیں۔ ان باتوں نے یونانیوں کے لیے یہ امر بہت آسان کر دیا کہ اُن کو گرا دیں اور ایک مرتبہ گرنے کے بعد اُن کے لیے وزن کی وجہ سے یہ ناممکن تھا کہ پھر اپنے آپ کو سنبھال کر کھڑے ہوں اور ہتیار ہاتھ میں لیں۔ کری مے سس ندی بھی جو کچھ تو بارش کی وجہ سے اور کچھ گزرنے والی فوجوں کی وجہ سے راستہ رُک جانے کے باعث بہت جوش و خروش سے اُمنڈ پڑی، اور اُس کے قریب کی سطح زمین پانی سے چھپ گئی اور دُشمن کے سپاہی قرطاجنی لڑکھڑا نے اور گڑھوں میں گرنے لگے، اور اُن کو سخت مصیبت کا سامنا ہُوا۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگوں پر طوفان دیر تک نازل رہا اور یونانیوں نے ان کی اگلی صفوں کے چار سو آدمی کاٹ کے پھینک دیے اور ان کی ساری فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ ان میں سے یہ تعدادِ کثیر میدان ہی میں تہ تیغ کیے گئے اور بہت سے جو ندی کے راستے واپس جا رہے تھے، اپنی بدحواسی میں اُن پر گرے جو ادھر سے ادھر آ رہے تھے۔ اور غلطاں اور پیچاں ہوکر پانی میں بہ گئے مگر ان میں کا کثیر حصّہ جو پہاڑی پر چڑھ کر فرار کی کوشش میں تھا، یونانیوں کی سُبک سلاح فوج کے راستہ روک، لینے سے تباہ ہوگیا۔ کہا جاتا ہی کہ بعد از جنگ کے دس ہزار مقتولین میں سے کم از کم تین

ہزار قرطاجنی شہری تھے جو اُن کے ہم وطنوں کے لیے ایک شدید اتلاف اور بہت بڑا غم تھا۔ کیوں کہ فوت شدہ لوگوں میں کوئی بھی باعتبار نسب و دولت و شہرت کے کسی سے گھٹ کر نہ تھا۔ نیز اُن کی روایات مُظہر ہیں کہ اس قدر کثیر قرطاجنی باشندے کسی ایک لڑائی میں کبھی نہیں مارے گئے تھے۔ اس لیے کہ وہ معمولاً افریقہ، ہسپانیہ اور نیومی ڈیا کے باشندوں کو نوکر رکھتے تھے تاکہ اگر اُن کو شکست کھانے کا اتفاق ہو تو بھی نقصان دوسری قوموں کا ہو۔

یونانیوں نے مالِ غنیمت کے بیش بہا ہونے سے فوراً یہ دریافت کرلیا کہ مقتولوں کی حالت و حیثیت کس قسم کی تھی کیوں کہ جب غنیمت جمع کی گئی تو سونا چاندی اس قدر کثیر تھا کہ تانبا اور لوہا وغیرہ تو کسی شمار ہی میں نہ آئے۔ ندی کو عبور کرکے اُنھوں نے قرطاجنیوں کے پڑاؤ اور باربرداری پر قبضہ کرلیا۔ قیدیوں کی یہ حالت تھی کہ ایک تعداد کثیر تو سپاہیوں نے چُرا کر بیچ ڈالی۔ لیکن پانچ ہزار کے قریب عام اہلِ ملک کے واسطے ہاتھ آئے۔ دو سو جنگی گاڑیاں بھی پکڑی گئیں۔ اس وقت ٹی مولیون کا خیمہ نہایت شان دار اور معظم نظارہ پیش کر رہا تھا کیوں کہ اس کے اوپر اور چاروں طرف ہر قسم کے مالِ غنیمت اور فوجی ساز و سامان کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ جس میں دس ہزار ڈھالیں اور ایک ہزار چار آئینے نہایت خوب صورت اور عُمدہ نقش و نگار کے تھے۔ چوں کہ فاتحین کی تعداد اس قدر کثیر مقتولین کو لوٹتے

کے لیے کم تھی اور وہ بھی ایسے قیمتی مال کو سمیٹنے میں مصروف تھے، لہذا جنگ کے تیسرے روز اُن کو اس کا موقع ملا کہ اپنی فتح کی یادگار باقاعدہ تعمیر کرسکیں - ٹی مولیون نے فتح کی خبریں کورنتھہ کو بھیجیں اور ساتھ ہی وہ اعلیٰ درجے کے ہتھیار بھی ثبوت کے طور پر بھیجے جو لوٹے گئے تھے۔ اس کا منشا یہ تھا کہ اپنے وطن کو یہ جتلانے کے لیے تمام دُنیا کے سامنے بطور نمونہ پیش کرے کہ تمام یونانی شہروں میں صرف اسی شہر کو لوگ دیکھیں کہ وہاں کے مندر آراستہ ضرور ہیں مگر نہ کسی یونانی غنیمت کے ذریعے سے اور نہ اپنے ہی ہم وطنوں اور عزیزوں کی خوں ریزی اور تباہی سے کہ جس سے غم و بدبختی کے آثار ٹپکتے ہوں بلکہ اس چیز سے آراستہ ہیں جو یونانیوں کے دشمنوں اور غیر ملکیوں سے چھینی گئی ہیں۔ اور اُن پر نہایت شریفانہ کتابے کندہ ہیں، جو معدلت کے ساتھ ہی ساتھ فاتحین کے ایثار کے بھی مظہر تھے۔ یعنی یہ کہ "ساکنانِ کورنتھہ اور ان کے سپہ سالار ٹی مولیون نے صقلیہ کے یونانیوں کو قرطاجنی پنجۂ غلامی سے نجات دلائی اور ان ہتھیاروں کو دیوتاؤں کے لطف و کرم کے پُر منت اعتراف میں پیش کش کیا"۔

اس کارروائی کے بعد اُس نے اپنے اجیر سپاہیوں کو غنیم کے مُلک میں چھوڑ دیا کہ قرطاجنی مملکت میں سے جو کچھ پائیں، لے کر چلتے ہوں - بعدازاں اپنی بقیہ فوج کے ساتھ سیراکیوز کی طرف کوچ کیا، جہاں اُس نے اُن ہزار اجیر سپاہیوں کے لیے فرمانِ جلاوطنی جاری کیا، جنھوں نے جنگ سے قبل اس قدر کمینگی سے

اُسے چھوڑ دیا تھا اور اُن کو مجبور کیا کہ غروب آفتاب سے قبل شہر کو چھوڑ دیں۔ یہ لوگ جب اطالیہ کو سفر کر رہے تھے تو راستے میں بُروٹانی قوم کا شکار ہوئے اور اس طرح قدرتِ الٰہی سے اپنی غداری کا اُنھیں ٹھیک انعام مل گیا۔

اِن سب باتوں کے باوجود قطانہ کا جابر مامرکوس اور ہای بے ٹیبز بھی کچھ تو ڈی مولیون کی نام وری کے حسد اور کچھ اس ڈر سے کہ وہ اس قسم کا آدمی ہے کہ جابروں سے کسی قسم کی صلح یا راضی نامہ نہ کرے گا، قرطاجنیوں کے ساتھ متحد ہو گئے اور اُن کو آمادہ کیا کہ ایک جدید فوج صقلیہ میں بھیجیں ورنہ وہ سب کچھ کھو بیٹھیں گے اور جزیرہ سے بالکلیہ خارج کر دیے جائیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گِس کو ستّر جہازوں کا بیڑا دے کر بھیجا گیا۔ اُس نے بے شمار یونانی اجیروں کو بھی ملازم رکھ لیا اور یہ پہلا ہی موقع تھا کہ یونانی، قرطاجنی ملازمت میں منسلک ہوئے۔ لیکن اس سے یہ بھی پتا لگتا ہے کہ قرطاجنی اب اُن کے معترف ہو چلے تھے کہ یہ نوعِ انسان میں سب سے زیادہ جم کر لڑنے والے سپاہی ہیں۔ قرطاجنیوں نے اپنی فوجوں کو مملکت مے سے نا میں مجتمع کر کے ڈی مولیون کے چار سو تنخواہ دار سپاہیوں کو کاٹ ڈالا اور قرطاجنی علاقہ میں سے ایک مقام ھای دی پر اُنھوں نے کمین گاہ میں بیٹھ کر اُس کی کُل اجیر جماعت کو تباہ کر ڈالا مگر ان حادثات کی وجہ سے ڈی مولیون اور بھی زیادہ خوش قسمت شمار ہونے لگا کیوں کہ یہ تباہ شدہ لوگ وہی تھے جو بُت کدہ اپالو واقع ڈلفی میں دروازہ توڑ کر

زبردستی گھس پڑے تھے۔ اور اس معبد کی بے حرمتی کی تھی پس اُن سے لوگ بہ طور اشخاص ملعون کے نفرت اور کراہت کرتے تھے اور یہ بے چارے آوارہ گردی کیا کرتے تھے کہ اتنے میں جب ٹی مولیون کو کوئی نہ ملا تو اُس نے ان لوگوں کو بخوشی مہم صقلیہ کے لیے ملازم رکھ لیا اور وہ اس کے ماتحت جس معاملے میں ہاتھ ڈالا کام یاب بھی ہوے مگر اب جب کہ تمام خطرات دفع ہو چکے تھے اس نے ان کو مختلف مقامات میں اپنی جماعت کی مدافعت اور بچاؤ کے لیے بھیجا جہاں یہ لوگ مجموعاً نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں ہو کر اُس سے زرا دُور ہلاک و برباد ہو گئے اور جو سزا اُن کے اعمال کی مقدّر تھی، اس طرح اُن پر نازل ہو گئی کہ خود ٹی مولیون کو کوئی ضرر نہ پہنچا اور اس طرح وہ مہربانی جو دیوتاؤں کی ٹی مولیون کے حال پر تھی، ناکامیوں کی صورت میں بھی اُسی امتیاز کے ساتھ نمایاں ہو گئی جس طرح کام یابیوں میں تھی ؁

اس کے بعد جس وقت ٹی مولیون نے کالا یودی آ کی طرف کوچ کیا تو ہای سے ٹیز نے حدودِ سیراکیوز کے اندر تاخت کی، جہاں اُسے بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا اور وہاں بہت کچھ فساد و غارت کرنے کے بعد خود کے لا یودی آ ہی کے راستے واپس ہوا۔ جس سے مقصود ٹی مولیون اور اُس کی ہمراہی قلیل فوج کی تحقیر تھی مگر اُس نے ہای سے ٹیز کو آگے بڑھ جانے دیا اور پھر اپنی ہلکی فوج اور سواروں کو لے کر اُس کا تعاقب کیا۔ ہای سے ٹیز نے ڈے می ریاس ندی کو عبور کیا اور پھر اُس سے

دو بدو ہونے کے لیے ٹھیر گیا۔ راستے کی دشواری اور دونوں طرف کناروں کا نشیب و فراز اس کے مفید مطلب تھے اور اُدھر ٹی مولیون کے سرداروں میں یہ جھگڑا ہوا کہ ان میں سے کوئی یہ نہیں چاہتا تھا کہ دوسرے کو دشمن پر حملہ کرنے میں سبقت کرنے دے۔ ہر شخص مدعی تھا کہ میدانِ کارزار گرم کرنے اور پہلے حملہ آور ہونے کا حق میرا ہے، اسی وجہ سے اُن کا ندی سے عبور قدرے بدنظمی اور ہنگامے کے ساتھ ہوا۔ جس میں ہر شخص اس کش مکش میں تھا کہ پہلے میں پار ہو جاؤں۔ ٹی مولیون نے یہ چاہا کہ قرعہ اندازی سے اس قضیے کو فیصل کرے چناں چہ اُس نے ہر مدعی سے ایک انگوٹھی لی جن کو اپنے لبادے میں ڈال لیا اور باہم خوب ہلانے کے بعد اُس میں سے ایک نکال لی جس پر خوش قسمتی سے یادگارِ فتح کا ایک نشان مُہر کے طور پر کھُدا ہوا تھا۔ یہ دیکھتے ہی سب نوجوان سردار خوشی کے مارے چلا اٹھے اور دوسروں کا انتظار کیے بغیر ہر شخص پوری ممکنہ تیزی سے ندی کے پار چلا اور دشمنوں سے دست و گریبان ہوگیا۔ غنیم اس شدید حملے کی تاب نہ لاکر نہایت گھبراہٹ میں بھاگا اور اسی مقام پر ایک ہزار مقتولین اور تمام ہتھیاروں کو بجنسہٖ چھوڑ گیا ؛

اس معرکے کو بہت عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ٹی مولیون نے لیان ٹی نیم پر حملہ کرکے ہای سے ٹیز اور اُس کے لڑکے ای یو پولی مس اور اُس کے سواروں کے سردار الیوتھای مس کو زندہ گرفتار کرلیا۔ اُن کو خود ان کے سپاہی باندھ کر اس کے پاس

لائے تھے۔ ہای پے ٹیز اور اُس کا نوخیز بیٹا تو بہ طور جابروں اور غداروں کے قتل کیے گئے اور الیوتھای مس گو ایک بہادر آدمی اور بے مثل ہمت والا تھا مگر رحم نہ حاصل کر سکا، کیوں کہ اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے کورنتھیوں پر لعنت ملامت کرتے وقت رکیک الفاظ استعمال کیے جس وقت کہ کورنتھیوں نے پہلے پہل اپنی فوجیں صقلیہ میں بھیجیں۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے اپنے ہم وطنوں سے ایک تقریر میں یہ کہا کہ "اہلِ کورنتھہ کی آمد آمد سُن کر گھبرانے کی بات نہیں ہے کیوں کہ اگر ع

"آگئیں عورتیں کورنتھہ کی گھر کے باہر"

تو اس میں خوف و خطرہ کیا ہے"۔

حقیقت یہ ہے کہ اکثر طعن کے الفاظ تلوار سے زیادہ چھبتے ہیں۔ اور آدمی زخم کو آسانی سے برداشت کر لیتا ہے بہ نسبت اپنی توہین کے اس لیے کہ بہ حالتِ جنگ بجز تبر و تلوار کے اور کسی بات کی امید نہیں کی جاسکتی لیکن توہین اور ہتک آمیز الفاظ سخت نفرت ظاہر ظاہر کرتے اور غایتِ عداوت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

جب ٹی مولیون سیراکیوز واپس آیا تو شہریوں نے ہای پے ٹیز کے لڑکے، اس کی لڑکیوں اور بی بیوں پر ایک عام مقدمہ قائم کیا اور مجرم قرار دے کر تہ تیغ کیا۔ یہ ٹی مولیون کی زندگی کا سب سے بدنما کام تھا۔ اس لیے کہ اگر وہ دخل دیتا تو بدنصیب عورتوں کی جان بچ جاتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اس بات پر زیادہ توجہ نہیں کی اور ان کو شہریوں کے حوالے کر دیا جو مظلوم ڈیون کا

انتقام لینے پر تُلے ہوئے تھے کیوں کہ وہ ہاں سے ٹیبر ہی تھا۔ جس نے ڈیون کی بیوی اری نی اور اُس کی بہن اے رس ٹوماش کو مع ایک لڑکے کے جو ہنوز بچہ ہی تھا، زندہ دریا میں پھینک دیا تھا، جیسا کہ ڈیون کی سوانح عمری میں بیان کیا گیا ہے ✣

اس کے بعد وہ مامرکوس کے مقابلے میں قطانہ کی طرف بڑھا اور ایوس ندی کے معرکے میں وہ مغلوب ہوکر بھگا دیا گیا۔ اس کے دو ہزار آدمیوں سے زیادہ کام آئے جن میں بہت بڑا حصہ اُن قرطاجنی افواج کا تھا جن کو گس کو نے اس کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔ اس شکست کے بعد قرطاجنیوں نے صلح کی درخواست کی، جو ان شرائط پر منظور کرلی گئی کہ وہ ...ی کو ... ندی کے پار ہی رہیں اور اس علاقے کے بھی جو باشندے سیراکیوز کو نقل مکان کرنا چاہیں، اس بات کے مجاز کیے جائیں کہ اپنے پورے خاندان اور مال و متاع کے ساتھ چلے جائیں اور سب سے آخر میں یہ کہ قرطاجنہ جابروں کے ساتھ ہر قسم کی معاملت کو ترک کردے ✣

مامرکوس اب اکیلا اور کامیابی سے ناامید ہوکر اس ارادے سے اطالیہ چلا کہ لیوکےنیون کو ڈی مولیون کے مقابلے میں لائے۔ مگر اس کی کشتی میں جو آدمی تھے وہ اُس سے منحرف ہوگئے اور دوبارہ خشکی پر اُتر کر قطانہ کو ڈی مولیون کے حوالے کردیا۔ اور اس طرح مامرکوس مجبور ہوگیا کہ اپنی جان بچانے کے لیے مے سینا کو بھاگے جہاں ہپو حاکم جابر تھا مگر ڈی مولیون نے

اُس کے مقابلے میں آکر اور شہر کو خشکی اور تری دونوں طرف سے محصور کرکے ہِتیو کو خوف زدہ کردیا جس نے ایک جہاز میں چھپ کر چل دینے کی کوشش کی مگر اُس کو اہلِ مے سے نا نے روانہ ہوتے وقت یکایک آلیا اور شہر میں پکڑ لائے۔ پھر اپنے تمام بچّوں کو مدرسوں سے بُلاکر تماشا گاہ میں جمع کیا تاکہ ایک جابر کے سزا پانے کا تماشا دیکھیں۔ پھر سرِ عام اُس کے کوڑے لگائے اور قتل کر ڈالا ۔ تب مامرکوس نے بھی اس شرط پر اپنے کو ٹی مولیون کے حوالے کردیا کہ اُس کا مقدمہ سیراکیوز میں کیا جائے اور خود ٹی مولیون اُس پر الزام دہی میں کوئی حصّہ نہ لے۔ چناں چہ وہ وہاں عوام کے روبرو جواب دہی کے لیے پیش کیا گیا۔ اُس نے اپنی صفائی میں تقریر کی، جس کو وہ پہلے سے اپنی مدافعت کے لیے سوچ چکا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ شور و غل میں اس کی بات کوئی نہیں سُنتا اور پنچایت کسی طرح اسے معاف نہیں کرے گی۔ اس نے اپنا چُغہ اُتار ڈالا اور پوری تیزی سے دَوڑ کر اپنے سر کو نشستوں کے ایک پتھر پر اس نیّت سے دے مارا کہ خود کُشی کرلے مگر حسبِ مرضی مرنا اس کی قسمت میں نہ تھا، وہ زندہ پکڑ لیا گیا اور بہ طور ایک رہزن کے قتل کیا گیا۔

اس طرح ٹی مولیون نے جابریت کی شریانوں کو منقطع کیا اور جنگوں کا دروازہ بند کیا اور چوں کہ اس کے پہلے داخلے کے وقت صقلیہ گویا بالکل ویران ہوگیا تھا حتیٰ کہ خود وہیں کے باشندے آلام و مصائب کے سبب وہاں سے بہت نافر تھے، لہٰذا اُس نے اُس کو آباد اور متمدن کرکے تمام لوگوں کی نظروں میں

ایسا خوش گوار بنا دیا کہ اب غیر ملکی تنگ بحری راستے سے آ کر ان قصبات اور مقامات کو آباد کرنے لگے جنھیں خود اُن کے شہریوں نے پہلے چھوڑ دیا تھا۔ اگ ری گنٹم اور گےلا دو مشہور شہر جن کو ایک سابقہ جنگ میں قرطاجنیوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا، پھر سے آباد ہو گئے۔ پہلے کو تو فےرس لس اور دوسرے کو گارگس ساکن کی اس نے کچھ تو جدید آباد کاروں سے بسایا اور کچھ قدیم باشندوں سے جن کو اُنھوں نے مختلف مقامات سے مجتمع کر لیا تھا۔ ان سب کو ٹی مولیون نے نہ صرف ایک محفوظ اور پُر امن مسکن ایسی سخت جنگ کے بعد عطا کیا بلکہ بعد کو بھی ان کی امداد اور خبر گیری میں ایسی سرگرمی کی کہ ان لوگوں نے اپنے بانی کی حیثیت سے اس کا اکرام کیا۔ اسی قسم کے جذبات بقیہ صقلیوں پر غالب آ گئے تھے کہ کوئی تجویز خواہ وہ صلح کے متعلق ہو یا اصلاحِ قوانین کی بابت، عطائے اراضی کے لیے ہو یا تقویمِ حکومت کی نسبت، ایسی نہ ہوتی تھی جس کو وہ مکمل خیال کر لیں تاوقتے کہ خود ٹی مولیون کا ہاتھ اس میں شریک نہ ہو۔ جیسے میر عمارت کہ آخر میں کام کی تکمیل اور زیبایش اسی کی ہدایت سے ہوتی ہے ٭

ہر چند کہ اُس کے زمانے میں یونان نے بہت ایسے اشخاص پیدا کیے جو اپنے کمالات کے لحاظ سے غیر معمولی قابلیت و شہرت رکھتے تھے مثلاً ٹی موتھی اس، جی سی لوس، پلوپی ڈس اور اپامنن ڈس (جس کا ٹی مولیون خاص متقلد تھا) لیکن ان سب کے اعلیٰ کاموں کی درخشانی قدرے شدت و سختی کے شامل ہونے

سے مانند پڑ گئی تھی ماسوائے اس کے کہ ان میں سے بعض کام موردِ الزام و پشیمانی بھی قرار پائے۔ بخلاف ان کے ٹی مولیون کا کوئی کام بھی اس ضرورت کو مستثنیٰ کرکے جو اُسے اپنے بھائی کے معاملے میں پیش آئی، ایسا نہیں ہے، جس پر بقول ٹی می اس کے سفاکلیس کا یہ شعر جو بے اختیار اس کی زبان سے نکلا، ٹھیک صادق نہ آئے:

"دیوتاؤ! کونسا وے نس، کون خدائی برکت
کرگئی آکر یہاں انسانی کام میں شرکت؟"

اس لیے کہ جس طرح انٹی ماجس کی نظم اور ڈیونی سی اس صنّاع ساکن کالوفن کی نقاشی گو کہ نہایت پُر اثر اور زور دار ہے مگر لیکن نکوماجس کی تصاویر اور ہومر کی نظموں کے مقابلے میں محض آورد اور بھرتی کی نظر آتی ہے۔ اسی طرح پامنن ڈس یا اجے سی لوس کی مُہمات، سخت مشقت اور کشاکش سے بھری ہوئی ہیں مگر ان کا مقابلہ ٹی مولیون کی سہل و صاف فطری اور درخشاں فتوحات سے کیا جائے جو ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ از رُوئے انصاف انھیں خوش قسمتی کا نہیں بلکہ اقبال مند قابلیت کا نتیجہ قرار دیں۔ اگرچہ خود ٹی مولیون ان سب کاموں کو محض تقدیر کی یاوری سے منسوب کرتا تھا۔ اپنے خطوں میں جو اُس نے احبابِ کورنتھ کو بھیجے۔ نیز اپنی تقاریر میں جو اہلِ سیراکیوز کے سامنے کیں، اس نے یہی کہا کہ "میں خدا کا بہت شکر گزار ہوں، جس نے حفاظتِ صقلیہ کو مقدر کرکے اور از راہِ لطف مجھے اس کی نجات کا سبب بنایا اور اس نام وری سے نوازا"۔ اس نے اپنے گھر میں ایک درگاہ تعمیر کرا کے وہاں

"حسنِ اتفاق" کے نام پر قربانی دی، گویا وہ بھی کوئی دیوی تھی اور خود اُس مکان کو بھی "فراستِ مقدس" کے نام پر وقف کر دیا۔ یہ مکان اہلِ سیراکیوز نے اس کے واسطے مخصوص کر دیا تھا جو اُس کے بہادرانہ کارناموں کا ایک ممتاز انعام اور یادگار تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک قطعۂ اراضی جو ملک بھر میں سب سے خوش نما اور پسندیدہ تھا، اس کو عطا کیا، جہاں زیادہ تر اس کا قیام رہتا تھا اور وہیں وہ اپنی خانگی زندگی اپنے اہل و عیال کے ساتھ جو کورنتھہ سے اُس کے پاس آ گئے تھے، بہ خرّمی بسر کرتا تھا۔ اس لیے کہ کورنتھہ کو وہ پھر واپس نہ گیا۔ اُس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ یونان کے جھگڑوں اور ہنگاموں میں پھنسے یا اپنے کو عوام کے حسد کا نشانہ بنائے۔ جیسا کہ اکثر جاہ طلب اور اقتدار کے بھوکے سپہ سالاروں کا حشر ہوتا تھا۔ بخلاف اُس کے اُس نے دانائی سے اپنے بقیہ ایام صقلیہ میں گزارنے پسند کیے، جہاں وہ خود اپنی مہیا کردہ برکات سے متمتع ہوتا تھا اور اس میں سب سے بڑی نعمت اور مسرت کی بات یہ تھی کہ وہ صدہا بستیوں پھلتے پھولتے اور ہزاروں آدمیوں کو بہ عافیت زندگی بسر کرتے ہوئے (جو اُسی کی کوششوں کا نتیجہ تھا) دیکھتا تھا۔

باایں ہمہ وہ جو سی مونی دس نے کہا ہو ع

"لوے کے سر پہ چوٹی کا نکلنا"

لازمی ہو۔ اسی طرح ہر جمہوریت میں کوئی نہ کوئی مُفتری بالضرور اُٹھ کھڑا ہوتا ہو۔ یہی سیراکیوز میں ہوا۔ یعنی دو عام پسند خطیب،

سے نجات دی اور آزاد کر کے اصلی باشندوں کے حوالے کیا ؎

اب وہ بڈھا ہوتا جاتا تھا، اس کی بصارت میں ضعف آ چلا اور کچھ عرصے کے بعد بالکل اندھا ہو گیا - یہ کچھ اس وجہ سے نہیں کہ اس کی کسی بے احتیاطی سے یا اپنی شومئی بخت سے وہ محرومِ بصارت ہو گیا بلکہ یہ پیدائشی اور موروثی کم زوری معلوم ہوتی ہے، جس کی بنا قدرتی اسباب پر تھی جو امتدادِ زمانہ کے ساتھ خود بخود ظاہر ہو گئی، کیوں کہ کہا جاتا ہے کہ اُس کے اکثر اعزۂ اور اہلِ خاندان کی اُسی کی طرح آخرِ عمر میں بتدریج بصارت جاتی رہی تھی۔ اتھانیس مورخ ہم کو بتلاتا ہے کہ ہپیو پر فوج کشی کے وقت بھی کہ جب اُس کا پڑاؤ مای لی میں تھا، اس کی آنکھ میں ایک سفید دھبہ نمودار ہوا جس سے سب کو وہ خرابی پیشتر ہی نظر آ گئی، مگر اس امر نے اُسے جنگ کے اجرا و در محاصرے کے تسلسل سے باز نہیں رکھا تا آں کہ اُس نے مذکورہ دونوں جابروں کو اپنے قابو میں نہ کر لیا۔ لیکن سیراکیوز کو واپس آتے ہی اُس نے سپہ سالاری کے عہدے سے استعفا دے دیا اور شہریوں سے درخواست کی کہ آیندہ اُسے خدمت سے معذور رکھیں اس لیے کہ اب جملہ معاملات بھی خوش اسلوبی سے رُو براہ ہو چکے ہیں۔ یہ امر بھی کچھ حیرت ناک نہیں کہ اس نے اپنی بد قسمتی کو بغیر کسی تکلیف کے برداشت کر لیا اور اکرام و اعزاز جو اہلِ شہر کی جانب سے ظاہر ہوا جس وقت کہ وہ بالکل اندھا تھا، واقعی مستحقِ تعریف ہے - وہ خود جوق در جوق اس کی ملاقات کے لیے جاتے تھے، اور تمام غیر ملکیوں کو جو اُن کے ملک میں ہو کر گزرتے تھے اس کی حویلی اور مکان میں اس غرض سے لے آتے تھے، تاکہ وہ بھی ان کے شریف محسن کو دیکھ کر شاد ہوں - یہ امر اُن کے لیے بے حد باعثِ مسرت و افتخار تھا کہ وہ ایسے بہادرانہ اور پُر مسرت کارنامے انجام دینے کے بعد بھی بجائے

ے فس ٹی اس اور ڈی می نی نس نامی ٹی مولیون کو بدنام کرنے پر آ گئے۔ ان میں سے پہلے نے اُس سے چاہا کہ ایک مقدمے میں، جو اس کے خلاف دائر کیا گیا تھا۔ اس کا ضامن بن جائے اور ٹی مولیون کے انکار کرنے پر اس کا دشمن بن گیا۔ اور دوسرے نے ایک مجمع عام میں اس پر مختلف امور کی بابت جو بہ زمانہ سپہ سالاری انجام دیے تھے، کئی الزام لگائے تو اُس نے بجز اُس کے اور کچھ جواب نہ دیا کہ "میں دیوتاؤں کا نہایت شکر گزار ہوں کہ اُنھوں نے میری بار بار کی یہ دعا قبول کرلی کہ میں سیراکیوزیوں کو اپنی زندگی میں آزادی تقریر سے بہرہ اندوز دیکھ لوں جس کے اب وہ مالک نظر آتے ہیں"۔

القصہ، اس بات کا سب نے اعتراف کیا ہو کہ اپنے زمانے کے یونانیوں میں ٹی مولیون نے سب سے بڑھ کر قابلانہ کام انجام دیے۔ صرف اُس اکیلے ہی نے اُن کاموں کو عملاً کر دکھایا جن کا نام لے لے کر یونانیوں کے مقررین اور فلسفی اپنے مباحثات اور نظموں سے قومی مجالس میں یونانیوں کو جوش دلایا کرتے تھے۔ اپنی خوش قسمتی سے وہ اس خانہ جنگی کی آفات سے جس میں قدیم یونان بعد میں جلد ہی اُلجھ گیا، الگ رہا۔

اُس نے اپنی محتاط روش اور مردانہ ہمت کے ساتھ، اعتدال و انصاف کا بھی یونانی اور غیر یونانی سب کے مقابلے میں ثبوت دیا۔ اُس نے اپنی فتح و ظفر کی یادگاریں سیراکیوز یا کودنتھ والوں کو سوگواری یا اشک باری میں مبتلا کیے بغیر نصب کیں اور آٹھ سال سے بھی کم عرصے میں صقلیہ کو اس کی کہنہ بیماریوں اور بنیادی خانہ جنگیوں

اس کے کہ وہ اپنے وطن یونان کو جاتا، وہیں مقیم ہوگیا اور اُن تمام شان دار تیاریوں کا بھی جو اُس کے استقبال کے لیے کورنتھ میں کی گئی تھیں، کچھ خیال نہ کیا۔ اس کے احسانات کے اعتراف میں، میرے نزدیک سب سے نادر کارروائی یہ تھی کہ اہلِ سیراکیوز نے یہ تجویز منظور کی کہ "آیندہ جب کبھی کسی غیر قوم سے لڑائی ہو تو ہمیشہ ایک کورنتھی سپہ سالار بنایا جائے۔" ان کے دار الشوریٰ کا طریقۂ عمل بھی اُس کی شخصیت کے متعلق ایک عمدہ مثال پیش کرتا ہے، اس لیے کہ معمولی معاملات کو خود طے کر کے وہ لوگ مشکل اور اہم مقدمات میں مشورے کے لیے ہمیشہ اُس کو بُلاتے تھے۔ ان مواقع پر اُسے ایک پالکی میں بازار سے ہو کر لے جاتے اور ایوان میں کرسی پر بٹھاتے، جہاں لوگ بہ صداے واحد اس کا نام لے کر آداب بجالاتے، جواب سلام دینے کے بعد اور کچھ عرصے ٹھیر کر کہ جب تک لوگوں کا جوشِ خیر مقدم کم ہونے لگتا تو وہ معاملہ زیرِ بحث کو سنتا اور اپنی رائے دیتا تھا اور وہی رائے عام قبولیت کے بعد مسلّم ہو جاتی تھی۔ پھر اس کے ملازمین اس کی پالکی کو واپس لے جاتے تھے اور اہلِ مجلس آداب، سلام اور تعظیم کے نعروں میں اُسے رخصت کرتے تھے۔ اس طرح بڑھاپے میں ایسی عزت و آرام کے ساتھ رہ کر جو کوئی قوم اپنے باپ کی کر سکتی ہو، اس نے خفیف علالت کے بعد وفات پائی۔ اس پر حکومت نے چند روز کی مہلت دی کہ اہلِ شہر اس کی تدفین کے ضروری انتظامات کر لیں اور تمام ہمسایہ علاقے کے لوگ اور اجنبی شریک ہو سکیں۔ ان تیاریوں کے بعد اس کے جنازے کا جلوس نہایت عظمت و نشان کے ساتھ سجایا گیا اور ارتھی کو جو زیورات اور فتح کی یادگاروں سے آراستہ تھی، نوجوانوں کی ایک منتخب جماعت اُٹھا کر اس مقام پر لے گئی، جہاں ڈیونی سیس کا قلعہ اور محل انہدام سے پہلے واقع تھے وہاں

ہزاروں زن و مرد پھولوں سے مزین اور صاف کپڑوں میں ملبوس اس عقیدت مندی کے ساتھ مجتمع ہوئے جس سے وہ ایک مذہبی تہوار کا جلوس معلوم ہونے لگا اور اُن کے کلمات جن میں گریہ و زاری کے ساتھ ساتھ ٹی مولیون کے لیے دعائیں اور اس کی مدح بھی شامل تھی، صاف صاف بتاتے تھے کہ وہ لوگ کوئی مصنوعی اعزاز یا رسمی تعظیم نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ اس کی موت پر ایک حقیقی غم اور سچے لگاؤ کا ثبوت ہے۔ ارتھی لکڑیوں کے ڈھیر پر رکھی گئی جس میں اُس کی لاش کو آگ دی جانے والی تھی۔ اس وقت ان کے سب سے بلند آواز منادڈیمٹ ری اس نے یہ اعلان پڑھ کر سنایا کہ: "اہلِ سیراکیوز نے بہ طورِ خاص یہ فیصلہ کیا ہے کہ ٹی مولیون باشندہ کورنتھ کی تدفین سرکاری خرچ سے کی جائے۔ اور موسیقی، گھوڑ دوڑ اور ہر قسم کی جسمانی ورزش کے مقابلوں پر سالانہ انعامات سے اس کی یادگار کا دائمی اعزاز کیا جائے، اور یہ سب اس وجہ سے کہ مرحوم نے جابروں کو زیر کیا، اجانب کو کو نابود کیا، خاص خاص شہروں کو جو اجاڑ تھے، نئے باشندے لاکر پھر بارونق بنایا اور صقلی یونانیوں کو دوبارہ اپنے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے امتیاز عطا کیا۔

اس کے علاوہ اس کے لیے منڈی میں ایک مقبرہ بھی بنایا گیا جس کے گرد بعد میں دالان اور ورزش کے اکھاڑے تعمیر کر کے پوری عمارت کو ملحق کر کے اس کو ٹی مولیون ٹی ام کا نام دیا گیا۔ پھر انھوں نے اُس کے بنائے ہوئے قانون اور دستور العمل پر عمل کر کے اور اُسی کے سیاسی نظم کو قائم کر کے عرصۂ دراز تک نہایت بہبود کے ساتھ زندگی بسر کی ❊

امی لی اس پاوَلس

تقریب قریب تمام تاریخ نویس مُتفق ہیں کہ امی لی اس خاندانِ روما کے قدیم اُمرا کے خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ مصنّف جو شاہ نیوما کو حکیم فیثاغورث کا شاگرد بتاتے ہیں، یہ بھی لکھتے ہیں کہ فیثاغورث کا بیٹا مامرکوس جو اپنی خوش بیانی اور خوب صورتی کی بنا پر "امی لی اس" مشہور ہُوا، وہی اس خاندان کا مؤرثِ اعلیٰ تھا۔ اس نسل کے اور بہت سے افراد بھی جو اپنے اوصاف سے بامِ شُہرت پر پہنچے، خوش بختی سے بہرہ ور ہُوے۔ حتےٰ کہ وہ مصیبت بھی جو لیوسی اس پاولس پر جنگ کے نای میں پڑی، اُس کی دانائی اور شجاعت ہی کا ثبوت بہم پہنچاتی ہو، اس لیے کہ اُس نے اپنے ساتھی کو لڑائی سے باز رکھنے کی ترغیب میں ناکام رہ کر گو اپنی راے کے خلاف جنگ میں شرکت کی۔ مگر فرار کے وقت اس کی طرح بھاگا نہیں۔ بخلاف اس کے جب وہ شخص جو دشمن سے جنگ چھیڑ دینے پر اس قدر مُصر تھا (یعنی اس کا ساتھی) عین خطرے کے وقت اُس کو چھوڑ کر بھاگ گیا تو بھی پاولس میدانِ جنگ میں قائم رہا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔ اسی امی لی اس کے ایک لڑکی امی لیہ تھی جو سی پیو اکبر کو بیاہی گئی۔ اور ایک لڑکا پاولس نام تھا، جو اس سوانح عمری

کا موضوع ہی۔

اس کی جوانی کا زمانہ روم کے اس عہد میں گزرا، جب کہ وہاں نام ور شخصیتیں پھول پھل رہی تھیں۔ اس میں یہ خصوصیت تھی کہ وہ مروّجہ تعلیم سے جو اس زمانے کے ممتاز نوجوانوں کو دی جاتی تھی "الگ رہا" نہ اور لوگوں کے سے وسائلِ شہرت اُس نے اختیار کیے۔ اُس نے تقریر کرنے کی مشق اس واسطے نہیں کی کہ نہ تو اُسے مقدمات کی پیروی کرنی تھی اور نہ یہ گوارا تھا کہ عوام کے ساتھ خلا ملا پیدا کرے جن کے ذریعے سے لوگ ہر دل عزیز ہو جاتے تھے۔ کچھ یہ نہ تھا کہ ان باتوں کی اہلیت نہ رکھتا ہو، بلکہ وہ اپنی شجاعت، عدل و دیانت کی وساطت سے کہیں زیادہ پایدار شُہرت کا خواست گار تھا اور ان تمام اوصاف میں وہ اپنے ہم چشموں پر فوق لے گیا؛

سب سے پہلے اُس نے اویل (یعنی امین)، کی معزز خدمت تلاش کی، اور ایسے بارہ امیدواروں کے مقابلے میں کام یابی پائی، جو آگے چل کے سب کے سب قنصلی کے مرتبے تک پہنچے۔ اس کے بعد وہ اُن مذہبی عہدہ داروں میں چُنا گیا جو فال گو کہلاتے اور اور پرندوں کی پرواز یا عجائبات سے شگون لیا کرتے تھے، تو اُس نے وطن کے قدیم رسم و رواج اور عقائد کا اس محنت سے مطالعہ کیا کہ یہ عُہدہ جو پہلے محض اعزازی تھا، فی الواقع اعلیٰ مناصب میں شُمار کیا جانے لگا اور اس کی بدولت "فال گوئی" اس طرح ایک فن بن گئی جس طرح فلسفیوں نے مذہب کی تعریف کی ہی کہ وہ دیوتاؤں کی پرستش کرنے کا فن ہی۔ وہ جب کبھی اپنے فرض

کے کسی حصے کو ادا کرتا تو بے حد خبرداری اور انتہائی ہوشیاری سے ساتھ کرتا اور اس میں مشغول ہونے کے بعد ہمہ تن اُسی کا ہو رہتا۔ ذرا سی بھی فروگزاشت نہ کرتا نہ کچھ اپنی طرف سے مطلق کمی بیشی کرتا بلکہ اپنے طبقے کے لوگوں سے برابر تاکید کرتا رہتا کہ معمولی باتوں کو بھی نظر انداز نہ کرو اور ان کو جتاتا رہتا تھا کہ اگرچہ تم سمجھتے ہو کہ خدائی طاقت تم سے مطمئن ہوگئی ہے اور تمھاری سرکشانہ خطاؤں سے درگزر کرنے پر آمادہ ہے لیکن ایک قومی حکومت کے لیے کسی قسم کی کوتاہی روا رکھنا بہت مخدوش ہے۔ کیوں کہ کبھی کسی شخص نے اپنے وطن کے امن و امان میں قوانین کی صریحاً خلاف ورزی کر کے خلل نہیں ڈالا ہے بلکہ دراصل وہی لوگ جو جزئیات کی طرف سے غفلت کرتے ہیں جو فرائضِ مہمہ کے سہو کر جانے کی بنا ڈالتے ہیں۔ فوجی معاملات میں بھی قدیم رومی قواعد کے برقرار رکھنے میں وہ کچھ کم سختی نہیں کرتا تھا اور کبھی سردار بن کر یہ کوشش نہ کرتا تھا کہ خوشامد درامد سے اپنے سپاہیوں کو خوش رکھے۔ حالاں کہ یہ طریقہ اُس زمانے میں بہت سے سرداروں نے اختیار کر لیا تھا جو اپنے ماتحتوں پر لطف و مہربانی کے ذریعے سے چاہتے تھے کہ دوبارہ پھر عہدہ حاصل کریں۔ مگر امی لی اس اپنے سپاہیوں کو اُسی خبرداری سے فوجی قوانین کی پوری پوری تعلیم دیتا جیسے کوئی دینی پیشوا مذہبی مراسم اور خطرناک رموز سکھاتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ان قوانین کی خلاف ورزی یا اہانت کرنے والوں پر سختی کر کے اُس نے اپنے ملک کو اُس کی سابقہ عظمت پر قائم رکھا۔ دشمنوں پر فتح پانے کو بھی وہ اسی

نظر سے رفعت دیتا تھا کہ وہ شہریوں کی مناسب تعلیم و تربیت میں ممد ہوتی ہے۔

جس زمانے میں اہلِ رومہ ان طیاکس اعظم کے خلاف مصروفِ جنگ تھے اور ان کے سب سے آزمودہ کار سپہ سالار اسی طرف بھیج دیے گئے تھے، تو انھی دنوں مغرب میں ایک اور جنگ کی آگ بھڑک اُٹھی اور تمام اہلِ ہسپانیہ رومیوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت انھوں نے امی لی اس کو یہ شورش فرو کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ حاکمِ عدالت (یعنی پریٹر) تھا لیکن سپہ سالاری کے ساتھ اسے چھو کی بجائے بارہ تبردار دیے گئے جو صرف قنصلوں کے لیے مقرر تھے۔ جنگ میں دو مرتبہ وہ اجانب پر غالب آیا اور اُن کے تیس ہزار مقتول ہوئے۔ یہ کامیابیاں زیادہ تر اسی کی دانائی اور حکمتِ عملی کی جانب منسوب کی جانی چاہییں، جس نے بڑی چالاکی سے موقعۂ جنگ کو اپنے مفیدِ مطلب منتخب کیا اور ناگہاں ایک دریا کی گزرگاہ پر دھاوا بول کر اپنی سپاہ کو بہ آسانی فتح دلائی۔ اُس نے دو سو پچاس بستیوں پر قابض ہو کر کہ جن کے باشندوں نے از خود سرِ تسلیم خم کر کے اپنے کو حلفِ وفاداری کا پابند کر لیا۔ کُل صوبے کو حالتِ امن میں چھوڑا اور رومہ کو بلا اس کے کہ جنگ سے ایک حبّہ بھی خود حاصل کرتا، واپس آیا۔ یوں بھی اسے روپیہ جمع کرنا ناپسند تھا اور اگرچہ اپنی آمدنی کے مطابق، جو کچھ زیادہ نہ تھی، اس نے اپنی زندگی بڑی آزادی اور فراخ دلی

سے گزاری مگر موت کے بعد جو کچھ نکلا بس وہ اس کی بیوی کے حق مہر ہی کو کافی تھا ؛

اس کی پہلی زوجہ پاپی ریا ، مالو کی بیٹی تھی جو قنصل رہ چکا تھا ۔ مدت تک وہ اس کی زوجیت میں رہی مگر پھر اس نے اسے طلاق دے دی ۔ ہر چند کہ اس نے امی لی اس کو کئی نام ور بچوں کا باپ بنایا کیوں کہ نام ور سی پیو اور فے بیس کی ماں وہی تھی۔ اس طلاق کا سبب ہمارے علم میں نہیں آیا لیکن طلاق کے متعلق ایک دوسرے رومی کا قصہ جس میں کچھ سچائی کا شمول بھی معلوم ہوتا ہے، شاید اس موقع پر صادق آسکتا ہے ۔ اس رومی کو طلاق دینے پر اس کے دوستوں نے بہت لعنت ملامت کی اور اس سے پوچھا کہ کیا تمھاری عورت باعصمت نہ تھی ، کیا وہ حسین نہ تھی، کیا وہ بانجھ تھی ؟ اس پر اس نے اپنی جوتی ہاتھ میں اٹھا کر اُن لوگوں سے کہا : " دیکھو ، کیا یہ نئی اور اچھی بنی ہوئی نہیں ہے ؟ مگر تم میں سے کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ میرے پانو کو کس جگہ سے کاٹتی ہے ؟ " ؛

واقعہ یہ ہے کہ بڑی بڑی اور علانیہ خطائیں اکثر علٰحدگی کا باعث نہیں ہوتیں ۔ اور بعض چھوٹی چھوٹی ہر وقت کی زحمتیں جو مزاجوں کے تیز اور باہم ناموافق ہونے کا نتیجہ ہوتی ہیں ، ایسی منافرت پیدا کر دیتی ہیں کہ میاں بیوی کو ہنسی خوشی ساتھ رہنا غیر ممکن ہو جاتا ہے ؛

پاپی ریا سے علٰحدگی کے بعد امی لی اس نے ایک اور

شادی کی جس سے دو لڑکے ہوئے اور ان کو اُس نے اپنے ہی گھر میں پرورش کیا مگر پہلی بیوی کے بچوں کو روم کے شریف ترین گھرانوں میں منتقل کر دیا۔ ان میں سے بڑے کو فیبیس میکسی مس نے گود لیا اور وہ بڑا ہو کر پانچ مرتبہ قنصل ہوا۔ اور چھوٹے کو اس کے پھپیرے بھائی سی پیو نے بیٹا بنایا اور اپنے نام سے موسوم کیا؛

امی لی اس کی لڑکیوں میں سے ایک کا عقد تو کے ٹو کے لڑکے کے ساتھ ہوا اور دوسری کا الی اس ٹیوایرو کے ساتھ جو بہت لائق اور ایسا دوجی گزرا ہی جو فلاکت میں بھی آزادانہ خصائل باقی رکھنے میں کامیاب رہا کیوں کہ الی اس کے گھرانے میں اس کے قریبی عزیز سب ملاکر سولہ تھے، جن کی ملکیت میں صرف ایک مزرعہ اُن سب کو کفایت کرتا تھا اور ایک چھوٹا سا مکان بلکہ بنگلیا تھی جس میں وہ سب اور اُن کے بال بچّے رہتے تھے۔ انھی میں سے ایک امی لی اس کی لڑکی بھی تھی جو باوجودے کہ اس کا باپ دو مرتبہ قنصل رہ چکا تھا اور دو بار جلوسِ فتح سے سرفراز ہوا تھا، اپنے شوہر کے افلاس سے ہرگز شرمندہ نہ تھی بلکہ اس کی نیکی کو سببِ عسرت بتاکر اُس پر فخر کیا کرتی تھی۔ آج کل کے اعزّا اور بھائیوں کی حالت دوسری ہی کہ جن میں تاوقتے کہ بڑے بڑے بری قطعات یا کم سے کم دیواریں یا نہریاں ان کی موروثی جایدادوں کے مابین حائل نہ ہوں اور ان کو ایک دوسرے سے مسافتِ بعیدہ پر نہ رکھیں، وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ تاریخ اس قسم کے عُمدہ عُمدہ نصائح گویا ان لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہی جو عبرت پکڑنا اور

پھر اُن کے حوالے کر دیے ، البتہ اُن کے جہاز مع ساز و سامان اپنے ہمراہ لے گیا اور اُن کے پاس سوائے تین چپو کی کشتیوں کے اور کچھ نہ چھوڑا۔ اسی کے ساتھ بے شمار قیدی بھی جو لگوریوں نے خشکی اور تری میں گرفتار کیے تھے اور جن میں رومی اور غیر رومی دونوں تھے ، رہا کر دیے۔ اس کی پہلی قنصلی میں یہ امور خاص طور پر قابلِ ذکر تھے ؛

اس کے بعد اس نے بارہا دوبارہ قنصل ہونے کی خواہش ظاہر کی اور ایک مرتبہ امیدوار بھی ہوا ، لیکن اس میں شکست کھانے کے بعد اس کا خیال بالکل چھوڑ دیا۔ اور خود کو اپنی فال گوئی کے فرائض اور اپنے بچوں کی تعلیم میں مصروف کر دیا۔ جن کو اس نے نہ صرف رومی اور قدیم تہذیب میں بلکہ یونانی تہذیب میں بھی نہایت ذوق شوق سے تربیت دی ۔ اس مقصد کے لیے اُس نے قواعد ، منطق اور حاضر جوابی کی تعلیم کے علاوہ نقاشی ، بُت تراشی ، کتوں اور گھوڑوں کی پرورش اور ورزشی کھیلوں کی تعلیم دینے والوں کو بھی یونان بھر سے اکٹھا کیا اور اگر اُسے معاملاتِ عامّہ مانع نہ آتے تو وہ خود بھی ان کی نوشت و خواند میں اُن کے ساتھ رہتا اور اُن کی ورزشوں کو خود دیکھتا ، اس لیے کہ روما بھر میں وہ نہایت شفیق باپ تھا ؛

اس وقت جمہوری معاملات کا یہ عالم تھا کہ رومی پرسیوس شاہِ مقدونیہ سے مصروفِ جنگ تھے اور سرداروں کی بڑی شکایتیں پہنچ رہی تھیں کہ وہ یا تو ناتجربہ کاری سے یا اپنی کم ہمتی

اپنے اخلاق کو سنوارنا چاہتے ہوں ؎

القصہ امی لی اس نے قنصل منتخب ہوکر لگودی ان قوم سے جو کوہ الپس کے قریب آباد تھی، لڑائی چھیڑی۔ وہ ایک جری اور جنگ جو قوم تھی اور رومیوں کی ہمسایگی انھیں فنونِ جنگ میں ماہر کر چکی تھی۔ وہ اطالیہ کے اس حصے پر متصرف تھے جو کوہ الپس کے دامن میں تمام ہوتا ہے۔ نیز خود کوہ الپس کے اُن مقامات پر بھی جو بحر ٹسکن کے کنارے افریقہ کے مقابل واقع ہیں۔ یہاں پر یہ قوم ساحل کے غالوں اور ای بیریوں سے مخلوط تھی۔ علاوہ بریں اس زمانے میں اُن کی توجہ سمندر کی طرف منعطف ہوئی اور وہ ہلکی کشتیوں میں جو اسی غرض سے بنائی جاتی تھیں، ہرقل کے ستونوں (= موجودہ جبرالٹر۔ مترجم) تک جاتے اور ان خطوں میں جو آتا جاتا ملتا، اسے قتل و غارت کرتے۔ امی لی اس ان کے خلاف صرف آٹھ ہزار فوج لے کر بڑھا اور ان کے چالیس ہزار کے لشکر کو سخت شکست دی کہ وہ قلعہ بند ہونے پر مجبور ہوے۔ اسی حالت میں اس نے اُن کے رُو برو صلح کی نرم شرائط پیش کیں، کیوں کہ رومیوں کی مصلحت یہ تھی کہ لگوریوں کو بالکل تباہ نہ کیا جائے، اس لیے کہ یہ لوگ غالوں کی پیہم یورشوں کے مقابل ایک پشتے کا کام دیتے تھے ؎

الغرض انھوں نے امی لی اس پر پورا پورا بھروسا کر کے اپنے جہاز اور قصبات اُس کے حوالے کر دیے اور اس نے بھی زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ اُن کے استحکامات کو ڈھا دیا مگر اُن کے قصبات

سے اس طرح لڑائی لڑ رہے تھے کہ بہ مقابلہ غنیم کے انھیں زیادہ نقصان ہوتا تھا۔ اور وہ جنھوں نے کچھ ہی عرصے قبل ان طیاکس اعظم کو ایشیاے کوچک چھوڑ کر کوہ طارس کے عقب میں ہٹ جانے اور ملک شام کی حدود کے اندر رہنے پر مجبور کر دیا تھا اور وہ دس ہزار ٹیلنٹ (= سونے کی اینٹیں) دے کر صلح کرنے کو غنیمت سمجھا تھا۔ نیز وہ (رومی جنگ جو) جنھوں نے تھوڑا ہی زمانہ گزرا کہ تھسلی میں بادشاہ فلپ کو شکست دی تھی اور یونانیوں کو مقدونی جوے سے آزاد کرایا تھا اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جو ہنی بال پر کہ جرأت و طاقت میں تمام بادشاہوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھا، غالب آ چکے تھے اور اس امر کو اپنی ذلت خیال کرتے تھے کہ ہرسیوس کو بھی یہ حوصلہ ہو کہ خم ٹھونک کر رومیوں سے مقابلہ کرے اور اپنے باپ کی بقیہ شکست خوردہ فوج لے کر اُن کے مقابلے میں ڈٹا رہے۔ مگر ان کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ فلپ نے شکست کھانے کے بعد مقدونی فوج کو بہ لحاظ طاقت و قواعد بہت کچھ ترقی دے لی ہے یہ ترقی کیوں کر ہوئی؟ اس کو بہ اختصار شروع سے بیان کرتا ہوں:

"ان ٹی گونس نے جو سکندر کے جانشینوں اور سرداروں میں سب سے زیادہ طاقت ور تھا، اپنے اور اپنی اولاد کے لیے بادشاہی کا خطاب حاصل کیا۔ اس کا ایک لڑکا ڈی مٹ ری اس نامی تھا جو دوسرے ان ٹی گونس (گناٹاس) کا باپ تھا۔ اس گناٹاس کا بیٹا ڈی مٹ ری اس اور پوتا فلپ ہوا جو باپ کے جوانی میں

مرجانے کے باعث بچپن میں وارثِ تخت ہوا۔ لیکن مقدونیہ کے عمائدین نے اس خوف سے کہ اس کی صغر سنی کے باعث انتظام مملکت میں خلل نہ آجائے، اس کے عمزاد بھائی ان ٹی گونس کو دعوت دی اور شاہِ متوفی کی بیوہ یعنی فلپ کی ماں سے بیاہ دیا اوّل اوّل تو اُسے نائب السلطنت رکھا، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ وہ ملک پر انصاف کے ساتھ رفاہِ عام کا لحاظ کر کے حکومت کرتا ہے تو اس کو بادشاہ کا خطاب دے دیا۔ یہی وہ شخص تھا، جس کا لقب بعد میں "ڈوسن" پڑ گیا تھا، یعنی بڑا وعدہ کرنے والا مگر کم ایفا کرنے والا۔ فلپ اسی کا جانشین ہوا کہ جس نے جوانی میں سب کو امیدیں دلائی تھیں کہ وہ بہترین بادشاہ ہوگا۔ اور کسی نہ کسی دن مقدونیہ کو اپنی سابقہ عظمت و جلال پر بحال کردے گا۔ اور رومیوں کی قوت کو جو اب بڑھتے بڑھتے تمام دُنیا پر چھائی جاتی تھی، روک دے گا۔ لیکن ایک ہی میدان کی جنگ نے جس میں ٹی ٹس فلامی نی نس نے اس کو مقام اسکوتوسا پر شکست فاش دی، اس کے حوصلے پست کردیے اور اس نے خود کو جملہ مال املاک کے ساتھ رومیوں کے رحم و کرم کے حوالے کردیا اور اس کو غنیمت سمجھا کہ معمولی خراج دے کر وہ سلامت بچ گیا، لیکن کچھ مُدّت کے بعد وہ سنبھلا اور اُسے خراج دینا بہت ناگوار گزرنے لگا۔ اس کو خیال آیا کہ یہ ایک غلام کی سی زندگی ہے جو بے مشققت روٹی مل جانے سے خوش ہوجاتا ہو نہ کہ صاحبِ ہمّت اہلِ خرد کی زندگی۔ جب کہ میری بادشاہی بھی محض رومی فاتحین کی رہینِ منّت ہے۔ اس خیال نے

اس کی تمام توجہ جنگ پر مرکوز کردی اور اس نے ایسی چالاکی اور اخفا کے ساتھ تیاریاں شروع کردیں کہ اپنے ساحلی اور سڑک کے کنارے کے شہروں کو بھی اس غرض سے بلا فوج اور ویران رہنے دیا کہ وہ بالکل ہیچ نظر آئیں۔ مگر اس مدت میں شمال کی طرف بڑی بڑی فوجیں جمع کرکے اپنی اندرونی چوکیوں، قلعوں اور قصبات کو اسلحہ، رسد اور آدمیوں سے ہر طرح مضبوط کرکے جنگ کے لیے آمادہ ہوگیا۔ تاہم یہ سب تیاریاں مخفی رکھیں۔ اور اس سے قبل کہ وہ ان سے کام لینے پائے، اس صدمے نے اس کا کام تمام کردیا کہ ہیں نے اپنے بے گناہ بیٹے ڈی مٹ ری اس کو ایسے شخص کے اتہام لگانے کی بنا پر جو کہیں زیادہ خود گناہ گار ہو، قتل کرا دیا۔

فلپ کے بعد اس کا دوسرا بیٹا پرسیوس بادشاہ ہوا جو اپنے باپ کی طرح رومیوں سے عناد رکھتا تھا، لیکن اس کے منصوبوں کو عمل میں لانے کی بالکل اہلیت نہ تھی، اس لیے کہ اس کی طبیعت جس میں من جملہ طرح طرح کی خامیوں اور علتوں کے طماعی خاص طور پر جاگزیں تھی، حوصلہ مندی سے معرا تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صحیح النسب نہ تھا، بلکہ بادشاہ فلپ کی بیوی نے اس کو اس کی ماں گنےتھی نی ان سے (جو ارگاس کی رہنے والی اور ناچنے گانے پر گزران کرتی تھی) پیدا ہونے کے ساتھ ہی لے لیا اور اپنا کہہ کر اپنے شوہر کے سامنے پیش کردیا تھا۔ اپنے بھائی ڈی مٹ ری اس کو بھی پرسیوس نے بظاہر اسی لیے مروانے کی تدبیر کی کہ وہ جانتا تھا کہ جب تک گھرانے میں ایک جائز وارث موجود

ہو اس امر کی کوئی ضمانت نہیں ہوسکتی کہ اس کی بناوٹی ولادت
کا بھید نہ کھل جائے گا ؛

ان سب باتوں کے باوجود اپنے کثیر وسائل اور ساز وسامان
کے بل پر وہ رومیوں سے لڑ پڑا اور ان کے کئی بڑے سپہ سالاروں
کو شکست دی اور بیڑے کو بھی پسپا کردیا ۔ اس نے لی سی نی اس
کو جس نے پہلے پہل مقدونیہ پر حملہ کیا تھا، سوار فوج کی جنگ
میں شکست دی ۔ پچیس سو آزمودہ کار سپاہیوں کو ہلاک کیا اور
چھ سو کو قید کرلیا اور رومیوں کے بیڑے کو جب وہ اوریس کے
سامنے لنگر ڈالنے جارہا تھا، اچانک جالیا ۔ بیس لدے پھندے
جہازوں کو معہ کل سامان کے گرفتار کرلیا، بقیہ کو جو غلے سے
لدے ہوئے تھے، غرق کردیا اور علاوہ ان کے چار کشتیوں پر
قابض ہوگیا ۔ اس نے دوسری لڑائی ہوس ٹی لی اس سے جو
قنصلی مرتبے کا سردار تھا اور بمقام الی مہ ملک سے گزر رہا تھا،
لڑی اور اس کو پسپائی پر مجبور کیا اور جب بعد کو اس نے خفیہ
تھسلی میں سے ہوکر حملہ کرنا چاہا تو پرسیوس نے خود بڑھ کر
لڑائی مانگی جسے رومی سپہ سالار نے ڈر کر قبول نہیں کیا ۔ مزید براں
پرسیوس نے یہ دکھانے کی غرض سے کہ وہ رومیوں کو محض
حقیر جانتا ہو اسی دوران میں وردانی قوم پر بھی چڑھائی کی
اور ان کے دس ہزار آدمی قتل کیے اور بہت کچھ مال
غنیمت لے کر واپس ہوا ؛

اس نے دریائے ڈینیوب کی ایک جنگجو قوم سے

بھی ساز باز کی اور الی ریون کو بھی بذریعے ان کے بادشاہ جس تھی اس کے اُکسایا کہ اس کے ساتھ شریکِ جنگ ہو جائیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا تھا کہ بعض وحشی قومیں انعام کے وعدوں پر تیار تھیں کہ بحر اڈریاٹک کے ساحل ساحل جاکر اطالیہ پر حملہ کردیں ؟

جب اِن حالات کی رومیوں کو خبر ہوئی تو اُنھوں نے ارادہ کرلیا کہ رُو رعایت اور سعی سفارش سے سپہ سالار منتخب کرنے کی بجائے وہ خود ایسا آدمی مقرر کریں جو بڑے بڑے کام انجام دینے کی پوری قابلیت اور عقل رکھتا ہو۔ اور ایسا شخص امی لی اس پاولس ہی تھا کہ ساٹھ سال کے قریب عمر ہونے کے باوجود تندرست و قوی اور نہایت باثر بھی تھا۔ موجودہ دشواریوں میں جمہور اسی کو اپنا حاکمِ اعلیٰ یعنی قنصل بنانا چاہتے تھے۔ اس نے اول اول قبولِ خدمت میں تذبذب ظاہر کیا۔ لیکن جب لوگ روزانہ اس کے مکان پر آنے اور شور و ہنگامہ مچاکر مُصر ہونے لگے کہ وہ خود مقامِ انتخاب پر آئے تو اُس نے اُن کی درخواست قبول کی۔ پھر وہ امیدواروں کے مابین نمایاں ہوا تو یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ قنصلی کا خواہاں ہی بلکہ یہ کہ وہ محض فتح و ظفر کو کھینچ لانے کے لیے چوک میں داخل ہوا ہی۔ چناں چہ اسی قسم کی توقعات اور مسرتوں کے ساتھ لوگوں نے اس کا استقبال کیا اور بالاتفاق اُسے قنصل مقرر کیا۔ انھوں نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ حسب معمول قرعہ اندازی کرکے اُس کے لیے خاص خاص علاقے نامزد

کرتے بلکہ فوراً جنگِ مقدونیہ کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ کہا جاتا ہی کہ جب پرسیوس کے مقابلے میں اس کا سپہ سالار ہونا مشتہر ہوا اور وہ بہ اعزاز و اکرام بہت سے لوگوں کے ساتھ اپنے گھر پہنچا تو اس نے اپنی چھوٹی سی بچّی ترتیبہ کو روتا ہوا پایا۔ پاولس نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اُس نے گلے میں باہیں ڈال کر اور پیار کرکے کہا کہ: "ابّا کیا آپ کو نہیں معلوم کہ پرسی اس مرگیا ہی" اس سے مُراد اسی نام کا ایک کتّا تھا، جو اسی بچّی کے ہمراہ پلا بڑھا تھا۔ امی لی اس نے جواب دیا: "خوشا نصیب! اے میری بچّی، میں اس فال کو خوش آمدید کہتا ہوں"۔ سی سرو خطیب نے اس واقعے کو اپنی کتاب کشفیات میں بیان کیا ہی۔

رسم تھی کہ جو قنصل مقرر ہوتا تھا وہ ایک منبر پر سے جو خاص اسی مقصد کے لیے بناتے تھے، لوگوں کو خطاب کرتا تھا اور اُن کے اس تلطف کا شکریہ ادا کرتا تھا۔ اِمی لی اس نے بھی ایک مجمع کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ "پہلے جو میں نے قنصلی کے لیے کوشش کی وہ صرف اس لیے تھی کہ مجھے خود قنصلی کی خواہش تھی مگر اب کی مرتبہ یہ وجہ ہی کہ تم کو ایک سپہ سالار کی ضرورت ہی پس اس صورت میں شکریے کی کیا ضرورت رہی۔ اگر تم کسی دوسری تدبیر کو انتظامِ جنگ کی غرض سے مفید تر سمجھو تو میں بخوشی اپنے عہدے سے دست کش ہونے پر آمادہ ہوں لیکن اگر تم کو مجھ پر بھروسا ہی تو میرے عہدے کا کوئی ساتھی مقرر کرنا یا افواہیں اُڑانا اور نکتہ چینی کرنا ترک کرو اور بلاقیل وقال مجھے ضروری وسائل و امدادِ جنگ مہیا کرتے رہو۔ کیوں کہ اگر ایک شخص کو حاکم

بنا کر تم خود اس پر حکومت کرو گے تو یہ مہم پہلی سے زیادہ مہمل ہو جائے گی۔" اس تقریر سے بھی لوگوں کو اس پر اعتماد اور فتح کی توقعات بڑھ گئیں۔ سب کے سب اس بات سے خوش تھے کہ کسی خوشامد طلب کے تقرر کی نوبت نہ آنے پائی بلکہ ایک ایسے سردار کا انتخاب ہوا ہے جو اظہارِ حق کی جرأت اور دانائی سے متصف ہے۔ دنیا بھر پر قابض ہو جانے اور اس پر حکومت کرنے کی خاطر رومیوں کی بس یہ کیفیت تھی کہ دلیل و برہان اور اعلیٰ صفات کے رو برو سر بسر سرِ تسلیم خم کر دیتے تھے۔

اس امر کو کہ امی لی اس ایک کامیاب اور حوصلہ افزا بحری سفر طے کر کے بہ عجلت و حفاظت اپنے مستقر پر پہنچا، میں خوش قسمتی کی جانب منسوب کرتا ہوں، مگر جب میں دیکھتا ہوں کہ کس طرح یہ جنگ اس کے زیرِ قیادت ایک عمدہ انجام تک پہنچی جس کا سبب کچھ تو خود اس کا بے باک تہوّر تھا اور کچھ اس کی اصابتِ رائے۔ اور یہ بات کہ انتہائی خطرے کے موقع پہ وہ صحیح مشورے کو مان لیتا تھا، تو میں اس کے کسی مشہور و قابلِ تعریف کارنامے کو محض خوش نصیبی سے نہیں منسوب کر سکتا، جیسا کہ دوسرے سپہ سالاروں کے باب میں کہا جا سکتا ہے۔ البتہ پرسیوس کی حرص و خسّت کو آپ چاہیں تو امی لی اس کی خوش نصیبی قرار دے سکتے ہیں کیوں کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس بادشاہ کا یہ خوف کہ اس کے روپے خرچ نہ ہوں، اہلِ مقدونیہ کی جنگی تیاریوں اور کامیابی کی امیدوں کو خاک میں ملانے کا باعث ہوا۔ حالاں کہ اس کی استدعا پر

قوم بلیں ٹرنی کے دس ہزار سوار اور اتنے ہی پیدل مقدونیہ میں رہنے اور بصورت ناکامی ان کی قائم مقامی کے لیے وہاں آ پہنچے تھے۔ یہ سب کے سب مسلّمہ اہلِ حرب تھے جو کاشتکاری، ملاحی یا کسی اور معمولی کسبِ معیشت سے بالکل ناآشنا تھے اور جن کا واحد پیشہ ہی جنگ جوئی اور ہر قسم کی مزاحمت پر غالب آجانا تھا۔ جب یہ لوگ مقدونیہ میں پہنچے اور بادشاہی سپاہ کے پاس پڑاؤ ڈال کر اُن سے ملے جُلے تو چوں کہ قدآوری کے ساتھ سپاہیانہ ورزشیں کرتے تھے اور بڑی لاف زنی اور بلند آہنگی کے ساتھ غنیم کی تخویف کے لیے باتیں بناتے تھے، مقدونیوں میں انھوں نے ایک نئی جرأت پیدا کردی اور ان کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اہلِ رومہ ان قوی ہیکل سپاہیوں کا مقابلہ نہ کرسکیں گے بلکہ ان کا غیر معمولی قد قامت دیکھ کر ہی خوف زدہ ہوجائیں گے۔ لیکن ان تمام امیدوں کے باوجود جب ان لوگوں نے ہر سردار کے لیے ہزار اشرفی طلب کی تو پرسیوس ایسا گھبرایا اور ہکا بکا نظر آیا کہ گویا وہ بجائے رومیوں کا حریف ہونے کے کوئی داروغہ ہو جسے اخراجاتِ جنگ کا پورا پورا حساب دینا ہو۔ نتیجہ یہ کہ وہ ایسے زبردست حلیفوں کی مدد سے محروم ہوگیا۔

اسی طرح اتنی بڑی جنگ میں جب کہ ایک لاکھ رومی پورے ساز و سامان کے ساتھ مقابلے میں آرہے تھے، اُس نے اپنے رُپے کو عزیز رکھا اور اپنی تھیلیوں پر مُہر لگادی، اور اُن کو ہاتھ لگاتے ہوئے ایسا ڈرتا تھا جیسے وہ کسی دوسرے کی ملک ہوں اور یہ سب کچھ اُس شخص سے ہوا جو قوم لُدّ یا تاجر پیشہ فنیقیوں کے

خاندان سے نہ تھا بلکہ جس کو سکندر اور فلپ کی خوبیوں میں سے حصّہ ملا تھا کہ وہ بہ لحاظِ ولادت اُنھی سے منسوب تھا اور یہ وہ بادشاہ تھے جنھوں نے ایک دُنیا کو اس نظریے کے ساتھ فتح کر ڈالا تھا کہ رُپیہ حصولِ سلطنت کے لیے ہو نہ کہ سلطنت حصولِ زر کے واسطے۔ چناں چہ یہ مثل مشہور ہوگئی تھی کہ فلپ نے نہیں بلکہ اُس کے سونے نے یونانی شہروں کو فتح کیا۔ اسی طرح سکندر ہندُستان کی مہم پر چلا اور اپنے مقدونی سپاہیوں کو فارس کے مالِ غنیمت سے لدا پھندا دیکھا تو پہلے اپنے ساز و سامان کی گاڑیوں میں آگ لگائی، پھر سپاہ کو اپنے اتّباع کی ترغیب دی تاکہ ان فکروں سے آزاد ہوکر لڑائی کے لیے بڑھیں۔ بہ خلاف اس کے پرسیوس، جس کے پاس کثیر دولت جمع تھی، اسے اپنی سلطنت اور اپنی اولاد کی بقا کے لیے بھی خرچ نہ کرسکا، اور آخر کار خود قید ہوا اور ساری دولت اس کے دشمن رومیوں کے ہاتھ آئی ؛

اس نے نہ صرف اہلِ غالیہ سے دروغ بافی کی اور ان کو چلتا کیا بلکہ ای لی ریون کے بادشاہ جن تھی اس کو بھی بہ شرطِ امدادِ جنگ تین سو ٹیلنٹ (تقریباً دس لاکھ رُپے) کی امید دلائی اور سفیروں کے سامنے رُپے شمار کرچکنے کے بعد اُن پر اپنی مُہر لگا دی۔ اِدھر جن تھی اس نے یہ سمجھ کر میری مطلوبہ رقم مل گئی ہے ایک شرمناک اور ذلیل حرکت کی، یعنی رومیوں کے فرستادہ ایلچیوں کو پکڑ کر قید کرلیا۔ اس پر پرسیوس نے یہ سمجھ کر کہ اب جن تھی اس کو رومیوں کا دشمن بنانے کی غرض سے رُپے دینا بے کار ہے کیوں کہ وہ یہ

حرکت کر کے خود رومیوں کے ساتھ جنگ میں پھنس گیا ہے، اس بدنصیب بادشاہ کو روپیہ دینے سے انکار کر دیا اور بے تعلقی کے ساتھ رومیوں کے ہاتھ سے اس کی تباہی اور مع اہل و عیال ملک بدر ہونا دیکھتا رہا ؛

اِمی لی اس نے ایسے دشمن کے مقابلے میں آکر اس کو بہت ہیچ خیال کیا، مگر اُس کی قوت اور ساز و سامان کی تعریف کی کیوں کہ اس کے پاس چار ہزار سوار تھے اور پیدل سپاہ کسی طرح چالیس ہزار مسلح آدمیوں سے کم نہ تھی۔ وہ کوہ اولمپس کے دامن میں سمندر کی طرف نہایت دشوار گزار مقام پر قابض تھا جو ہر طرف جھاڑیوں اور چوبی دمدموں سے مستحکم کیا گیا تھا کہ اخراجات کا بار اور تاخیر اِمی لی اس کو تھکا ڈالے۔ مگر اس اثنا میں اِمی لی اس تمام تجاویز اور وسائل حملہ پر غور کر رہا تھا۔ اپنے سپاہیوں کو بہ لحاظ اُن کی سابقہ بدنظمی کے تاخیر کے سبب بے صبر پاکر اور یہ دیکھ کر کہ وہ ہر موقع پر اپنے سپہ سالار کو مشورہ دینے میں باک نہیں کرتے، اس نے خوب تنبیہ کی اور حکم دیا کہ وہ غیر متعلق معاملات میں دخل نہ دیں بلکہ اپنے اسلحہ کو درست رکھیں کہ جب ان کا سپہ سالار ضرورت سمجھے، اُن سے بلا تاخیر کام لے سکے۔ مزید براں اس نے یہ بھی حکم دیا کہ سپاہی بغیر برچھے کے پہرہ دیا کریں تاکہ وہ دشمن کے حملے کے وقت زیادہ ہوشیار پائے جائیں ؛

جس شے نے رومی فوج کو بہت دق کیا وہ پانی کی احتیاج تھی جو بہت ہی تھوڑی مقدار میں بہت مشکل سے اس چشمے سے

بہ کر یا قطرہ قطرہ ہوکر آتا تھا جو سمندر سے ملا ہوا تھا مگر امی لی اس بہ خیال کرکے کہ یہ کوہ اولمپس کا دامن ہی اور درختوں کی سرسبز روئیدگی سے یہ قیاس کرکے کہ زمین کے نیچے بھی ضرور پانی ہوگا پہاڑ کے دامن ہی میں متعدد گڑھے اور کنوئیں کھدوانے اور فوراً ہی وہ شفاف پانی سے بھر گئے جو غالباً پانی کے ساتھ ہی اپنی مقید جگہ سے نکل آیا تھا۔ اگرچہ فی الحقیقت بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اس بات کے منکر ہیں کہ زمین کے نیچے پانی کے چشمے موجود ہیں جو کھودنے سے اوپر بہنے لگتے ہیں۔ بہ خلاف اس کے یہ لوگ کہتے ہیں کہ زمین کھودنے سے بیرونی سردی اور ہوا کی رطوبت مل کر پانی بنا دیتی ہی ٭

امی لی اس اب بھی چند روز تک پڑا رہا اور کہا جاتا ہی کہ اتنے بڑے لشکروں نے ایسا قریب رہ کر کبھی ایسی خاموشی نہیں منائی ہوگی۔ جب وہ ہر پہلو پر اچھی طرح غور و آزمایش کرچکا تو اس کو خبر ملی کہ ہنوز ایک راستہ غیر محفوظ موجود ہی جو اپالو کے مندر اور چٹانوں میں سے ہوکر جاتا ہی، چناں چہ اس جگہ کے بے مدافعت ہونے کی امید میں وہ وہاں کی اونچ نیچ اور دشوار گزاری کا خوف بھی دل میں نہ لایا اور اس بارے میں لوگوں سے مشورہ لیا۔ جلسۂ شوریٰ کے حاضرین میں سی پیو خورد نے جو بعد میں بہت صاحب اثر ہوا، سب سے پہلے اپنے کو ان لوگوں پر سرداری کرنے کے لیے پیش کیا جو غنیم کو گھیرنے کے لیے جانے والے تھے۔ اس کے بعد فے بی اس

نے جو ہنوز بہت کم سن تھا، بہت جوش کے ساتھ اپنی خدمات پیش کیں۔ اِمی لی اس نہایت خوش ہوا اور جیسا کہ خود سی پیو نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے، فوج میسرہ کے پانچ ہزار اور اطالوی تین ہزار سپاہی اس کے سپرد کیے۔ پولی بی اس مورّخ نے تعداد زیادہ بتائی ہے۔ یہ صحیح نہیں اور نہ یہ سپاہی خاص روما کے رہنے والے تھے۔ غرض یہ پیادہ اور تھوڑے سے سوار لے کر وہ ساحل کی طرف روانہ ہوا اور ہرقل کے مندر کی جانب اس طرح پڑاؤ ڈال دیا گویا وہ لنگر اُٹھانے اور دشمن کو دریا کی جانب سے محصور کر لینے کی تجویز میں ہے مگر جب سپاہ کھانا کھاچکی اور تاریکی چھا گئی تو اُس نے سرداروں کو اپنے اصلی ارادوں سے آگاہ کیا اور سمندر کے مخالف رُخ پر رات بھر کوچ کرنے کے بعد اپالو کے مندر تک پہنچا، جہاں اپنی فوج ٹھیرا دی اس موقعے پر کوہ اولمپس دس فرلانگ کی بلندی تک اونچا ہوگیا ہے، جیسا کہ اُس کے پیمایش کرنے والے کی ایک نظم کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے:

"اولمپس کی چوٹی ہی وہ مقام ہے جہاں اپالو کا
مندر پیمایش کے لحاظ سے کامل دس فرلانگ سے
زیادہ بلندی پر قائم ہے، یعنی دس فرلانگ اور چار کم
ایک سو فیٹ کی بلندی پر ہے!"

اِمی لی اس کا بیٹا اکرسے ناگورس یہاں تک پہنچا۔
"اے بادشاہ رُخصت! تیرا حج مبارک ہو"

بہ قول مہندسین یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اور کوئی پہاڑ بلندی میں اور کوئی سمندر گہرائی میں دس فرلانگ سے زیادہ نہیں ہے۔ اغلب ہے کہ اگزے ناگورس نے بےاحتیاطی سے پیمایش نہ کی ہوگی بلکہ قواعدِ فن اور آلات کی رُو سے کی ہوگی۔ غرض اس مقام پر نوجوان رومی سپہ سالار، سی پیو نے رات گزاری ؛

کسی کریٹی نے غداری کی اور فرار ہوکر پرسیوس کی اُس تجویز کو افشا کیا جو رومی اس پر چھاپا مارنے کے لیے کر رہے تھے، حالاں کہ اس کو رامی لی اس کا تساہل دیکھ کر کسی تاخت کا شُبہ نہ تھا۔ وہ یہ اطلاع پاکر حیران رہ گیا، تاہم اُس نے اپنی فوج کو حرکت نہ دی بلکہ دس ہزار اجیر سپاہیوں اور دو ہزار مقدونیوں کو مائی لو کے ماتحت یہ حکم دے کر بھیج دیا کہ دَرّوں پر قبضہ کرلو ؛

پولی بس کا بیان ہے کہ رومیوں نے حملہ کرتے وقت ان لوگوں کو سوتا ہُوا پایا۔ مگر سی پیو کہتا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر نہایت تیز و شدید معرکہ ہوا اور وہ خود ایک اجیر تھریسی کے مقابل ہُوا، جس کو اس نے اپنے برچھے میں چھید کر قتل کر دیا۔ دشمن ہٹنے پر مجبور ہوا تو مائی لو نے اپنی زرہ بکتر اُتار پھینکی اور بے شرمی سے بھاگ کھڑا ہوا۔ عقب میں رومی فوج اطمینان سے پہاڑ اُتر کر میدان میں پہنچ گئی ؛

اس واقعے سے پرسیوس بہت خوف زدہ ہوا اور ہٹ کر مختلف شہروں میں قلعہ بند ہونے کی فکر میں تھا، لیکن

بعض دوستوں نے سمجھایا کہ تمھاری تعداد بہت زیادہ ہو اور ایسے لوگ کہ جو اپنے اہل و عیال کو بچانے کے لیے لڑتے ہیں اور بھی زیادہ بہادری سے لڑیں گے، خصوصاً جس وقت کہ اپنے بادشاہ کے سامنے لڑیں۔ ان باتوں سے اس کی ہمت پھر بندھ گئی اور پڑاؤ ڈال کر جنگ کے لیے تیار ہوا۔ گویا اُس نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ رومیوں کے قریب پہنچتے ہی اُن پر جھپٹ پڑے۔ وہ موقع جناحی لشکر کو کام میں لانے کے لیے جس کے لیے چکنی، مسطح اور مضبوط زمین کی حاجت ہوتی ہو، بہت مناسب تھا۔ اسی مقام میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بھی تھیں جو باہم ملی ہوئی تھیں، اور ہلکی فوج کے آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے نیز معمولی جھڑپوں کے لیے بہت موزوں تھیں۔ وسط میں ای سن اور لیوکوس ندیاں بہتی تھیں اور گہری نہ ہونے پر بھی اس زمانے میں کہ موسم گرما کا آخری زمانہ تھا، رومیوں کے لیے ضرور کسی نہ کسی قدر تکلیف دہ ہو سکتی تھیں۔

جب امی لی اس بھی باقی ماندہ لشکر کے ساتھ آگیا تو رومی غنیم پر حملے کی غرض سے بڑھے لیکن امی لی اس نے ان کی تعداد اور صف بندی دیکھی تو حیران ہوا اور اُن کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ اُس نے فوج کو ٹھیرا دیا اور جوشیلے نوجوان سرداروں کو جن کا اصرار تھا کہ وہ فوراً حملہ کر دیا جائے، تبسم کے ساتھ یہ جواب دیا کہ "بھئی میں بھی اگر تمھاری عمروں ہوتا تو بے شک یہی کرتا۔ لیکن متعدد فتوحات نے مجھے وہ طریقے سکھلا دیے ہیں

جن سے لوگوں کو شکست دی جاتی ہی اور وہ مجھے اس امر سے مانع آتے ہیں کہ میں اُن سپاہیوں کو جو ایک طویل کوچ سے تھکے ہوے ہیں، ایک ایسے لشکر کے مقابل کردوں جو ہر طرح آمادہ اور لڑائی کے لیے تازہ دم ہو"

پھر اُس نے حکم دیا کہ مقدمۃ الجیش اور لشکر کا وہ حصّہ جو دشمن کے سامنے ہی، صف بستہ رہے اور جو لوگ عقب میں ہیں، وہ خندقیں کھودیں اور پڑاؤ کو مستحکم کریں تاکہ پچھلا حصّہ فوج بتدریج چکّر کھاکر پھیلتا جائے اور اس طرح جنگی صفیں سہولت سے ہر طرف ہوکر لشکر بغیر کسی غُل یا زحمت کے مورچہ بند پڑاؤ میں آگیا۔

جب رات ہوئی اور لوگ کھانا کھاکر سونے اور آرام کرنے کے لیے لیٹے تو یکایک ماہِ کامل جو پوری بلندی پر تھا، تاریک ہوگیا اور طرح طرح کے رنگ بدل کر پورے گہن میں آگیا۔ رومیوں نے اپنے دستور کے مطابق برنجی برتن آپس میں ٹکرائے اور مشعلیں بلند کرکے، چاند کے گہن سے نکلنے کی دعائیں مانگیں۔ مگر اہلِ مقدونیہ خوف زدہ ہوگئے اور رفتہ رفتہ یہ افواہ اُن کے پڑاؤ میں پھیل گئی کہ چاند گہن بادشاہ کے لیے کوئی نہ کوئی فالِ بد رکھتا ہی۔ ایمی لی اس کے لیے یہ باتیں کوئی نئی نہ تھیں، نہ وہ چاند گرہنوں کی ظاہرا بے قاعدگی سے ناآشنا تھا۔ یعنی یہ کہ ایک خاص دَور میں چاند اپنی رفتار کے اثنا میں زمین کے سایے میں داخل ہوجاتا اور تاریک ہوجاتا ہی، یہاں تک کہ اس حصّۂ تاریک سے نکلنے کے بعد وہ پھر سورج سے روشنی پاکر

منور ہو جاتا ہے۔ بریں ہم ایک ارادت مند انسان کی طرح مذہبی رسوم اور قربانیوں کا پابند ہو، جوں ہی اُس نے چاند کو دیکھا کہ اُس میں روشنی پھر آنے لگی تو اُس نے گیارہ بچھڑے بھینٹ کیے۔ صبح ہوتے ہی اُس نے یکے بعد دیگرے بیس قربانیاں ہرقل کے نام پر دیں مگر کوئی علامتِ قبولیت نہ ظاہر ہوئی، لیکن جب اکیسویں قُربانی کی نوبت آئی تو نذر کرنے والوں کے لیے فتح کا اشارہ ہوا، تب اُس نے منت مان کر اپنے سرداروں کو صف بندی اور اُس وقت حملہ کرنے کا حکم دیا جب کہ سورج ڈھل کر مغرب کی طرف آ جائے تاکہ صبح کے وقت شرق رویہ رومی صفوں کی آنکھوں میں چکا چوند نہ پیدا ہو۔ اتنی دیر خود اُس نے اپنے خیمے میں جو دشمن کے پڑاو کی طرف کھُلا ہوُا تھا، وقت گزاری کی۔

جب شام ہونے لگی تو کہتے ہیں کہ اِمی لی اس نے خود دشمنوں کو آمادۂ جنگ کرنے کے لیے ایک چال چلی، یعنی ایک گھوڑے پر سے زین و لگام اُتار لیا اور پھر چند رومیوں کو اسے پکڑنے کے لیے بھیجا، جن کے تعاقب کرتے ہی جنگ چھِڑ گئی۔ بعضوں کا بیان ہے کہ کچھ تھریسی سکندر نامی کسی سردار کی ماتحتی میں رومیوں کے جانورانِ بار برداری پر جو چارہ لا رہے تھے، جھپٹے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے سات سو لی گوریوں کا ایک گروہ فوراً روانہ کیا گیا اور پھر ہر فریق کی جانب سے کمک آتے رہنے کی وجہ سے آخر کار فوج کے اصلی حصّے باہم مقابل ہو گئے۔

اِمی لی اس ایک عاقل ناخدا کی طرح دشمنوں کی حرکت اور چڑھاؤ سے آنے والے طوفان کی اہمیت کا قبل از قبل اندازہ کرکے اپنے ڈیرے سے باہر آیا اور رسالوں کے درمیان پہنچ کر سپاہیوں کی ہمت افزائی کرنے لگا +

اِدھر میدانِ جنگ میں دشمن کی قوّت و ترتیب کا اندازہ سب سے پہلے سی پیو کو ہوا جو اگلی صفوں کے ساتھ تھا۔ اس کا بیان ہی کہ سب سے آگے آگے قدآور سیاہ کفتان پہنے تھریسی سپاہی چمکتی ڈھالیں لیے نیزے ہلاتے آرہے تھے جن سے سی پیو سب سے بڑھ کر مرعوب ہوا۔ تھریسیوں کے پیچھے اجیر سپاہی کوچ کررہے تھے جو مختلف طریقوں سے مسلّح تھے۔ ان میں فلیقی بھی ملے جلے ہوئے تھے۔ اُن کے پیچھے دیسی مقدونیوں کا ایک چیدہ جیش تھا جو ہمت و طاقت کے لحاظ سے بہترین تھا۔ یہ لوگ نوجوان اور سُنہرے اسلحہ اور ارغوانی زرہ بکتر کی وجہ سے خوب درخشاں و تاباں تھے۔ جس وقت یہ لوگ اپنی اپنی جگہوں پہ قائم ہورہے تھے تو اُن کے پیچھے گنجان صفوں کا وہ شیرازہ بند لشکر مرتّب ہوگیا جسے "برنجی سپر" کہتے تھے اور اُن کی آمد سے تمام میدان فولادی آب تاب اور تانبے کی چمک سے جگ مگا اُٹھا۔ اور اُن کے نعروں سے پہاڑیاں تک گونج اُٹھیں۔ اسی نظم کے ساتھ ان لوگوں نے کوچ جاری رکھا اور اس دلیری اور تیزی سے آگے بڑھے کہ جو لوگ پہلے مارے گئے وہ رومی کمپ سے دو فرلانگ کے فاصلے تک بڑھ آئے تھے +

جنگ شروع ہوگئی۔ امی لی اس نے پہنچ کر دیکھا کہ مقدونیہ والوں نے دومیوں کی ڈھالوں پر اپنے برچھے اُڑا رکھے ہیں اور وہ ان کے قریب کسی طرح نہیں پہنچ سکتے۔ اس نے کبھی ایسا نظارہ نہیں دیکھا تھا اور اکثر بعد میں وہ اپنے جذبات اور اس نظّارے کے متعلق تذکرہ کیا کرتا تھا۔ لیکن اس وقت اپنے خوف کو چُھپایا اور بغیر چار آئینے اور خود کے خندہ جبینی اور وقار کے ساتھ اپنے لشکر میں در آیا۔

برخلاف اس کے پولی بی اس لکھتا ہے کہ: "لڑائی چھڑتے ہی مقدونی بادشاہ نہایت کمینگی کے ساتھ شہر پڈنا میں چلا گیا اور حیلہ کیا کہ ہرقل کو قربانی چڑھانے جاتا ہوں۔ حالاں کہ وہ ایسا اوتار ہے جو بزدلوں کی نذروں کو کبھی قبول نہیں کرتا کیوں کہ حقیقت میں یہ بات کسی طرح قرینِ عقل نہیں کہ خدا کی طرف سے شکار وہ مار کر لائے، جس نے کبھی تیر نہ چلایا ہو اور فتح اُس کے نصیب میں آئے جو لڑائی سے دُم چُراتا ہو۔ کامیابی وہ پائے جو کوئی زحمت نہ اُٹھاتا ہو یا یہ کہ بدکردار دُنیا میں سرسبز ہو! البتہ امی لی اس کی دعائیں خدا نے سُنی ہوں گی کہ وہ تلوار لے کر فتح مانگتا تھا اور جاں بازی کر کے، نصرتِ الٰہی کا طالب تھا۔

پوسی ڈونی اس نامی ایک شخص جس نے پرسیوس کی خاصی مفصّل تاریخ لکھی اور اُس زمانے میں اپنے موجود ہونے اور اِن واقعات میں خود شریک ہونے کا مظہر ہے۔ اس امر سے منکر ہے کہ

پرسیوس خوف سے یا قربانی کے بہانے میدان سے فرار ہوگیا، بلکہ لکھا ہی کہ جنگ سے ایک روز پہلے کسی گھوڑے نے اُس کی ران میں لات مار دی تھی اور باوجود اس طرح بیکار ہوجانے اور اپنے تمام احباب کے سمجھانے بجھانے کے اُس نے اپنی سواری کا گھوڑا لانے کا حکم دیا اور میدانِ جنگ میں غیر مسلح وارد ہوا۔ پھر بے انتہا تیروں کے درمیان جو اُس کے چاروں طرف سنسناتے بھر رہے تھے، وہ در آیا اور ایک تیر اُس کے لگا جو اگرچہ نوک کے بل نہیں پڑا تاہم اُس کے بائیں جانب یکایک اس زور سے ٹکرایا کہ اُس کے کپڑے پھٹ گئے اور گوشت میں ایسا داغ پڑگیا جس کا نشان بہت دنوں تک باقی رہا۔ یہ سب باتیں پوسی ڈونی اس نے پرسیوس کی وکالت میں تحریر کی ہیں ؞

جب رومی لشکر دشمن کے شیرازہ بند دستے کی صفیں نہ توڑ سکا تو ان کے ایک سردار سالیوس نے اپنے دستے کا جھنڈا چھین کر دشمنوں کے درمیان پھینک دیا۔ یہ دیکھتے ہی رومیوں نے (چوں کہ اطالویوں میں جھنڈے کا چھن جانا ہمیشہ سے بے عزتی خیال کیا جاتا ہی) بہت زور سے جھپٹ کر اُس مقام پر ہجوم کر دیا۔ اور وہاں نہایت گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں جانب خوف ناک کُشت و خون ہُوا، اس لیے کہ اِن لوگوں نے چاہا کہ اپنی تلواروں سے برچھوں کے ٹکڑے اُڑا دیں یا اپنی ڈھالوں کے ذریعے دُشمن کو پیچھے ڈھکیل دیں یا اپنے ہاتھوں سے اِدھر اُدھر ہٹالیں۔ اور دوسری جانب

مقدونوی اپنے دونوں ہاتھوں میں لمبے لمبے بَتم ، جنھیں ساری سارس کہتے تھے اور جو کوئی اُن کے سامنے بڑھ جاتا، اُس کو زرہ سمیت چھید ڈالتے تھے۔ اس ہتھیار کو روکنے کی قوّت نہ تو ڈھال میں تھی نہ زرہ بکتر میں۔ چناں چہ پےلگنی اور مارو سی انی سپاہی جو فرطِ غضب کے ساتھ بلا سوچے سمجھے ہلاکت کے مُنہ میں گھُس پڑے تھے، سب کے سب کھیت رہے۔ اس طرح جب اگلی صفیں ہلاک ہوگئیں تو رومیوں کی پچھلی قطاریں پسپا ہونے لگیں۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوے لیکن کوہ الوک اس کی طرف پسپا ہوگئے۔ پوسی ڈونی اس کا بیان ہے کہ امی لی اس نے یہ دیکھا تو اپنے کپڑے چیر ڈالے اور اس کے ساتھیوں کو بھی اس لشکری حصار سے جو مقدونوی صفوں سے بن گیا تھا، عہدہ برآ ہونے کی کوئی امید نہ رہی کیوں کہ ہر طرف حملہ آوروں کی تواضع کے لیے لمبے لمبے برچھے ایک پیوستہ ترتیب میں نکلے ہوے تھے۔ جس کو تسخیر کرنا یا جس کے اندر گھُسنا محال تھا ؛

بایں ہمہ زمین کی ناہمواری نے اس امر کی اجازت نہ دی کہ ایک ایسا وسیع اور پھیلا ہوا محاذ قائم کیا جاسکے جو مقدونیوں کی ڈھالوں کو ہر طرف پورا پورا گتھا ہوا رکھے اور امی لی اس نے تاڑ لیا کہ مقدونی حصار میں جا بجا رخنے اور شگاف پڑے ہوے ہیں اور یہ بات معمولاً ہر بڑی لڑائی میں اس لحاظ سے واقع ہوا کرتی ہے کہ فریقین کی کوششیں مختلف ہوا

کرتی ہیں جو کبھی تو بڑے شوق سے آگے بڑھتے ہیں، اور کبھی پیچھے ہٹ جانے پہ مجبور ہوتے ہیں۔ پس یہ موقعہ دیکھ کر اس نے نہایت تیزی سے اپنے آدمیوں کی اُن کے جتھوں میں منتفرق کردیا اور اُن کو حکم دیا کہ غنیم کی صفوں کے رخنوں اور شگافوں میں گھس پڑیں اور اُس پر ایک عام حملہ کرنے کی بجائے ان کی ٹکڑیوں کو الگ الگ لڑائیوں میں اُلجھا لیں۔ یہ احکام اُس نے اپنے سرداروں کو دیئے اور اُنھوں نے اپنے سپاہیوں کو۔ چناں چہ جُوں ہی یہ لوگ دُشمن کی صفوں میں گھُسے اور ان کو متفرق کیا، اسی کے ساتھ بعض تو اُس جانب آگرے جہاں دُشمن غیر محفوظ اور بے ترتیب تھا اور بعض حلقے کی صورت میں عقب کی طرف گئے اور یوں اُن کے لشکری حصار کی طاقت کو جو کامل اشتراکِ عملی اور باہمی ہیوستگی پر مبنی تھی، شکست کردیا۔ اب لڑائی فرداً فرداً یا چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں آپڑی۔ مقدونیوں نے بیکار اپنی مضبوط اور لمبی ڈھالوں اور چھوٹی چھوٹی تلواروں پر بھروسا کرنا چاہا کیوں کہ یہ رومی تلواروں کے بوجھ اور ضرب کو نہیں سنبھال سکتی تھیں جو اُن کے زرہ بکتروں میں داخل ہوکر اُن کے جسموں کو چھید ڈالتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ مُڑے اور بھاگ نکلے۔

معرکہ نہایت شدید اور اسی جنگ میں مرقس کے ٹوکے بیٹے اور امی لی اس کے داماد نے پوری پوری بہادری دکھائی مگر اپنی تلوار کہیں گرادی۔ نوجوان آدمی عمدہ تعلیم و تربیت

پائے ہوئے پھر ایسے مشہور و معروف باپ کا لڑکا۔ اُس نے عزم کرلیا کہ معمولی اوصاف سے کچھ بڑھ کر ثبوت دینا چاہیے کیوں کہ اس خیال سے کہ اُس کی "تلوار" دشمن کے ہاتھ پڑے گی، اُسے زندگی دوبھر معلوم ہونے لگی۔ وہ اِدھر اُدھر دَوڑا اور چند جری رفیقوں کے ساتھ دشمنوں کی صفوں میں گھس پڑا سخت کُشت و خون کے بعد آخر اُس کی تلوار ہتھیاروں اور لاشوں کے ایک بڑے انبار کے نیچے ملی۔ اس کامیابی پر بے انتہا شادمان ہوکر انھوں نے نعرۂ ظفر بلند کیا اور بے حد جوش کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کیا جو ابھی تک جمے ہوئے تھے۔ انجام یہ ہوا کہ تین ہزار چیدہ آدمی جو ثابت قدم رہے اور آخر وقت تک دادِ شجاعت دیتے رہے، سب ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے گئے اور فراریوں کا قتلِ عام تو بہت زیادہ تھا۔ میدان اور پہاڑیوں کا نیچے کا حصّہ سب لاشوں سے پٹا پڑا ہُوا تھا اور لیوکوس ندّی کا پانی جس کو رومیوں نے جنگ کے دوسرے دن تک عبور نہیں کیا، سب خون آمیز ہوگیا تھا اس لیے کہ کہا جاتا ہی کہ دشمنوں کے پچیس ہزار سے زیادہ کھیت رہے اور رومیوں کے بقول پوسی ڈونی اس ایک سو مارے گئے مگر بہ قول سی پیو صرف اسّی۔ یہ جنگ گو کہ بہت بڑی تھی مگر بہت جلد فیصل ہوگئی۔ تین بجے تھے۔ جب لڑائی شروع ہوئی اور چار نہیں بجے تھے کہ دشمنوں کو شکست ہوگئی۔ بقیہ دن تعاقب میں صرف ہُوا۔ اُنھوں

نے مغرور دشمن کا تیرہ چودہ میل تک پیچھا کیا۔ اور رات گئے واپس آئے ٭

ان لوگوں کا اُن کے نوکروں نے مشعلیں لے لے کر استقبال کیا اور بہت کچھ مسرت اور دھوم دھام کے ساتھ خیموں میں واپس لائے، جنھیں چراغاں کیا گیا اور عشق پیچاں اور پھولوں سے آراستہ کیے گئے تھے۔ مگر خود سپہ سالار سخت غمگین تھا۔ اُس کے دو بیٹوں میں سے، جو جنگ میں اُس کے ماتحت لڑ رہے تھے، سب سے چھوٹا گم تھا جو اُس کو بہت پیارا تھا۔ اور اُس کے خیال میں اُس کی بہادری اور عمدہ اوصاف اُس کے بھائیوں سے بہت کچھ بڑھے ہُوے تھے۔ وہ جری، نام آوری کا شائق اور ابھی بچہ ہی تھا، پس باپ نے نتیجہ یہ نکالا کہ وہ مقتول ہُوا کیوں کہ ناتجربہ کاری سے وہ اپنے دشمنوں کے درمیان بہت دُور تک بڑھتا چلا گیا تھا۔ اہل لشکر کو جب امی لی اس کے اس اندیشے اور اندوہ کی خبر ہوئی تو وہ کھانا چھوڑ کر اور روشنی لے لے کر دَوڑ پڑے۔ بعض امی لی اس کے خیمے کی طرف گئے اور بعض خندقوں کے باہر کہ سی پیو کو پہلے حملے کے مقتولین کے اندر تلاش کریں۔ پڑاؤ میں ہر طرف غم چھایا ہوا تھا اور سارا میدان اُن لوگوں کی چیخوں سے گونج رہا تھا جو اس کا نام لے لے کر پکار رہے تھے۔ کیوں کہ جوانی ہی میں وہ سب کا ممدوح بن گیا تھا اور اُن اوصاف میں جو فوجی

اور مُلکی قیادت کے لیے ضروری ہیں، اپنے ساتھیوں میں سب پر فوقیت رکھتا تھا۔ آخر جب بہت دیر ہوگئی اور وہ تقریباً نااُمید ہوگئے تو وہ اپنے صرف دو تین ساتھیوں کے ہمراہ جو سب کے سب اپنے دُشمنوں کے تازہ خون میں تربہ تر تھے، واپس آگیا۔
یہ اس کا پہلا معرکہ تھا اور اس میں فتح کی خوشی اسے ایک اصیل کُتّے کی طرح بے اختیار بہت دُور تک لے چلی گئی تھی۔
یہ وہی سی پیو (الاعظم) ہے، جس نے بعد میں کارتھیج اور نیومینشیا کو تباہ کرڈالا۔ اور بلا اختلاف بہ اعتبارِ شُہرت رومیوں میں سب سے اول ٹھیرا اور اُن میں سب سے بڑھ کر صاحبِ اختیار ہوا۔ اس طرح تقدیر نے موجودہ عظیم الشان فتح میں کسی رشک وحسد سے کام نہیں لیا بلکہ فی الحال امی لی اس کو بغیر کسی تذبذب یا کمی کے اس فتح کی خوشی منانے دی ۞

اب پرسیوس کا حال سُنیے کہ وہ اپنی سوار فوج کے ساتھ جو ہنوز پوری پوری برقرار تھی، پڈنا سے پلاّ کو بھاگا۔ لیکن جب پیدل فوج اُس کے پاس آپہنچی اور سوار فوج کی بُزدلی اور غداری پر لعنت ملامت شروع کی اور ان لوگوں کو گھوڑوں پر سے کھینچ لینا چاہا اور گُتھم گُتھا شروع ہُوئی تو پرسیوس نے فساد کے ڈر سے شاہ راہ چھوڑ دی اور اس اندیشے سے اپنا قرمزی لباس اُتار کر سامنے اور تاج اپنے ہاتھوں پر رکھ لیا کہ پہچانا نہ جائے اور اپنے دوستوں سے بے تکلف بات چیت کرنے کے لیے گھوڑے پر سے اُتر لیا اور اُسے پکڑ کر لے چلا۔ اُس کے

ہمراہیوں میں سے ایک جوتے کے تسمے باندھنے کے بہانے جو ڈھیلا تھا، رُک گیا۔ دوسرا گھوڑے کو پانی پلانے اور تیسرا خود پانی پینے کے بہانے۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ اس کا ساتھ چھوڑ بیٹھے۔ کیوں کہ ان کو غنیم کا اتنا زیادہ خوف نہ تھا، جتنا اس کی بے رحمی کا۔ اس لیے کہ قسمت کی برگشتگی سے آشفتہ ہوکر وہ اس شکست کا الزام ہر شخص کے سر ڈال کر خود کو بری کرنا چاہتا تھا۔ وہ رات کے وقت پیلا میں پہنچا جہاں یوکٹس اور یوڈیس اُس کے دو خزانچی اُس کے پاس آئے جنھوں نے کچھ تو اُس کی پچھلی حماقتوں کا تذکرہ کرکے اور کچھ اپنی بے محل اور گستاخانہ لعنت ملامت اور مشوروں سے اس کو ایسا مشتعل کیا کہ اُس نے خود اپنے خنجر سے اُن دونوں کو ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد بجز ای وین ڈر ساکن قریطہ ارشمیدیس ساکن ای ٹولیا، اور زینون کے اور کوئی شخص اس کا رفیق نہ رہا۔ عام سپاہیوں میں سے صرف قریطہ کے لوگ ساتھ دے رہے تھے۔ وہ بھی خیر خواہی سے نہیں بلکہ صرف اس وجہ سے کہ وہ سب اس کی دولت کے پیچھے اس طرح لگے ہوئے تھے، جس طرح شہد کے پیچھے مکھی، کیوں کہ وہ بہت کم زر و مال ساتھ لے جا رہا تھا، جس میں سے اُس نے اُن کو پیالے، اور سونے چاندی کے ظروف دیے۔ مگر جب وہ ایم فی پولیس اور پھر گیلیپسوس پہنچ گیا اور اس کے اندیشے کسی قدر کم ہوئے، تو پھر اپنی پرانی اور طبعی بیماری حرص

میں مبتلا ہوا اور دوستوں سے شکوہ کرنے لگا کہ کچھ طلائی رکابیاں کہ سکندرِ اعظم کی مِلک تھیں، میں نے بھولے سے قریطیوں کو دے ڈالی ہیں۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کر اُن لوگوں کی منت کرنے لگا کہ اُن کے بدلے میں روپیہ لے لیں۔ وہ لوگ جو اُس سے خوب واقف تھے، اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ حریص قریطیوں کو قریطی بن کر آلو بنانا چاہتا ہے، مگر جنھوں نے اس پر یقین کیا اور اپنی چیزیں واپس کردیں اُنھوں نے دھوکا کھایا، اس لیے کہ اُس نے اُن کو نوڑ پیہہ دیا نہیں بلکہ چالاکی سے نہیں اور سونے کی اینٹیں اپنے دوستوں سے لے لیں (جو کچھ مدت بعد دشمنوں کے ہاتھ میں پڑیں) اور ساموتھریس کی جانب چل دیا اور وہاں کیسٹر اور پولکس سندروں میں پناہ کی غرض سے بھاگ گیا ۔

اہلِ مقدونیہ ہمیشہ سے بادشاہ پرست مانے جاتے تھے مگر پرسیوس کے فرار ہونے سے وہ ایسے ہراساں ہوئے کہ سب نے فاتح کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا اور دو ہی روز میں اُس کو اپنے تمام ملک کا مالک بنا دیا۔ اس واقعے سے ان کی رائے کی توثیق ہوتی ہے، جو اس کے ہر کام کو خوش نصیبی سے منسوب کرتے ہیں اور وہ شگون بھی جو ایم فی پولس میں واقع ہوا، ایک مافوقِ عادت حیثیت رکھتا ہے، یعنی جب وہ وہاں قربانی کررہا تھا اور مقدس رسوم شروع ہی ہوئے تھے کہ یکایک بجلی نے قربان گاہ پر گر کر لکڑی میں آگ لگادی

اور قربانی کو تکمیل تک پہنچا دیا۔ لیکن سب سے بڑھ کر خدائی نصرت کی نشانی یہ روایت ہی کہ پرسیوس کے پڑنا پھوڑ دینے کے چوتھے روز جب کہ شہر رومہ میں لوگ گھوڑ دوڑیں دیکھ رہے تھے، یکایک تماشا گاہ کے دروازے پر ایک خبر اُڑی کہ امی لی اس نے پرسیوس کو جنگ عظیم میں شکست دی اور تمام مقدونیہ کو زیر کرکے اپنے قبضے میں کرلیا ہی۔ وہاں سے یہ خبر عوام میں پھیلی اور ایک عام مسّرت پیدا ہوگئی، جس سے دن بھر شہر میں خوشی کے نعرے لگاتے پھرے۔ مگر جب اس خبر کا کوئی معتبر آدمی نہ ملا اور سب کو فقط دوسروں سے سُنی سُنائی ہونے کی خبر ملی تو اس کو نظر انداز کردیا گیا۔ حتےٰ کہ چند روز میں مُعتبر اطلاع رومہ پہنچی کہ وہ خبر واقعی سچّی تھی۔ تب اس واقعے کو ایک خدائی معجزہ مانا گیا۔ سابق میں بھی جب رومیوں نے ٹارکوئن کو شکست دی تھی، تو اُس کے تھوڑی ہی دیر بعد رومہ میں دو قدآور شان دار آدمی دکھائی پڑے، جو کہتے تھے کہ ہم میدان کی خبریں لائے ہیں۔ یہ دونوں کیسٹر اور پولکس دیوتا خیال کیے گئے، اور پہلا شخص جس نے اُن سے اُس چشمے کے قریب باتیں کیں، جہاں وہ اپنے گھوڑوں کو جو کف چھوڑنے لگے تھے، ٹھنڈا کر رہے تھے، فتح کی خبر پاکر متحیر ہُوا۔ کہا جاتا ہی کہ اس وقت وہ بھی مُسکرائے اور آہستہ سے اُس کی ڈاڑھی ہاتھوں سے چھوئی۔ ساتھ اس کے سیاہ بال زرد

ہوگئے اور اس بات نے اُن کے قول کا یقین دلا دیا اور اس شخص کا نام "برنج ریش" پڑگیا۔ ایک اور واقعہ جو خود اس کے زمانے میں ہُوا، ان تمام امُور کو قابلِ یقین بنادے گا۔ یعنی جب این ٹونی اس نے ڈومی شی ان کے خلاف بغاوت کی اور شہر رُومہ میں دہشت پھیل گئی کہ اب ارض جرمانیہ میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوں گی تو یکایک اور کسی نے نہیں جانا کہ کیوں کر لوگوں میں خود بخود فتح کی افواہ اُڑ گئی اور شہر بھر میں یہ خبریں پھیل گئیں کہ خود این ٹونی اس مارا گیا اور اس کی کل فوج ایسی تباہ ہوگئی کہ اس کا ایک حصّہ بھی سلامت بچ کر نہ نکل سکا۔ یہی نہیں بلکہ یہ یقین ایسا مضبوط اور موثق تھا کہ اکثر حُکّام نے خوشی کی قُربانیاں تک کردیں، لیکن جب راوی تلاش کیا گیا اور کوئی بھی نہ ملا تو یہ خبر رفتہ رفتہ کم ہوتی چلی۔ ہر شخص دوسرے کا حوالہ دیتا تھا، حتیٰ کہ وہ ایک مجمع عام کی جانب منسوب ہوکر گُم ہوگئی اور چوں کہ کوئی حتمی وجہ اُس کے باور کرنے کی نہ تھی، اس لیے تھوڑے عرصے کے بعد شہر میں کوئی اُس کا نام بھی نہ لیتا تھا۔ لیکن جب ڈومی شی ان نے اپنا لشکر لے کر میدانِ جنگ کی جانب کوچ کیا تو اُسے قاصد اور خطوط ملے، جن سے فتح کا حال معلوم ہُوا اور پتا چلا کہ افواہ اُس دن اُڑی تھی جس دن فتح ہوئی تھی، اگرچہ اس مقام سے رُومہ کا فاصلہ ڈھائی ہزار میل سے زیادہ تھا۔ اس واقعے کی حقیقت سے زمانۂ حال کا کوئی شخص بے خبر نہیں ہے ؎

القصہ امی لی اس کا شریک سپہ سالار نیوس اُکتاوی اس بیڑا لے کر ساموتھریس پہنچا اور اگرچہ اس مقام کے تقدس کی بنا پر اُس نے پرسیوس کو گرفتار نہیں کیا، لیکن پورا انتظام کر دیا کہ وہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ باوجود اس کے پرسیوس نے خفیہ اورین ڈیز ساکن قریطہ کو جو ایک چھوٹے جہاز کا مالک تھا، ترغیب دی کہ اُس کو اور اُس کے خزانے کو نکال لے چلے۔ اُس نے بھی ایک سچے قریطی کا کرتب دکھایا۔ یعنی مال و دولت لے کر اُس سے کہا کہ اپنے بچوں اور مخصوص نوکروں کو لے کر شب کو سی رس کے مندر کے قریب بندرگاہ پر آئے مگر شام ہوتے ہی اُس نے بے اُس کو لیے ہوئے لنگر اُٹھا دیا۔ پرسیوس کے لیے یہ مصیبت کچھ کم نہ تھی کہ وہ اپنی بیوی، بچوں اور خود کو دیوار کی ایک تنگ کھڑکی میں سے بہ مشکل نکال کر لایا کہ یہ سب بے چارے مصیبت اور فرار سے بالکل نا آشنا تھے مگر اُس نے ایک اور بھی زیادہ غمناک آہِ سرد اُس وقت کھینچی، جب ساحل پر سرگرداں پھرنے میں اُس سے کسی شخص نے کہا کہ ہمیں نے اورین ڈیز کو وسط سمندر میں جاتے دیکھا ہے۔ اب دن نکل آیا تھا اور چوں کہ نکل بھاگنے کی کوئی امید نہیں تھی لہٰذا وہ اسی کھڑکی کی طرف بھاگا۔ لیکن رومیوں نے اُسے دیکھ لیا گو اُن تک پہنچ نہ سکے۔ اُس نے اپنے بچوں کو ایون کے سپرد کر دیا تھا جو اُسے بہت عزیز تھا لیکن وہ

بھی غدّار ثابت ہُوا اور محض بچّوں کی وجہ سے پرسیوس مجبور ہُوا (اکثر چوپائے بھی جب اُن کے بچّے چھن جاتے ہیں، ایسا ہی کرتے ہیں) کہ وہ اپنے کو اُن لوگوں کے حوالے کردے جن کے قبضے میں اُس کے بچّے تھے۔ بڑا اعتماد اُسے سی پیو پر تھا جس کو اُس نے بے اختیار پُکارا مگر وہ وہاں نہ تھا۔ پس اپنی بدنصیبی پر آہ و فریاد کرنے لگا اور کوئی ممکنہ تدبیر نہ دیکھ کر خود کو اک ناوی اس کے حوالے کردیا۔ اور اس موقعے پر خاص کر یہ ظہور میں آیا کہ اس میں طمع سے بھی ذلیل تر ایک اور بُرائی موجود ہی یعنی زندگی کی مفرط محبّت۔ اس بنا پر وہ ترحم سے بھی کہ یہی ایک ایسی چیز ہی جس کو قدرت اشقیا سے بھی دریغ نہیں رکھتی، محروم ہوگیا۔ اُس نے خواہش کی کہ اِمی لی اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور جب اُس کے پاس لایا گیا تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنے دوستوں کی معیّت میں اُس کے استقبال کو چلا۔ آنکھوں میں عبرت کے آنسو بھی بھرے ہُوے تھے کہ قسمت کی برگشتگی نے اتنے بڑے آدمی کو چند روز میں اس درجے کو پہنچا دیا۔ لیکن جب پرسیوس نے خود کو قدموں پر ڈال دیا اور اُس کے گھٹنے پکڑ کے اس طرح فریاد و فغاں کرنے لگا کہ اِمی لی اس کو برداشت نہ رہی تو رنج اور غصّے سے اُسے دیکھ کر کہنے لگا کہ:

"اے بدنصیب آدمی تو کیوں تقدیر کو نام رکھنے کے لیے ایسی حرکتیں کر رہا ہی، جن سے پتا لگتا ہی کہ تجھ پر مصیبت

بے جا نہیں آئی ، نیز یہ کہ تیری موجودہ حالت نہیں بلکہ سابقہ عزت و اقتدار تیرے ظرف سے بڑھ کر تھے ۔ تو کیوں اس طرح اپنے کو رومیوں کے قبضے میں ایک بزدل دشمن ثابت کرکے میری فتح میں دھبا لگا رہا اور میری مہمات کو ہیچ بنا رہا ہے ۔ شجاعت مصیبت میں بھی احترام کی مستحق ہوتی ہے مگر بزدلی کہیں کام یاب نہیں ہوتی ، بلکہ رومیوں سے ہمیشہ اس نے لعنت پائی ہے۔" باوجود ان باتوں کے اس نے اس کو اٹھایا اپنا ہاتھ اس کو دیا اور اس کو ٹیوبرو کے حوالے کردیا ۔ پھر وہ اپنے بیٹوں ، دامادوں اور بڑے عہدہ داروں ، خاص کر نوجوانوں کو اپنے ساتھ خیمے میں لے گیا اور وہاں بغیر ایک کلمہ منہ سے نکالے ہوئے تادیر خاموش بیٹھا رہا۔ وہ سب اس پر حیرت کرنے لگے ، آخرکار اس نے تقدیر اور انسانی معاملات پر تقریر شروع کی ۔ اس نے کہا کہ: "آیا ایک ایسے شخص کے لیے جو جانتا ہے کہ وہ محض ایک انسان ہے، یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ جاہ و مرتبت پر مغرور ہو اور کسی شہر، قوم یا سلطنت کو فتح کرنے پر پھولا نہ سمائے اور قسمت کے اس تغیر پر کچھ بھی غور نہ کرے جس میں تمام جنگ جو اپنی عام کمزوری کی نظیر دیکھ سکتے اور یہ سبق لے سکتے ہیں کہ کسی چیز کو استقلال اور قیام نہیں ہے ۔ بھلا جب فتح و ظفر ہم کو سب سے بڑھ کر مجبور کرتی ہے کہ اپنی تقدیر سے بھی ڈرتے رہیں تو اور کونسا وقت

ہمارے لیے ایسا نکل سکتا ہی کہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں؟ قانونِ اشیا کے متعلق تھوڑا سا غور و فکر کہ کیوں کر سب کچھ تہ و بالا ہوگیا اور انسان کی حالت متغیر ہوگئی، ہماری بڑی سے بڑی مسرت میں افسردگی پیدا کرسکتا ہی۔ آیا تم لوگ جب کہ تم نے آنکھوں سے سکندرِ اعظم کے تاج و تخت کو کہ جس نے عظیم ترین سلطنت پر حکومت کی اور انتہاے عروج پر پہنچ گیا، ایک گھنٹے کی قلیل مدت میں پامال ہوجاتے دیکھا۔ جب کہ تم ایک بادشاہ کو جو ابھی تک بے شمار لشکر کے حلقے میں تھا، اسی حالت میں دیکھتے ہو کہ اپنی گزر بسر کے لیے اپنے فتح مند دشمنوں کا محتاج ہوگیا، تو یہ کیا تم کو باور آسکتا ہی کہ خود تمھاری کام یابی اور خوش قسمتی دائمی ہوگی۔ نہیں، اے نوجوانو غرور اور مہمل شیخی کو اپنے دماغ سے نکال دو اور عاجزی کے ساتھ بیٹھ کر جو کچھ واقع ہونے والا ہی، ہمیشہ اسے یاد رکھو کہ کہیں آیندہ ناکامیاں ہماری موجودہ مسرت کا آخر کار خاتمہ نہ کردیں"۔ اور بھی بہت کچھ کہا اور فتح مند نوجوانوں کے فخر و غرور اور ادعا کو اپنی تقریر سے معتدل اور دھیما کرکے اُنھیں رخصت کردیا۔

جب یہ سب ہوچکا تو اُس نے اپنی فوج کو مختلف قلعوں میں تقسیم کردیا کہ وہ تازہ دم ہوجائیں اور خود یونان کے دیکھنے کو چلا تاکہ کچھ وقت ایسی راحتوں میں گزارے جو ہر طرح مفید اور شریفانہ بھی تھیں۔

مجیوں کہ وہاں سے گزرتے وقت اُس نے لوگوں کی شکایات
کو دوُر کیا۔ طریقہ ہائے حکومت کی اصلاح کی اور ان کو بہت
سے عطیے دیے۔ بعضوں کو غلّہ عطا کیا۔ بعضوں کو شاہی مخزن
سے تیل دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شاہی خزانے میں اس قدر
کثیر ذخائر جمع ہوگئے تھے کہ دینے والے اور حاصل کرنے
والے تھک گئے مگر وہ ختم ہونے نہ آیا۔ ڈیلفی میں اُس نے
سنگ مرمر کا ایک مربّع پیل پایہ دیکھا جو شاہ پرسیوس نے
اپنا طلائی مجسمہ اس پر نصب کرنے کے لیے تیار کرایا تھا۔ اِمی لی اس
نے حکم دیا کہ اس پر میرا مجسّمہ رکھ دیا جائے اور یہ عین مناسب
تھا کہ مفتوح فاتح کے لیے جگہ خالی کرے۔ کہا جاتا ہو کہ اولمپیہ
میں اُس نے وہ بات کہی جو ہر شخص سُن چکا ہو یعنی یہ کہ
فی ڈیااس نے ہومر کے جوپی ٹر کو تراش دیا ہو۔ جب
روما سے دس عامل آئے تو اُس نے مقدونیوں کو اُن کے
شہر اور اُن کا مُلک پھر حوالے کر دیا اور اُن کو بہ آزادی اپنے
قوانین کے لحاظ سے زندگی بسر کرنے کی اجازت عطا کی۔ صرف یہ
قید رکھی کہ وہ رومیوں کو ایک ہزار ٹیلنٹ کا خراج دیا
کریں کہ اس رقم کا دوگنا وہ معمولاً اپنے بادشاہ کو دیا کرتے
تھے۔ اس کے بعد اُس نے نمائشوں، تماشوں اور دیوتاؤں
کی قربانیوں کے مراسم بہ اکملِ وجہ ادا کیے اور خوب دعوتیں
اور ضیافتیں کیں اور ان کے سب کے اخراجات نہایت
سیر چشمی سے شاہی خزانے سے ادا کیے اور ظاہر کر دیا کہ

وہ لوگوں کے فرقِ مراتب کو پوری طرح سمجھتا ہے اور جملہ رسوم کی جزئیات تک کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر اہلِ یونان کو اور بھی حیرت ہوئی کہ اتنے بڑے بڑے کاموں میں مصروفیت کے ساتھ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی کوئی فروگزاشت نہیں کرتا۔ خود اُسے یہ بھی خوشی تھی کہ ان شان دار اور پُر احتشام جلسوں میں وہ خود لوگوں کا ممدوح اور اپنے مہمانوں کے لیے باعثِ فرحت تھا اور جو لوگ اُس کی عالی دماغی پر متعجب ہو رہے تھے، اُن سے اس نے کہا کہ "ایک ضیافت کی ترتیب و اہتمام بھی اُسی مستعدی کی خواہاں ہے جو ایک لشکر کے لیے ہوا کرتی ہے۔ ایک کو غنیم کے مقابلے کے لیے مضبوط کرنا پڑتا ہے، دوسرے کو مہمانوں کے قبولِ خاطر کے لیے۔" لوگوں نے بھی اس کی وسعت اخلاق اور حوصلہ مندی کی تعریف میں بہ مقابلہ اُس کے دیگر اوصاف کے کچھ کمی نہیں کی، کیوں کہ اُس نے چاندی سونے کے ذخائرِ کثیرہ کو جو بادشاہ کے محلات سے نکال کر انبار کیے گئے تھے، دیکھنا تک گوارا نہ کیا اور انھیں سرکاری امینوں کے حوالے کر دیا کہ خزانۂ عامرہ میں داخل کر دیں، البتہ اس نے اپنے بیٹوں کو جو تحصیلِ علم کے بڑے شائق تھے، اجازت دی کہ وہ بادشاہ کی کتابوں کو لے لیں۔ اور جب اس نے غیر معمولی بہادری کے انعامات تقسیم کیے تو اپنے داماد اِمی لی اس ٹوبرو کو صرف ایک پیالہ عطا کیا جو ڈھائی سیر وزنی تھا۔ یہ ٹوبرو

جس کا ہم نے پیشتر تذکرہ کیا ہو کہ وہ اُن سولہ رشتہ داروں میں کا ایک فرد تھا، جن سب کی گُزران ایک چھوٹے سے کھیت پر تھی۔ اور بیان کیا جاتا ہو کہ یہ پہلا ظرف تھا جو ای لی آئی کے کُنبے کو ملا اور اُن کے ہاں بطور ایک اعزاز و انعام کے لایا گیا۔ اس سے قبل کبھی نہ اُنھوں نے اور نہ اُن کی بیبیوں نے سونے یا چاندی کا استعمال کیا تھا۔

یوں ہر چیز کو عمدگی سے طے کرکے یونانیوں سے رُخصت ہوکر اور مقدونیوں کو تاکید کرکے کہ جو آزادی رومیوں سے عطا ہوئی ہو، اُس کا پاس و لحاظ اور پابندیِ قوانین اور اتحادِ باہمی کے ذریعے سے اُس کو قائم رکھیں، اُس نے ای پی رس کا قصد کیا، کیوں کہ مجلسِ عمائد سے اُس کو حکم پہنچا تھا کہ جو سپاہی پرسیوس کے مقابلے کے لیے اُس کے ہمراہ آئے تھے، اُنھیں وہاں لوٹ مار کی اجازت دے دی جائے۔

اِمی لی اس نے وہاں کے باشندوں کو غفلت میں رکھنے کی غرض سے ہر شہر کے دس دس عمائد طلب کیے کہ جس قدر سونا چاندی اُن کے پاس ہو، وہ لے کر آجائیں۔ پھر ایک مقررہ دن ہر جگہ یک صدی سردار اور سپاہیوں کو بھیج کر تلاش کے حیلے سے ان پر عام حملہ کر دیا اور اس طرح ایک ہی دن میں وہاں کے ڈیڑھ لاکھ باشندے غلام بنائے اور ستر شہر لوٹ لیے گئے۔ بریں ہم اس عظیم بربادی اور قطعی تباہی کے نتیجے کے طور پر جو کچھ ہر سپاہی کو ملا، وہ گیارہ درہم سے زیادہ نہ

تھا۔ اور اِسی پر لوگ ایک ایسی جنگ کے انجام سے خوف کھانے لگے، جس میں ایک پوُری قوم کی دولت کو تقسیم کر دینے پر بھی فی کس اتنا قلیل نفع اور فائدہ پہنچے۔
جب اِمی لی اس یہ کام جو قطعاً اُس کی نرم اور ملائم طینت سے تضاد رکھتا تھا، کرچکا تو وہ اودی کس کو گیا، جہاں سے فوج سمیت اُس نے اطالیہ کے قصد سے لنگر اُٹھایا۔ اُس نے دریائے ٹمای بر تک بادشاہ والی کشتی میں سفر کیا جس میں سولہ پتواریں تھیں۔ اور اسلحہ اور اموالِ غنیمت سے خوُب سجائی گئی تھی۔ چناں چہ جس وقت وہ دریا کے چڑھاؤ پر آہستہ آہستہ جا رہی تھی تو رومیوں نے جو ساحل پر بہ غرض استقبال جمع ہوے تھے، اُس کی آیندہ جلوس فتح کی دھوم دھام کا کچھ کچھ اندازہ کرلیا۔ مگر سپاہ پرسیوس کے خزانوں کو بہ نگاہِ طمع دیکھتی تھی اور اپنے گمانِ استحقاق کے مطابق مال نہ پانے سے اندر ہی اندر امی لی اس سے برگشتہ اور ناراض تھی اور ظاہر میں اُس کی سخت گیری اور تحکّم کی شکایت کرتی تھی۔ یہ لوگ اس پر بھی آمادہ نہ تھے کہ اس کا جلوس نکالا جائے۔ جب سروِی اس گلبانے جو اِمی لی اس کے ماتحت بہ حیثیتِ وکیلِ عوام کام کرچکا تھا، مگر اس کا دُشمن تھا، اس امر کو معلوُم کیا تو پھر اُسے علانیہ یہ کہنے کی جرأت ہوگئی کہ اُس کے لیے جلوس کی

ضرورت نہیں ہے۔ ساتھ ہی اس نے اہلِ فوج میں طرح طرح کی تہمتوں کی تخم ریزی کی، جس سے اُن کی عداوت اور بھی بڑھ گئی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُس نے وکلاے جمہور (یعنی ٹری بیونوں) سے درخواست کی کہ آج دن ختم ہونے میں چند گھنٹے باقی رہ گئے ہیں، لہٰذا اسے دوسرے دن اپنی صفائی پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ تو اُنھوں نے اُسے حکم دیا کہ جو کچھ کہنا ہے، اسی وقت کہے۔ تب امی لی اس نے طویل تقریر شروع کی، جس میں عام اہلِ فوج کی خوب خبر لی۔ حتے کہ وقت سب اسی میں صَرف ہوگیا اور جب اندھیرا ہونے لگا تو ٹری بیونوں نے پنچایت برخاست کردی۔ سپاہیوں کو اس پر اور زیادہ اشتعال ہوا اور وہ سب گلبا کے پاس مجتمع ہوگئے اور ایک سازش کرکے صبح ہی صبح قلعے کو گھیر لیا، جہاں آیندہ مجلس کا انعقاد قرار پایا تھا۔

جوں ہی روزِ روشن ہوا، رائیں لی جانے لگیں اور پہلے قبیلے نے جلوسِ فتح کے خلاف راے دی۔ یہ خبر عوام میں پھیل گئی اور مجلسِ عمائد تک پہنچی۔ جمہور کو واقعی بہت صدمہ تھا کہ امی لی اس ایسی بدنامی سے دو چار ہوا مگر ان کی محض باتیں ہی باتیں تھیں، جن کا کوئی اثر نہ تھا۔ البتہ مجلس کے مخصوص لوگوں نے اسے ایک

ذلیل فعل قرار دے کر اُس کے برخلاف اعلان کیا۔ اور سپاہیوں کی بے باکی اور گستاخی کو دبا دینے کے لیے ایک دوسرے کو اشتعال دلانے لگے کیوں اگر یہ لوگ اِمی لی اس کو جلوس سے روکنے کے اس وقت مجاز کردیے گئے تو کچھ ہی عرصے بعد وہ بالکل بے قابو ہو جائیں گے۔ چناں چہ یہ عمائد انبوہ کے درمیان بہ تعدادِ کثیر مجلس جا پہنچے اور خواہش کی کہ لوگوں سے ہم کو جو کچھ کہنا ہے جب تک کہ نہ لیں اس وقت تک رائے طلبی ملتوی رکھو۔ جب کُل کارروائی اس طرح رُک گئی اور خاموشی چھا گئی تو سروی لی اس جو تفصیلی شان و حیثیت رکھنے والا شخص تھا اور تیئیس دشمنوں کو جنھوں نے اس سے تنہا جنگ کی، قتل کرچکا تھا، کھڑا ہوا۔ اور یُوں تقریر کی :- "اب میرے رُو برُو یہ امر خوب اچھی طرح واضح ہوگیا کہ ہمارا امی لی اس کیسا زبردست قائد ہے کیوں کہ میں دیکھتا ہوں کہ اُس نے ایسے عظیم الشان اور مشہور مہمات ایک ایسے لشکر سے انجام دیں، جس میں کامل بغاوت اور کمینگی بھری تھی۔ اور مجھے بڑی حیرت ہے کہ وہ لوگ جو امی لی ریون اور لگوریوں کی قوم پر فتح پاکر جلوس نکالنے میں پیش پیش تھے، وہ از راہِ حسد اس نظارے سے انکار کرتے ہیں کہ شاہِ مقدونیہ کو زندہ فلپ و سکندرِ اعظم کی ساری عظمت کے ساتھ قیدی بن کر نکلتا دیکھیں۔ یا تو تم فتح

کی افواہ سُن کر خوشی سے پھُولے نہ سماتے تھے اور نذر نیاز چڑھاتے پھرتے تھے کہ دیوتا ان خبروں کو سچّا کر دکھائیں اور یا جب تمھارا سپہ سالار واقعی فتوحات کے ساتھ واپس ہوا تو اب اپنے دیوتاؤں کو شکرگزاری اور اپنے آپ کو مسرت سے محروم کرنا چاہتے ہو۔ گویا تم اپنے سپہ سالار کی عظمت کے دیکھنے سے ڈرتے ہو یا اپنے دُشمن کو چھوڑ دینے کا ارادہ کر بیٹھے ہو؟ ان دونوں باتوں سے یہ کہیں بہتر ہوتا کہ تم جلوسِ فتح کو اپنے دشمن (شاہِ مقدونیہ) پر ترحم کی نیّت سے موقوف کر دیتے نہ کہ اپنے سردار پر حسد کی نظر سے۔ مگر تم لوگوں میں بُغض اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ ایک ایسا شخص جس کی جلدِ بدن بہ سبب خانگی راحت و آسائش میں گزارنے کے خوب چکنی ہو رہی ہے، اجازت دیتے ہو کہ وہ ہمارے سپہ سالار کے حُسن و قبح مُشخص کرنے کھڑا ہو۔ حالاں کہ ہم خود زخم کھا کر اچھی طرح سیکھ چکے ہیں کہ سرداروں کی شجاعت یا جبن کو کیوں کر جانچنا چاہیے۔" اور یہ کہتے ہی اس نے اپنا لباس ہٹا کر اپنے سینے کے لاانتہا زخموں کے نشان دکھائے اور اِدھر اُدھر مڑکر اپنے جسم کے بعض حصّوں کو بھی کھول دیا جن کو عموماً چھُپا رہنا چاہیے اور پھر گلبا کی طرف خطاب کرکے کہا: "تم مجھ پر ان نشانات کی وجہ سے ہنس رہے ہو، جن کے اہلِ وطن کو دکھانے پر مجھے فخر ہے کیوں کہ

یہ اُنھی کی خدمت گزاری میں زخم کھائے ہیں اور رات دن برابر چکّر کاٹے ہیں۔ مگر تمہیں کیا تم جاؤ اور رائیں جمع کرو۔ میں بھی پیچھے پیچھے آتا ہوں تاکہ احسان فراموشوں اور سفلوں اور اُن کو دیکھوں جن کو اپنے سپہ سالار کی ماتحتی کی نسبت اس کی خوشامد اور چاپلوسی زیادہ محبوب ہے"۔
کہا جاتا ہے کہ اس تقریر نے سپاہیوں کے مُنہ کو ایسا بند کیا اور اُن کے خیالات کو ایسا متغیّر کر دیا کہ تمام قبائل نے اِمی لی اس کے واسطے ایک جلوسِ فتح کی منظوری دی، جو حسبِ ذیل طریقے پر نکالا گیا:-

لوگوں نے بڑے چوک اور دَوڑ کے میدانوں اور شہر کے اُن تمام مقامات میں جہاں وہ اچھی طرح سے تماشا دیکھ سکتے تھے، چبوترے بنائے۔ تماشائی سفید پوشاکوں میں ملبوس تھے۔ تمام مندر کھُلے ہُوے اور ہاروں اور خوشبوؤں سے مہک رہے تھے۔ ہر طرف سپاہی اور سرہنگ دوڑتے پھرتے تھے اور بھیڑ لگانے والوں یا میدانوں میں رستہ چلنے والوں کو پیچھے ہٹا دیتے تھے کہ جلوس نکلنے کے راستے صاف رہیں۔ اس جلوس میں تین دن صرف ہُوے۔ پہلے دن مجسّمے، تصویریں اور بڑے بڑے بُت جو دُشمن سے چھینے گئے تھے ڈھائی سو گاڑیوں میں نکالے گئے۔ دوسرے دن بہت سی گاڑیوں میں وہ بیش قیمت اور کثیر ہتھیار نکالے گئے جو تانبے یا لوہے کے تھے اور از سرِ نو شفاف اور چمک دار کیے گئے

تھے۔ ان کے بڑے بڑے انبار بالارادہ بڑی ہوشیاری سے مرتّب کیے گئے تھے تاکہ ایسے معلوم ہوں جیسے بے پروائی سے یا اتفاقاً ڈھیروں کی صورت میں پھینک دیے گئے ہیں یعنی خود تو ڈھالوں پر پڑے ہوئے تھے اور زرہ بکتر کے مختلف حصّے آپس میں گڈمڈ تھے۔ قریطی چاندماریاں اور تھریسی ڈھالیں اور ترکش گھوڑوں کی قربیوں کے ساتھ گڈمڈ تھے اور بھر انھی میں برہنہ تلواروں کی نوکیں نظر آرہی تھیں جو اہلِ مقدونیہ کے لمبے برچھوں کے ساتھ ملی جُلی تھیں۔ یہ سب ہتھیار اس قدر ڈھیلے پن کے ساتھ آپس میں پیوستہ کیے گئے تھے کہ باہم ایک دوسرے سے ٹکرا کر ایک کرخت اور خوف انگیز آواز پیدا کرتے تھے اور اس بنا پر ہر چند کہ وہ مالِ غنیمت میں تھے، تاہم اُن کے دیکھنے سے دہشت پیدا ہوتی تھی۔ ہتھیاروں سے لدی پھندی گاڑیوں کے پیچھے پیچھے تین ہزار رومیوں کی جماعت تھی جو سکوک چاندی کو سات سو پچاس کشتیوں میں لیے جارہے تھے۔ ہر کشتی چار آدمیوں پر لدی ہوئی تھی دوسرے لوگ چاندی کے پیالے، کوزے اور پیالیاں لیے چلے آرہے تھے اور یہ سب کے سب بہت اچھی نمائش کی ترتیب سے چُنے گئے تھے۔ کُل چیزیں کیا بہ لحاظ اپنی جسامت کے اور کیا بہ اعتبار اپنے نقش و نگار کے، حیرت انگیز تھیں؛

تیسرے دن صبح پہلے ڈھولچی نکلے۔ جو معمولی جلوس یا تماشوں کی بجائے انھیں اس طرح بجاتے تھے جس

طرح رومی بہ وقتِ جنگ سپاہ کا حوصلہ بڑھانے کے لیے بجایا کرتے تھے۔ ان کے بعد جوان آدمی گزرے جو کڑھے ہُوے کناروں کے لبادے پہنے ہوے تھے اور ایک سو بیس قدآور بیلوں کو جن کے سینگوں پر سُنہرا پانی پھرا ہُوا تھا، قُربانی کے لیے لیے جاتے تھے۔ ان کے پیچھے سونے چاندی کے ظرف لیے لڑکے تھے کہ نادیہ کی رسم ادا کریں۔ پھر ستّر خوان اشرفیوں کے اور اُن کے پیچھے وہ تمام طلائی ظروف جن میں پرسیوس کھانا کھاتا تھا اور انٹی گونس اور سلیوکوس کے وقت کے جڑاؤ پیالے لائے گئے۔ پھر پرسیوس کی گاڑی آئی جس میں اس کے ہتھیار اور اُن کے اوپر اس کا تاج رکھا ہوا تھا۔ کچھ وقفے کے بعد بادشاہ کے لڑکے بہ طور قیدیوں کے نکلے جن کے ہمراہ اُن کے ملازمین، اتالیقوں اور استادوں کی جماعت تھی۔ یہ سب آنسو بہا رہے اور اپنے ہاتھ تماشائیوں کی طرف پھیلائے ہوئے تھے اور خود لڑکوں کو بھی ترحم کے لیے خوشامد درآمد کرنے کی ترغیب دے رہے تھے۔ دو لڑکے اور ایک چھوٹی لڑکی تھی جو کم سنی کی وجہ سے اپنی مصیبت کا پورا احساس نہ کرسکتے تھے اور یہ بے حسی ہی اُن کی عبرت انگیز حالت کو اور نمایاں بنا رہی تھی حتیٰ کہ خود پرسیوس پر لوگوں نے اتنی توجہ نہ کی مگر ان معصوموں کو دیکھ کر رومیوں کی آنکھیں رحم

کے خیال سے اشک بار ہوگئیں۔ اور سب اس نظارے کو بچوں کے گزر جانے تک رنج و خوشی دونوں جذبات ساتھ دیکھتے رہے ؂

لڑکوں اور اُن کے ملازمین کے بعد خود پرسیوس نکلا جو سر تا پا سیاہ لباس میں تھا اور اپنے ملک کے جوتے اور اپنی شدید بدبختیوں کی وجہ سے ایسا مختل اور بدحواس تھا کہ ہکا بکا ہوکر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد اُس کے تناساؤں اور دوستوں کی ایک بڑی جماعت تھی۔ جن کے چہرے غم کی وجہ سے بگڑے ہوئے تھے اور جنھوں نے تماشائیوں پر اپنے آنسوؤں سے اور پرسیوس کی طرف مسلسل دیکھتے رہنے سے واضح کر دیا کہ اُنھیں اپنے مصائب کی اتنی پروا نہ تھی مگر اپنے بادشاہ کی قسمت پر گریاں و نالاں تھے۔ پرسیوس نے ای می اس سے التجا کی تھی کہ اُس کی تشہیر نہ کی جائے۔ مگر اُسے بہت بجا طور اُس کی بزدلی اور شوقِ زیست پر مضحکہ کرکے یہ جواب بھیجا کہ "امرِ مذکورہ تو پیشتر نیز ابھی تک تمھارے ہی اختیار میں ہے"۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی زندگی کا خود خاتمہ کرکے اس ذلت سے بچ سکتا تھا۔ مگر میں نہیں جانتا اس نامرد کو وہ کون سی امید باقی تھی کہ اُس نے مرنا گوارا نہ کیا اور مالِ غنیمت بن کر روما کے بازاروں میں اپنی یہ تشہیر و رسوائی گوارا کرلی ؂

چار سو طلائی تاجوں کے بعد جو یونانی شہروں نے اسے فتح کے اعزاز میں پیش کیے تھے ، ایمی لی اس ایک اعلےٰ درجے کی سجی ہوئی گاڑی میں بیٹھ کر آیا (بے شک وہ ایک ایسا آدمی تھا جس پر بغیر ان علامات فتح کے بھی چاروں طرف سے نظریں پڑتیں) وہ ایک ارغوانی رنگ کی پوشاک پہنے ہوئے تھا ، جس پر سونے کا کام تھا اور لارلؔ کی ایک ڈالی اپنے سیدھے ہاتھ میں لیے ہوے تھا - پوری فوج اسی طریقے سے لارل کے غنچے ہاتھوں میں لیے ہوے دستوں اور رسالوں میں بٹی ہوئی اپنے افسر کی گاڑی کے پیچھے پیچھے تھی - بعض ان میں سے حسب معمول ترانے گاتے جاتے تھے جن میں مذاق دل لگی بھی شامل تھی - بعضے ایمی لی اس کے اور فتح کی تعریف میں تھے - ہر شخص خوش و خورم اور اس کا معترف تھا اور کوئی بھلا آدمی اس پہ حسد نہیں کرتا تھا البتہ یہ ضرور ہی کہ قضا و قدر کا یہ ایک اصول ہی کہ بے اندازہ اور غیر معتدل خوشی کو کم کر دیتی ہی اور حیاتِ انسانی کے معاملات کو اس طرح ہلاتی ہی کہ کوئی نفس آفات سے بالکل ہی آزاد اور مستثنیٰ نہیں رہ سکتا ، جیسا کہ ہم نے ہومر کے کلام میں پڑھا ہی ، ان لوگوں کو حقیقتاً اپنے کو بہت مبارک سمجھنا چاہیے ، جن کو قسمت سے بدی اور نیکی

ؔ Laurel لارل ایک خوشبودار درخت کا نام ہی جو قدیم زمانے میں بطور اعزاز فاتحین اور بہادروں کے ہاروں کے کام میں آتا تھا ؛ مترجم

(یعنی رنج و راحت) بہ حصّہ مساوی عطا ہوئی ہیں ؁

امی لی اس کے چار بیٹے تھے، جن سے سی پیو اور سنی بی اس تو جیسا کہ بیشتر بیان کیا جا چکا ہے، دوسرے گھرانوں کی تبنیّت میں دے دیئے گئے۔ بقیہ دو کو جو اس دوسری بیوی سے تھے اور ہنوز بالکل چھوٹے تھے، اُس نے اپنے گھر میں پالا۔ ان میں سے ایک تو اپنے باپ کے جلوسِ فتح سے پانچ ہی روز قبل چودہ برس کی عمر میں مرگیا، اور دوسرا جلوس کے تین روز بعد فوت ہوا۔ اسی لیے کوئی رومی ایسا نہ تھا جو امی لی اس کے غم سے متاثر نہ ہوا ہو، اور جو قسمت کی یہ بے رحمی دیکھ کر کانپ نہ گیا ہو کہ اس ظالم نے اس گھر میں بھی ایک سخت ماتم ڈالنے میں باک نہ کیا جو خوشی خرّمی اور دیوتاؤں کی نذر نیاز کا گھر بنا ہوا تھا۔ اور فتح و فیروزی کے شادیانوں میں نالہ و فریاد کا جوڑ ملائے بغیر نہ رہی ؁

لیکن امی لی اس نے اس صحیح دلیل سے کہ ہمّت و عزم صرف سلاح اور تیغوں ہی کی مزاحمت کرنے کے واسطے نہیں ہیں بلکہ بدقسمتی کے تمام صدمات کا مقابلہ کرنے کے واسطے بھی ہیں، اپنے کو ان متضاد اور مخلوط حالات کے لحاظ سے ایسا بنایا کہ غم سے خوشی اور اپنے نج کے معاملات سے امورِ قومی کو متوازن کردیا اور اس طور پر اپنے شان و دبدبے میں کسی قسم کی کوتاہی گویا اپنی فتح

کے اعزاز میں کسی نقص کو جائز نہ رکھا۔ کیوں کہ اپنے پہلے لڑکے کی تدفین کے بعد ہی (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں) اُس نے فتح منائی۔ پھر جلوس فتح کے بعد ہی دوسرا لڑکا فوت ہوا۔ تب امی لی اس نے ایک عام جلسہ منعقد کیا اور بجائے ایسے شخص کے جو تعزیت اور تسلی تشفی کا محتاج ہو، خود غم گُسار بن کر ایک خطبہ دیا ؛

اُس نے کہا : "میں آج تک کبھی بشری شے سے نہیں ڈرا مگر من جملہ دیگر امورِ قضا و قدر کے ہمیشہ بے وفا اور متلون مزاج قسمت سے خائف رہا۔ اور خاص اسی سبب سے کہ وہ اسی لڑائی میں میرے تمام معاملات کے لیے ایک بادِ مُراد رہی، تغیر اور گردش کا متوقع رہا۔ میں نے ایک روز میں بحر آیونیا کو عبور کیا اور برن ڈی زمی ام سے کورکائرا کو پہنچا۔ وہاں سے پانچ روز میں ڈیلفی پہنچ کر قربانی دی اور دوسرے پانچ دنوں کے اندر اپنی فوج سے مقدونیہ میں جا ملا، جہاں اپنے لشکر کو نذر کے ذریعے پاک کرنے کے بعد اپنے فرائض پر متوجہ ہوا اور پندرہ دن کے اندر پوری جنگ کو کامیابی سے ختم کر دیا۔ دُشمن کا خطرہ نہ رہنے اور ایسی خوبی اور نیک روی سے فتح پانے پر مجھے گردشِ تقدیر کا برابر کھٹکا لگا ہوا تھا اور میں سب سے زیادہ اس بات سے ڈرتا تھا کہ قسمت کی دیوی اس وقت ہمارے خلاف

پلٹی نہ کھائے، جب کہ میں سمندر کے راستے غنائم کثیر اور قیدی بادشاہ اور خود اپنی فوج کو لے کر واپس آرہا تھا۔ پھر جب میں تمام ہمراہیوں کے ساتھ رومہ تک سلامت پہنچ گیا اور شہر کو مسرور و شادماں مبارک بادوں اور قربانیوں میں مشغول دیکھا تو اس وقت بھی میرے اندیشے زائل نہ ہوئے، کیوں کہ خوب واقف تھا کہ قضا و قدر نے کبھی کوئی ایسا مفادِ عظیم عطا نہیں کیا، جو برگشتگی کے امکانات سے دوش بدوش اور ملا ہوا نہ ہو۔ میرے دماغ نے بھی جو ہنوز گویا کسی مشقت میں مُبتلا تھا، ہمیشہ قبل از قبل شہر پر کچھ نہ کچھ نازل ہوتے دیکھ کر، خود کو خوف سے آزاد نہ کیا جب تک کہ یہ مصیبتِ عظیم خود میرے ہی خاندان پر پھٹ نہ پڑی اور جب تک کہ عین اپنے جلوس کے مقررہ دنوں میں اپنے دو بہترین فرزندوں کو کہ صرف وہی میرے جانشین ہوسکتے تھے، یکے بعد دیگرے اُن کے مدفنوں تک نہ لے گیا۔ اب میں خود اس خطرے سے محفوظ ہوں۔ جس کا اندیشہ لگا ہوا تھا، اور باور کرتا ہوں کہ کم سے کم فی الحال قضا و قدر تُمھارے لیے بھی مستقل اور بے ضرر ثابت ہوگی، اس لیے کہ ہماری عظیم الشان کامیابیوں کے لحاظ سے اُس نے اپنی آتشِ بغض کو اچھی طرح مجھ پر اور صرف مجھ پر بُجھا لیا ہو اور فاتح کو یہی بشری ناپائداری کا دیسا ہی ممتاز نمونہ قرار دیا ہو جیسا مفتوح

کو جس کا عبرت ناک حال ابھی ہم سب دیکھ چکے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہی کہ پرسیوس اگرچہ مفتوح ہوا مگر ابھی تک اپنے بچّوں میں شاد کام ہی، جب کہ فاتح امی لی اِس ان سے محروم ہی"۔

یہ وہ صابرانہ اور پُر حوصلہ تقریر تھی جو کہا جاتا ہی کہ اِمی لی اس نے جمہور کے رُوبرُو ایک ایسے دل سے کی جو حقیقتاً مخلص اور ہر قسم کی بناوٹ سے پاک تھا۔

ہر چند اُسے پرسیوس کی حالت پر بہت تاسف تھا، اور جہاں تک ہوسکا اُس کے ساتھ ہمدردی میں سعی کی مگر اس رعایت سے زیادہ اور کوئی سہولت حاصل نہ کرسکا کہ عام قید خانے دِ"کارکر") سے اُسے زیادہ صاف اور بہتر جگہ منتقل کرادے۔ جہاں، کہا جاتا ہی کہ پوری نگرانی کے باوجود اُس نے فاقے کرکے جان دے دی۔ بعض لوگ اس کی موت کو ایک عجیب و غریب اور بہت ہی غیر معمولی نوعیت کا بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ سپاہی جو اُس کی محافظت پر تھے، کسی وجہ سے اُس کے ساتھ نفرت و عداوت رکھتے تھے اور اُنھوں نے جب اس کو آزار دینے اور تکلیف پہنچانے کا کوئی طریقہ نہ دیکھا تو اُس کو سونے سے باز رکھا یعنی جس وقت وہ آرام لینا چاہتا تو اُس کو پریشان رکھنے کا کچھ بندوبست رکھتے کہ وہ سونے نہ پائے آخر کار اسی وجہ سے وہ بے انتہا خستہ ہوگیا اور انتقال

کر گیا۔ اس کی موت کے بعد ہی اُس کے دو لڑکے بھی مرگئے اور تیسرے کی نسبت جس کا نام سکندر تھا، کہا جاتا ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی تصویروں کے بنانے اور کھودنے میں ایک باکمال صناع ثابت ہوا اور رومی زبان میں لکھنا اور بولنا ایسی اچھی طرح سے سیکھ لیا کہ کسی کچہری میں منشی مقرر ہوگیا۔ اور اپنی خدمت کو نہایت ہوشیاری اور خوبی سے انجام دیتا رہا۔

امی لی اس کی مہم مقدونیہ میں عوام کے لیے یہ ایک بہت ہی خوش گوار فائدہ ہوا کہ وہ لُوٹ کی ایسی کثیر رقم خزانۂ عامرہ کے لیے لے آیا کہ پھر اُن کو ہوئی اُس اور پن سا کی قنصلی تک، جب انٹانی اور سیزر میں پہلی لڑائی ہوئی، کسی محصول لگانے کی ضرورت نہ پڑی۔

امی لی اس کی ایک اور صفت نمایاں یہ تھی کہ اگرچہ لوگ اُسے بے انتہا چاہتے اور معزز سمجھتے تھے، تاہم وہ ہمیشہ اُمرا کا ساتھ دیتا تھا اور کبھی کوئی ایسی بات نہ کہتا نہ کرتا جس کے لیے عوام کا ممنون ہونا پڑے، بلکہ تمام سیاسی معاملات میں بہ استقلال امرا ہی کے ساتھ متفق رہتا۔ اسی پر زمانہ مابعد میں اپے پی اس نے سی پیو کو طعنہ دیا تھا۔ یہ دونوں اپنے زمانے میں شہر کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے۔ اور محتسب کی خدمت کے لیے مقابلے میں کھڑے ہوئے تھے۔ پہلے کی طرف دار تو مجلس عمائد تھی کیوں کہ اپے پی اس

کا خاندان ہمیشہ اسی جماعت سے متعلق رہا اور دوسرے
کے تعلقات بھی اگرچہ امرا سے وابستہ تھے مگر وہ جمہور کے
لطف و محبت سے کام نکالتا تھا۔ چناں چہ جب اے پی اس
نے سی پیو کو منڈی کی طرف اس طرح آتے ہوئے دیکھا کہ
اُس کے چاروں طرف ادنیٰ درجے کے لوگ تھے اور بعض
تو اسی زمانے میں آزادی حاصل کرسکے تھے، لیکن شور و غُل
سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے اور بحث مباحثہ کرنے میں
مہارت رکھتے تھے، تو اے پی اس سے نہ رہا گیا اور بہ آواز
پکارا کہ "اے امی لی اس اگر تجھے قبر کے اندر کچھ بھی خبر ہو کہ
باہر کیا ہو رہا ہے تو فریاد کر اور دیکھ تیرا بیٹا آج عہدۂ
احتساب کا خواہاں ہے مگر کس کی وساطت سے؟ ایک
ڈھنڈورچی کی مدد سے!"

سی پیو ہمیشہ جمہور کو اپنی جانب رکھتا تھا کیوں کہ وہ
اکثر اُن پر انعام اکرام کی بارش کرتا رہتا تھا مگر امی لی اس
اگرچہ امرا ہی کا ساتھ دیتا تھا تاہم وہ عوام میں بھی اتنا ہی
مقبول تھا جتنا اُن لوگوں میں جو ہر دل عزیزی کے بہت جویا
رہتے اور ہر تدبیر سے اُسے حاصل کرنا چاہتے ہیں، چناں چہ
اس امر کا اس موقع پر اعلان ہوگیا، جب من جملہ دیگر اعزازات
کے اُس کو اُنھوں نے محتسب کے عُہدے کا اہل سمجھا کہ یہ خدمت
بہت کچھ مقدس سمجھی جانے کے علاوہ دوسرے امُور کے لحاظ
سے بھی اتنی ہی اہم ذمے داری رکھتی تھی۔ محتسب کو لوگوں کی

سیرت جانچنے کا اختیار تھا حتےٰ کہ وہ چاہے تو کسی رُکنِ مجلس کو خارج اور جس کو خوب اہل سمجھ لے داخل کرسکتا تھا یا اوباشی کی بِنا پر کسی کا گھوڑا چھین کر اُسے ذلیل کرسکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کا کام تھا کہ ہر شخص کی جایداد کی تشخیص اور تعدادِ آبادی کو درج کرے۔ اِمی لی اس کی مردُم شماری تین لاکھ سینتالیس ہزار چار سو باون (۳۴۷۴۵۲) رہی تھی۔ اُس نے امی لی اس سی پیوس کو رُکنِ اوّل قرار دیا جو پہلے بھی چار مرتبہ اس عزّت سے سرفراز ہوچکا تھا اور اس نے تین معمولی درجے کے ارکانِ مجلس کو اُن کے عہدے سے برطرف کردیا۔ یہی دانش مندی اور اصلاح وہ اور اُس کا شریکِ عُہدہ جنگی سرداروں کے اجتماع کے موقع پر عمل میں لائے۔

جس وقت وہ بہت سے اہم معاملات میں مصرُوف تھا تو وہ ایک بیماری سے علیل ہوگیا، جو اوّل اوّل خطرناک معلوُم ہوئی، اگرچہ کچھ ہی عرصے کے بعد اُس سے کوئی اندلیشہ نہیں رہا تاہم معالجے کے اعتبار سے تکلیف دہ اور دشوار تھی، چناں چہ اپنے اطبّا کے مشورے سے وہ بذریعے جہاز وے لی آ واقع جنوبی اطالیہ کو چلاگیا اور وہاں ایک عرصے تک سمندر کے قریب رہا کیا جہاں اُسے ہر طرح کا سکون نصیب تھا۔ لیکن اہلِ شہر اس کی واپسی کے مشتاق تھے اور تماشاگاہوں وغیرہ میں ایسی باتیں کہتے، جس سے ظاہر ہوتا کہ وہ اس سے ملنے کے

گتنے آرزومند ہیں ۔ چناں چہ ایک تہوار کے موقع پر
جب اس میں کافی طاقت آگئی تھی، وہ دومہ کو واپس
ہوا اور دوسرے پروہتوں کے ساتھ مذہبی قربانیاں انجام
دیں ۔ اِدھر بہت سے لوگ اُس کے چاروں طرف مجتمع ہوکر
واپسی کی مبارک باد دے رہے تھے ۔ دوسرے دن اُس
نے پھر اپنی صحت کے لیے دیوتاؤں کو قربانی دی جس
کو تمام کرنے کے بعد اپنے مکان پر واپس آیا اور کھانے
پر بیٹھا کہ ناگہاں بالکل غیر متوقع طور پر اُسے یکایک
سرسامی دورہ پڑا اور ہوش و حواس بالکل مفقود ہو گئے۔
اس کے تین دن کے بعد اُس کی زندگی جس میں اُس
نے کبھی کوئی ایسی خواہش نہیں کی جو سرور آفریں خیال کی
گئی ہو، ختم ہوگئی ۔ اُس کے جنازے کی شان و شوکت
دیکھنے کے لائق تھی ۔ اور اُس کی تدفین میں بہت ہی ممتاز
مراسم کو ادا کرکے اُس کی خوبیوں کا احترام کیا گیا جن میں
سونا، لوبان اور اسی طرح کے ساز و سامان کی افراط نو نہ
تھی، البتہ نہ صرف اُس کے شہری بھائیوں کی بلکہ خود اُس
کے دشمنوں کا بھی جوشِ عقیدت اور عزت و محبت اُس
کی آرائش و زیبائش تھی ۔ اس لیے کہ ھسپانی، لگوری
اور مقدونی اس پُر احترام موقع پر حاضر اور قوی
جوان تھے اُنھوں نے ارتھی کو اُٹھالیا اور لے چلے اور
جو معمّر تھے وہ پیچھے پیچھے یہ کہتے ہوئے چلے کہ

امی لی اس ہمارا بہبود خواہ اور ہمارے ملکوں کو قائم رکھنے والا تھا۔ کیوں کہ اُس نے نہ صرف بہ زمانۂ فتوحات ان سب سے رحم و مہربانی کا برتاؤ کیا تھا، بلکہ زندگی بھر ان کے ساتھ سلوک سے پیش آتا رہا اور ہمیشہ اُن کے معاملات کی خبر رکھتی گویا وہ اس کے دوست اور عزیز تھے +

کہتے ہیں کہ اس کی جائداد مشکل سے تین لاکھ ستر ہزار درہموں کی ہوگی، جس کے وارث اُس کے بقیہ دونوں بیٹے قرار پائے مگر سی پیو نے جو چھوٹا تھا بہ سبب افری کانوس کے متمول خاندان میں متبنّٰے کیے جانے کے سب کچھ اپنے بڑے بھائی کو دے دیا +

اِمی لی اس کے سوانح اور سیرت اس قسم کی تھی جو ہم تک پہنچی +

موازنہ

ٹی مولیون و اِمی لی اِس پاولس

اِن دو نامورو ں کے یہ حالات تھے اور کوئی شک نہیں کہ موازنہ کرنے سے اِن دونوں میں بہت فرق پایا جائے گا دونوں نے دو بڑے طاقت ور دُشمنوں سے جنگ کی۔ ایک مقدونیوں سے لڑا اور دوسرا قرطاجنیوں سے

اور دونوں حالتوں میں فتح بہت شان دار تھی ۔ ایک نے مقدونیہ کو این ٹی گونس کے ساتویں جانشین سے فتح کیا، دوسرے نے صقلیہ کو غاصب جابروں کے پنجے سے آزاد کیا اور اس جزیرے کو اس کی سابقہ آزادی پر بحال کیا۔ حقیقت میں تاوقتے کہ امی لی اس کی جانب سے یہ پہلو نہ دکھایا جائے گا کہ وہ پرسیوس سے اس وقت لڑا، جب اُس بادشاہ کا لشکر مُکمّل اور ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جو اکثر رومیوں سے بہ کام یابی جنگ کر چکے تھے۔ حالاں کہ ٹی مولیون نے ڈیونی سی اس کو مایوسانہ حالت میں پایا جب کہ اُس کے معاملات انتہائی خرابی کو پہنچ چکے تھے۔ البتہ ٹی مولیون کی جانب سے اس پر زور دیا جاسکتا ہے کہ اُس نے متعدد جابروں اور ایک قرطاجنی فوج کو قلیل التعداد سپاہ سے جو اِدھر اُدھر سے جمع کر لی گئی تھی، شکست دی۔ اور امی لی اِس پاولس کے سپاہی قواعد داں، جنگ آزمودہ اور ہمیشہ سے فرماں بردار تھے۔ اوّل الذکر کی سپاہ نے محض بہ اُمیدِ نفع اُس کا ساتھ دیا اور وہ لڑائی میں ناتجربے کار اور بے قابو تھی ؛

جب واقعات مساوی طور پر شان دار ہوں مگر اُن کے ذرائع کا توازن غیر مساوی ہو تو اعزاز و اکرام کا سہرا اُسی کے سر رہے گا، جس نے باوجود معمولی قوت کے فتوحات حاصل کیں ؛

دونوں اس باب میں مشہور ہیں کہ اپنے تمام معاملات میں نہایت بے لوث دیانت سے کام کیا مگر امی لی اس اس حیثیت سے فائدے میں رہا کہ وہ بچپن ہی سے اپنے وطن کے قوانین و ضوابط میں پلا بڑھا اور معاملاتِ ملکی کے انتظام کی تمیز حاصل کی، حالاں کہ ٹی موليون نے ان امور کو ذاتی جدوجہد سے حاصل کیا۔ اور یہ بہت صاف بات ہو، کیوں کہ اس زمانے میں تمام رومی عام طور پر باقاعدہ اور اطاعت گزار رہتے تھے اور اپنے شہری بھائیوں نیز قوانین کا احترام کرتے تھے حالاں کہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہو کہ صقلیہ میں ڈیون کے سوائے کوئی یونانی سردار دیانت دار نہ ثابت ہوا۔ اور ڈیون کی نسبت بہت سے لوگ یہ بدگمانی رکھتے تھے کہ وہ خود وہاں اسپارٹی طرز کی بادشاہی قائم کرنے کی فکر میں ہو۔ مورخ ٹی می اس لکھتا ہو کہ: "سیراکیوز والوں نے گی لی پس ٹک کو بے عزتی کے ساتھ واپس یونان بھیج دیا، کیوں سپہ سالاری کے زمانے میں ثابت ہوا کہ اس کی حرص و طمع کسی طرح سیر نہیں ہوسکتی، حتےٰ کہ اس کی ساری شہرت خاک میں مل گئی"۔ اسی طرح متعدد مورخوں نے ان خبیث اور سفیہانہ افعال کا حال لکھا ہو، جن کا

نے اس غرض سے کیا تھا کہ صقلیہ کے بادشاہ بن
جائیں ۔ ان میں پہلا تو ڈیونی سی اس کا پیرو تھا ۔
اور دوسرا ڈیون کے ماتحت پیدلوں میں ایک
تنخواہ دار سردار تھا ، اور اس کے ساتھ ہی صقلیہ
میں آیا تھا ۔ بخلاف ان کے ٹی مولیون خود سیراکیوز
والوں کی التجاؤں اور خواہشوں پر وہاں سپہ سالاری
کے لیے بھیجا گیا تھا ۔ اُسے حصولِ غلبہ کی کوئی
ضرورت نہ تھی ، البتہ خود اُنھی کی رضوں کی بنا
پر اس نے حکومت کی ۔ بریں ہم جزیرہ صقلیہ
کو ظالموں کے پنجے سے آزادی دلاتے ہی اُس
نے ان کا مُلک اُن کے حوالے کردیا ؟

درحقیقت امی لی اس کی یہ صفت ہماری تحسین
کے قابل ہے کہ اگرچہ اُس نے مقدونیہ کا سا
عظیم اور متموّل قطعہ فتح کیا مگر رُپے پر نظر نہ
ڈالی اور نہ ہاتھ تک لگایا اور نہ اُس سے
اپنے لیے ایک کوڑی کا فائدہ اُٹھایا ۔ گو کہ وہ
ذاتی طور پر دوسروں کے حق میں بہت فیّاض
تھا ۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ
ٹی مولیون پر حرف گیری کی جائے ، جس نے
ایک مکان اور دیہات میں ایک معقول جاگیر جو
اہل سیراکیوز نے اُسے تحفۃً دی تھی ، قبول کرلی

مگر پھر بھی استغنا کی شان ارفع ہے۔ اور بہترین صفت یہ ہے کہ جو چیز جائز طور پر حاصل ہو سکے، اُس کے لینے سے بھی اعراض کیا جائے ۔ اور بعینہٖ جس طرح وہ جسم یقیناً بہت مضبوط اور پُرصحت ہے جو بہت ہی سہولت سے سخت سردی اور بے اندازہ گرمی کو بہ لحاظ تغیراتِ موسم برداشت کرلے، اسی طرح وہی دماغ سب سے زیادہ قوی اور مطمئن مانا جائے گا، جو خوش حالی پاکر نہیں پھولتا اور نہ بدحالی میں پژمردہ ہوجاتا ہے ۔ یہ بات اِمی لی اس کے طرزِ عمل میں نہایت نمایاں نظر آتی ہے، جب کہ ہم اُسے بڑی سے بڑی فتح پانے اور پھر دو عزیز بچوں کا سخت صدمہ پڑنے کے وقت کمال ثابت قدم اور عالی حوصلہ دیکھتے ہیں، حالاں کہ ٹی مولیون اپنے بھائی کو سزا دینے کے بعد جو حق بہ جانب اور بے شک بڑی جواں مردی کا کام تھا، ایک بے سبب رنج سے مغلوب ہو گیا اور اسی غم و پشیمانی سے سرنگوں ہو کر بیس برس تک قومی مقامات میں ظاہر ہونے اور جمہوری معاملات میں دخل دینے سے احتراز کرتا رہا۔ بے شک یہ امر بہت لائقِ تحسین ہے کہ ایک ذلیل فعل سے نفرت اور بیزاری کی جائے مگر ہر قسم کے الزام اور بدنامی سے برابر خائف رہنا ایک نرم اور فراخ

پلوپی ڈس

کیٹو (کلاں) سے کسی نے تعریف کی کہ فلاں آدمی لڑائی میں بڑی بے جگری اور تیزی دکھاتا ہی تو اُس نے کہا کہ: "شجاعت کو گراں قدر سمجھنے اور زندگی کو ہیچ سمجھنے کے لحاظ سے آدمی میں بڑا فرق ہی" واقعی بہت ٹھیک رائے ہی +

کم از کم یہ ایک مثال تو ہمیں بھی معلوم ہی کہ ان ٹی گونس کے پاس ایک سپاہی بہت باہمت تھا مگر اُس کی صحت اور قُوا کی حالت خراب رہتی تھی۔ اس نے اس کی بدصورتی کا سبب دریافت کیا اور سپاہی سے یہ معلوم کرکے کہ وہ کوئی بیماری ہی، اپنے اطبا کو حکم دیا کہ انتہائی حذاقت کو صرف کرکے اسے تن دُرست کردیں۔ مگر اس بہادر سپاہی نے ایک مرتبہ صحت پاجانے کے بعد پھر کسی خطرے میں پڑنے یا لڑائی میں شجاعت دکھانے کی جرأت نہ کی اور جب ان ٹی گونس نے اس تغیر پر تعجب کیا اور اس کو ملامت کی، تو اُس نے کچھ چھپایا نہیں بلکہ

صاف کہ دیا کہ حضرت میری اس بزدلی کا باعث آپ ہی ہوئے ہیں۔ کیوں کہ آپ نے مجھے اُن مصائب سے نجات دلا دی جن کی وجہ سے مجھے زندگی کی زیادہ پروا نہ تھی ؂

سای بری قوم کے لوگوں نے، معلوم ہوتا ہی کہ اسی خیال سے اسپاڈیوں کی نسبت کہا تھا کہ "اُن کی موت پر ایسی آمادگی کچھ قابلِ تحسین نہیں ہی، اس لیے کہ بہ حالتِ جنگ مرکر وہ اپنی پُر مشقت اور بدبختانہ زندگی سے نجات پاجاتے ہیں!" یہ سائبری خود عیش پسند اور نازک لوگ تھے، اس لیے اُنھوں نے اہلِ اسپارٹہ کی خوبی اور نام طلبی کو زندگی سے بیزاری قرار دیا ورنہ واقعہ یہ ہی کہ قوم اسپارٹہ کے اعلیٰ اوصاف نے موت و حیات دونوں کو ان کی نظر میں یکساں مسرت انگیز بنا دیا تھا. جیسا کہ ایک لوحِ مزار میں درج تھا کہ: "وہ جان دیتے ہیں مگر نہ اس خیال سے کہ محض اپنا خون بہائیں یا موت کو بھلائی تصور کریں بلکہ موت ہو خواہ زندگی، اُن کا منشا یہ ہوتا ہی کہ دونوں حالتوں میں قابلِ ستایش رہیں"؂

موت سے جان چُرانا کچھ مؤجبِ الزام نہیں ہی بہ شرطے کہ ذلت کی زندگی بسر کرنے کی خواہش نہ ہو۔ اور موت پر آمادگی بھی خوب و دُرست نہیں ہی اگر اُس کا سبب زندگی سے بیزاری ہو۔ یہی وجہ ہی کہ ہومر اپنے بہادر سورماؤں

کو بالالتزام مسلح کرکے جنگ میں لاتا ہو اور یونانی قانون بھی اُن لوگوں کو مستوجب سزا سمجھتا تھا جو اپنی ڈھالیں پھینک دیتے تھے نہ کہ اُن کو جو اپنی تلوار اور بھالے کو تلف کردیتے تھے۔ مطلب یہ کہ ایک انسان کے لیے ذاتی مدافعت حملہ کرنے کی نسبت زیادہ ضروری فرض ہو۔ یہ امر خاص کر کسی حاکم شہر یا سپہ سالار پر صادق آتا ہو۔ اگر ہم ایفی کراتس کی تقسیم کو صحیح سمجھیں کہ ثبک سلاح فوج، ہاتھ اور سوار بہ طور پاؤں کے، پیدل بہ طور سینے کے، اور سپہ سالار بہ طور سر کے ہو، لہذا اگر وہ اپنے کو خطرے میں ڈال دیتا ہو تو نہ صرف اس کی ذات بلکہ تمام اُن لوگوں کی جماعت جو اُس کی حفاظت میں تھے، تہلکے میں پڑجاتی ہو۔ اور دوسری صورت میں اس کے برعکس ہوتا ہو۔ اسی لیے کالی کراتی دس بھی جو اگرچہ یوں تو ایک بڑا آدمی تھا مگر اس جواب میں جو اُس نے اپنے ناصح فال گو کو دیا، غلطی پر تھا۔ ناصح نے کہا تھا کہ " قربانی نامسعود ہو تم اپنی زندگی کی طرف سے ہوشیار رہو " اس نے جواب دیا " اسپارٹا ایک آدمی کی کمی سے خالی نہیں ہو جائے گا " یہ سچ ہو کہ بری یا بحری جنگ میں وہ ایک ہی آدمی تھا، لیکن ایک سپہ سالار کی حیثیت سے تو اس کی ذات میں سب کی زندگیاں مجتمع تھیں اور اس کی موت کو بہ مشکل یہ کہا جاسکتا تھا کہ ایک آدمی مرگیا، دراں حالے کہ اُس کی

موت سے بہتوں کی تباہی مُتصوّر تھی۔ اس کے جواب سے کہیں بہتر تو بُڈھے انٹی گونس کا قول ہے کہ جنگ اِن ڈروس کے موقع پہ ایک شخص نے کہا کہ "دُشمنوں کے جہاز ہمارے جہازوں سے زیادہ ہیں"۔ ان ٹی گونس نے کہا "یہ تو کہو تم مجھ کو کتنے جہازوں کے برابر گنتے ہو؟" مطلب یہ کہ ایک تجربے کار اور بہادر سردار بہت کچھ قابلِ قدر ہے۔ البتہ اس کا یہ بھی بہت بڑا فرض ہے کہ وہ اپنی حفاظت کرے جس پر دوسروں کی سلامتی کا انحصار ہے۔ اور اسی بنا پر میں ٹی موتھی اس کا ثنا خواں ہوں، جس نے سپہ سالار چارلس کے زخم اور اُس کی چھدی ہوئی ڈھال دیکھ کر کہا تھا کہ "میں بھی محاصرۂ ساموس کے موقع پر بہت شرمایا تھا جب کہ ایک تیر میرے قریب آکر گرا اور مجھے محسوس ہوا کہ میں نے ایک لڑکے کی طرح اپنے کو غنیم کے رُوبرُو کر رکھا تھا۔ جو بہ حیثیت ایک لشکر کا سپہ سالار ہونے کے ناموزوں تھا"۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں کہیں میرِ لشکر کے خطرے میں پڑنے سے لڑائی کا اپنے حسبِ مُراد فیصلہ ہوسکتا ہو، اُس وقت تو البتہ اُسے تہلکے میں پڑنا اور اپنی ذات کو آزمائش میں ڈالنا چاہیے اور اُن لوگوں کے مقتولوں کی پروا نہ کرنی چاہیے جو چاہتے ہیں کہ ایک بُڈھا سردار بجائے میدانِ جنگ کے ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مرے، مگر اس صورت میں جب کہ اپنی حفاظت سے نفع کی اُمید اور موت سے بے انتہا

خسارہ متصور ہو تو کون خواہش کرے گا کہ امیر کی زندگی کو اس طرح جوکھوں میں ڈال کر کامیابی حاصل کی جائے جس طرح ایک معمولی سپاہی اپنی جان خطرے میں ڈالتا ہے۔

پلوپی دس اور مارسلوس کی سوانح لکھنے سے قبل میں نے یہ طویل تمہید لکھنی اس لیے ضروری سمجھی کہ یہ دونوں ہی بڑے آدمی تھے مگر دونوں اپنی بے باکی کی وجہ سے زوال میں آئے کیوں کہ دلاور ہونے اور اپنے عمل سے خوفناک حریفوں کی جنگ میں اپنے اپنے وطنوں کے لیے شہرت و شوکت حاصل کرنے کے علاوہ مارسلوس نے حسبِ بیانِ تاریخی ہنی بال کو جو اس وقت تک بہت زبردست تھا، شکستِ فاش دی تھی، اور پلوپی دس نے اسپارٹہ والوں کو جو اُس وقت بحر و بر سب پہ حاوی تھے، ایک زبردست معرکے میں مغلوب کیا تھا۔ آخری نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دونوں دلیری میں بہت تجاوز کر گئے اور اپنی زندگیوں کا ایسے وقت بے جا اسراف کر ڈالا، جب اُن جیسے آدمیوں اور قائدوں کی نہایت شدید ضرورت تھی۔ اُن کی حیات و موت کا یہی تشابہ تھا، جس کے باعث میں نے اُن کی سوانح کا موازنہ تحریر کیا ہے۔

پلوپی دس خلف ہی پوکلوس بھی اپامنن دس کی طرح شہر تھیبس کے ایک معزز خاندان سے تھا اور ناز و نعمت

میں پرورش پاکر جوان ہوا - خاصی بڑی جایداد ، کا وارث ہوکر اس نے اپنا معمول کرلیا کہ غربا میں سے جو نیک اور مستحق ہوں ، ان کی امداد کرے تاکہ وہ اپنی جایداد کا مملوک نہیں بلکہ مالک ثابت ہو ، کیوں کہ بہ قول ارسطا طالیس کے لوگوں میں بعض تنگ نظر دولت کو صرف ہی نہیں کرتے اور بعض اس کو تلف کردیتے یا بُرے مقام میں صرف کرتے ہیں - ایسے لوگ یا تو اپنی خواہشوں کے دائمی غلام رہتے ہیں یا اپنے منافع کے بندے ہوجاتے ہیں - چناں چہ لوگوں نے شکر گزاری کے ساتھ پلوپی ڈس کی فراخ دلی اور مہربانی سے فائدہ اُٹھایا - خود بھی اُس کے ممنون ہُوے اور اُس کو بھی رہینِ منت کیا - مگر وہ اپنے تمام دوستوں میں سے ، اپامنن ڈس کو کبھی اس امر کی ترغیب نہ دے سکا کہ وہ بھی اُس کی دولت سے مُستفید ہو ، بلکہ اس شخص نے اپنی غریبی ہی کو نباہا اور اپنی اُسی غریبانہ پوشاک ، سدِ رمق غذا ، مصائب کے بے تکان تحمل اور جنگ میں بے محابا جرأت میں مسرت حاصل کی - اس کی مثال یوری پڈیز کے کاپی نی اس کی سی ہے جو کہتا ہے ؎

"زر ہے وافر اور اس زر کا نہیں کچھ بھی غرور"

اپامنن ڈس کو اس بات پر شرم آتی تھی کہ وہ اپنی ذاتِ خاص پر مفلس ترین وطن سے زیادہ خرچ

کرے۔ دوسرے اس نے اپنے موروثی افلاس کو اپنے فلسفے اور تجرد سے اور بھی سہل اور گوارا بنا لیا تھا۔ لیکن پلوپی ڈس نے ایک اچھے خاندان کی عورت سے عقد کیا، جس سے اولاد ہوئی۔ بریں ہم اپنے ذاتی مفاد کا بہت کم خیال کرکے اور اپنے تمام وقت کو رفاہ عام میں لگاکر اُس نے اپنی جایداد کو برباد کردیا اور جب اُس کے احباب نے اُس کو ملامت کی اور کہا کہ "جس رُپے کی طرف سے تم نے غفلت کی، وہ بہت اہم اور ضروری تھا" تو اُس نے ایک اندھے معذور کی طرف اشارہ کرکے جواب دیا کہ "بے شک وہ نی کوڈی مس کے لیے ضروری تھا"

بہر حال یہ معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے ان دونوں کو ہر قسم کی خوبیوں کا مساوی طور پر اہل بنایا ہے لیکن جہاں جسمانی ورزشوں سے پلوپی ڈس خاص طور پر مسرور ہوتا تھا، وہاں اپامنن دس علمی ورزشوں سے۔ اوّل الذکر تو اپنے زائد اوقات شکار اور پےلیس ٹرا میں صرف کرتا تھا اور ثانی الذکر درس اور فلسفیانہ فکر و مباحث میں، اور دونوں میں من جملہ بہت سے قابلِ تعریف خصوصیات کے مُنصفانہ قدر شناسی کے لحاظ سے کوئی شے اُس مُستقل بہی خواہی اور رفاقتِ باہمی کو نہیں پہنچ سکتی تھی جس پر وہ اپنے تمام مُہمات، سرکاری اعمال و انتظامات میں نہایت استحکام کے ساتھ قائم رہے، اس لیے کہ اگر

رس تدبیر و تمس طاکلیس ، کای مون و پری کلیس یا
نی کیاس و الکی بیادیس کے زمانوں پر نظر ڈالی جاے تو
نہایت ہی انتشار ، حسد اور باہمی بُغض رُو برُو آجاتا ہی ،
لیکن اگر اس تلطف و اکرام پر نظر ڈالی جائے جو پلوپی دس
نے اپنے ہم عصر و ہم چشم اپامنن دس کی جانب ظاہر کیا ، تو
اقرار کرنا پڑتا ہی کہ یہ دونوں بہ اعتبار تدبر و حکمرانی کے
دوسروں سے کہیں زیادہ سچے اور صحیح نمونے کے رفیق
تھے ۔ کیوں کہ دوسروں نے بہ نسبت اپنے دشمنوں کے
آپس ہی میں ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی کوشش کی ۔
اس کا حقیقی باعث اُن کی نیکیاں تھیں ۔ جس کا نتیجہ یہ تھا
کہ دولت و جاہ کبھی اُن کا مطمحِ نظر نہ ہوا کہ اس امر کی
سعی شدید اور مخاصمانہ بُغض و کینے کی طرف لے جاتی ہی ۔
لیکن چوں کہ دونوں کو ابتدا ہی سے اپنی مساعی کی بنا
پر اپنے وطن کو باشان و شوکت دیکھنے کی ایک رُوحانی
دُھن لگی ہوئی تھی ، اس لیے اُنھوں نے ایک دوسرے
کی خوبیوں کو باہم ایک ہی مقصد کے لیے استعمال کیا ۔
اسی لیے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ایسی پختہ اور
کامل محبت جنگِ مان تی نیہ کے وقت سے ان میں قائم
ہوئی ، جہاں وہ دونوں اُس کمکی فوج میں جو تھیبس نے
اسپارٹہ والوں کو بھیجی ، گئے اور دوش بہ دوش
لڑے تھے ۔ واضح رہے کہ اسپارٹہ اُس وقت

اُن کے دوست اور متحدین سے تھا۔ ان دونوں کو پیادہ فوج میں رکھا گیا تھا اور آرکیڈیوں سے جنگ کے وقت جب اہلِ اسپارٹہ کا وہ بازو جس میں یہ لڑ رہے تھے، بھاگ نکلا تو اُنھوں نے اپنی ڈھالوں کو باہم ملالیا اور حملہ آوروں کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ پلوپی دس تو اپنے جسم کے سامنے کے حصے پر سات زخم کھا کر مقتول دوستوں اور دُشمنوں کے ڈھیر پر گر پڑا۔ مگر اپامنن دس نے گو وہ اُس کو مُردہ سمجھ رہا تھا، آگے بڑھ کر اُس کے سلاح اور جسم کی حفاظت کی اور تن تنہا اس عزم کے ساتھ ایک جماعتِ کثیرہ سے لڑا کہ مر جاؤں گا، مگر اپنے بےکس رفیق کو نہ چھوڑوں گا۔ خود سینے پر برچھے کا ایک زخم کھاکر اور پہلو میں تلوار سے زخمی ہوکر بہت درماندہ ہوچکا تھا کہ اتنے میں اے جس پولیس شاہ اسپارٹہ دوسرے بازو سے اس کی مدد کے لیے آپہنچا اور بالکل غیر متوقع طور پر دونوں کو بچالیا۔

اس کے بعد اسپارٹہ والے ظاہر میں تھبس کے دوست رہے مگر در اصل اُنھوں حاسدانہ اشتباہ کے ساتھ اس شہر کے تیور اور قوت کو دیکھنا شروع کیا اور اس می نیاس اور ان درو کلیدس کی جماعت سے، جس کا پلوپی دس بھی ایک ساتھی تھا، خاص طور پر نفرت کرنے لگے، کیوں کہ وہ حریت اور ترقی عوام کی خواہش مند

تھی - پس آرکی اس ، لیون ٹی ڈس اور فلیپ نے جو سب کے سب امیر آدمی اور حکومتِ خواص کے اصول کے حامی اور بے انتہا حریص تھے ؛ فی بی ڈس اسپارٹی کو جس وقت وہ ایک فوج عظیم کے ہمراہ شہر کے قریب سے گزر رہا تھا، آمادہ کیا کہ وہ شہر کے بالاحصار کادمیہ کو بیکایک جالے اور فریقِ مخالف کو شہر بدر کرکے ایک امرائی حکومت قائم کردے اور یوں شہر کو اسپارٹی تسلط کے تحت میں لے آئے - وہ اس تجویز پر راضی ہوگیا اور ایک تہوار کے موقع پر اچانک اہلِ تھبس اور قلعے پر قبضہ کرلیا - اس می نیاس پکڑلیا گیا اور اسپارٹہ پہنچایا گیا ، جہاں وہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد مار ڈالا گیا مگر پلوپی ڈس ، فری نی کوس ، اِن دروکلی ڈس اور کئی اور بھی جو بھاگ گئے تھے ، اشتہاری مُجرم قرار دیے گئے - اپامنن ڈس اپنے مکان ہی پر رہا اس کی کسی نے اس نظر سے بہت تلاش نہیں کی کہ اس کو فلسفے نے بیکار اور افلاس نے نااہل بنادیا ہے ؞

حکومت اسپارٹہ نے فی بی ڈس سے محاسبہ کیا اور اس پر ایک لاکھ درہم جرمانہ کر دیا - لیکن کاڈمیہ کے قلعے میں بدستور اپنی فوج متعین رکھی - اس بے اصولی پر تمام یونان میں تعجب کیا گیا کہ مرتکب جُرم کو تو سزا دی گئی مگر جُرم کی تائید کی گئی - اور اگرچہ تھبس والے اپنی ریاست کو کھوچکے اور آرکی اس و لیون ٹی ڈس غلام

بن چکے تھے اور اس ظلم و ستم سے آزاد ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی تھی، بریں ہم لیونٹی دس اور اس کے ششرکا نے یہ سمجھ کر کہ جو لوگ بچ نکلے ہیں، وہ ایتھنز میں سلامت ہیں اور وہاں کے جملہ شریف لوگ اُن کو عزت سے دیکھتے ہیں، اُن بے چاروں کی جانیں لینے کی بھی مخفی تدابیر کیں اور چند نامعلوم اشخاص کو بیچ میں ڈال کر ان درو کلی دس کو تو مروا ڈالا مگر دوسروں پر قابو نہ پاسکے۔ قطع نظر اس کے اسپارٹیوں کی جانب سے ایتھنزیوں کو خطوط بھی بھیجے گئے کہ مفروروں سے نہ تو ملاقات کرو اور نہ اُن کی صورت دیکھو بلکہ اُن کو ہمارے جتھے کے مشترکہ دشمن کی حیثیت سے شہر بدر کردو۔ مگر ایتھنزی نسلاً مہر آمیز فطرت رکھتے تھے اور تھیبیون کو بہ طور تشکر کچھ عوض بھی دینا چاہتے تھے، اس لیے کہ انھوں نے اُن کی جمہوریت کی بحالی میں بہت کچھ امداد کی تھی اور عام طور پر یہ حکم جاری کردیا تھا کہ اگر کوئی ایتھنزی مسلح ہوکر جبابرہ کے خلاف لڑنے کے لیے (تھبس کے علاقے، یعنی) ریاست بیوشیہ میں سے گزرے گا تو اُس کی کوئی مزاحمت نہ کرے گا، بہ شرطے کہ تھیبیون کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے ✦

پلوپی دس اگرچہ ابھی نوجوان تھا مگر ایک ایک جلاوطن کو آمادۂ جنگ کرنے میں سب سے آگے رہا۔ وہ اُن سے

بل کر کہتا کہ یہ نہایت ذلیل اور شرمناک بات ہی کہ اپنے غلام اور مسخر وطن کی طرف سے تغافل کیا جائے اور کاہلی سے اپنی سلامتی پر قناعت کی جائے۔ ہم ایتھنزیوں کے حکام کے دست نگر رہیں اور بہ سبب خوف ہر شیریں زبان مقرر کی جو عوام پر اثر ڈال سکے، خوشامد کریں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ تم اس متاع عظیم (یعنی آزادئ وطن) کے لیے قسمت آزمائی کرو اور تھراسی بولس کی دلیرانہ جرأت کو نمونۂ پیش نظر رکھو۔ جس طرح اس نے تھبس سے بڑھ کر ایتھنز کے جابروں کی قوت کو شکست دی، اسی طرح تم بھی ایتھنز سے کوچ کرو اور تھبس کو آزاد کرالو۔

جب وہ اس طریقے سے اُن کو مشتعل کرچکا تو انھوں نے خفیہ چند اشخاص کو اپنے دوستوں کے پاس بھیجا جو وطن میں رہ گئے تھے اور اُن کو اپنے منصوبوں سے آگاہ کیا۔ جب وہاں بھی یہ ارادے پسندیدہ قرار پائے تو شہر کے ایک بہت ممتاز شخص چارون نے اپنے مکان کو اُن کی آمد کے لیے پیش کیا۔ فی لی ڈس نے اپنے کو کسی ترکیب سے آرکی آس اور فلیپ کا معتمد بنا لیا جو اس زمانے میں شہر کے حاکم بنے ہوئے تھے۔ ادھر اپامنن ڈس پہلے ہی جوانوں کو بھڑکا رہا تھا، یعنی یہ کہ سپاہیانہ ورزش کے وقت اُس نے اسپارٹیوں کے ساتھ مبارزت کرنے اور کشتی لڑنے پر اُن کو اُکسایا اور پھر اپنی جیت اور

کام یابی پر جب اُنھیں بغلیں بجاتے دیکھا تو ناراض ہو کر کہا کہ "یہ امر بہت شرم ناک ہو کہ ہم بزدلی سے ایسے لوگوں کی غلامی کریں، جن سے قوّت میں بدرجہا فائق ہیں!"

ایک دن حملے کے لیے مقرر کیا گیا اور سب سے پہلے پلوپی دس نے اقدام کے لیے اپنے کو پیش کیا۔ بعد ازاں فےلان، داموکلی دس اور تھیوپامپس کی باری آئی۔ جو شریف الخاندان تھے اور باوجودے کہ ہر بات میں باہمی محبت و وفاداری مرعی رکھتے تھے مگر شان و شوکت اور بہادرانہ مہمات میں باہم رقیب تھے۔ ان کی مجموعی تعداد بارہ تھی جنھوں نے اپنے بقیہ ساتھیوں کو چھوڑ کر (جو پیچھے ٹھیر گئے) اور چارون کو ایک پیام بھیج کر آگے بڑھنا شروع کیا۔ یہ لوگ چھوٹے چھوٹے کوٹ پہنے ہوے تھے اور اپنے ساتھ شکاری کُتّے نیز آلاتِ شکار لیے ہوے تھے تاکہ وہ لوگ شکاری سمجھے جائیں جو کھیتوں میں شکار کھیلتے پھرتے ہیں۔ اور اس طرح اُن سے ملاقی ہونے والوں کو کسی قسم کا شُبہ نہ ہو۔ جب پیام بر چارون کے پاس پہنچا اور اُسے اطلاع کی کہ وہ لوگ آ پہنچے تو خطرے کو دیکھ کر اُس کا ارادہ مطلق نہ بدلا بلکہ بہ مصداق "قولِ مرداں جاں دارد" اپنا مکان اُن کے لیے پیش کیا۔ مگر ایک شخص ہی پاس تھے فی ڈاہس نامی نے جو اصولاً کچھ بُرا آدمی نہ تھا نیز مُحبِّ وطن اور جلاوطنوں کا دوست تھا مگر ساتھ ہی اس عزم

پلوپی ڈس اور اُس کے ساتھی شہریوں کے بھیس میں پہنچے اور ابھی دن باقی تھا کہ شہر کے مختلف حصوں میں داخل ہو گئے۔ اُس دن ہوا بھی خوب چل رہی تھی اور کچھ دیر پہلے برف گرنی شروع ہو گئی تھی۔ جو بہت کچھ اُن کے اخفا میں ممد ہوئی، اس لیے کہ اکثر لوگ موسمی سختی سے بچنے کے لیے گھروں میں بیٹھ رہے تھے لیکن اُن لوگوں نے جو منصوبے میں شریک تھے، ان داخل ہونے والوں کا استقبال کیا اور اُن کو چارون کے مکان پر لے گئے جہاں جلاوطنوں اور دوسروں کو ملاکر اڑتالیس کی تعداد ہو گئی۔ اِدھر غاصب آرکی آس کا میر منشی فی لی ڈس جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا، جلاوطنوں کا شریکِ سازش تھا اور اُس نے کچھ دیر پیشتر آرکی اُس وغیرہ کو دعوت دی تھی کہ خوب آزادی سے شراب پییں اور شہر کی چند عورتوں سے بھی ملاقات کریں۔ مقصد یہ تھا کہ جب یہ لوگ شراب پی لیں اور عیش عشرت میں مصروف ہو جائیں تو اُنھیں اہلِ سازش کے حوالے کر دیا جائے مگر اس سے پیشتر کہ آرکی اُس بدمست ہو جائے اس کو اطلاع ملی کہ جلاوطن لوگ خفیہ داخلِ شہر ہو گئے ہیں جو سچ تو ضرور تھی مگر مبہم اور غیر مصدّقہ۔ بہر حال اگرچہ فی لی ڈس نے اُس کی توجّہ ہٹانے کی کوشش کی مگر آرکی اس نے اپنے سپاہ خاصہ کے ایک شخص کو چارون کے پاس بھیجا اور اُس کو حکم دیا کہ فوراً حاضر ہو۔ یہ شام

و ہمت سے محروم تھا جس کی قلتِ وقت اور نوعیتِ کار متقاضی تھی، آنے والی مہم سے کچھ گھبرا سا گیا اور اب محسوس کرنے لگا کہ ایک ایسی کمزور امداد پر جس کی جلاوطنوں سے اُمید کی جاسکتی تھی، بہت بڑے کام میں ہاتھ ڈالا جا رہا ہے، جیسا کہ حکومت کا ورق اُلٹ دینا یا پورے اسپارٹہ کی طاقت کو اُکھاڑ پھینکنا تھا۔ چُناں چہ وہ خفیہ اپنے مکان کو گیا اور ایک دوست کو رلون اور پلوپی ڈس کے پاس بھیجا اور خواہش کی کہ اس وقت کارروائی ملتوی رکھو اور ایتھنز کو واپس جاکر کسی بہتر موقع کے انتظار میں رہو۔ یہ پیام بر جس کا نام چلی ڈان تھا بہ عجلت اپنے گھر گیا اور اپنے گھوڑے کو نکال کر لگام تلاش کرنے لگا۔ اس کی بیوی کو معلوم نہ تھا کہ لگام کہاں ہے، چُناں چہ اُس نے کہہ دیا کہ میں نے ایک دوست کو مستعار دے دی ہے۔ اس پر دونوں نے ایک دوسرے کو سخت و سُست کہا پھر باہم گالیاں دینے لگے اس کی بیوی نے بددُعا دی کہ یہ سفر اُس کے اور اُس کے ساتھیوں کے لیے فالِ بد ثابت ہو۔ دن کا بہت بڑا حصّہ اِنھی باتوں میں صرف ہوگیا اور پھر اسی بات کو فالِ بد پر محمول کرکے چلی ڈان نے سفر کا ارادہ چھوڑ دیا، اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہوگیا، اور یوں ایک عظیم الشان اور یادگار مہم، شروع ہوتے ہی برباد ہونے سے بال بال بچ گئی۔

کا وقت تھا اور پلوپی ڈس اپنے دوستوں کو لیے ہوئے ایک مکان میں جنگ کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ اِن لوگوں نے پہلے ہی چار آئینے لگا لیے اور تلواریں لٹکا لی تھیں مگر جب کسی نے یکایک دروازہ کھٹ کھٹایا اور دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حاکم شہر نے سرکاری سپاہی بھیج کر چارون کو بلوایا ہی تو دریافت کرنے والا گھبرا کر واپس آیا اور اندر والوں کو اس کی اطلاع کی اور فوراً ہی قیاس کیا کہ تمام سازش کا افشا ہوگیا۔ اور یہ کہ وہ لوگ قبل اس کے کہ کوئی کامیابی کا موقع حاصل کرکے اپنی بہادری کی داد پائیں، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے جائیں گے، بریں ہم سب نے یہی طے کیا کہ رفع اشتباہ کے لیے چارون کو تعمیل کرنی اور سرخیلی کے پاس حاضر ہوجانا چاہیے۔ حقیقت یہ ہی کہ چارون خطرے کے وقت نہایت جری اور مضبوط آدمی تھا۔ لیکن موجودہ صورت میں وہ بے طرح پھنسا، کیوں کہ اُس کے ساتھیوں کو شُبہ ہوسکتا تھا کہ وہ دغاباز ہی اور اتنے بہادر وطن پرستوں کی ہلاکت کا الزام اسی پر ہی۔ نظر براں جس وقت وہ جانے لگا تو زنان خانے میں جاکر اپنے لڑکے کو باہر لایا جو اگرچہ ابھی بالکل کم سن تھا مگر اپنے ہم عمروں میں سب سے زیادہ مضبوط اور خوش رُو تھا، پھر اُسے اِن کلمات کے ساتھ پلوپی ڈس کے حوالے کردیا کہ "اگر تُم مجھے دغا باز پاؤ تو اس بچّے کے ساتھ بلا کسی ترس کے دُشمن کا سا برتاؤ کرنا"۔ چارون کی

اس احتیاط پر بہتوں کے آنسو نکل پڑے۔ سب نے سختی کے ساتھ اُس کے اس واہمے کی مخالفت کی کہ اُن میں سے کون ایسا کمینہ اور ذلیل ہوگا جو ایسے خطرے کے وقوع کے وقت اُس پر شبہہ کرے یا اُس کو الزام دے گا اور اسی بنا پر خواہش کی کہ بچّے کو درمیان نہ ڈالا جائے بلکہ اُس کو اِس ضرر سے بالکل محفوظ رکھا جائے تاکہ شاید وہ ہی جابر کے پنجے سے بچ کر آیندہ اپنے رفیقوں نیز شہر کے بچانے کا اہل ہوسکے مگر چاروِن نے انکار کیا اور سوال کیا کہ "کیا اپنے باپ اور اتنے رفقا کے ہمراہ بہادرانہ موت مرنے سے بھی بڑھ کر معزز اور کوئی زندگی یا پناہ ہوسکتی ہے" بہرکیف، دیوتاؤں سے محافظت کی دُعا کرکے اور اُن سب کو ہمّت دلا اور سلام کر وہ اپنے قیافے اور لب و لہجے کو سنبھالتا اور دل ہی دل میں یہ سوچتا ہوا روانہ ہوگیا کہ "جہاں تک ہوسکے میں اپنے حرکات و سکنات سے اصل حقیقت کا اظہار نہ ہونے دوں گا"۔

جب وہ دروازے پر آیا تو آرکی اس مع فی لی دس کے اُس سے ملنے کو پہنچا اور کہا "چاروِن، مَیں نے سُنا ہے کہ ابھی ابھی کچھ لوگ آئے ہیں اور شہر میں چھپے ہوئے ہیں، اور بعض بعض شہری ان کے پاس جا رہے ہیں"۔ چاروِن پہلے تو کچھ گھبرا سا گیا، مگر پھر سوال کیا کہ "وہ کون لوگ ہیں اور کس نے اُن کو پناہ دی ہے؟" اور اس پر جب اُس کو

معلوم ہُوا کہ آرکی اس نے معاملے کو پُورے طور پر نہیں سمجھا ہو تو یہ نتیجہ اخذ کیا کہ رازداروں میں سے کسی نے اس کو یہ خبر نہیں پہنچائی ہو۔ پھر آرکی اس سے کہا کہ "ایسی مہمل افواہوں سے تُم کیوں پریشان ہوتے ہو، مَیں تو بہرصورت اس کو دریافت کروں گا کیوں کہ اس قسم کے معاملے کی زرا سی بھی اطلاع نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں ہو" فی لی دس نے جو اس کے پاس ہی کھڑا تھا، اس کی تائیڈ کی اور آرکی اس کو واپس لے جاکر خوُب شراب سے چھکایا اور اس ضیافت کو ارباب نشاط کے آنے کی امید میں اور بھی طوالت دی ۔ مگر جب چارون واپس ہوا اور اپنے لوگوں کو اس طرح تیار پایا کہ گویا وہ پناہ یا کامیابی کی طرف سے بالکل ناامید تھے بلکہ اپنے دُشمنوں کو قتل کرکے بہادرانہ موت مرنا چاہتے تھے تو اُس نے اُنھیں ساری کیفیت سُنائی ، البتہ گھر میں بات بنادی کہ آرکی اس نے مجھے فلانی بات کہنے کے لیے بلایا تھا۔ یہ طوفان گزُرچکا ہی تھا کہ اتنے میں قسمت ایک اور لگالائی یعنی ایتھنز سے ایک پیام بر آدمی کے ہم نام کا ایک خط آرکی اس کے پاس لایا۔ اس میں صرف مُبہم قیاسی اشتباہ سے کام نہیں لیا گیا تھا بلکہ جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا، اس میں سازش کی تمام جزُیات کو افشا کردیا گیا تھا۔ یہ پیام بر جب آرکی اس کے پاس جو اب اچھی طرح

مدہوش ہوچکا تھا، لایا گیا اور اس کو خط حوالے کرکے کہنے لگا کہ " کاتب خط نے خواہش کی ہی کہ یہ خط بہت ضروری ہی اور فوراً ہی پڑھ لیا جائے"۔ تو آرکی اس نے تبسّم کرکے جواب دیا " ضروری کام کل پر رکھو" اور خط لے کر اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا اور پھر اُنھی باتوں میں مصروف ہوگیا جو نی لی دس سے کر رہا تھا۔ اس کا یہ قول اب تک یونانیوں میں ضرب المثل کے طور پر بولا جاتا ہی ؁

اب آغاز عمل کے لیے عمدہ موقع آپہنچا تو یہ لوگ دو گروہوں میں ہوکر چلے۔ پلوپی دس اور داموکلی دس اپنے گروہ کے ساتھ لیون فی دس اور ہپاتس کے مقابلے میں جو ایک ساتھ رہتے تھے، روانہ ہوے اور چارون و ملون، آرکی اس اور فلیپ کے مقابلے میں۔ ان لوگوں نے اپنے چار آہنوں پر زنانی پوشاک پہن لی تھی اور اپنے چہروں کو چھپانے کے لیے جنگلی پھولوں کے بڑے موٹے ہار ڈال رکھے تھے، چناں چہ جیسے ہی وہ دروازے پر پہنچے، مہمانوں نے یہ سمجھ کر کہ جن کا انتظار تھا، وہ عورتیں آگئیں، خوب تالیاں بجائیں اور نعرے لگائے۔ مگر اہل سازش نے کمرے کو اِدھر اُدھر سے دیکھ کر اور موقعہ ضیافت کو خوب اچھی طرح سے جانچ کر اپنی تلواریں کھینچ لیں اور میزوں کے درمیان سے آرکی اس اور فلیپ کی طرف بڑھ کر اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ نی لی دس نے

اپنے دوسرے مہمانوں کو چپکے بیٹھے رہنے کی ترغیب دی۔ لیکن جو لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور حاکم کو مدد دینی چاہی وہ بہ سبب نشے میں ہونے کے بہ آسانی قتل کردیے گئے۔ ادھر تو یہ ہُوا۔ لیکن اُدھر پلوپی دس اور اُس کی جماعت کو ایک مُشکل سے سابقہ پڑا۔ جب اُنھوں نے لیون تی دس پر جو ایک مضبوط اور پرہیزگار آدمی تھا، حملہ کرنا چاہا۔ وہ اُس کے گھر پر گئے تو دروازے کو بند پایا اور وہ خود بستر پر جا چکا تھا۔ بہ مُشکل دروازہ کھُلا اور وہ کھولنے والے آدمی کو مار کر بڑھے تو لیون تی دس ہوشیار ہوچکا تھا۔ وہ اپنے پلنگ پر سے کوُد پڑا اور خنجر کھینچ لیا۔ لیکن وہ روشنیوں کو بُجھا دینا بھُول گیا ورنہ اندھیرے میں اپنے اپنے دُشمنوں کو باہم لڑوا سکتا تھا۔ غرض، روشنی کے باعث سے یہ لوگ بہت جلد اُس کے کمرے تک پہنچ گئے اُس نے سے فی سوڈورس کو جو سب سے پہلے داخل دروازہ ہوا، خنجر سے ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد جو شخص اس اس کا مقابل ہوا خود پلوپی دس تھا۔ چوں کہ راستہ تنگ تھا اور مقتول کی لاش بیچ میں پڑی ہُوئی تھی اس لیے دونوں میں نہایت شدید معرکہ ہوا۔ آخرکار پلوپی دس غالب آیا اور لیون تی دس کو قتل کرکے وہ مع اپنے ہمراہیوں کے ہپاتس کی تلاش میں چلا اور اُس کے گھر

میں بھی اسی طرح سے گھس پڑا۔ ہپاٹس خطرہ سمجھ کر اپنے پڑوسی کے گھر کو بھاگا، مگر اِن لوگوں نے اس کا تعاقب کر کے پکڑلیا اور قتل کر ڈالا ٭

اس کام سے فراغت پاکر یہ لوگ پلوٹن سے ملے اور اس کو بہ عجلت جلاوطنوں کے بلانے کے لیے، جن کو اسمے ٹی کا میں چھوڑ دیا تھا، بھیجا اور شہر میں اعلان کرایا کہ "آزادیٔ وطن کے لیے آمادۂ جنگ ہوجاؤ" اور بہت کچھ روپے پیسے لے کر بہ طورِ مالِ غنیمت لے کر اسلحہ فروشوں کی جو دوکانیں نزدیک تھیں، اُن کو توڑ کر ہتھیار نکال لیے اور جو لوگ اُن کے مددگار ہوئے، اُن کو مسلّح کر دیا۔ اپامنن دس اور گارگی دس پیشتر ہی سے مسلّح آئے تھے۔ ان کے ساتھ نوجوان اور بہترین معمروں کا ایک شان دار مجمع تھا۔ اس وقت شہر میں نہایت شورش اور جوش پھیلا ہوا تھا۔ اور لوگ پریشان اِدھر اُدھر دَوڑ رہے تھے۔ یہ اسپارٹی فوج کی غلطی تھی کہ ڈیڑھ ہزار کی جمعیت ہونے کے باوجود جب کہ بہت سے شہری بھی اُن ہی کی طرف چلے گئے تھے، فوراً ہی حملہ نہ کر دیا بلکہ لوگوں کی ہل چل، ہر طرف روشنی، آگ اور شور و غل سے خوف زدہ ہوکر وہ کادمیہ قلعے کے اندر چُپ چاپ بیٹھے رہے۔ جیسے ہی روز روشن ہوا مسلّح جلاوطن اسمے ٹی کا سے آپہنچے اور جمہور کی مجلسِ عامہ برپا ہوئی۔ اپامنن دس اور گورگی دس نے پلوپی دس اور

اُس کی جماعت کو پیش کیا۔ یہ لوگ دینی پیشواؤں کے حلقے میں تھے، جن کے ہاتھوں میں ہار تھے اور جو لوگوں کو اپنے وطن اور اپنے دیوتاؤں کے لیے جنگ کرنے پر اُبھار رہے تھے۔ ان کے آتے ہی ساری مجلس کھڑی ہوگئی اور نعرہائے تحسین و مرحبا کے ساتھ ان لوگوں کا جن کو وہ اپنا نجات دہندہ اور محسن سمجھتے تھے، استقبال کیا۔

بعدازاں پلوپی دس بیوشیہ کا سردارِ اعلیٰ منتخب کیا گیا اور فوراً قلعے کی ناکہ بندی کرنے کے لیے بڑھا، اس لیے کہ اُسے اس امر کی بڑی فکر تھی کہ اسپارٹی فوج کا اخراج اور کادمیہ آزاد ہوجائے، قبل اس کے کہ اسپارٹہ سے اس کی امداد کے لیے کوئی فوج آسکے۔ اور واقعی وہ ایسا بروقت کامیاب ہوا کہ جیسے ہی اسپارٹی چند شرائط پر قلعہ اُس کے حوالے کرکے روانہ ہونے تو راستے میں ان کو بمقام مےگادا، کلی ام بروٹس ملا جو ایک لشکرِ جرّار لیے ہوئے تھے، تھبس کی طرف کوچ کررہا تھا۔ اسپارٹیوں نے اپنے دو سرداروں کو مُجرم گردان کر قتل کر ڈالا اور تیسرا بہ سبب ایک بھاری جُرمانے کے اپنے وطن کو بھاگ گیا۔

یہ سب کارروائی تھراسی بولس کی کارروائی سے اس قدر مشابہ تھی کہ کارکنوں، خطروں اور مقابلوں نیز مساویانہ فتح و کامرانی کے اعتبار سے یونانیوں نے اُس کو اُسی کی ہمشیرہ قرار دیا۔ بعد کے اثرات نے اس کارروائی کو

اور بھی شہرت دے دی، اس لیے کہ وہ جنگ جس نے ہمیشہ کے لیے اسپارٹہ کے جبلہائے حکمرانی کو غارت کر دیا اور بحری و بری تفوق کا جو اُس زمانے میں اُسے حاصل تھا، خاتمہ کر دیا، اُسی رات شروع ہوئی جس میں پلوپی دس نے بغیر کسی لڑائی کے اسپارٹہ کے تسلط کی وہ زنجیریں ڈھیلی کر دیں اور توڑ ڈالیں جو اس سے پیشتر بوجھل اور ناقابلِ شکست معلوم ہوتی تھیں ٭

اب اسپارٹہ والوں نے ایک بڑی فوج کے ساتھ (تھبس کے علاقے) بیوشیہ پر حملہ کر دیا تو ایتھنزیوں نے خطرات سے ڈر کر تھبس سے دستِ رفاقت کھینچ لیا اور اس ریاست کے طرف داروں پر الزام لگا کر بعضوں کو مار ڈالا۔ اور بعض کو جلاوطنی یا جُرمانے کی سزا دی۔ اُس وقت پلوپی دس نے اہلِ اسپارٹہ اور ایتھنزیوں میں لڑائی ڈلوا دینے کے لیے ایک تدبیر کی ورنہ سچ یہ ہے کہ تھبس نہایت مخدوش حالت میں ہو گیا تھا۔ اسپارٹیوں نے دنوں سفوڈری اس نامی کو جو فی الحقیقت اپنے جنگی اوصاف کے لیے مشہور مگر سادہ لوح شخص تھا، سرحد ایتھنز و بیوشیہ کے قریب تھس پی کے قلعے میں مقرر کر دیا تھا کہ تھبس کے وطن فروشوں کو جو اسپارٹہ کی پناہ لینا چاہیں، پناہ دے اور امداد پہنچائے۔ پلوپی دس اور اُس کے رفیقوں کا دوست ایک سوداگر تھا جس کو اُنھوں نے بہت سا رُپیہ دے کر اور اُس سے بھی

بڑھ کر ایک کارگر ترکیب بتا کے اسے قلعے دار کے پاس بھیجا۔ سوداگر نے اُس سے کہا کہ "تمھارے جیسے قابل آدمی تو لازم تھا کہ کسی بڑی مُہم پر جاتا۔ اب بھی تم چاہو تو چھاپا مارکر ایتھنز کی بندرگاہ پی ریوس پر قبضہ کرلو، اس لیے کہ اسپارٹہ کی خوشی و امتنان کے لیے قبضۂ ایتھنز سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی اور اس وقت تھبس والے تو قطعی ایسے لوگوں کی امداد کے لیے انگلی تک نہ ہلائیں گے، جن سے وہ اب نفرت کرتے ہیں اور انھیں دغاباز سمجھتے ہیں۔ سفورڈی اس اس چکمے میں آگیا اور اپنی فوج سمیت راتوں رات اے ٹی کا کوچ کرکے الی یوسس تک جا پہنچا مگر یہاں پہ اُس کے سپاہیوں نے ہمت ہاردی اور وہ اپنے منصوبے کو فاش کرنے اور اسپارٹیوں کو ایک خطرناک جنگ میں اُلجھانے کے بعد تھس پی کی طرف پسپا ہوا۔ اس پر ایتھنزیوں نے ناراض ہوکر بڑے جوش کے ساتھ تھبس کو سامان بھیجنا شروع کیا اور اکثر مقامات پر جاکر ان تمام یونانیوں کو جو اسپارٹہ سے بغاوت پر آمادہ تھے، امداد پہنچائی۔

اسی اثنا میں اسپارٹیوں سے تنہا تھبیوں کی کئی مرتبہ جھڑپ ہوئی، اور چند ایسی لڑائیاں لڑنے کے بعد جو اگرچہ بڑی نہ تھیں، اُن کے حوصلے بلند اور اُن کے جسم محنت و مشقت کے عادی ہوگئے۔ ان میں اس طرح کے چھوٹے موٹے مقابلوں سے تجربہ اور جرأت دونوں چیزیں ایسی بڑھ گئیں کہ جیسا

ہم نے تذکرہ کیا ہی ایک اسپارٹی نے اے جی سی لاوس شاہ اسپارٹہ جو بیوشیہ میں زخمی ہوکر واپس آرہا تھا، کہا کہ: "درحقیقت تم نے جو تھبس والوں کو بہ جبر فن جنگ کی تعلیم دے دی، اس کا انھوں نے تمھیں بہت عمدہ معاوضہ دیا" کئی معرکوں میں اہل اسپارٹہ کو زک نصیب ہوئی اور تناگرا میں بھی ان کی خاصی بڑی جمعیت بری طرح پٹی اور اس کا سردار پان تھیودس مارا گیا۔ لیکن ان مقابلوں سے اگرچہ فاتحین کے حوصلے بڑھ گئے، لیکن ہارنے والوں کی ہمت شکستہ نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ ابھی تک کوئی فیصلہ کن لڑائی یا باضابطہ جنگ نہ ہوئی تھی بلکہ اتفاقی جھڑپیں ہوتی رہی تھیں۔ جن میں حسب موقع کبھی وہ حملہ کرتے تھے، کبھی پسپا ہوتے تھے اور کبھی تعاقب کرتے تھے۔ البتہ جنگ ٹےگی ری نے جو گویا جنگ لیوک ٹرا کا دیباچہ تھی، پلوپی دس کو بہت کچھ نام ور کیا، کیوں کہ اس میں کسی دوسرے سردار کا حصہ نہ تھا اور نہ حریف کی جانب سے کسی قسم کی کام یابی کا دعویٰ ہوا۔ یہ معرکہ قوم آرکومینی پر فوج کشی کے سلسلے میں ہوا، جو اسپارٹہ کے حلیف تھے۔ پلوپی دس موقع پاکر چند سوار اور تین سو جاں بازوں کا دستہ جسے دستۂ مقدس کہتے تھے، ان کے خلاف لے گیا مگر اسپارٹہ کی کمک آجانے سے پہاڑ کا چکر کھا کے موضع ٹےگری میں آگیا جہاں ملاس ندی میدان میں پھیل کر دل دل بن جاتی ہی۔ اسی سے کچھ آگے بڑھ کر اپالو دیوتا

کا مندر ہی۔ یہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ اسی مقام پر دیوتا کی ولادت ہوئی تھی۔ اس کے قریب کا پہاڑ ڈِلوس کہلاتا ہی اور اس مقام پر ہلاس ندّی کی پھر ایک دھار بن جاتی ہی۔ مندر کے عقب میں دو چشمے بہتے ہیں جو اپنے پانی کی شیرینی، خنکی اور کثرت کی بنا پر بہت مقبول ہیں۔ ان چشموں کی نسبت بھی کئی کہانیاں مشہور ہیں جو اپالو کی یہاں پیدائش کی دلیل میں پیش کی جاتی ہیں۔ مگر میں اُن کو نظرانداز کرتا ہوں اس لیے کہ ہماری روایات اس دیوتا کو اُن دیوتاؤں میں شمار نہیں کرتیں، جو پہلے انسانی شکل میں پیدا ہوئے اور پھر زندۂ جاوید قرار پائے۔ جیسے ہرقل اور باکوس، جن کو اُن کی خوبیوں نے حالتِ فنا سے بالاتر کردیا تھا مگر اپالو تو غیرفانی اور غیر مولد دیوتاؤں میں سے ہی خصوصاً اُن حالات کی رُو سے جو ان مضامین پر قدیم زمانے کے داناؤں اور بزرگوں نے ظاہر کیے اور جو اشیاے متعلقہ کی نسبت پایۂ یقین تک پہنچے +

القصّہ جس وقت تھی بی جمعیت قصبۂ اُرکومِنس سے ٹی گی ری کی جانب پسپا ہوئی، اُسی وقت اسپاڈٹی قصبۂ لوکرِیس سے اُن کا مقابلہ کرنے کے لیے بڑھ رہے تھے۔ چناں چہ جیسے ہی وہ دَرّوں سے گزرتے وقت نمودار ہوے کسی نے پلوپی ڈس سے کہا کہ "ہم حریف کے پنجے میں پھنس گئے" اُس نے جواب دیا کہ "ہم پھنسے یا وہ؟" اور فوراً اپنے

سواروں کو حکم دیا کہ عقب سے آگے آئیں اور حملہ کریں
اور اپنی پیدل سپاہ کو جو تعداد میں تین سو تھی، پیوستہ
صفوں میں جما دیا۔ جس سے اُسے امید تھی کہ اب میں
جس رُخ پر بھی حملہ کروں گا، اپنے کثیر دشمنوں کی چھدری
صفوں کو توڑ کر نکل جاؤں گا۔ اسپارٹیوں کے پاس دو
دستے تھے (ایک دستے میں اے فورس کے قول کے مطابق
پانسو، اور لوپی بی اس وغیرہ دوسروں کے قول کے مطابق
نو سو آدمی ہوتے تھے)۔ اور ان کے دونوں سپہ سالار
اپنی فتح پر اعتماد کرکے تھیبیون پر بڑھے، حملہ نہایت زور و
شور سے کیا گیا تھا، خصوصاً اس مقام پر جہاں سردار تھے۔
لیکن وہ سردار جن کا مقابلہ پلوپی دس سے ہوا، مارے گئے
اور جو لوگ اُن کے ارد گرد ہی کھڑے تھے اُن کو بھی شدید
ضربات پہنچیں۔ اُن کی تمام فوج دل شکستہ ہوگئی اور تھیبیون
کے لیے اپنے اندر ایک راستہ کھول دیا گویا کہ لوگ اُن میں
سے گزرنا اور نکل جانا چاہتے تھے مگر جب پلوپی دس اُن میں
داخل ہوا اور اُن لوگوں کا جو ہنوز اپنی جگھوں پر قائم تھے،
پلٹ کر پھر قتل عام شروع کردیا تو اسپارٹیوں میں بھگدڑ
مچ گئی۔ تعاقب کیا گیا مگر کچھ ہی دُور تک اس لیے کہ
قریب ہی سے اُرکومنی نیز اسپارٹہ کی کمک کا بڑا خوف
تھا۔ تاہم اُنھوں نے حریف کے اندر راستۂ جنگ نکال لینے
میں کامیابی حاصل کرلی اور اُن کی پوری فوج کو مغلوب کرلیا

تھا - پس ایک یادگارِ فتح نصب کرکے اور مقتولوں کو مُثلہ کرکے اپنے کارناموں پہ بہت خورسند و نازاں واپس ہوئے اس لیے کہ پیش ازیں تمام بڑی بڑی جنگوں میں جو یونانیوں یا عجمیوں سے لڑی گئیں، اسپارٹیوں کو اپنے سے کم تعداد یا مساوی تعداد کے حریف سے کبھی شکست نہیں ہوئی تھی۔ اسی لحاظ سے اُن کی شجاعت لاثانی مانی جاتی تھی اور اُن کی اعلیٰ شُہرت جنگ سے پہلے ہی حریف کو مغلوب کرلیتی تھی، جو برابر کی حالت میں اپنے کو اسپارٹہ کے مقابلے میں بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ مگر اس جنگ نے پہلے پہل دوسرے یونانیوں کو بتلا دیا کہ نہ صرف (اسپارٹہ کی) یوروٹاس ندی کا پانی اور اُن کا علاقہ جو بابکہ اور کناکیوں کے درمیان واقع تھا، بہادر اور صاحب ہمّت آدمی پیدا کرتا ہو بلکہ اور بھی جہاں کہیں ایسے جوانانِ باحمیت ہیں جن کو ذلّت سے عار آتی ہی اور جو اعلیٰ مقاصد کے لیے جان کی بازی لگا دینے پر آمادہ رہتے ہیں اور خطرے سے زیادہ بے عزّتی سے ڈرتے ہیں، وہاں بھی نہایت مضبوط اور بہادر دشمن مل سکتے ہیں۔

بعضوں کا قول ہی کہ سب سے پہلے تین سو چیدہ جوانوں کا "مقدّس دستہ" گورگی دس نے بنایا جن کو بہ حیثیت قلعے کا محافظ ہونے کے ریاست کی طرف سے ساز و سامان اور کسرت و ورزش کی ضروریات مہیّا کی گئیں

اور اسی بنا پر اُن کو شہری دستے کا نام دیا گیا کیوں کہ قدیم زمانے میں قلعوں کو عموماً شہر سے موسوم کرتے تھے - اور بعضوں کا یہ مقولہ ہی کہ یہ گروہ چند ایسے نوجوانوں سے مُرکب تھا جو ذاتی تعلقات کے ذریعے سے باہم مربُوط تھے اور پامے نیز کی یہ دل چسپ تنقید مشہور ہی کہ ہومر کے بادشاہ نُستور کو جس نے یونانیوں کو قبیلہ اور خاندان وار فوج مُرتب کرنے کی نصیحت کی ، فوجی ترتیب کا بالکل سلیقہ نہ تھا ورنہ وہ مُحب و محبُوب کو یکجا کرنے کی صلاح دیتا ، کیوں کہ شدت خطرے کے وقت ایک ہی خاندان یا قبیلے کے افراد بہت کم ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں مگر وہ گروہ جس کی رفاقت مبنی بہ محبت و عشق ہو ، قطعاً ناقابل شکست و مزاحمت ہی اس لیے کہ اہلِ محبت کو اپنے محبوب کے سامنے اور محبوب کو اپنے محب کے رُوبرُو کسی ذلیل حرکت سے سخت عار آتا ہی اور ایک دوسرے کو بچانے کی خاطر بہت خوشی سے خطرے میں گھُس پڑتے ہیں - یہ بھی کوئی حیرت ناک بات نہیں کہ ایسے لوگ اپنے غیر موجود دوستوں کا بہ نسبت موجودہ دوستوں کے زیادہ لحاظ کرتے ہیں ، چناں چہ مشہور ہی کہ ایک شخص نے اپنے دُشمن سے جو اُس کو مار ڈالنے پر تُلا ہوا تھا ، درخواست کی کہ تُم میرے سینے پر وار کرو تاکہ میرا مُحب میری پشت کو زخمی دیکھ کر شرمندہ و خجل نہ ہو - اس طرح یہ بات بھی داخلِ روایات ہی کہ آیولاوس جس نے ہرقل کی اُس کی

تھمات میں امداد کی اور اُس کی جانب ہوکر لڑا، اس کا محبوب بھی تھا۔ اور ارسطاطالیس کا بیان ہے کہ اُس کے زمانے میں بھی اہلِ محبت آیولاوس کے مقبرے ہی پر پیمانِ وفا باندھا کرتے تھے۔ اسی لیے بہت ممکن ہے کہ اسی محبت و اُلفت کی بنا پر تھبس کا یہ گروہ "مقدّس" موسوم کیا گیا ہو کہ افلاطون بھی عاشق کو ربّانی دوست کے نام سے یاد کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس گروہ نے بجز جنگِ شیرونیہ کے کبھی شکست نہیں کھائی، جہاں شاہ فیل قوس نے لڑائی کے بعد جب مقتولین کا معائنہ کیا اور دیکھا کہ اس دستے کے تین سو کے تین سو جوان، جو اُس کے پیوستہ شیرازہ بند لشکر سے ٹکرائے تھے، ایک ہی جگہ مرے پڑے ہیں تو نہایت متعجب ہُوا۔ اور جب معلوم ہُوا کہ یہ اہلِ محبت کا دستہ تھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اُس نے کہا کہ "ہلاکی ہو اُس شخص پر جو ان لوگوں پر یہ شبہہ کرے کہ انھوں نے کبھی کوئی ذلیل حرکت کی یا کسی ذلت کو برداشت کیا"۔

جیسا کہ شعرا کا خیال ہے "یہ لائی اس کی تباہی کا نتیجہ نہ تھا کہ پہلے پہل تھبیوں میں ایسا باہمی ربط وجود میں آیا، بلکہ خود اُن کے قانون سازوں نے نوجوانانِ تھبس کی فطرتی درشت مزاجی کو مائل بہ ملائمت کرنے کے لیے اس قسم کے تعلقاتِ دوستی کو کھیل اور سنجیدہ موقعوں پر فروغ دیا اور مثالی

کے طور پر بانسری کی ترویج کی اور " ہم آہنگی " کو جو مریخ و زہرہ کی لڑکی مشہور تھی ، اپنی مرتبہ قرار دیا کیوں کہ جہاں کہیں شجاعت و قوّت میں نرمی و تلطف کا رنگ جھلکنے لگتا ہو تو ایک ایسی ہم آہنگی نمودار ہوجاتی ہی جو قوم کے تمام عناصر کو کامل طور پر منتظم و ہم نوا کردیتی ہی ٭

گورگی دس نے اس مقدّس گروہ کو پیدل سپاہ کی تمام سامنے والی صفوں میں تقسیم کردیا تھا ، جس سے ان کی شجاعت پوری طرح نمایاں نہ ہوتی تھی ۔ اور وہ معمولی سپاہیوں کے ساتھ مل جُل کر لڑتے تھے ۔ مگر پلوپی دس نے ٹی گی دی میں اُن کی بہادری کو خوب آزما لیا تھا کہ وہاں پر یہ لوگ تنہا اور یک جا اُس کے چاروں طرف ہوکے لڑے تھے ۔لہذا اس نے اُن کو آیندہ متفرق نہیں ہونے دیا بلکہ آیندہ جنگ کے عظیم ترین موقعوں پر اُن کو سب سے پیش پیش یک جا رکھتا تھا ۔ اس لیے کہ جس طرح گھوڑے مجموعی حیثیت سے بہ نسبت ایک کے گاڑی کو زیادہ تیزی سے کھینچتے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اُن کی مشترکہ قوت ہُوا کو زیادہ آسانی سے پھاڑ کر آگے بڑھتی چلی جاتی ہو بلکہ یہ کہ پاس رہنے سے اُن میں آتش مُسابقت مشتعل ہوجاتی اور ہمّت بڑھ جاتی ہی ۔ اسی طرح وہ سمجھا کہ بہادر افراد کی یک جائی بھی باہمی مُسابقت کا باعث ہوگی اور متحد ہوکر یہ لوگ بہت زیادہ حوصلہ مند اور کارآمد ہوجاتے ہیں ٭

اب جب اسپارٹہ نے دوسرے یونانیوں کے ساتھ

صلح کرلی اور اپنی پوری قوت کو تھی بیون کے خلاف متحد کیا، مزید برآں اُن کا بادشاہ کلی ام بروٹس دس ہزار پیدل اور ایک ہزار سوار فوج کے ساتھ سرحد کو عبور کرچکا تھا، تو بیوشیہ نہایت خطرے کی حالت میں آگیا، اور اسے محکوم و مغلوب ہونے ہی کا نہیں بلکہ کامل بربادی اور ہلاکت کا اندیشہ ہوگیا۔ اسی موقع کا ذکر ہی کہ پلوپی دس ایک بار اپنے مکان سے چلا اور اُس کے پیچھے پیچھے اُس کی بیوی آنکھوں میں آنسو بھرے منت کرتی چلی آتی تھی کہ خدا کے لیے اپنی زندگی کی حفاظت کرنا۔ تب اُس نے یہ جواب دیا کہ "ای بیوی، افراد کی زندگی کے متعلق بے شک اس قسم کی نصیحت کی جاسکتی ہی کہ اپنی جانیں بچائیں مگر سپہ سالار تو دوسروں کی حفاظت کے لیے ہیں" جب وہ چھاؤنی میں پہنچا اور فوجی حکام میں اختلاف پایا تو اُس نے سب سے پہلے اپامنن دس سے اتفاق کیا جو جنگ چھیڑ دینے کا حامی تھا۔ اگرچہ خود پلوپی دس خود اُس زمانے میں صرف مقدس دستے کا سردار تھا مگر اُس پر ایک ایسے لائق انسان کے مانند بھروسا کیا جاتا تھا کہ جس نے اپنے ملک کی آزادی کے لیے جوش جاں بازی کے متعدد ثبوت دیے ہوں۔ چناں چہ لڑائی طے پاگئی اور تھے بیون نے اسپارٹیوں کے مقابل بہ مقام لیوک ٹرا پڑاؤ ڈالا۔ وہاں پلوپی دس نے ایک خواب دیکھا، جس نے اُسے بہت

مضطرب کردیا۔ بات یہ تھی کہ اس میدان میں سی ڈاسس نامی ایک شخص کی لڑکیوں کا مدفن تھا جن کو اسپارٹیوں نے بےعصمت کرکے مار ڈالا تھا۔ اس شرم ناک اور خلاف قانون فعل کی چارہ جوئی اُن کے غریب باپ نے اسپارٹہ میں کرنے پر کوئی نتیجہ نہ دیکھا تو اسپارٹیوں پر شدید لعنتیں بھیج کر اس نے اپنے کو بھی لڑکیوں کے مقبرے پر ہلاک کردیا۔ اُسی زمانے میں خوارق اور پیشین گوئیوں سے اسپارٹیوں کو اب تک جتلایا جا رہا تھا کہ دیکھو بہ مقام لیوک ٹرا تُم پر انتقام الٰہی نازل ہوگا۔ بہتوں نے ان کا مطلب نہیں سمجھا اس لیے کہ وہ مقام مذکور سے لاعلم تھے کیوں کہ لے کونیا میں بھی ایک چھوٹا سا اسی نام کا ساحلی مقام تھا۔ نیز آرکیڈیا میں شہر گالوپولیس کے متصل بھی ایک لیوک ٹرا تھا۔ دوسرے یہ بدمعاشی جنگ سے بہت زمانہ قبل عمل میں لائی گئی تھی +

بہرکیف پلوپی دس پڑاؤ میں سویا ہوا تھا کہ کیا دیکھتا ہی کہ وہ لڑکیاں اپنے مقبروں میں رو رہی ہیں اور اسپارٹیوں کو کوس رہی ہیں اور اُن کا باپ سی ڈاسس اُسے حکم دیتا ہی کہ اگر نُصرت کے خواہش مند ہو تو ایک بھورے بالوں والی لڑکی کو میری بیٹیوں پر بھینٹ چڑھاؤ! پلوپی دس نے اُس کو ایک ناپاک اور وحشیانہ ہدایت خیال کیا مگر بستر سے اُٹھا اور کاہنوں اور فوج کے سرداروں سے بیان کیا تو بعض نے یہ فیصلہ کیا کہ اس ہدایت کی تعمیل ضروری ہی۔ اور متقدمین

کی چند نظائر سے اس کا حوالہ بہم پہنچایا مثلاً ہرقل سورما
کی لڑکی مے کاریا اور بعد کے لوگوں میں لیونی دس جس
نے دیوتاؤں کے اشارے پر یونان کے مفاد کے لیے اپنے
کو قربان کر دیا۔ تمس طاکلیس نے بھی جنگ سلامیس سے
پہلے انسانوں کی بھینٹ دی۔ جس میں کام یابی نے اُس کے
فعل کی تصویب کر دی۔ بہ خلاف اس کے اے جی سائی لس کو
ایک خواب میں بہ مقام اولس اپنی لڑکی کی قربانی دینے کا
حکم ہوا اور وہ کم ہمتی سے تعمیل نہ کر سکا تو نتیجہ اس کا
یہ ہوا کہ اُس کی مُہم ناکام اور بدنام رہی ؀

یہ باتیں تو ایک گروہ کی تھیں۔ دوسری جانب لوگ
کہتے تھے کہ نہیں، اس طرح کا ظالمانہ فعل کسی خدائی
ہستی کو پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ طوفان اور بھوت دنیا کے
معاملات پر قادر نہیں ہیں بلکہ دیوتاؤں اور انسانوں کا مشترک
باپ قادر ہے۔ نیز یہ تصوّر نہایت مُہمل ہے کہ دیوتا یا ربانی
طاقتیں انسانوں کی قربانی اور قتل و غارت سے خوش ہوتی
ہیں۔ اور اگر بعض ایسی ہیں بھی تو اُن کی کوئی پروا نہ کرنی چاہیے
اس لیے کہ اس قسم کی غیر موجّہ اور بے رحمانہ خواہشوں
کا اظہار صرف اُنھی ہستیوں سے ہو سکتا ہے اور انھی میں
قائم ہو سکتا ہے جو کم زور اور آشفتہ مزاج ہیں۔ ان میں
یہ قیل و قال ہو رہی تھی اور پلوپی دس حیران کھڑا تھا کہ
ناگہاں ایک بچھیری گلّے سے نکلی اور دوڑتی ہوئی اُس

مقام پر پہنچی جہاں یہ لوگ خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ اور ابھی بعض لوگ اس کی چمکیلی بھوری جلد کی اور بعض اُس کی قوت اور ہنہناہٹ نیز اُس کی چالاکی کی تعریف کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں تھیوکری ٹس کاہن کو بات سوجھ گئی اور وہ پلوپی دس سے مخاطب ہوکر چلایا کہ "اے میرے نیک دوست خبردار قربانی آپہنچی ہے اب کسی خرید کنواری کی توقع مت رکھ اور اِسی کو کام میں لا، جو دیوتاؤں نے تجھے بھیجی ہے۔" ساتھ ہی اُنھوں نے بچھیری کو پکڑا اور اُس کو اُن لڑکیوں کے مدفن پر لے جاکر مقرّرہ رسوم اور دعاؤں کے ساتھ خوشی خوشی بھینٹ چڑھایا اور کُل لشکر میں پلوپی دس کے خواب کو نیز یہ کہ کیوں کر مطلوبہ قربانی ہم دست ہوگئی، مشتہر کردیا ٭

اپامنن دس نے بہ حالت جنگ اپنے پیوستہ لشکر کو میسرہ کے جانب جھکاؤ دیا تاکہ جہاں تک ہوسکے حریف کے میمنہ کو جو زیادہ تر اسپارٹیوں پر مشتمل تھا، منفرق کردے اور اس بازو پر ایک مرتب شدید حملہ کرکے کلی ام بروٹس پر تباہی نازل کرے۔ دشمنوں نے یہ ارادہ تاڑ لیا اور اپنی ترتیب کو بدلنے لگے اور اپنے میمنہ کو پھیلاؤ دے کر اور اپنی کثرتِ تعداد سے فائدہ اُٹھاکر اپامنن دس کو گھیر لینا چاہا۔ مگر عین اُسی وقت پلوپی دس اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ پہنچ گیا اور قبل اس کے کہ کلی ام بروٹس

اپنی صف کو پھیلا کر پھر مجتمع کر سکے، اس ابتری ہی کی حالت میں اسپاڈٹیوں پر جاگرا۔ ہر چند کہ اہلِ اسپاڈٹہ نوعِ انسانی میں بہترین ماہر اور مشاق سپاہی تھے، اور اپنے کو سب سے زیادہ اسی بات میں تربیت دیتے اور خوگر بناتے تھے کہ تغیرِ مقام کی صورت میں بدنظمی سے کیوں کر محفوظ رہنا چاہیے یا کسی رہ نما و سرگروہ کی قیادت میں ایک نظم کے ساتھ چلنا اور جنگ میں جس جگہ پر سب سے زیادہ خطرہ ہو، وہاں کیوں کر لڑنا چاہیے، مگر اس جنگ میں اپامنن دس نے دوسرے یونانیوں سے قطع نظر کرکے خاص اسپاڈٹیوں ہی پر حملہ کیا تھا، پھر پلوپی دس کے اس بے نظیر تیزی اور جوش کے ساتھ آجانے کی وجہ سے اُن کی ہمت ایسی ٹوٹ گئی اور اُن کی ہُنرمندی ایسی معطّل رہ گئی کہ ایک عام فرار اسپاڈٹیوں میں نمایاں ہوگیا جو اس سے پیش تر کبھی نہیں واقع ہوا تھا، اور اسی وجہ سے پلوپی دس نے، اگرچہ کسی بڑے عہدے پر نہ تھا اور صرف ایک چھوٹے سے گروہ کا سردار تھا، اس فتح سے ویسی نام وری حاصل کی جیسی کہ خود اپامنن دس نے جو بیوشیہ کا سپہ دار تھا ؁

چناں چہ اہلِ اسپاڈٹہ کی شکست کے بعد، ان کے مُلک پلوپونی سس پر ان دونوں نے باہمی رفاقت کے ساتھ تاخت کی، اور وہاں کی اقوام کا بہت بڑا حصّہ جو اسپاڈٹیوں کے جتھے میں تھا، الگ کرلیا۔ اس میں ای لس،

آرگوس ، پورا آرکیڈیہ اور لکونیہ کا بھی بہت بڑا حصہ تھا۔ اس وقت شدید جاڑوں کا زمانہ تھا اور مہینے کے ختم میں چند ہی روز باقی رہ گئے تھے۔ دوسرے ماہ کے آغاز میں نئے سردار آنے والے تھے۔ اور ان کا قانون تھا کہ جو عہدے دار مقرّرہ میعاد ختم ہوتے ہی اپنا عُہدہ نہ چھوڑ دے تو اُسے قتل کی سزا دی جائے۔ اسی لیے دوسرے سرداروں نے بہ خوف قانون نیز جاڑوں کی شدّت سے بچنے کے لیے پسپائی مناسب خیال کی ، لیکن پلوپی ڈس ، اپامنن ڈس کے ساتھ اور اپنے ہم وطنوں کو اُبھار کر اسپارٹہ کے خلاف لے چلا اور یورٹاس ندّی سے گُزر کر بہت سے قصبات کو لے لیا اور دُشمن کے علاقے کو سمندر تک ویران کر دیا۔ اس لشکر میں ستر ہزار یونانی شریک ہو گئے تھے۔ جن میں سے تھیبی بارھواں حصّہ بھی نہ تھے مگر ان کو دو سرداروں کی شُہرت نے اُن کے تمام حلیفوں کو اس پر راضی کر دیا کہ اُن کو بہ طور اپنے سرگروہ کے سمجھیں۔ اگرچہ اس کے متعلق کوئی شرائط نہیں کیے گئے تھے۔ لیکن یہ ایک قُدرتی اور مُسلّمہ اصول معلوم ہوتا ہو کہ وہ شخص جو طالب مدافعت ہو ، اُس شخص کا مُتبع ہو جو اس کی مدافعت کرے۔ جس طرح ملّاح لوگ اطمینان کی حالت یا بندرگاہوں میں تو نہایت مغرور ہوتے ہیں اور کھینے والے کو دبا لیتے ہیں۔ لیکن کوئی طوفان آجائے یا خطرہ قریب ہوتا ہو تو وہ سب اُس کے پاس جمع ہو جاتے اور اسی سے لَو لگائے رکھتے

ہیں ۔ اسی طرح آرگوی ، ای لی فی، اور آرکیڈی لوگ اپنی مجلسوں میں تو سرداروں کے واسطے تھی بیون سے جھگڑتے تھے ، مگر جنگ کی حالت یا کسی مہیب مہم میں خود اپنی مرضی سے تھی بی سالاروں کی پیروی کرتے تھے ۔ اُنھی کی بدولت اس مُہم میں پوری آرکیڈیہ اسپارٹہ سے آزاد اور واحد ریاست کی شکل میں متحد ہوگئی اور اُس نے ان اسپارٹیوں کو جو مےسی نیا میں بس گئے تھے ، وہاں سے خارج کرکے قدیم اہلِ شہر کو واپس بُلاکر دوبارہ ایک قبیلے کی صورت میں آئی تھوم میں بسا دیا اور واپسی میں سن کری ہوتے ہُوئے اُنھوں نے اینھنویوں کو بھی منتشر کر دیا، جن کا قصد تھا کہ آب ناؤں میں اُن کی مزاحمت کریں اور اُن کے کوچ میں رکاوٹ ڈالیں ؛

ان فتوحات کی بنا پر تمام دوسرے یونانی ، تھی بیون سے محبت کرتے اور اُن کی کام یابی کی تعریف کرتے تھے مگر خود اُن کے اہلِ شہر کے مابین حسد نے جو ازدیادِ مرتبت کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا، پلوپی دس اور اپامنن دس کے لیے کوئی خوش گوار یا مسرت انگیز استقبال مہیا نہیں کیا ، بلکہ ان دونوں کو سزائے موت دلانے کے لیے کہ اُنھوں نے ختمِ میعاد پر عُہدے سے دست برداری نہیں کی تھی ، مقدمہ چلایا گیا حالاں کہ یہی وہ زمانہ تھا جس میں ان دونوں نے مےسی نیا، آرکیڈیہ اور لکونیا میں یادگار کام انجام دیے ۔ پہلے پلوپی دس پر

مگر آخر میں دونوں رہا کر دیے گئے۔ اپامنن دس نے الزام اور مقدمے کو بہت صبر سے برداشت کیا اور اس امر کو بھی شرافت، شجاعت و فیاضی کا ایک بڑا ضروری حصہ سمجھا کہ سیاسی زندگی کی تکلیف دہ آفتوں کو بہ تحمل برداشت کیا جائے لیکن پلوپی دس بہت جھلّے مزاج کا تھا اُس نے اپنے دوستوں کے اشتعال دینے سے بدلہ لینے کی ٹھانی۔ مے نے کلی دس مقرر اُن لوگوں میں سے تھا جو چاروں کے گھر پر پلوپی دس وغیرہ سے مل چکے تھے مگر وہاں چوں کہ اس کا کوئی خاص اعزاز نہیں کیا گیا تو بہ سبب قوّتِ تقریر اور فقدانِ اخلاق و بد سرشتی کے اُس نے اپنے قدرتی جوہروں کا بہت بُرا استعمال کیا اور وہی پلوپی دس کو مقدمے کے بعد بھی الزام دیتا اور اس کی خوبیوں کو ہیچ کرتا رہا۔ اس نے اپامنن دس کو توسپہ سالاری کے عہدے سے علاوہ کرا دیا اور ایک مدّت تک اُس پر حاوی رہا مگر اس میں اتنی قوّت نہ تھی کہ پلوپی دس کو بھی جمہور کی نظروں سے گرا دے، پس اُس نے یہ کوشش کی کہ اُس میں اور چاروں میں تفرقہ ڈلوا دے، اور چوں کہ حاسدوں کے لیے یہ امر باعثِ تسکین ہوتا ہی کہ جن لوگوں پر انھیں تفوق نہ ہو، اُن کو دوسروں کی نظروں میں بُرا بنا دیں۔ اُس نے یہی عوام کے ساتھ اپنی تقریروں میں چاروں کے بڑھا چڑھا کر دکھلایا اور اس کی مُہموں اور فتوحات پر مدحیہ نظمیں لکھیں۔ مزید براں اُس فتح پر جو جنگ لیوک ٹرا سے قبل بہ مقام

پلے ٹیا چاروں کے ماتحت سواروں نے حاصل کی تھی، اُس نے ایک شان دار یادگار بنانے کی تجویز کی اور ایک سابقہ فتح کی تصویر پر جو ناتمام رہ گئی تھی، اسی کا نام کندہ کرانا چاہا۔ مطلب یہ تھا کہ اس تدبیر سے اپامنن اور پلوپی دس کی شہرت کو مدھم کر دے۔ یہ امر فریب کا ایک عمدہ نمونہ تھا کہ ایک معمولی لڑائی کو جس میں صرف ایک گم نام اسپارٹی اور چالیس اور مارے گئے تھے، اتنی کثیر اور اہم جنگوں پر فوقیت دے دی جائے۔ پلوپی دس نے اس تجویز کی مخالفت کی اور اس بنا پر خلافِ قانون بتلایا کہ تھبیوں میں یہ رسم نہ تھی کہ کسی فردِ واحد کا اعزاز کریں بلکہ فتح اُن کے وطن کی جانب منسوب کی جاتی تھی۔ لیکن اس مناقشے میں اُس نے چاروں کی پوری پوری قدر شناسی کی اور صرف اسی پر اکتفا کیا کہ مے نی کلی ڈس کو ایک موذی اور حاسد شخص قرار دے اور تھبیوں سے درخواست کرے کہ اگر اُنھوں نے کوئی عمدہ کام نہیں کیا ہے تو بھی اتنا تو ہونا چاہیے کہ مے نی کلی ڈس پر بھاری جرمانہ کیا جائے۔ اس شخص نے اپنے کو جرمانہ ادا کرنے کے قابل نہ پایا تو بعد میں حکومت کی برہمی کی کوشش کی۔

اس عرصے میں الک سان ڈر نے جو فری میں مطلق العنان جابر بن بیٹھا تھا۔ بعض تھابیہ والوں کے خلاف علانیہ لڑائی شروع کر دی اور پورے علاقے پر قبضہ کرنے کی فکر کرنے

لگا تو وہاں کے شہروں نے تھابس کو ایک سفیر بھیجا اور کمک اور ایک سپہ سالار کی خواہش کی اور پلوپی دس نے یہ سمجھ کر کہ سابقہ جھگڑوں کی وجہ سے اپامنن دس رُک گیا ہے اور آئندہ وہی اپنے وطن کا سپہ سالار بنایا جائے، اپنا نام تھسالیہ کے لیے پیش کیا، کیوں کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنی جرأت و مہارت کو بے کار رہنے دے۔ پھر جس وقت وہ اپنی فوج سمیت تھالیہ آیا تو اس نے فوراً لس بیسا پر قبضہ کرلیا۔ اور الک ساورن پر قابو پانے کی کوشش کی مگر اُس نے اطاعت کرلی اور بجائے مطلق العنان رہنے کے قانون کے مطابق حکومت کرنے کا اقرار کیا۔ مگر اس کو وحشی اور ناقابلِ تربیت پاکر نیز اس کی شہوت و بے رحمی کی بہت سی شکایتیں سُن کر پلوپی دس نے سخت گیری شروع کی اور اُس سے باز پُرس کی حتّےٰ کہ جابر اپنے محافظوں کے ساتھ چُھپ کر کہیں بھاگ گیا۔ لیکن تھسالیہ والے اب جابر کی طرف سے بے خوف اور باہم متحد ہوگئے تھے، لہٰذا پلوپی دس مقدونیہ چلا آیا، جہاں اُس زمانے میں بتول می، مقدونیہ کے رئیس الک ساندر سے لڑ رہا تھا۔ دونوں فریقوں نے اُسے دعوت دی تھی کہ آکر اُن کے جھگڑوں کو سُنے اور اُن کا تصفیہ کرے اور مظلوم کی امداد کرے۔ چناں چہ جب وہ آیا تو اُس نے اُن سب میں ملاپ کرا دیا اور جلاوطنوں کو واپس بُلا لیا اور بادشاہ کے بھائی فلیپ نیز شرفا کے تیس لڑکوں کو بطور ضمانت لے کر تھبس کو

واپس آیا اور اس طرح دیگر یونانیوں پر واضح کر دیا کہ تھی بیون کی بہادری اور ایمان داری کی شہرت کتنی دُور دُور پھیل گئی۔ یہ فلیپ وہی شخص تھا، جس نے آگے چل کر کُل خطۂ یونان کو غلام بنا لینا چاہا۔ مگر اس وقت وہ صرف لڑکا تھا اور شہر تھبس میں رہتا تھا اور بدیں وجہ قیاس کیا جاتا ہو کہ اُس نے اپامنن دس کے طرزِ عمل کو اپنی حکومت کے لیے نمونہ قرار دیا اور کچھ عجب نہیں کہ اس کی جنگی مہارت اور مستعدی کو بہ طور مثال کے لیا ہو جو درحقیقت اُس کی خوبیوں کا بہت قلیل حصہ نہیں، کیوں کہ اُس کی نیاضی، اعتدال، معدلت اور نرمی میں سے جن کی بدولت وہ واقعی بڑا آدمی تھا، فلیپ کو فطری یا مصنوعی کسی قسم کا حصہ نہیں ملا تھا +

ان واقعات کے بعد جب اہلِ تھسالیہ نے دوبارہ فری کے الک ساندر کی شکایت کی کہ وہ امن و امان میں خلل ڈالتا ہو، تو پلوپی دس سفارت میں اس کے جانے کے لیے اس می نیاس کے ساتھ شریک ہوگیا مگر کوئی لشکر اپنے ساتھ نہیں لے گیا، اس لیے کہ کسی قسم کی جنگ کا اندیشہ نہ تھا اور اسی لیے بروقتِ ضرورت اُسے مقامی لوگوں سے کام لینے کی ضرورت پڑی۔ عین اسی موقع پر مقدونیہ میں پھر ابتری پھیل گئی، کیوں کہ پتول می نے بادشاہ کو مار ڈالا اور حکومت کو اپنے قبضے میں لے لیا مگر بادشاہ

کے دوستوں نے پلوپی دس کو بلوا بھیجا اور وہ بھی اس میں دخل دینے پر آمادہ ہوا اور سپاہ نہ ہونے کی وجہ سے چند اجیر سپاہیوں کے ہمراہ غاصب کے مقابلے میں کوچ کیا۔ جب یہ دونوں فریق باہم مقابل ہوئے تو ٹولمی نے ان اجیر سپاہیوں کو کچھ رقم دے کر توڑ لیا اور اُن کو آمادہ کیا کہ بغاوت کر دیں۔ بر ایں ہمہ پلوپی دس کے نام و شُہرت سے خوف کھا کر وہ اس کے پاس بہ حیثیت خورد کے آیا۔ اطاعت قبول کی۔ معافی مانگی اور معذرتاً کہا کہ "میں نے تو حکومت محض متوفی بادشاہ کے بھائیوں کے لیے ہاتھ میں لی تھی اور ہمیشہ تمھارے دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دُشمن رہوں گا۔" پھر تصدیق کے لیے اس نے اپنے لڑکے فای لاکزے نس اور اپنے پچاس ہمراہیوں کو بہ طور اَوَل کے دیا۔ اُن کو تو پلوپی دس نے تھبس بھیج دیا، لیکن خود اجیر سپاہیوں کی دغابازی کا بدلہ لینے تھسالیوں کو ساتھ لے کر فرسالوس پر چڑھائی کی، جہاں ان غدّاروں کا مال اسباب اور اہل و عیال تھے۔ لیکن جیسے ہی وہ شہر میں داخل ہوا، ویسے ہی فری کا جابر حاکم الک ساندر ایک لشکر کے ساتھ سامنے نمودار ہوا۔ پلوپی دس اور اُس کے احباب یہ سمجھ کر کہ وہ ان الزاموں سے جو اُس پر عائد کیے گئے تھے، اپنی برأت کرنے آیا ہے اُس کے پاس چلے گئے۔ اور اگرچہ وہ اچھی طرح اُس کی بے رحمی اور تلوّن سے واقف تھے مگر سمجھے کہ تھبس کی حکومت اور خود اُن کی

ذاتی عزت و شہرت اُنھیں ہر قسم کی زیادتی سے محفوظ رکھے گی۔ لیکن الگسانڈر نے اُنھیں نہتّا اور تنہا پاکر پکڑلیا اور خود فرسالوس پر قابض ہوگیا۔ اس پر اس کی رعایا بھی خوف زدہ ہوگئی اور خیال کیا کہ اتنی بڑی ظالمانہ جسارت کے بعد اب وہ کسی کو جیتا نہ چھوڑے گا بلکہ سب کے ساتھ کُل معاملات میں ایک جان سے بیزار شخص کی طرح برتاؤ کرے گا۔

اہلِ تھبس نے یہ حال سُنا تو بہت غضب ناک ہُوے اور چوں کہ اس زمانے میں اپامنن دس معتوب تھا، اس لیے ایک فوج دوسرے سرداروں کی ماتحتی میں روانہ کی۔ اُدھر یہ جابر، پلوپی دس کو قیدی بناکر اپنے شہر فری میں لایا تو پہلے اُس نے لوگوں کو اجازت دی کہ اس سے باتیں کریں کیوں کہ اُس نے خیال کیا کہ اس مصیبت نے اس کا غرور توڑ دیا ہوگا اور وہ حقیر نظر آئے گا مگر جب پلوپی دس نے اہل فری کی شکایات پر اُن کی اس طرح تسلّی و تشفی کی کہ جابر اب کچھ ہی مدت میں اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے بغیر نہ رہے گا، اور اس سے کہلا بھیجا کہ "یہ کیا حماقت ہے کہ تم اپنی کم بخت بے گناہ رعایا پر تو روزانہ ظلم و ہلاکت ڈھاتے ہو مگر اس شخص کو زندہ چھوڑ رکھا ہے، جس کی نسبت تم خوب جانتے ہو کہ جب کبھی بھی آزاد ہُوا تو بُری طرح انتقام لے گا" تو جابر نے اس کی آزادیٔ کلام اور جرأت پر متحیر ہوکر کہلا بھیجا کہ "پلوپی دس کو اپنے مرنے کی ایسی جلدی کیوں ہے؟" تو یہ جواب دیا: "اس لیے کہ

پھر تُم بھی بہت جلد ہی تباہ ہوجاؤ کیوں کہ اُس وقت دیوتا بھی تُم سے زیادہ نفرت کریں گے"۔ پس اس کے بعد سے الک ساندر نے منع کر دیا کہ کوئی شخص اُس سے بات چیت نہ کرے۔ البتہ خود اس کی بیوی اور جاسون کی بیٹی تھبی جو درباریوں سے پلوپی دس کی بہادری اور شریفانہ اوصاف کا حال سُن چکی تھی، اس کے دیکھنے اور اُس سے بات چیت کرنے کی مشتاق ہوئی۔ وہ قید خانے میں آئی اور اس کو بلا میں دیکھ کر نسوانی حیثیت سے فوراً اُس کی عظمت کو معلوم نہ کرسکی بلکہ اُس کی پوشاک اور شکل صورت دیکھ کر سمجھی کہ اس کے ساتھ نہایت ذلیل برتاؤ کیا گیا ہی جو ایسے نام ور آدمی کے ہرگز شایاں نہ تھا، اور اس حالت پر رو پڑی۔ پلوپی دس پہلے تو اُس سے ناواقف ہونے کی وجہ سے متحیّر کھڑا رہا، لیکن جب اس کو معلوم ہوگیا تو اُس کے باپ کا نام لے کر اُسے سلام کیا۔ اس لیے کہ جاسون اور وہ باہم دوست اور بے تکلّف تھے اور جب تھبی نے کہا کہ "مجھے تُمھاری بیوی پر ترس آتا ہی" تو اس نے جواب دیا کہ "مجھے تُم پر رحم آتا ہی کہ گو کہ تم زنجیروں میں نہیں قید ہو مگر تمھیں الک ساندر سے سابقہ ہی"۔ اس خاتون پر اس جُملے کا بڑا اثر ہوا اس لیے کہ وہ خود ہی اپنے شوہر سے بہ سبب اس کی بے رحمی ناانصافی اور عام اوباشی کے نیز اپنے سب سے چھوٹے بھائی کے ساتھ بُرا سلوک کیے جانے کی وجہ سے متنفر تھی۔ چناں چہ وہ اکثر پلوپی دس کے پاس

باتی اور نہایت آزادی سے اُن بے عزتیوں کے متعلق گفتگو کرتی جو اُسے برداشت کرنی پڑتی تھیں اور الگ سانڈر کے خلاف اور بھی زیادہ مشتعل اور غضب ہو جایا کرتی تھی ؂

تھیبی سالاروں نے جو تھسلی میں بھیجے گئے تھے، کچھ بھی نہ کیا بلکہ بدقسمتی خواہ ناتجربےکاری سے ایک ذلّت آمیز پسپائی اختیار کی جس کی بنا پر من جانب شہر اُن پر فی کس دس ہزار درہم جرمانہ کیے گئے اور دوبارہ اپامنن دس کو لشکر کے ساتھ بھیجا گیا۔ اس نام ور سپہ سالار کی آمد آمد سُن کر اہل تھسلی میں بھی نئی روح سرایت کرگئی اور اُدھر الگ سانڈر جابر کے معاملات تباہی تک پہنچ گئے۔ اُس کے رفیقوں کو خوف لاحق تھا اور اس کی رعایا کو بغاوت کر دینے کی شدید آرزو تھی۔ لیکن اپامنن دس بہ نسبت اپنی ذاتی جاہ طلبی کے پلوپی دس کی نجات کا زیادہ خواہاں اور اندیشہ مند تھا کہ اگر معاملات انتہا کو پہنچ گئے تو یہ جابر مایوس ہوکر ایک وحشی چوپایے کی طرح کہیں تبدی پر جور و تشدّد نہ کرنے لگے۔ پس اُس نے جنگ کو انتہا تک نہیں پہنچایا، بلکہ اپنی فوج لیے ہوے جابر پر اس طرح منڈلاتا رہا کہ اُس کو کوئی بھروسا بھی باقی نہیں رہا اور بالکل مایوس و وارفتہ بھی نہ ہونے پایا۔ وہ اپنے ظلم و تعدی سے واقف تھا۔ وہ اکثر لوگوں کو زندہ دفن کر دیتا اور کبھی ان کو سوٴر اور ریچھ کی کھالیں پہناتا اور پھر انھیں شکاری کتوں سے پھڑوا دیتا یا خود اُن کے شکار کا مزا لیتا تھا۔ مے لی بوای اور سفوطوسا میں کہ یہ دونوں مقامات

اُس کے حلیف تھے ، اُس نے تمام باشندوں کو ایک مجلس میں
بُلایا اور پھر اُن کو محاصرے میں کر کے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ان کو
ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو ۔ جس تیغہ سے اُس نے اپنے چچا پولف ران
کو قتل کیا تھا، اُسے مقدّس بنا کر ہار پہنائے اور دیوتاؤں کی طرح
اُس پر قربانیاں دیں اور طای جان اس کا نام رکھا ۔ایک مرتبہ
وہ یوری پی ڈیز کا المیہ ناٹک "ٹرو ڈیز" دیکھنے آیا اور بیچ میں
سے اُٹھ کر چلا گیا ۔ پھر اداکار کو بُلا کر کہا کہ "تم میرے چلے
آنے کی کچھ پروا نہ کرو ، بلکہ حسب معمول کھیل دکھاتے رہو ،
اس لیے کہ میں کچھ تمھیں ذلیل کرنے کے لیے نہیں چلا آیا بلکہ
مجھے شرم معلوم ہوئی کہ مجھ ایسے شخص کو جس نے اپنے کسی
مقتول پر رحم نہیں کھایا میری رعایا (اس قصّے کے افراد) ہکوبا
اور انڈرزوماک پر آنسو بہاتے دیکھے!"

الغرض ، اس سخت دل جابر نے بھی محض اپامنن دس
کے آنے کی خبر اور وجوہ سُن کر اس قدر دہشت کھائی کہ
"ایک پہاڑی کوّے کی طرح اپنے مانگے کے پَر ڈال دیے"
اور خوشامد و اطینان دہی کی نظر سے ایک ایلچی روانہ کیا ۔
اپامنن دس نے ایک ایسے شخص کو بہ طور حلیف کے تسلیم کرنے
سے تو انکار کر دیا ، البتہ اُس کو ایک ماہ کی مُہلت دی اور
پلوپی دس اور اس می نیاس کو چُھڑا لیا اور واپس لے کر وطن
کو پلٹا ٭

اسی زمانے میں تھی بیون کو معلوم ہوا کہ ایتھنز والسپارٹا

نے ایران کو بہ طلب امداد ایک سفارت بھیجی ہی تو انھوں نے خود بھی پلوپی دس کو بھیجنا مناسب سمجھا، اس کے لیے بھی بہ لحاظ ازدیاد شوکت و شہرت یہ عمدہ تجویز تھی، کیوں کہ ہنوز کوئی متنفس جو اس سے زیادہ مشہور و معروف ہو، اب تک بادشاہِ فارس کی مملکت میں نہیں داخل ہوا تھا۔ جو فتح اور نام وری اسپارٹیوں سے مقابلے میں اُسے حاصل ہوئی تھی وہ یونان تک محدود اور سُست رفتار نہیں رہی تھی بلکہ لیوک ٹرا کی پہلی جنگ کی شہرت پھیلنے کے بعد ہی نئی فتوحات کی خبریں بھی اُڑنے لگیں جنھوں نے اس کے نام کو نزدیک و دُور کہیں زیادہ بڑھا چڑھا کر پھیلا دیا۔ وہ جن ایرانی صوبے داروں، سپہ سالاروں یا حکّام سے ملا سب کے لیے باعثِ استعجاب و قیل و قال ہوا۔ وہ لوگ آپس میں کہتے تھے کہ یہ وہی آدمی ہی، جس نے اسپارٹیوں کو خشکی اور تری ہر جگہ شکست دی اور اُسی اسپارٹہ کو جو ایک دن شہنشاہ سے سوس و همدان کے لیے لڑنے کا داعیہ رکھتا تھا، تے گے ٹس اور یوروٹس میں محاصرہ کر دیا۔ اسی کارنامے سے ارتازرک سیز بہت مسرور اور پلوپی دس کی جانب خاص التفات اور اعزاز کا اظہار کرنے پر مائل ہوا تھا کہ خود بھی ایسے ایسے لوگوں کے اپنے حضور میں آنے سے محترم ہو جائے۔ اور پھر جب اُس نے اُسے دیکھا اور اُس کی گفتگو سُنی جو اینھنزیوں سے زیادہ موقّر تھی اور اسپارٹیوں کی طرح درشت نہ تھی تو اس کی خاطر و مدارات اور بھی ترقی کر گئی اور سچے بادشاہوں

کی طرح اُس نے علانیہ پلوپی دس کی بڑی توقیر کی۔ جس کو دوسرے ایلچیوں نے بھی مشاہدہ کیا۔ اب تک جس شخص کا یونانیوں میں سے اُس نے سب سے زیادہ اعزاز کیا، وہ ان تان کی دس ایک اسپارٹی تھا جس کو اُس نے ایک عطر میں ڈوبا ہوا ہار بھیجا تھا اور پہلے بھی ہار خود ایک تقریب میں استعمال کیا تھا۔ اُس نے پلوپی دس کے ساتھ ایسی خصوصیت کا برتاؤ تو نہیں کیا تاہم بہ موجب رسم اُس کو نہایت ہی شان دار اور بیش بہا تحائف دیے اور اس کی تمام درخواستیں بھی پوری کیں یعنی یہ کہ یونانی آزاد کیے جائیں، مےسی نیا آباد کیا جائے اور اہلِ تھبس شہنشاہ کے موروثی رفیق تسلیم کیے جائیں ٭

پلوپی دس نے تحائف قبول نہیں کیے لیکن بادشاہ کے وعدہُ لطف و عنایت اور مُراعات کو لے کر وہ وہاں سے واپس ہوا۔ اُس کے اس طرزِ عمل نے دوسرے سفیروں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ ایتھنزیوں نے تو اپنے سفیر ٹی ماگورس کو مجرم قرار دے کر قتل ہی کر ڈالا اور فی الواقع ان تحائف کے لحاظ سے جو وہ بادشاہ کے پاس سے لایا تھا، اس کا قتل بہت مناسب تھا اس لیے کہ اُس نے نہ صرف سونا اور چاندی لیا تھا بلکہ ایک قیمتی سیج بھی تحفۃً حاصل کی تھی جس کے ساتھ اسے بچھانے والے غلام بھی تھے، گویا ایتھنزی سیج لگانے کا طریقہ تک نہ جانتے تھے۔ اس کے علاوہ اسّی گائیں اور اُن کے ہمراہ گلہ بان بھی عنایت ہوئے تھے، کیوں کہ اس

نے بیان کیا کہ کسی بیماری کی وجہ سے مجھ کو شیرِ خالص کی حاجت ہے۔ اور سب سے آخر یہ کہ ایک پالکی میں سوار ہوکر ساحلِ سمندر تک آیا اور اپنے رفیقوں کے لیے بھی چار چار ٹیلنٹ کا انعام قبول کرلیا۔ مگر ایتھنزیوں کو شاید زیادہ غصہ نہیں آیا تھا کہ اس نے تحفوں کی طمع کیوں کی، اس لیے کہ اے پی کرے ٹیز جو ذات کا حمال تھا، نہ صرف لوگوں کے رُوبرُو اس کا اقرار کیا کہ میں نے شاہ سے تحائف حاصل کیے ہیں بلکہ یہ بھی تجویز پیش کی تھی کہ آیندہ شہر کے نو حاکم (=رکن) غریب لوگ منتخب کرکے بہطورِ سفارت شاہ کے پاس بھیجے جایا کریں اور اس کے تحائف سے متمتع ہوتے رہیں تو لوگ اس مذاق پر فقط ہنس کر چپ ہورہے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ اہلِ ایتھنز کو زیادہ ناگواری اس لیے ہوئی کہ تھبس اپنے مطالبات میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اور وہ یہ نہ سوچے کہ ان کی خالی لفاظیوں سے بڑھ کر پلوپی دس کی نام وری اثر انگیز ہوئی خصوصاً ایسے شخص پر جو فتوحات کا خود بھی دل دادہ تھا۔ بہرکیف اس سفارت کی وجہ سے جس نے مےسی نیا کی بحالی اور دوسرے یونانیوں کی آزادی کو حاصل کیا، پلوپی دس کے ساتھ بعد واپسی لوگوں کی عقیدت اور بڑھ گئی +

اسی زمانے میں الک ساندار حاکم فری پھر اپنی قدیم عادت پر آگیا یعنی تھسالیہ کے بہت سے شہروں کو تسخیر کرکے دو قلعوں میں اپنی فوجیں متعیّن کردیں۔ اہلِ تھسالیہ

نے پلوپی دس کی مراجعت کی خبر سن کر پھر تھبس کو سفارت بھیجی جس سے طلب امداد نیز اُس کی قیادت مقصود تھی۔ تھی بیون نے بہ خوشی اُن کی خواہش کو منظور کیا، لیکن عین جب کہ کُل امور مکمل ہو چکے اور سپہ سالار نے کوچ کا ارادہ کیا تو چاند گرہن پڑ گیا اور بہ وقت دوپہر شہر پر تاریکی چھا گئی۔ پلوپی دس نے معلوم کیا کہ وہ لوگ اس آسمانی حادثے سے بہت خوف زدہ ہو گئے ہیں تو اُس نے یہ مناسب نہ جانا کہ لوگوں کو جو شکستہ دل ہو چکے تھے، مجبور کرے۔ پس وہ صرف تین سو سواروں کو لے کر (جو رضاکار تھے) تھسلی کی جانب بڑھا اگرچہ اس کی یہ حرکت عام طور پر اُس کے ہم وطنوں اور فال گویوں کی مرضی کے خلاف تھی، ان سب کا گمان تھا کہ اس گہن کا اشارہ اسی نام ور شخص یعنی پلوپی دس کی طرف ہو لیکن اسے الگ ساندر کے خلاف جس سے بار بار تکلیفیں پہنچی تھیں، اس قدر جوش تھا کہ وہ رُک نہ سکا۔ کچھ یہ بھی توقع تھی کہ وہ جابر اپنے خانگی جھگڑوں میں مبتلا ہوگا، جیسا کہ اس کی ناراض بیوی تھبی کی باتوں سے پتا چلتا تھا۔ مگر ان سب سے بڑھ کر اس مہم کی نام وری اسے اُبھار رہی تھی، کیوں کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ اسپارٹہ تو صقلیہ کے جابر بادشاہ ڈیونی سی اس کو مدد کے لیے فوجی سردار بھیج رہا تھا، اور ایتھنز ایک دوسرے شخصی بادشاہ کا گویا تنخواہ دار بن گیا تھا لہٰذا اُس کو یہ تمنا پیدا ہوئی کہ تمام یونانیوں میں یہ امتیاز صرف تھی بیون ہی کو حاصل ہو کہ وہ شخصی بادشاہوں اور

جابروں کے ستائے ہوئے لوگوں کی نجات کا بیڑا اُٹھا لیں اور یونان میں بے آئین اور ظالم حکومتوں کو تباہ کرنے والے مانے جائیں +

جب پلوپی دس شہر فرساوس پہنچا تو اُس نے ایک فوج ترتیب دی اور فوراً الک ساندر کے خلاف کوچ کیا۔ ادھر وہ یہ سمجھ کر کہ پلوپی دس کی سپاہ بہت کم ہے، مقام تھے ڈیوم میں لڑنے آیا۔ کسی نے پلوپی دس سے کہا کہ "حریف ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آپ کا مقابلہ کرنے کو آرہا ہے" تو اُس نے جواب دیا کہ "یہ تو بہت ہی اچھا ہے کہ اس صورت میں ہم ایک تعدادِ کثیر پر فتح پائیں گے" دونوں لشکروں کے مابین کچھ پہاڑیاں سلامی دار واقع تھیں اور اپنے رسالے کی پسپائی کے باوجود، الک ساندر ان پر قابض ہوگیا اور تھسالیہ کی فوج پر جو بعد میں وہاں پہنچی، حملہ آور ہوا۔ وہ اس کوشش میں تھے کہ اس دشوار گزار پتھریلی بلندی پر چڑھ جائیں، اس لیے آگے والے ہلاک ہوئے اور بقیۃ السیف اس قدر شکستہ دل ہوگئے کہ وہ حریف کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ پلوپی دس نے جب یہ دیکھا تو اپنے سواروں کو پسپائی کا حکم دیا اور دُشمن کے اُن سپاہیوں پر جو نیچے جمے کھڑے تھے، حملہ کرادیا۔ وہ خود بھی ڈھال ہاتھ میں لے کر بہ عجلت اُن لوگوں میں شامل ہوگیا جو پہاڑی کے اِرد گرد جنگ کر رہے تھے اور آگے بڑھ کر اپنے آدمیوں میں

جرأت اور چُستی کی ایسی رُوح پھونک دی کہ غنیم سمجھا کہ اُن کے پاس جدید فوج حملہ کرنے کے لیے آگئی ہی۔ دو یا تین حملوں کی تو اُنھوں نے مقاومت کی مگر جب دیکھا کہ حملہ آور بڑھتے ہی چلے آتے ہیں اور سوار بھی تعاقب سے پلٹ کر ہم پر آتے ہیں تو منہزم ہوکر باقاعدہ پسپا ہوے۔ اب پلوپی ڈس ایک بلند مقام سے یہ معلوم کرکے کہ غنیم کی فوج پراگندہ نہیں ہوئی ہی، لیکن ابتری اور بدنظمی کی حالت میں ہی، کھڑا ہوگیا اور اِدھر اُدھر الک سان در کی تلاش میں نظر دوڑانے لگا اور جب اس کو میمنہ پر دیکھا کہ کھڑا ہوا اپنے اجیر سپاہیوں کا دل بڑھا رہا ہی تو وہ اپنے غصّے کو ضبط نہ کرسکا بلکہ فرطِ غضب سے بے قابو ہوکر اپنی زندگی یا سپہ سالاری کسی بات کی پروا نہ کی اور اُس جابر کو چِلّا چِلّا کر ڈانٹتا اور للکارتا ہوا اپنے سپاہیوں سے کہیں آگے بڑھ گیا۔ الک سان ور میں اُس کے مقابلے کی تاب نہ تھی بلکہ وہ پسپا ہوکر اپنی محافظ سپاہ میں پوشیدہ ہوگیا۔ سپاہِ اجیر میں سے جو لوگ کہ دست بہ دست جنگ کے لیے پلوپی ڈس کے سامنے آئے اُن کو تو اُس نے پسپا کردیا اور بعضوں کو مار ڈالا مگر بہتوں نے فاصلے پر کھڑے ہوکر اس کے سلاح پر نشانہ اندازی کرکے اُس کو زخمی کرڈالا۔ حتیٰ کہ تھسلی والے انجام کی طرف سے متردد ہوکر پہاڑی پر سے اُترے اور اُسے بچانے کو دوڑے تو دیکھا کہ یہ نام وَر سپہ سالار مرچکا ہی۔ سوار فوج بھی آگئی، جس نے

دُشمن کی پیوستہ صفوں کو پراگندہ کر دیا اور بہت دُور تک تعاقب کرنے کے بعد تمام میدان کو مقتولین سے بھر دیا۔ جن کی تعداد تین ہزار سے بھی اُوپر پہنچی ۔

اس میں زرا بھی تعجب کی بات نہیں کہ جو تھی بی اُس وقت موجود تھے ، انھوں نے پلوپی دس کی موت پر سخت ماتم کیا اور اُس کو اپنا باپ ، مُحسن نجات دہندہ اور ہر بھلائی اور نکوئی میں اپنا ہادی کہا۔ لیکن اہلِ تھسلی اور دوسرے حلیف تو اپنے سرکاری اعلانات میں اس تمام اعزاز سے تجاوُز کر گئے جو مناسب طور پر شجاعت کے لیے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ اور اپنے جذبات کے لیے از راہِ اُلفت نہایت زبردست مظاہرے کیے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بلا استثنا ہر سپاہی جس نے اُس کی موت کی خبر سُنی، بلا اسلحۂ جنگ الگ کیے یا گھوڑے سے لگام اُتارے یا زخموں کی مرہم پٹی کیے، اُسی طرح مسلح اور مستعد اُس کی نعش کی طرف دوڑا اور اس طرح سے کہ گویا وہ ابھی زندہ ہے اور اُن کی حرکات کی طرف دیکھ رہا ہے، لاش کے اطراف میں مالِ غنیمت کا ڈھیر لگانا شروع کر دیا۔ انھوں کے اپنے گھوڑوں کے ایال کاٹ ڈالے اور بہتوں نے تو اپنے خیمے جلا ڈالے ۔ کھانا مطلق نہ کھایا اور تمام لشکر میں سناٹا اور افسردگی چھا گئی تھی ۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا انھوں نے کوئی نہایت شان دار اور عظیم فتح نہیں حاصل کی ہے بلکہ جابروں کے مفتوح اور اُن کے محکوم ہو گئے ہیں ۔ شہروں میں جوں ہی اس کی اطلاع پھیلی

تو تمام حکّام، لڑکے بچے، جوان اور پروہت نعش کے استقبال کے لیے باہر نکل آئے اور اپنے ہمراہ فتح کی یادگاریں تاج اور نقرئی زرہوں کے جوڑے لائے اور جب وہ دفن ہونے لگا تو اکابرِ تھسلی آئے اور بہ منّت تمّی بیون سے جنازے کو طلب کیا۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ: "اے دوستو! ہم تم سے ایک عنایت کے طالب ہیں، جو ہماری اس مُصیبتِ عُظمیٰ میں ہمارے شرف اور تسلّی دونوں کا باعث ہوسکتی ہے، کیوں کہ اہلِ تھسلی اب کبھی اُسے نہیں دیکھیں گے اور نہ وہ اعزازات کبھی اُسے پیش کرسکیں گے، جن کی وہ زندگی میں قدر کرسکتا تھا۔ البتہ اگر ہم کو اُس کی لاش مل جائے تو ہم اُس کے جنازے کو سنوار سکیں گے۔ اور اُس کو دفن کرکے اس اعلان کی توقع رکھ سکیں گے کہ ہم اُس کی رحلت کو بہ مقابلہ اس کے ہم وطنوں کے اپنے حق میں کہیں بڑا حادثہ سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ تم لوگوں نے تو صرف ایک عمدہ سپہ سالار کھودیا، لیکن ہمارا قائد اور ہماری آزادی دونوں گئیں، اس واسطے کہ ہم آیندہ تم سے دوسرا سپہ سالار کیوں کر طلب کرسکیں گے، دراں حالے کہ ہم پلوپی ڈس ہی کو برقرار نہ رکھ سکے"۔

تمّی بیون نے اُن کی درخواست منظور کی اور اس کا جنازہ اس شان سے اٹھا کہ اُن لوگوں کی رائے میں بھی جو نقرہ اور طلا اور ہاتھی دانت وغیرہ ہی میں عظمت کو پنہاں نہیں سمجھتے ایسا جنازہ پیش تر کبھی نہیں اٹھا تھا۔ فی لس ٹس نے آیندہ

مجسمہ و مجموعہ ہو، اس لیے کہ بہ قول ای سپ کے "خوش نصیب آدمیوں کی موت بجائے سخت غم کی چیز ہونے کے بہت ہی مبارک ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہ اُن کی نیک نامی کو قائم کر دیتی ہے اور اس پر آیندہ حرف آنے کے امکان سے بچا لے جاتی ہے" اسی طرح اس اسپارٹہ والے نے بھی خوب نصیحت کی جس نے ڈی آگورس سے (جو خود بھی اولمپی کھیلوں میں تاج جیت چکا تھا اور اپنے بیٹوں اور پوتوں کو ظفرمند ہوتے دیکھ رہا تھا) لپٹ کر کہا، "ای ڈی آگورس اب تو مر جا! کیوں کہ تو دیوتا نہیں بن سکتا!" اور جب ان کھیلوں میں فتح پانے والے کی نسبت ایسا کہا گیا تو پلوپی دس کا مرتبہ تو کہیں بلند ہے، جس نے ایسی ایسی جنگی مُہمات سَر کیں۔ وہ اپنی زندگی کو دلیرانہ اور درخشاں کارناموں میں بسر کر کے آخرکار اس وقت فوت ہوا جب وہ تیرھویں مرتبہ مملکت بیوشیہ کا اعلیٰ سپہ دار تھا اور تھسالیہ کی آزادی کی مدافعت میں بہادرانہ جنگ کر کے ایک جابر کو قتل کرنے کی فکر میں تھا۔

اُس کی موت غم انگیز تو ضرور تھی مگر اُس نے اتحادیوں کو فائدہ بھی بہت پہنچایا۔ اس لیے کہ تھیبون نے جیسے ہی اس کے انتقال کا حال سُنا، انتقام لینے میں ذرا بھی تاخیر نہ کی بلکہ فوراً سات ہزار پیادہ اور سات سو سوار مل سی ٹاس اور ڈیوگی تن کے ماتحت روانہ کر دیے۔ ان لوگوں نے الک سانڈر کو کم زور اور بے فوج کا پاکر مجبور کیا کہ جو شہر اس نے لیے تھے،

یہی کیا تھا اور ڈایونی سیوس جابر کی تجہیز و تکفین میں بہت لایعنی تکلف اور شان شوکت کا مظاہرہ کیا۔ اور جس طرح کسی بڑے المیہ کا خاتمہ بھی بڑی دھوم دھام کے ساتھ کیا جائے، اُسی طرح ان مراسم موتیٰ پہ اس جابر اکبر کا عہد ختم ہُوا۔ اپنے عزیز سردار ہفس شیاں کی موت پر سکندر اعظم نے نہ صرف اپنے تمام گھوڑوں اور خچروں کے ایال کاٹ ڈالے تھے، بلکہ شہر پناہوں پر سے تمام بُرج بھی تڑوا دیے تھے تاکہ شہر سوگوار نظر آئیں اور بجائے اپنی خوش نُما شکل کے اِس جنازے کے موقع پر برہنہ سر دکھلائی دیں۔ باوجود اس کے چوں کہ اس قسم کے اعزازات بہ جبر و تحکّم عمل میں آتے ہیں لہذا عام سوگواروں کے قلوب میں مرنے والوں سے حسد اور جبر کرنے والوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ کوئی احترام و محبّت کا ثبوت نہیں ہوتے بلکہ ایک وحشیانہ غرور، تعیش اور اُن لوگوں کی حماقت کا مُظہر ہوتے ہیں جو اپنی دولت کو اس قسم کے مُہمل اور ناگوار تماشوں میں صرف کرتے ہیں۔ لیکن ایک طبقۂ عوام کا آدمی جس نے ایک اجنبی سرزمین پر انتقال کیا ہو۔ جہاں زن و فرزند، خویش و برادر کوئی موجود نہ ہو اور نہ کسی قسم کا جبر، تحریک کی جائے وہ اس اژدحام کے ساتھ دفن ہو اور اس قدر بلاد و امصار اُس کی توقیر کریں کہ اپنے اظہارِ محبت میں باہمی مسابقت کے لیے کش مکش میں مُبتلا ہوں تو اس سے ضرور پتا چلے گا کہ وہ خوش اقبالی کا

واپس کرے اور اپنی افواج کو وہاں کے قلعوں سے ہٹالے، اور اس بات کا حلف لے کہ آیندہ تھی بیون کے حسب الطلب اُن کے ہر دُشمن کے مقابلے میں اُن کی امداد کرے گا۔ تھی بیون نے تو اتنے ہی پر قناعت کی مگر جابر کی شیطنت پر از خود بلا نازل ہوئی اور پلوپی دس کی موت کا خود خدا ہی نے انتقام لے لیا۔ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ پلوپی دس نے جابر کی زوجہ تھبی کو تلقین کردی تھی کہ تم اس کی خارجی نمود و نمایش سے خوف زدہ نہ ہونا اس لیے کہ تم تو استحکامات کے اندر داخل ہوگئی۔ وہ خود بھی اس کی بے وفائی سے اندیشہ مند اور بے رحمی سے متنفر تھی۔ چناں چہ اس نے اپنے تینوں بھائیوں ٹی سی فونس، پای تھالاس اور لای کوفرون سے سازش کرکے اس طرح اقدام کیا:

تمام دوسرے دالان تو جابر کے پاسبانانِ شب پُر تھے مگر سونے کا کمرہ اوپر کی چھت پر تھا اور دروازے کے سامنے ایک پا بہ زنجیر کُتّا جو بہ غرض نگہبانی لیٹا رہتا تھا جو سوائے جابر، اُس کی بیوی اور اُس نوکر کے جو اس کو کھانا دیتا تھا، ہر شخص پر جھپٹ پڑتا۔ پس جب تھبی نے اپنے شوہر کو مار ڈالنا چاہا تو اُس نے اپنے بھائیوں کو ایک قریبی کمرے میں تمام دن چُھپائے رکھا، اور وہ خود اپنے حسبِ معمول تنہا الگ سان در کے پاس گئی جو پہلے ہی سو چکا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد باہر آئی اور نوکر کو حکم دیا کہ کُتّے کو کہیں اور لے جاؤ اس لیے کہ تمھارا مالک اطمینان سے سونا چاہتا ہے۔ اُس نے

سیڑھی پر بھی اُون پھیلا دیا تھا تاکہ اُس کے بھائیوں کے آنے سے کوئی کھٹکا نہ ہو، پھر اپنے بھائیوں کو مع اُن کے ہتھیاروں کے اوپر لاکر اپنے کمرے کے دروازے پر اُن کو چھوڑا اور اندر جاکر جابر کی تلوار کو جو اُس کے سرہانے لٹک رہی تھی، باہر لے آئی اور اپنے بھائیوں کو اس کے ثبوت میں دکھائی کہ جابر بے خبر سو رہا ہے مگر جب وہ نوجوان خائف نظر آئے اور قتل میں تامل کرنے لگے تو اُس نے اُنھیں ملامت کی اور غصّے میں آکر عہد کیا کہ میں الک سان در کو جگا دوں گی اور سازش کو افشا کردوں گی۔ بعد ازاں وہ اپنے ہاتھ میں شمع لے کر اُن کو اندر لے گئی اور دونوں کو جو خائف اور خجل تھے، بستر کے پاس لے جاکر کھڑا کردیا۔ تب ایک نے تو اُس کے پیر پکڑے اور دوسرے نے اس کو بال پکڑکر پیچھے کی طرف کھینچا اور تیسرے نے اُس کے دو ٹکڑے کردیے۔ موت بہت فوری واقع ہوی اور شاید یہ اس گناہ گار کے شایاں نہ تھا۔ لیکن وہ پہلا جابر تھا جو اپنی زوجہ کی تدبیر سے ہلاک ہوا اور اُس کی لاش پر لعنت بھیجی گئی۔ وہ باہر پھینک دی گئی اور خود شہر فرای کے باشندوں نے اُسے پیروں سے روندا تو معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی شیطنت اور بدمعاشیاں جس سلوک کی مستحق تھیں، وہ اُس کو پہنچ گیا ہے ◆

مارسلس

لوگ کہتے ہیں کہ مرقس کلاڈی اس جو پانچ مرتبہ رومیوں کا قنصل رہا تھا، مرقس کا بیٹا تھا نیز یہ کہ وہ اپنے خاندان کا پہلا فرد تھا۔ جو مارسلس کے نام سے موسوم ہوا جس کے معنی بہ قول پوسی ڈونی اس "جنگ جو" کے ہیں۔ اور درحقیقت اپنے دیرینہ تجربوں کے لحاظ سے وہ فن حرب کا ماہر، جسم کا مضبوط، ہاتھ کا دلیر اور میلانات طبعی کے لحاظ سے جنگ کا شوقین تھا اور اور اپنی یہ آتش مزاجی اور دلیری وہ جنگ کے وقت خوب عیاں کرتا تھا۔ دوسرے اعتبار سے وہ بہت حلیم اور نرم مزاج تھا اور یونانی علوم و طور و طریق سے اس قدر بہرہ رکھتا تھا کہ جو اس کے ماہر تھے اُن کی عزت اور ستایش کیا کرتا تھا۔ ہرچند کہ اُس نے خود اپنے حسبِ خواہش اس میں کوئی کمال حاصل نہیں کیا جس کی وجہ اس کے دوسرے مشغلے تھے۔ اس لیے کہ واقعی اگر کبھی ایسے انسان ہُوے ہیں جن کو بہ قول ہومر فطرت نے آغاز شباب سے لے کر آخر عمر تک، مشقتِ جنگ اُٹھانے کے لیے مامور کیا ہو"؟

تو یقیناً وہ اُس زمانے کے ممتاز آدمی ہی ہوں گے جو اپنی جوانی میں تو اہلِ قرطاجنہ سے صقلیہ میں لڑے پھر سِن کہولت میں خود اطالیہ کے غالوں سے مدافعت کرتے رہے اور اب بڑھاپے میں ہنی بال اور اہلِ قرطاجنہ سے دوبارہ مصروفِ کش مکش ہوئے۔ یہ لوگ اپنی آخر عمر میں حسبِ تقاضاے بشریت جنگ کی صعوبتوں سے بچنا چاہتے تھے مگر اُن کا رُتبہ اور اُن کی اعلیٰ خصوصیات اب تک اُن سے سپہ داری کا تقاضا کرتی تھیں ؛

مارسلس جو کسی طرز کی جنگ سے ناواقف یا بے بہرہ نہ تھا، شخصی لڑائی میں اپنی آپ ہی نظیر تھا۔ اُس نے کبھی کسی مبازرت سے ابا نہیں کیا۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بہ صورتِ مبازرت اُس نے دُشمن کو مار نہ ڈالا ہو۔ اُس نے صقلیہ میں اپنے بھائی اوٹاسی لی اس کو جس وقت وہ لڑائی میں گھر گیا تھا، بچایا اور دُشمنوں کو جو یورش کر رہے تھے، مار ہٹایا جس پر اُس کے حکّام فوج نے اُس کو جب کہ وہ ہنوز جوان ہی تھا تاج اور دوسرے بیش قدر انعام دیے اور جس قدر اس کے صفات حمیدہ عیاں ہوتے گئے ، اُس کو جمہور نے کیوروِل ای ڈائل (منصفِ اعلیٰ) اور بڑے بڑے پروہتوں نے "آگر" (کاہن) کا مرتبہ عطا کیا۔ آخر الذکر عہدہ خصوصیت کے ساتھ فالیں دیکھنے والوں کو عطا ہوتا تھا۔ اس کے عہد بہ منصفی میں سوءِ اتفاق سے اُسے ایک جالان

کو مجلس عمائد کے رُو برُو لانے کی ضرورت پڑی ۔ اس کا ایک نہایت ہی حسین لڑکا مرقس ستودہ خصائل کے لحاظ سے بہت معروف تھا ۔ ایک دوسرا جوان کے پی ٹو لی نس نامی مارسلس کے رفیقوں میں بہت ہی بے باک اور آوارہ تھا ۔ اس نے اُس لڑکے کے ساتھ بدچلنی کرنی چاہی ۔ اول تو خود لڑکے نے اُسے دُھتکار دیا مگر جب پھر اُس نے زیادتی کی تو اپنے باپ سے شکایت کی ۔ مارسلس نے نہایت غضب ناک ہو کر اس شخص پر مجلس میں مقدمہ دائر کیا ۔ یہاں اس شخص نے عوام کے وکیلوں سے مل ملاکر طرح طرح کے حیلے بہانوں سے یہ کوشش کی کہ جواب دہی سے گریز کر جائے مگر جب انھوں نے مدد سے انکار کر دیا تو وہ نہایت دلیری سے صاف صاف الزام سے انکار کر گیا اور چوں کہ اس واقعے کا کوئی گواہ نہ تھا اس لیے مجلس نے مناسب خیال کیا کہ خود لڑکے کو اجلاس پر بلوائے ۔ مگر اس کی اشک ریزی، اور شرم و خجالت نے جس میں شدید غصہ بھی شامل تھا ، کسی مزید شہادت کی ضرورت باقی نہ رکھی اور مجلس نے مجرم کو سزا دے کر اُس پر جرمانہ کیا ۔ اس رقم سے مارسلس نے نذر و نیاز کی غرض سے نقرئی ظروف تیار کروائے ۔

پہلی جنگ قرطاجنہ کے خاتمے پر جو اکیس برس جاری رہی ، ہنگامۂ غال کے تخم بار آور ہوئے اور پھر رومہ پر مصیبت لانے لگے ۔ انسوبریون نے جو اطالیہ کے کوہ الپائن کے دامن والے قطعے میں سکونت رکھتے تھے ، اور

اپنے جتھوں کے لحاظ سے بہت قوی تھے، غالیہ کے اجیر
سپاہیوں کو جنھیں گسائی کہتے تھے، مجتمع کیا اور رومہ کے
خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ واقعی رومہ کے لیے ایک
کرامت تھی اور اُس کی مخصوص خوش نصیبی سمجھنا چاہیے کہ
جنگِ غالیہ اور جنگِ قرطاجنہ دونوں ہم وقت نہ تھیں،
بلکہ جنگِ قرطاجنہ کے موقع پر غال وفاداری کے ساتھ
خاموش تماشا دیکھتے رہے گویا کہ وہ فاتح کے منتظر تھے کہ جو فریق
فتح پائے پھر اس پر خود حملہ کریں۔ چناں چہ اب وہ پیش قدمی
کے لیے آمادہ ہو رہے تھے۔ اس طرح، رومیوں کو یک سُو
ہوکر ان سے لڑنے کی فرصت تو مل گئی لیکن ان کا اس قدر
قریب اور عین سرحد پر ہونا اور قدیم سے اُن کی جنگ جوئی
کی شہرت کچھ کم پریشان کُن نہ تھی یہ غال ایک مرتبہ خود
شہر رومہ کو فتح کر چکے تھے لہذا رومیوں میں ہر قوم سے
زیادہ خطرناک سمجھے جاتے تھے، جیسا کہ اس وقت کے قوانین
سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ چناں چہ رومہ میں مذہبی پیشواؤں
کو فوجی خدمت سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا، اِلّا یہ کہ غال
فوج کشی کریں ٭

رومیوں نے بھی جنگ کے لیے بڑی بڑی تیاریاں کیں۔
بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت رومیوں کے پاس اتنی فوجیں
تھیں جو آج تک نہ کبھی ہوئی تھیں اور نہ بعد میں ہوئیں اور
خود اُن کی غیر معمولی قربانیاں اُن کے خوف زدہ ہونے کا

کافی ثبوت تھیں۔ اس لیے کہ اگرچہ وہ وحشیانہ اور ظالمانہ رسوم کے سخت مخالف تھے اور اسی طرح سے بہ مقابلہ کسی دوسری قوم کے یونانیوں کے ساتھ دیوتاؤں کی سی عقیدت مندی ظاہر کرتے تھے۔ بریں ہم جب جنگ کی ساعت قریب آگئی تو اُنھوں نے اپنی کاہنہ عورتوں کی کسی تحریری پیش گوئی کی بنا پر دو یونانیوں کو زندہ دفن کر دیا، جن میں ایک عورت تھی اور دوسرا مرد۔ اور اسی طرح سے دو غالوں کو بھی جو دو جنس سے تھے، اُس منڈی میں جسے حیوانات کی منڈی کہتے تھے، زندہ درگور کیا۔ ان کے مدفنوں پر آج تک نومبر کے مہینے میں کچھ مذہبی مراسم ادا کیے جاتے ہیں۔

اس لڑائی کے آغاز میں رومیوں نے کبھی کبھی اہم کام یابیاں حاصل کیں اور کبھی شرم ناک شکست بھی کھائی مگر کسی قطعی جنگ کا اس وقت تک کوئی سامان نہیں کیا گیا۔ جب تک فلے فی نی اس اور فیوری اس قنصل اِن سوبریوں کے مقابلے میں زبردست نوجیں لے کر نہیں گئے۔ اس لشکر کی روانگی کے وقت اُس دریا میں جو ملک پی سی نم میں بہتا تھا، خون بہتا دیکھا گیا اور یہ خبر بھی اُڑی کہ بہ مقام لای می نیم تین چاندوں کو وقتِ واحد میں دیکھا گیا ہے اور مجلسِ قنصل میں کاہنوں نے اعلان کر دیا کہ دونوں قنصل ناواجب اور نحس طریقے پر منتخب کیے گئے ہیں۔ اس پر مجلسِ عمائد نے فوراً پڑاؤ پر دو خط بھیجے۔ جن میں قنصلوں کو بہ عجلتِ ممکنہ واپس

آنے کو لکھا تھا اور حکم دیا تھا کہ حریف کے مقابلے میں کوئی کارروائی عمل میں نہ لائی جائے، نیز فی الفور عہدۂ قنصلی ترک کردیے جائیں۔ جب یہ خطوط فلے می نی اس کو پہنچے تو اُس نے اُس وقت تک اُن کو چاک کرنا ملتوی کیا جب تک کہ غنیم کے لشکر کو شکست دے کر فرار پر مجبور کرکے ان کی سرحدوں کو تاخت و تاراج نہ کردیا۔ اس بنا پر جب وہ بہ افراطِ مالِ غنیمت لے کر واپس ہوا تو لوگ اُس کے استقبال کے لیے نہ نکلے۔ مزید براں چوں کہ اُس نے احکامِ مندرجۂ خطوط کی جن میں اُسے واپسی کا حکم دیا گیا تھا، فوری تعمیل نہیں کی تھی بلکہ تحقیر اور بے پروائی برتی تھی، اس لیے بہت قریب تھا کہ جمہور اُسے جلوس کے اعزاز سے بھی محروم رکھیں۔ بہرحال رسمِ جلوس کے اختتام کے ساتھ ہی اُنھوں نے اُسے ہمراہیوں سمیت عہدے سے معزول کرکے معمولی شہریوں کے درجے کو پہنچا دیا۔ اس واقعے سے بہ خوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ روما میں تمام معاملات کا مذہب پر کتنا انحصار رکھا گیا تھا۔ لوگ تفاؤل یا رسومِ قدیمہ کی ذرا سی بھی تحقیر جائز نہیں رکھتے تھے، ہرچند کہ اس میں بہت بڑی کامیابی ہی کیوں نہ مضمر ہو۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس امر میں تحفظِ جمہوریہ کی نظر سے زیادہ اہمیت ہے کہ حُکّام دیوتاؤں کا پورا پورا احترام کریں، بہ نسبت اس کے کہ وہ اپنے حریف پر فتح پاجائیں۔ چناں چہ سمپرونیوس کا قصہ مشہور ہے کہ سی پیو اور مارکیوس کو اپنا جانشین قنصل

نام زد کردیا اور جب وہ اپنے صوبوں کو روانہ ہو گئے تو
اُس نے اُن کتابوں کا معائنہ کیا جو مذہبی رسُوم سے متعلق تھیں
جن میں اُسے بعض ایسے امُور معلوم ہوئے جن سے وہ پیش تر
ناواقف تھا۔ چناں چہ محض اس بنا پر کہ اُس نے مقررہ رسم
کے خلاف ، نئے قنصلوں کا اعلان کرتے وقت ایک ہی
عبارت کو دو مرتبہ استعمال کرلیا تھا ، اُس نے معاملے کو مجلسِ
عمائد کے رُو برُو پیش کیا مجلس نے اس خفیف قصور کو بھی نظر انداز
نہیں کیا بلکہ فوراً سی پیو اور اُس کے ساتھی کو قنصلی سے
دست برداری دلاکر دومہ کو واپس بُلا لیا ۔ یہ واقعہ
تو ذرا بعد کا ہے ۔ عین اُسی زمانے میں یہی دو شخص عہدۂ اسقف سے
معزول کردیے گئے تھے جو بہت معزز سمجھے جاتے تھے ۔ ایک تو اس بنا پر
کہ اُس نے ٹھیک طور سے ایک قربانی کے جانور کی آلائش کو
نہیں تھاما تھا ۔ دوسرا اس وجہ سے کہ جب وہ قربانی کر رہا
تھا تو وہ کلغی دار ٹوپی جو ایسے پروہت پہنا کرتے ، اس کے
سر پر سے گر پڑی تھی ۔ مِی نوسی اس مختارِ مطلق کو جس نے
گےاس فلے می نس کو پہلے ہی رسالہ دار نام زد کر دیا تھا ، اپنے
عُہدے سے معزول کر دیا گیا ، محض اس لیے کہ اُسی وقت
چوہے کی چوں چوں سُنی گئی تھی ، اور ان کی بجائے
دوسروں کو متعین کیا گیا ۔ بہ ایں ہمہ باوجود ان
جزئیات کی اس قدر پابندی کرنے کے وہ اوہام میں مُبتلا
نہیں ہوتے تھے ، کیوں کہ وہ اپنے اسلاف کے طور طریقوں

میں نہ تو کوئی تبدیلی کرتے تھے نہ اضافہ ؎

جوں ہی فلے می نی اس نے مع اپنے رفیق کے استعفا داخل کیا، ہنگامی حکام نے مارسلس کے تنصل بنائے جانے کا اعلان کر دیا، جس نے عہدہ پاتے ہی نی اس کارنی اس کو اپنا ہمراہی منتخب کر لیا۔ افواہ یہ تھی کہ اہل غالیہ نے صلح تجویز کی ہے اور مجلس بھی اسی طرف مائل ہے لیکن مارسلس نے لوگوں کو جنگ پر اکسایا۔ ادھر گساٹی قوم کے لوگوں نے صلح کے عہد و پیمان کو شکست کر دیا۔ یہ کوہ الپس سے گزر کر ان سوبریوں سے آملے اور اُن کو جنگ کے لیے بھڑکایا اس لیے کہ ان سوبری تعداد میں ان سے کہیں زیادہ تھے۔ ان لوگوں نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں آکر سیدھا اکاری کی طرف رُخ کیا جو دریائے پو کے شمال میں ایک شہر تھا۔ یہاں پہنچ کر بری ٹومارٹس نے جو گساٹی قوم کا بادشاہ تھا، دس ہزار سپاہیوں کو مجتمع کیا اور اکناف و نواحی کے تاخت و تاراج کی ٹھانی۔ جب اس کی خبریں مارسلس کو پہنچیں تو اُس نے اپنے رفیق کو تو بمعیتِ پیدل سپاہ تہائی سوارہ فوج اور کُل گراں سلاح لشکر کے شہر اکاری پر چھوڑا اور اپنے ساتھ بقیہ سواروں اور چھ سو سُبک سلاح پیدلوں کو لے کر شب و روز بغیر قیام کے کوچ کرتا ہوا مذکورہ دس ہزار آدمیوں کے پڑاؤ تک پہنچا جو ایک غالی قصبے کلاس ٹی ڈی ام کے قریب تھا اور کچھ ہی عرصے پیش تر رومیوں کے تحت میں آیا تھا، اُس کو اتنی بھی

فرصت نہ ملی کہ اپنے سپاہیوں کو تازہ دم کرلے یا اُن کو کچھ آرام لینے دے کیوں کہ ان وحشیوں نے جو وہاں موجود تھے، فوراً اُن کی آمد کو معلوم کرلیا اور اُس کو بالکل ہیچ سمجھے کیوں کہ پیدل اُس کے ہمراہ بالکل کم تھے اور شہ سواری میں غال بہت ماہر تھے اور اس میں بے نظیر سمجھے جاتے تھے اور اس وقت چوں کہ تعداد میں بھی وہ مارسلس سے زیادہ تھے اس لیے اُس کو خطرے میں بھی نہ لائے اور فوراً اپنے بادشاہ کے زیرِ قیادت اُس پر حملہ کردیا۔ وہ ہر قسم کے مظالم کی دھمکیاں دینے لگے گویا کہ اُسے اپنے گھوڑوں کے پانْو سے روند ہی ڈالیں گے۔ مارسلس نے لشکر کی کمی، نیز اس خیال سے کہ کہیں حریف چاروں طرف سے محاصرہ کرکے حملہ نہ کردے اپنے سوارہ بازووں کو پھیلا دیا اور اِدھر اُدھر چکّر کاٹ کر پیادہ صفوں کو بھی وسعت دے دی اور اسی طرح غنیم سے دوٗ بدوٗ ہُوا۔ مگر عین جس وقت وہ کاوا دے کر دُشمن کے مقابل ہونے والا تھا، اتفاق سے اُس کا گھوڑا غنیم کے خوف ناک چہروں اور نعروں سے بھڑکا اور اس کو ایک جانب الگ لے کر بھاگا۔ وہ اس ڈر سے کہ مبادا میرے سپاہی اس کو فالِ بد سمجھ کر شکستہ دل ہوجائیں فوراً اپنے گھوڑے کو گھُما کر دشمن کے مقابل پھر لے آیا اور ایک خاص انداز سے آفتاب کی تعظیم کی گویا کہ کوئی حادثہ نہیں ہُوا تھا بلکہ وہ اراداتاً اپنے گھوڑے کو بہ غرض ادائے موسم الگ ہٹا لے گیا تھا اور رومیوں میں یہ

رسم بھی تھی کہ جب دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے تو چکّر کاٹا کرتے تھے۔ پھر اُس وقت جب کہ وہ دشمن سے بھڑنے والا تھا، اُس نے بہترین اسلحہ عطارد دیوتا کو نذر چڑھانے کی منّت مانی ٭

غالوں کے بادشاہ نے مارسلس کو دیکھا اور اس کے تمغوں سے یہ شناخت کرکے کہ وہی سپہ سالار ہے۔ لشکر سے زرا آگے بڑھ آیا اور بہ آوازِ بلند اُس کو للکار کر اپنا بھالا ہلاتا ہُوا پوری تیزی کے ساتھ اُس پر حملہ آور ہُوا۔ اُس کا قد بہ مقابلے دوسرے غالوں کے بہت بلند تھا اور زرہ بکتر پر طلائی اور نقرئی رنگ بجلی کی طرح چمک رہے تھے۔جب مارسلس غنیم کے صف بہ صف لشکر کو دیکھ رہا تھا تو اُس کو بھی محسوس ہوا تھا کہ یہ ساز و سامان سب میں بہترین اور بہت ہی نفیس تھا اور یہ خیال کرکے کہ یہی اسلحہ عطارد دیوتا کی نذر کے لیے موزوں ہوں گے، وہ فوراً بادشاہ پر جھپٹ پڑا اور اپنے برچھے سے اُس کے چار آئینوں کو چھید ڈالا پھر اُس پر اپنے گھوڑے کا دباؤ ڈال کر اُسے زمین پر گرا دیا اور دو چار مزید ضربات سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور معاً اپنے گھوڑے پر سے جست کرکے اپنا ہاتھ مُردہ بادشاہ کے اسلحہ پر رکھا، اور آسمان کی طرف دیکھ کر یوں خطاب کیا :-

"اے جوپی ٹر تُو جو کہ جنگوں اور لڑائیوں میں
سپہ سالاروں کی جہمات کا تصفیہ کرنے والا ہے!

گواہ رہ کہ میں نے، یعنی ایک سپہ سالار ہی نے ایک سپہ سالار کو اور ایک قنصل نے جو تیسرا رومی ہے اپنے ہاتھ سے ایک بادشاہ کو مار ڈالا ہے، اور یہ کہ میں اس سب سے اعلیٰ اور عمدہ مالِ غنیمت کو تیری نذر کرتا ہوں۔ ہم کو توفیق دے کہ جنگ کی بقیہ غنیمت کو اسی خوش نصیبی کے ساتھ ٹھکانے لگائیں!"

اس کے بعد رومیوں نے نہ صرف غنیم کے سواروں پر بلکہ پیدلوں پر بھی حملہ کیا اور ایک عظیم الشان اور بے نظیر فتح حاصل کی اس لیے کہ اس سے پیش تر کبھی اتنی قلیل سوار و پیادہ فوج نے اس قدر کثیر لشکر کو شکست نہیں دی تھی۔ جب غنیم کی ایک بہت بڑی تعداد مقتول ہوچکی اور غنیمت اکٹھی کرلی گئی تو وہ اپنے رفیق کی جانب واپس ہوا جو دشمنوں کے سب سے بڑے آباد شہر میلان کے قریب کم کامیابی سے جنگ کررہا تھا۔ یہ شہر غالوں کا دارالسلطنت تھا اور وہ نہایت شجاعت سے لڑرہے تھے، چناں چہ بجائے اس کے کہ کارنی لی اس ان کو گھیرے، وہ کارنی لی اس کو محاصرے میں لیے ہوئے تھے۔ مگر مارسلس کے آتے ہی جب گاسٹی سپاہ کو بادشاہ کے قتل و شکست کی تصدیق ہوئی تو وہ واپس چل دیے اور میلان فتح ہوگیا +

پھر غالوں نے خود بھی اپنے بقیہ شہر اور ساز و سامان

رومیوں کے حوالے کر دیے اور منصفانہ شرائط پر جو پیش کی گئی تھیں، صلح کر لی ؀

مجلس نے جلوسِ فتح صرف مارسلس کے واسطے منظور کیا یہ جلوس بہ لحاظ اپنی عظمت، وسعت، مالِ غنیمت اور اسیروں کی تعدادِ کثیر کے نہایت ہی اہم تھا، مگر بہت ہی نادر اور شکرگزاری کا نمونہ خود سپہ سالار تھا جو دیوتاؤں کی منت کے اسلحہ جن کو وحشیوں کے بادشاہ سے چھینا تھا، خود ہی نذر چڑھانے کے لیے جا رہا تھا اس نے شاہ بلوط کا ایک لمبا اور سیدھا تنہ لے لیا تھا اور اس کی شاخوں کو کانٹ چھانٹ کر ان پر یہ اسلحہ اپنی اپنی جگہ لٹکا دیے تھے۔ جلوس کا سلسلہ نہایت وقار کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ فتح کا یہ تحفہ بیے جنگی رتھ پر چڑھا اور اسی طرح شان و شوکت کی خوب صورت تصویر بنا ہوا وہ شہر میں داخل ہوا۔ فوج جو درخشاں اسلحہ سے آراستہ تھی، باترتیب پیچھے پیچھے تھی اور نظمیں جو اسی موقع کے لیے کہی گئی تھیں اور گیت جو تہنیتِ فتح اور سپہ سالار اور عطارد دیوتا کی شان میں تھے، گائے جا رہے تھے۔ بعدازاں اس نے مندر میں داخل ہوکر نذر گزرانی جو تیسری اور ہماری یاد میں سب سے آخری نذر تھی، اور یہ تیسرا اور آخری شخص تھا، جس نے پیش کی۔ پہلا رومیولس تھا، جس نے ایکرن بادشاہ کو قتل کر کے نذر پیش کی تھی۔ دوسرا کارنی لی اس لوسس تھا جس نے ادٹ رسکن قوم کے

ٹانم لی اس کو مارا تھا۔ ان دونوں کے بعد مارسلس کی باری تھی، جس نے بری ٹومارٹس شاہِ غال کو ہلاک کیا۔ اُس کے بعد کوئی نہ ہوا۔ اور وہ دیوتا جس پر یہ منتیں چڑھائی جاتی تھیں، جوپی ٹر فری ٹی ری اس کہلاتا تھا جو فری ٹرم والے تحفے سے ماخوذ تھا اور یہ ایک یونانی لفظ ہو جو اس زمانے کی لاطینی زبان میں بہ کثرت مستعمل تھے۔ یا یہ کہ جیسا بعضوں کا قول ہو یہ گرجنے والے جوپی ٹر کا لقب تھا اور لفظ فے ری سے جس کے معنے ضرب لگانے کے ہیں، ماخوذ تھا۔ چند ایسے لوگ بھی ہیں جن کا خیال ہو کہ یہاں ضربات سے جنگ کی ضربات مُراد ہیں۔ اس لیے کہ اب بھی جنگ کے موقع پر جب لوگ اپنے دشمنوں پر پلے پڑتے ہیں تو بار بار کہتے ہیں کہ "مارو" جس کی لاطینی فے ری ہو۔ اسی طرح مالِ غنیمت کو عام طور پر اس پولیا کہتے ہیں لیکن خاص مالِ غنیمت اوپی ما کہلاتا ہو۔ گو کہ کہتے ہیں کہ نیوما نے اپنی شرحوں میں اول و دوم و سوم اسپولیا اوپی ما کا امتیاز بیان کیا ہو نیز یہ کہ وہ اول نمبر کو جوپی ٹر فے ری ٹری اس کی جانب منسوب کرتا ہو. نمبر دوم کو مارس (مریخ) کی جانب اور نمبر سوم کو کوی ری نس کی جانب۔ اور یہ بھی کہتا ہو کہ نمبر اول کی مالیت تین سو آس (=پیسہ) تھی۔ نمبر دوم کی دو سو اور نمبر سوم کی ایک سو۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہو کہ اوپی ما اُس مالِ غنیمت کو کہتے ہیں جو سرِ لشکرِ فوج غنیم کے سردار کو فیصلہ کن جنگ میں اپنے ہاتھ سے قتل کرکے حاصل

کرتا ہی۔ مگر اس مضمون پر اتنا ہی کافی ہی ؛

اس فتح اور خاتمۂ جنگ سے رومی اس قدر مسرور ہوے کہ اُنھوں نے ڈلفی کے اپالو کو بہ طور اظہارِ شکر گزاری ایک طلائی جام وزنی پچاس سیر تحفتہً بھیجا اور مالِ غنیمت کا بیشتر حصّہ اپنے حلیف شہروں میں تقسیم کر دیا اور خاص اہتمام سے کچھ مالِ غنیمت ہائی رو شاہ سیراکیوز کو بھی بھیجا جو ان کا دوست اور رفیق تھا ؛

ہنی بال نے اطالیہ پر حملہ کیا تو مارسلس ایک بیڑے کے ساتھ صقلیہ کو بھیجا گیا۔ جب رومی فوج نے کےنی کے مقام پر شکستِ کھائی تو ہزاروں ہلاک ہوگئے اور چند ہی نے بھاگ کر کانوسی ام میں پناہ لی اور سب کو اندیشہ تھا کہ کہیں ہنی بال جس نے رومیوں کی طاقت کو توڑ دیا تھا، یکایک اپنے فاتح لشکر کو لے کر روما پر نہ چڑھ آئے۔ اس وقت پہلے پہل شہر کو بچانے کے لیے مارسلس نے اپنے بیڑے سے پندرہ سو سپاہی بھیجے۔ بعد ازاں مجلسِ عمائد کے حسب الحکم وہ کانوسی ام میں داخل ہوا اور وہاں یہ معلوم کرکے کہ بہ کثرت سپاہی فرار ہوکر پہنچے ہیں، ان کو حکم دیا ہی کہ باہر نکل کر غنیم سے مقابلہ کریں تاکہ شہر کو اس کی تاخت و تاراج سے بچایا جا سکے۔ اس وقت تک مخصوص رومی سردار جنگ میں کام آچکے تھے اور باشندے شاکی تھے کہ فےبی اس نے جو اپنی فراست و دیانت کی وجہ سے بہت کچھ اعزاز حاصل کرچکا تھا، زائد از ضرورت احتیاط اور پیش بینی

کو مُہملیت اور بُزدلی کی حد تک پہنچا دیا ہی۔ لوگ بے شک اس پر اس نظر سے بھروسا کرتے تھے کہ وہ دُشمن سے اُن کی حفاظت کرے گا مگر یہ بھی جانتے تھے کہ وہ اُنھیں جوابی حملے کے قابل نہ بنا سکے گا۔ لہٰذا اہلِ شہر کی نظریں مارسلس پر پڑتی تھیں اور اس اُمید میں کہ اُس کی جرأت، خود اعتمادی اور مستعدی فے بی اس کے حزم اور احتیاط کے ساتھ آمیز ہوکر باہمی امتزاج و اعتدال کا باعث ہوگی۔ کبھی تو دونوں کو غنیم کے مقابلے پر قنصلی اختیارات کے ساتھ بھیجتے تھے اور کبھی ایک کو قنصل اور دوسرے کو اس کا مددگار بنا دیتے تھے۔ پوسی ڈونی اس لکھتا ہی کہ فے بی اس رومہ کی ڈھال اور مارسلس "شمشیر رومہ" کہلانے لگا تھا۔ اور فی الحقیقت ہنی بال بھی اس کا مقر تھا کہ "میں فے بی اس کو اُستاد اور مارسلس کو مدِ مقابل سمجھ کر خائف ہوں یعنی اوّل الذکر سے تو اس لیے کہ اُسے شرارت نہ کرنے دے گا اور دوسرے سے اس لیے کہ خود ہنی بال کو نقصان نہ پہنچا دے۔"

اوّل اوّل تو جب کہ ہنی بال کی فوج اپنی نُصرت پر مغرور ہوکر بہت کچھ بے پروا اور بے باک ہوگئی تھی تو مارسلس نے اکثر ان کی تاخت کرنے والی ٹکڑیوں اور لوٹنے مارنے والی جماعت کو کاٹ ڈالا اور اس طرح بہ تدریج ان کی تعداد کم کر دی۔ بعد ازاں اس نے نیاپولس اور نولا والوں کو امداد پہنچائی۔ اوّل الذکر کو تو اس نے ان کے ارادے پہ مستقل کر دیا اس لیے کہ وہ خود ہی رومیوں کے ہُوا خواہ تھے مگر نولا میں

نااتفاقی پھیلی ہوئی تھی۔ مجلسِ اعلیٰ وہاں کے عوام پر قابو نہیں رکھ سکتی تھی اور وہ عموماً ہنی بال کے طرف داروں میں ہو گئے تھے۔ اس قصبے میں ایک شخص بین ٹی اس نامی اپنی عالی خاندانی اور شجاعت کی وجہ سے مشہور و معروف تھا۔ یہ شخص بہ مقام کینی نہایت شدید لڑائی لڑا تھا اور غنیم کے بہت سے آدمیوں کو مارنے کے بعد لاشوں کے ڈھیر کے نیچے اس حالت میں پایا گیا تھا کہ اس کا تمام بدن تیروں سے چھدا ہوا تھا۔ جب وہ ہنی بال کے حضور میں لایا گیا تو اُس نے اُس کی بہت عزت کی اور اس کو نہ صرف بغیر فدیہ لیے رہا کر دیا بلکہ اُس کے ساتھ عقدِ دوستی بھی مستحکم کیا اور اُس کو اپنا مہمان بنایا۔ اس قدر عنایتوں کے شکریے میں وہ ہنی بال کا بہت بڑا رفیق ہو گیا اور لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے لگا۔ مارسِلس اس امر پر مائل نہ تھا کہ ایک ایسے بڑے شخص کو مار ڈالے جس نے رومیوں کی ہوا خواہی میں ایسی کڑی مصیبتیں جھیلی تھیں، لہذا خود اپنی تواضع اور حُسنِ اخلاق اور سب سے بڑھ کر دل کش طرزِ تخاطب پر بھروسا کیا کہ یہ چیزیں ضرور ایک ایسے شخص کو اپنی طرف کھینچ لیں گی جو شرافت کا گرویدہ ہے۔ اور ایک دن بین ٹی اس کے سلام کرنے پر اُس سے پوچھا کہ "تم کون ہو؟" کچھ یہ نہ تھا کہ وہ اس سے ناواقف تھا، بلکہ اُس سے ایک مزید گفتگو کا موقع پیدا کرنا چاہتا تھا۔ چناں چہ جب بین ٹی اس نے بتلایا کہ میں فلاں ہوں تو مارسِلس نے مسرت و حیرت کا اظہار

کر کے جواب دیا کہ ”کہیں تم وہی بین ٹی اس تو نہیں ہو، جس کو رومیوں نے جنگ آزمایانِ کے نی یں ے سب پر فوقیت دی تھی اور جس نے نہ صرف یہ کہ پاؤلس اے می لی اس کو آخر وقت تک نہ چھوڑا بلکہ خود تیر پر تیر کھائے لیکن رومی سپہ سالار پر آنچ نہ آنے دی۔“ اس پر جب بین ٹی اس نے اقرار کیا کہ مَیں وہی شخص ہوں اور اپنے زخموں کے نشان بھی دکھائے تو وہ بولا کہ ”پھر کیا بات ہو کہ تم جو ہمارے دوست ہونے کے اتنے ثبوت رکھتے ہو، میرے پہلی بار یہاں آنے پر میرے پاس نہیں آئے؛ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم اُن لوگوں کی عزّت کرنے سے بھی دریغ کرتے ہیں جو اس کے مستحق ہیں اور جن کی عزّت ہمارے حریف بھی کرتے ہیں۔“ اس لطف و عنایات کے ساتھ اُس نے ایک جنگی گھوڑا اور پانچ سو درہموں کی رقم بھی اُس کو عطا کی۔ بس اس وقت سے بین ٹی اس مارسلس کا نہایت وفادار رفیق بن گیا اور لوگوں کا، جو شورش و انقلاب کرنا چاہتے تھے، ڈھونڈ ڈھونڈ کے کھوج نکالنے لگا۔

یہ شورش کنندہ بہ کثرت تھے، جنھوں نے یہ سازش کی تھی کہ جس وقت رومی غنیم پر حملہ کریں تو اُن کے اسباب و سامان کو لوٹ لیا جائے۔ چناں چہ مارسلس نے اپنی فوج لے کر شہر میں ایک چکّر لگایا اور ساز و سامان کو پھاٹک کے قریب رکھوا کر حکم جاری کر دیا کہ اہلِ نولا میں سے ہرگز کوئی

فصیلوں کے قریب نہ پھٹکے ۔ اس میں یہ مصلحت تھی کہ شہر کے
باہر لشکر کی کوئی علامت نہ پائی جائے، چناں چہ ہنی بال
بھی اس لالچ میں کہ شہر کے اندر کوئی ہنگامہ مچا ہوا ہی، اپنی
فوج کو کسی قدر بے ترتیبی کے ساتھ شہر کی طرف لے آیا۔
اُسی وقت مارسلس کے حکم سے قریب ترین پھاٹک کھول دیا
گیا اور وہ اپنے چیدہ سواروں کو لے کر دشمن پر جھپٹ پڑا۔
رفتہ رفتہ پیدل سپاہ بھی نعرے مارتی ہوئی دوسرے پھاٹک
سے نکل کر آ شامل ہوئی، اور جس وقت ہنی بال نے اپنے
ایک حصۂ فوج کو ان کا مقابل کیا، اُس وقت بقیہ فوج بھی
تیسرے دروازے سے نکل پڑی اور سب کے سب غنیم پر حملہ آور
ہوئے جو اس غیر متوقع حملے کی وجہ سے بہت پریشان ہو گیا۔
اور عقب سے حملہ کرنے والوں کو روکنے کی وجہ سے پہلے
حملہ آوروں کا خاطر خواہ مقابلہ نہ کر سکا۔ اس موقع پر ہنی بال
کے سپاہی نہایت کشت و خون اور زخم کھانے کے بعد پسپا ہو کر
اپنے پڑاؤ کو واپس گئے اور پہلی مرتبہ رومیوں کو پیٹھ دکھائی۔
بیان کیا جاتا ہی کہ اس معرکے میں اُن کے پانچ ہزار آدمی سے
زیادہ کھیت رہے اور رومی پان سو سے زیادہ نہیں قتل ہوئے۔
مؤرخ ‌ليوی اس امر کو تسلیم نہیں کرتا کہ دشمن کی فتح یا اُس
کا قتل و خون اس قدر زیادہ ہوا تھا، لیکن یہ تو یقینی ہی کہ
اس مُہم نے مارسلس کی شہرت بہت بڑھا دی اور رومیوں
میں بھی اتنے مصائب میں مُبتلا ہونے کے بعد خود اعتمادی

از سرِ نو پیدا ہوگئی، کیوں کہ اب وہ سمجھنے لگے کہ وہ دُشمن جس کو اب تک ہم نے ناقابلِ تسخیر سمجھا تھا، ہماری ہی طرح شکست کھا سکتا ہے +

چوں کہ اب دوسرا قنصل فوت ہوچکا تھا لوگوں نے مارسلس کو اُس کی جگہ مقرر کرنے کے لیے واپس بُلایا اور باوجود حکام کی مخالفت کے انتخاب کو اُس کے آجانے تک ملتوی رکھا اور پھر متفقہ رایوں سے اس کو قنصل بنا دیا۔ مگر اسی وقت بادل کڑکنے لگا اور کاہنوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ مارسلس کا انتخاب باقاعدہ نہیں ہوا ہے مگر چوں کہ وہ جمہور کے خوف سے اپنے اس فیصلے کا اظہار علانیہ کر بھی نہیں سکتے تھے اس لیے مارسلس بہ طیبِ خاطر عہدے سے مستعفی ہوکر سپہ سالاری پر لوٹ گیا اور ایک صوبے دار کی حیثیت سے نولا پہنچ کر اُن جماعتوں کی خبر لی، جو قرطاجنیوں کا ساتھ دے رہی تھیں مگر جب قرطاجنی بھی ان کی امداد پر آ پہنچے تو مارسلس علانیہ جنگ سے باز رہا البتہ جب ہنی بال نے ایک دستہ لوٹ مار کی غرض سے بھیجا اور کسی بڑی لڑائی کی کوئی اُمید نہ تھی تو وہ یکایک اپنی فوج لے کر نکل پڑا۔ اس نے اپنی پیدل سپاہ میں لمبے لمبے برچھے تقسیم کر دیے تھے جو اکثر بحری لڑائیوں میں کام آتے تھے اور ان کو سکھلا دیا تھا کہ اس طرح وہ برچھے ایک معقول فاصلے سے دُشمن کی جانب پورے زور کے ساتھ پھینکے جائیں۔ حریف اس قسم کی تیر اندازی سے نابلد تھا اور صرف چھوٹے برچھوں سے دست بہ دست لڑنا

جانتا تھا۔ اور یہی تمام قرطاجنیوں کی نمایاں ہزیمت کا سبب معلوم ہوتا ہے۔ اُن کے پانچ ہزار آدمی کھیت رہے، چار ہاتھی مار ڈالے گئے اور دو پکڑ لیے گئے، لیکن سب سے اہم واقعہ جو جنگ کے تیسرے روز ہوا، وہ یہ تھا کہ تین سو سے زیادہ اسپینی اور نیومیڈی سوار ہنی بال کو چھوڑ کر رومیوں سے جا ملے۔ یہ ایک ایسی مصیبت تھی جو اُس دن تک ہنی بال پر کبھی نہیں پڑی تھی، اس لیے کہ اُس نے اپنی فوج کو جو مختلف اور غیر مانوس اقوام سے مُرکب تھی، اب تک پوری یک جہتی کے ساتھ برقرار رکھا تھا۔ مارسلس اور اُس کے جانشینوں نے اس تمام جنگ میں آیندہ ان سواروں کی وفادارانہ خدمات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

اب وہ تیسری مرتبہ قنصل بنایا گیا اور صقلیہ کی طرف لنگر اٹھایا، اس لیے کہ ہنی بال کی شہرتوں نے قرطاجنیوں کو اتنی جرأت دلا دی تھی کہ وہ کُل جزیرے پر قابض ہونے کا دعوےٰ کرنے لگے تھے۔ جس کا خاص باعث یہ بھی تھا کہ ہی رونی لس جابر کے قتل کے بعد سے سیراکیوز میں شورش و ہنگامے کا بازار گرم ہوگیا تھا اور اسی بنا پر رومیوں نے بھی وہاں ایک فوج اے پی اس کے ماتحت بھیج رکھی تھی۔ جس وقت مارسلس اس فوج کا جائزہ لے رہا تھا، رومی سپاہیوں کی ایک جماعت حسب ذیل مصیبت کی وجہ سے اس کے قدموں پر گر پڑی۔ بات یہ تھی کہ جنگ کنی کے موقع پر جب

رومیوں نے شکست کھائی تو بعض بھاگ کر بچ گئے اور بعض کو غنیم نے زندہ گرفتار کرلیا یہ جماعت اس قدر کثیر تھی کہ یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اب غالباً شہر کے اندر رومی نہ رہے ہوں گے جو شہر کی مدافعت کرسکیں۔ بریں ہم اہلِ شہر کا استقلال اور اولوالعزمی کی یہ کیفیت تھی کہ اُنھوں نے ہنی بال سے قیدیوں کا طلب کرنا منافئ شان تصوّر کیا جو یقیناً ایک بہت ہی قلیل فدیے پر ان کو رہا کردیتا۔ مجلس کے ایک حکم نے بھی ممانعت کردی اور اس کو مناسب خیال کیا کہ قیدیوں کو یا تو دشمن مار ڈالے یا وہ اطالیہ سے جلاوطن کردیے جائیں اور جن لوگوں نے بہ ذریعۂ فرار اپنی جان بچائی تھی، اُن کو حکم دے دیا کہ صقلیہ کو چلے جائیں اور جب تک ہنی بال سے لڑائی ختم نہ ہوجائے، اطالیہ میں واپس نہ آئیں۔ ان لوگوں نے صقلیہ میں مارسلس کی آمد پر اپنے کو اُس کی خدمت میں پیش کیا اور ایک جماعت کی صورت میں اُس کے قدموں پر گر کر بہ صد آہ و زاری درخواست کی کہ "ہم کو بھی کسی عزّت کی نوکری پر لے لیا جائے اور یہ کہ ہم اپنی آیندہ وفاداری اور سرگرمی سے اس امر کو ثابت کردیں گے کہ سابقہ شکست محض بدبختی کا نتیجہ تھی نہ کہ ہماری بُزدلی"۔ مارسلس نے اُن پر رحم کھاکر بہ ذریعے مراسلت کے مجلس سے اجازت طلب کی کہ میں جب چاہوں ان لوگوں میں سے سپاہی بھرتی کرلوں۔ مجلس نے بہت کچھ ردّ و قدح کے بعد اس کے

کے متعلق یہ طے کیا کہ ہم کو بزدل سپاہیوں کی ضرورت نہیں ہے، ہاں البتہ اگر مارسلس کی رائے اس کے خلاف ہے تو وہ اس شرط سے ان لوگوں سے خدمت لے سکتا ہے کہ ان کو کبھی کوئی فوجی اعزاز یا انعام بہ طور ان کی بہادری یا خوبی کے اعتراف کے نہ دیا جاوے۔ اس سے مارسلس کو سخت طیش آیا اور وہ جنگ صقلیہ کے اختتام پر جب رومہ واپس آیا تو مجلس کو سخت ملامت کی کہ تم لوگوں نے مجھے کہ جو جمہوریت کا ایسا دل دادہ ہے، اس امر تک کا مجاز نہ کیا کہ میں شہریوں کی ایک کثیر جماعت کو ان کی اندوہ ناک حالت سے نجات دلاسکوں ؛

اس وقت مارسلس نے جس کو اوّل ہی ہی پوکراتس سپہ سالار سیراکیوز کی (جس نے قرطاجنہ کی دوستی کے ثبوت میں نیز خود حکومت غصب کرنے کی امید میں، بہت سے رومیوں کو بہ مقام لیون ٹی نی ہلاک کرڈالا تھا) ضرر رسانی سے بہت اشتعال پہنچا تھا، شہر لیون ٹی نی کا محاصرہ کرلیا اور بہ قوت اُس کو تسخیر کرلیا تاہم اہل شہر کو تباہ نہیں کیا البتہ صرف غداروں کو جہاں تک وہ پکڑ سکا، دار و رسن کے حوالے کردیا۔ لیکن ہی پوکراتس نے ایک طرف تو سیراکیوز کو ایک غلط اطلاع روانہ کی کہ مارسلس نے لیون ٹی نی کے تمام بالغ مردوں کو مار ڈالا ہے اور دوسری طرف شہر پہنچ کر جہاں اس خبر سے بڑی ہل چل مچ گئی تھی، حکومت پر قابض

ہوگیا۔ اس پر مارسلس نے بھی اپنی تمام فوج سمیت سیراکیوز کی طرف حرکت کی اور شہر پناہ کے قریب پڑاؤ ڈال کر اہلِ شہر کو بہ ذریعے ایلچیوں کے خبرِ مذکور کی حقیقت کہلا بھیجی مگر جب معاملہ گفت و شنید سے نہ طے پاسکا تو چوں کہ اب شہر کی ہی پوکرانس کے ہاتھوں میں تھی لہٰذا اُس نے تری اور خشکی دونوں جانب سے حملہ کیا۔ بَری فوج کا قائد اے پی اس تھا اور مارسلس پانچ طبقے والی ساٹھ کشتیاں لے کر جو ہر قسم کے سلاح اور ساز و سامان سے آراستہ تھیں، سمندر کی طرف سے حملہ آور ہوا۔ اس کی آٹھ کشتیوں پر تختے جوڑ کر ایک بڑا پُل بنایا اور اسی پر وہ کَل (یا منجنیق) رکھی تھی جس سے سنگ باری اور تیر اندازی کرکے فصیلوں پر حملہ کیا جاتا تھا۔ اُس کو اپنے اس وسیع اور زبردست انتظام پر بہت بھروسا تھا، نیز اس کی سابقہ شُہرت بھی اس کی ممد تھی مگر یہ سب کچھ ساز و سامان ارشمیدس اور اُس کی کلوں کے سامنے بالکل بچوں کا کھیل ثابت ہُوا۔

یہ کلیں جو اس حکیم نے تجویز و اختراع کی تھیں وہ کسی خاص اہمیت کی بنا پر نہیں، بلکہ محض علم ہندسہ کے کھلونوں کے طور پر۔ اُس نے شاہ ہای رو کی خواہش اور درخواست کی تعمیل میں نیز اس خیال سے کہ اپنی حکمت کے اعلیٰ نظریات خیال سے عمل میں منتقل کردے، تھوڑا ہی زمانہ پیش تر اپنی نظری تحقیقات کو حسیات کے میدان میں لانا چاہا تھا تاکہ عام طور پر

لوگ اُس کی خوبیوں سے واقف ہوسکیں ۔ یوڈکسس اور ارکائی ٹس اس گراں قدر اور مشہور و معروف علم الآلات (= میکانیات) کے سب سے پہلے بانی تھے ، جس کو انھوں نے حقائق ریاضیہ کی تصدیق کے واسطے ایجاد کیا تھا ۔ یہ بھی مدِ نظر تھا کہ جن نتائج کے ثبوت محض الفاظ و اشکال میں بہت پیچیدہ ہوکر رہ گئے تھے ، اُنھیں عملاً تجربے میں لایا جائے ، چناں چہ مثال کے طور پر اس مسئلے کے حل کے لیے (جس کی اکثر اشکالِ ہندسی میں ضرورت پڑتی ہو) کہ جب کسی نسبت کے دو انتہائی نقاط معلوم ہوتے ہیں اور اوسط کو معلوم کرنا ہوتا ہو ان دونوں مہندسوں نے آلات سے کام نکالنا چاہا اور اس غرض سے اُنھوں نے جیب خطوط اور منحنیات کو استعمال کیا مگر افلاطون کی برہمی اور مخالفت کو کیا کہا جاے ، جس نے اس قسم کے آلات کو علمِ ہندسہ کی اصلی خوبی کی تباہی اور فساد سے تعبیر کیا اور بڑی مذمت کی کہ اگر ذہنی چیزیں محسوس شکل میں لائی گئیں اور مادّیات سے مدد لی گئی ، تو ذہانتِ خالص کے ساتھ شرم ناک غفلت ہوگی ۔ اسی کا یہ نتیجہ یہ ہُوا کہ علم الآلات کو علمِ ہندسہ سے علاحدہ سمجھ لیا گیا اور حکما کی اس طرف سے غفلت اور بیزاری کی وجہ سے یہ محض ایک فوجی فن ہوکر رہ گیا ۔

بہرکیف ارشمیدس نے شاہ ہائی رو کو جس کا وہ دوست عزیز قریب بھی تھا ، لکھ بھیجا تھا کہ اگر قوت مہیّا

کر دی جاوے تو ہر قسم کا وزن حرکت میں لایا جاسکتا ہے۔ بلکہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ یہ شیخی بھی ماری تھی کہ اپنے تجربات کی بنا پر، اگر کوئی دوسرا کرۂ زمین ہوتا تو اُس میں داخل ہوکر میں اپنے کُرے کو اپنے مقام سے ہلا دیتا۔ اس پر ہای رو نے متحیّر ہوکر اُس سے التجا کی کہ اس نظریے سے حقیقی تجربہ کرکے کوئی فائدہ اُٹھایا جائے اور ایک چھوٹے انجن کے ذریعے سے کسی بڑے وزن کو حرکت دی جائے۔ چناں چہ بادشاہی مخزن سے ایک وزنی جہاز متعیّن کیا گیا، جو گودی سے بغیر متعدّد آدمیوں اور نہایت مشقّت کے نہیں نکالا جاسکتا تھا۔ اس پر بہ کثرت مسافر اور اسباب بار کیا گیا اور خود ارشمیدس نے بغیر کسی خاص کوشش کے دُور بیٹھے بیٹھے صرف چرخی کے سرے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اور رسیّوں کی بہ تدریج حرکت سے خشکی پر ایسی آسانی اور سہولت سے جہاز کو بہ خطِ راست کھینچ لیا کہ گویا وہ تری میں ہے۔ بادشاہ دنگ رہ گیا اور علم کی قوت کا مُقر ہوکر ارشمیدس سے درخواست کی کہ ایسے انجن تیار کردے جو مدافعانہ اور جارحانہ دونوں طرح محاصروں میں کام آسکے۔ ان آلات کا استعمال بہ ذاتِ خود تو بادشاہ نے کیا نہیں کیوں کہ اُن سے تقریباً اپنی تمام زندگی نہایت امن و فراغت میں گزاری مگر خود یہ آلہ نہایت موقع سے سیراکیوز والوں کے لیے تیار تھا اور اُس کے ساتھ اُس کا انجنیر بھی موجود تھا۔

پس جس وقت رومیوں نے بہ یک وقت قلعے پر دو جانب

سے حملہ کیا اور خوف و دہشت سے محصُورین کے ہاتھ پانو
پھول گئے اور اُن کو یقین ہوگیا کہ اس شدّت و طاقت
کی مزاحمت کسی چیز سے بھی نہیں کی جاسکتی، تو ارشمیدس
نے اپنے انجنوں کو چلانا شروع کیا اور بہ یک وقت ہر قسم
کے برسنے والے ہتھیار اور بڑی بڑی پتّھروں کی سِلوں
سے بری فوج پر نشانے لگے جو ایسی آواز اور شدّت کے
ساتھ آکر گرتے تھے کہ لوگ حیران رہ گئے ۔ اس خوف ناک
سنگ باری کے سامنے کوئی آدمی ٹھہر نہیں سکتا تھا کیوں کہ جن
پر یہ پتّھر ڈھیر کے ڈھیر گرتے تھے اُن کو مُنہ کے بل گرا
دیتے تھے اور صفوں اور قطاروں میں رخنے ڈال دیتے تھے ۔
اسی اثنا میں چند بڑی بڑی بلّیاں دیوارِ قلعہ میں سے عین جہازوں
کے اوپر نمودار ہوئیں اور بلندی پر سے بڑے بڑے وزن گراکر
کئی کو غرق کردیا ۔ اور کئی جہازوں کو ایک آہنی دستہ یا سارس
کی چونچ کی طرح کے کانٹے میں پکڑکر مُعلّق اُٹھا لیا اور جب
وہ پورا اپنی نوک کے بل عمُودوار اُٹھ آیا تو اس کو زور سے سمندر کی
تہ میں جھونک دیا ۔ بعضے جہازوں کو ان آلات نے اندر کی
طرف کھینچ لیا اور اِدھر اُدھر گھُماکر اُن ڈھالو چٹانوں سے جو
شہر پناہ کے نیچے باہر کی جانب پھیلی ہوئی تھیں، اس زور سے
ٹکّر دی کہ وہ پاش پاش ہوگئے اور اُن کے سپاہیوں میں
ہلاکت پھیل گئی ۔ کسی جہاز کو سطحِ سمندر کے اوپر ہوا میں
بہت بلند کرتے تھے جس کو اس طرح دیکھ کر خوف معلوم

ہوتا تھا اور وہیں اُسے اِدھر اُدھر چکّر دیتے اور اس طرح جُھلاتے رہتے تھے کہ تمام ملّاح اور سپاہی نیچے گر پڑتے تھے۔ آخر میں خود جہاز کو یا تو چٹانوں سے ٹکرا دیتے تھے یا پھر سمندر میں گرا دیتے تھے۔ ہن جنیق جس کو مارسلس جہازوں کے پُل پر لایا تھا اور جس کا نام موسیقی کے ایک آلے کے ہم شکل ہونے کی وجہ سے "سام بُوکا" تھا، ہنوز شہرپناہ کے قریب آہی رہا تھا کہ اُس پر کئی من وزنی ایک چٹان کی چٹان آکر گری، اُس کے بعد دوسری پھر تیسری۔ اور یہ برق کی سی شدید کڑک اور طاقت کے ساتھ اُس پر ایسے پڑی کہ اُس کی بنیادوں کو پاش پاش کردیا، اُس کی تمام بندشوں کو ہلا دیا اور کامل طور پر اُس کو جہازوں کے پُل پر سے ڈھکیل دیا۔ پس مارسلس نے اس تذبذب میں کہ کونسی تدبیر اختیار کی جائے، اپنے جہازوں کو ایک محفوظ مقام کی طرف ہٹا دیا اور بری فوج کی پسپائی کا بگل بجوا دیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے مشورت کی کہ اگر ممکن ہو تو بہ وقتِ شب دیوارِ قلعے کے نیچے چلے آویں اس خیال سے کہ آرشمیدس اپنے آلات کو حرکت میں لانے کے لیے لمبی لمبی رسّیوں سے کام لیتا ہی اور اُن کی زد دُور دُور تک پہنچتی ہی لیکن اگر دیوار کے بہت قریب پہنچ جائیں گے تو نشانے ہمارے سروں کے اوپر سے گزر جائیں گے مگر اُس نے تو پیش تر ہی سے ایسے مواقع کے لیے چھوٹے چھوٹے حربے اور ایسے آلات تیار کر لیے

تھے جو تھوڑے تھوڑے فاصلوں سے بھی مار کر سکتے تھے اور
دیواروں میں ایسے بے شمار چھوٹے چھوٹے سوراخ بنا دیے تھے
جن میں سے چھوٹی مار والے آلے نشانے لگا سکتے تھے چناں چہ
جس وقت حملہ آور اپنے گمان میں دشمن کو دھوکا دے کر
فصیل کے نیچے پہنچے تو یکایک تیروں اور پتھروں وغیرہ کی
بوچھاڑ پھر اُن پر پڑنے لگی اور جس وقت کہ تیر اور پتھر
عمود دار ان کے سروں پہ گرنے لگے اور گویا تمام فصیل
سے اُن پر نشانہ بازی ہونے لگی تو وہ پسپا ہوے۔ اب
پھر فرار کے وقت لمبی مار والے تیر اور تبر اُن پر برسنے
لگے اور ان میں ایک قتلِ عظیم واقع ہوا۔ اسی کش مکش میں
اُن کے جہاز باہم ٹکرا گئے اور اس تمام نقصان کا وہ
کوئی عوض نہ لے سکتے تھے۔ ارشمیدس نے اپنے انجنوں کو
بالکل شہر پناہ سے لگا کر نصب کیا تھا، رومی اُن کو
دیکھ نہیں سکتے تھے اور چوں کہ وہ ایک نادیدہ دُشمن
سے مغلوب ہوے تھے، اس لیے وہ سمجھنے لگے کہ ہم
دیوتاؤں سے لڑ رہے ہیں +

تاہم مارسلس محفوظ رہا اور خود اپنے کاری گروں
اور آلہ سازوں کا مضحکہ کر کے کہنے لگا: کہ "کیا ہم کو
اس ہندسی " ہزار دست " (= دیوتا بری آری اس) کے
مقابلے سے ہاتھ اُٹھانا پڑے گا جو ہمارے جہازوں سے
کھلونوں کی طرح کھیل رہا ہے اور اپنے تیروں سے جو

بہ وقتِ واحد ہزاروں کی تعداد میں ہم پر برسا دیتا ہی، اُس
نے افسانوں کے دیووں کو بھی مات کر دیا ہی؟ اس میں
تو شک نہیں کہ جملہ اہلِ شہر گویا کٹ پُتلیاں اور اُن
کو چلانے اور حرکت دینے والا تنہا ارشمیدس تھا۔ اُنھوں
نے اپنے دوسرے سب ہتھیار الگ ڈال دیے تھے۔ اور
صرف اسی حربے سے اُنھوں نے رومیوں کو پسپا کر دیا
تھا اور اپنے کو محفوظ کیے ہوئے تھے۔ تماشا یہ تھا کہ
رومیوں پر اس قدر دہشت چھاگئی تھی کہ اگر اتفاقاً وہ
کوئی رسّی کا ٹکڑا یا زرا سی لکڑی دیوارِ قلعہ پر دیکھتے تھے
تو چلّا اُٹھتے تھے کہ دہ دیکھو وہ کیا ہی؟ ہو نہ ہو ارشمیدس
نے کوئی آلہ ہماری طرف چھوڑا ہی۔ یہ کہہ کر رُو بہ فرار
لاتے تھے اور بھاگ جاتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ مارسلس
نے جارحانہ جنگ سے ہاتھ کھینچا اور اپنی تمام امیدیں ایک
طویل محاصرے سے وابستہ کر دیں۔ بہ ایں ہمہ ارشمیدس کو
جو ایک حوصلہ بلند، فکرِ عمیق اور علومِ حکمیہ کے خزائن کا مالک
تھا، باوجودے کہ اِن ایجادات نے اُسے ایک فوقِ بشر عقل
کی شہرت دے رکھی تھی مگر اُسے یہ پسند نہ تھا کہ اس قسم
کے مسائل پر کوئی تحریر یا تصریح اپنے پیچھے چھوڑ جائے۔
بلکہ اس تمام آلات سازی یا کسی اور ایسے فن کو، جس
سے کار و بار یا جلبِ منفعت ہوسکے، ذلیل و کمینہ پیشہ
سمجھا اور اُس نے اپنے تمام ذوق شوق کا مقصد اور مطمحِ نظر

ایسے فلسفیانہ افکار کو قرار دیا، جن کا زندگی کی ذلیل ضروریات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اُس کی تمام قوت و ذہانت ایسے باریک و ادق مسائل کے مطالعے پر مرکوز رہی جیسے یہ مسئلہ کہ کیا یہ ممکن نہیں ہو کہ علم ہندسہ میں زیادہ مشکل اور پیچیدہ سوالات حل سکیں یا موجودہ مسائل کی زیادہ آسان تشریح اور واضح تر جوابات دریافت کیے جائیں؟ اس میں ارشمیدس کو جس قدر کام یابی ہوئی اُسے بعض لوگ اس کی فطری ذہانت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بعضوں کا خیال ہو کہ یہ اُس کی بے اندازہ محنت و سعی کا نتیجہ تھا کہ بہ ظاہر حالات ایسے آسان اور سہل جوابات برآمد ہوئے، جن کے متعلق تمھارا انتہائی تعمق حصولِ ثبوت میں ناکام رہے گا مگر جن کو ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد خیال ہوگا کہ انھیں معلوم کرلینا کیا مشکل تھا؟ یہ کیفیت ہی اس راستے کی صفائی اور تیزی کی جدھر سے وہ تم کو اخذِ نتائج کی طرف لے جانا چاہتا ہو اور اسی وجہ سے اس امر میں ذرا شک نہیں رہتا (جیسا کہ عام طور پر اس کے متعلق کہا بھی جاتا ہو) کہ اس کی شناسا اور جانی بوجھی ہوئی پری (= علم) کے حُسن سامری نے اس حد تک اپنے کھانے پینے اور جسمانی ضرورّیات کی طرف سے غافل کردیا تھا کہ جب کبھی جبر کے ساتھ غسل کے یا جسم پر تیل ملنے کے لیے اُسے لے جاتے تو وہ کوئلے کی راکھ پر ہی اشکالِ ہندسی

بنایا کرتا اور جسم میں لگے ہوئے تیل پر بھی نقشے کھینچتا رہتا تھا کیوں کہ وہ بالکل استغراق کے عالم میں ہوتا بلکہ حقیقی معنوں میں اُس پر علمی مسرت و عشق کا ربانی تسلط ہوتا تھا۔ اُس کے انکشافات بہت قابلِ تعریف اور بے شمار تھے۔ کہا جاتا ہو کہ اُس نے اپنے احباب و اقربا سے التجا کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو میرے مقبرے پر ایک ایسا کرہ رکھ دینا جس میں ایک بیلن بھی ہو اور اس پر اس تناسب کو درج کردینا جو یہ ظرف مظروف مادے کے ساتھ رکھتا ہو۔

یہی وہ ارشمیدس تھا جس نے خود کو اور جہاں تک اُس کے بس میں تھا، شہر کو بھی ناقابلِ تسخیر بنا دیا تھا۔ جس وقت محاصرہ جاری تھا مارسلس نے مگارا پر قبضہ کرلیا جو صقلیہ کی قدیم ترین یونانی نوآبادیوں میں تھا۔ پھر ہی پوکراتس کے پڑاؤ واقع اکی لی پر چھاپہ مارا اور آٹھ ہزار آدمیوں کو جس وقت وہ اپنے استحکامات بنانے میں مشغول تھے، قتل کرڈالا۔ اُس نے صقلیہ کے بہت بڑے حصے کو تاراج کردیا۔ قرطاجنیوں سے متعدد مقامات چھین لیے اور جس نے بھی اُس سے مقابلہ کیا، اُس کو شکست دی۔ ایامِ محاصرہ میں ایک اسپارٹی شخص ڈامپ پس، سیراکیوز سے ایک جہاز میں آتا ہوا گرفتار کیا گیا۔ اہلِ شہر اس شخص کو چھڑانے کے بہت خواہش مند تھے اور اسی سلسلے

میں مارسلس کے ساتھ اُن کی بہت کچھ گفت و شنید اور ملاقاتیں ہوئیں ۔ انھی کے دوران میں اتفاق سے مارسلس کی ایک بُرج پر نظر پڑ گئی جس میں چند آدمی مخفی داخل ہو سکتے تھے اور جس کی مدافعت کا بھی کچھ ایسا سامان نہیں کیا گیا تھا۔ چناں چہ اکثر ڈامپ پس کے معاملے کی گفتگو کے بہانے وہ اس بُرج کے قریب آکر جانچا کرتا اور آخر اس کی بلندی کا اندازہ کرکے اس نے سیڑھیاں تیار کرالیں ۔ سیراکیوز والے ڈی انا کا تہوار منایا کرتے تھے ۔ عین اس موقع پر جب کہ شراب و کباب اور لہو و لعب میں مدہوش تھے ، مارسلس چڑھ دوڑا اور قبل اس کے کہ اہلِ شہر خبردار ہوں، نہ صرف بُرج پر قبضہ کرلیا بلکہ دن نکلنے سے پہلے پہلے اپنے سپاہیوں کو فصیل پر چاروں طرف مجتمع کردیا اور خود ایوانِ دعوت ہک سایپلم کی طرف رُخ کیا ۔ اب اہلِ شہر خوابِ غفلت سے چونکے اور اس ہنگامے پر خوف زدہ ہوئے ۔ تب اس نے ہر جگہ طبلِ جنگ بجوانے کا حکم دیا اور اس طرح اُنھیں تخویف سے فرار پر آمادہ کردیا۔ گویا کہ تمام مقاماتِ شہر پہلے ہی مسخر ہو چکے ہیں ، حالاں کہ جو مقام بہت مستحکم ، خوب صورت اور وسیع تھا وہ ہنوز اس کے قبضے میں نہیں آیا تھا ۔ یہ ادکے ڈی نا کہلاتا تھا اور بہ ذریعے ایک دیوار کے شہر کے مضافات سے الگ کیا گیا تھا ۔ ایک حصے کو نیا پولس اور دوسرے کو ٹائی شا کہتے تھے ۔ اُن پر بھی مارسلس قابض

ہوگیا اور دن نکلتے نکلتے، ایوان مجلس میں داخل ہُوا۔ جہاں اُس کے سردار اُس کو مبارک باد دینے کے لیے مجتمع ہوئے۔ مگر جب اُس نے اتنی بلندی پر سے نیچے کے وسیع اور خوب صُورت شہر پر نظر ڈالی تو کہتے ہیں کہ وہ اس مصیبت کے تصوّر سے بہت رویا جو شہر پر منڈلا رہی تھی، کیوں کہ عالمِ خیال نے اُس کے رُو برُو شہر کا وہ اُجاڑ اور بھیانک نقشہ پیش کیا، جب سپاہیوں کی تاراجی سے وہ بالکل خاک سیاہ ہوجائے گا۔ اس لیے کہ اُس کے سرداروں میں ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو سپاہیوں کے مطالبۂ تاخت کو رد کرنے کی جرأت کرتا بلکہ بجائے اس کے بہتوں کا اصرار تھا کہ شہر کو آگ لگادی جائے اور اُس کو بالکل ڈھادیا جائے۔ مارسلس نے اس مشورے کی طرف مطلق اعتنا نہ کی، بریں ہم اُس نے نہایت تامل و تذبذب کے ساتھ اس کی اجازت دی کہ مال اور غلاموں پر قبضہ کیا جاسکتا ہے مگر ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ کسی آزاد شخص کو ہرگز ہاتھ نہ لگایا جائے۔ اور نہ کسی آزاد شہری کو قتل یا زد و کوب کیا یا غلام بنایا جائے۔ اس قدر اعتدال سے کام لینے کے علاوہ اُس نے شہر پر بہت ترس کھایا۔ مسرت و تہنیت فتح کے عالم میں اپنے جذباتِ ہمدردی و تاسف کا بہت کچھ اظہار کیا کہ دولت و ثروت اور بیش قیمت سامانِ عیش و فراغت جو مُدت دراز میں فراہم ہوئے تھے، ایک ساعت میں تاراج و فنا ہوگئے۔ اس لیے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں

کی لوٹ مار کچھ اُس سے کم نہ تھی جو بہ مقام قرطاجنہ واقع ہوئی کیوں کہ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ رومیوں نے شہر کے دوسرے حصّوں کو بھی جو دغابازی سے لیے گئے تھے، غارت کیا اور وہاں سوائے خزانہ شاہی کے جو بیت المال میں بہ حفاظت لایا گیا اور کسی چیز کو بھی بے لوٹے نہ چھوڑا مگر مارسلس پر کسی چیز نے ایسا اثر نہ کیا جیسا حکیم ارشمیدس کی موت نے، کہ جو حسب تقاضائے تقدیر کسی مسئلے کو ہندسی شکل کے ذریعے سے حل کرنے میں محو اور اپنی آنکھوں اور دماغ دونوں کو مضمون زیرِ غور پر مرکوز کیے ہوئے رومیوں کی تاخت سے بے خبرِ محض تھا اور نہ اُس کو تسخیرِ شہر ہی کا حال معلوم ہوا۔ وہ اپنے مطالعے اور فکر میں محو تھا کہ یکایک ایک سپاہی اُس کے پاس آیا اور اُس کو اپنے ہمراہ مارسلس کے پاس چلنے کا حکم دیا۔ جس کا جواب اُس نے یہ دیا کہ جب تک میں اپنے مسئلے کو حل کرکے صاف نہ کردوں، نہیں جاسکتا۔ اس پر سپاہی نے غصّے میں آکر اپنی تلوار کھینچ لی اور اُس کو ہلاک کرڈالا۔ دوسری روایت یہ ہی کہ "ایک رومی سپاہی تلوار کھینچے ہوئے اُس پر جھپٹا اور اُسے مار ڈالنا چاہا، مگر ارشمیدس نے پیچھے پھر کر بہ منّت اُس سے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ میں اپنے ناتمام اور غیر مکمل مسئلے کو اس حال میں نہ چھوڑوں مگر سپاہی کو اُس کی عاجزی پر کچھ رحم نہ آیا اور اُس کو مار ڈالا"۔ تیسری روایت یہ ہی کہ:

"جس وقت ارشمیدس، مارسلس کے پاس آلات ہندسیہ یعنی کُرے، زاویے اور دائرے لے جا رہا تھا کہ جن کے ذریعے سے کُرۂ آفتاب کی نظری پیمایش کرتا کہ اتنے میں بعض سپاہیوں کی نظر اُس پر پڑی اور یہ سمجھ کر کہ وہ چند ظروف میں سونا لیے جا رہا ہے، اس کو مار ڈالا۔" حقیقت یہ ہے کہ اُس کی موت سے مارسلس کو صدمۂ عظیم پہنچا اور وہ اُس کے مار ڈالنے والے کو ہمیشہ قاتل سمجھتا رہا نیز اُس نے ارشمیدس کے اعزّا کو بھی تلاش کروایا اور اپنی عنایاتِ خاص سے نوازا۔

اجنبی اقوام کے خیال میں رومی لوگ بہت ہی عُمدہ اور جنگ کے موقع پر نہایت مضبوط سپاہی تھے، لیکن اُنھوں نے ہنوز اپنی تہذیب، انسانیت، شرافت اور نیکی کی کوئی نظیر نہیں پیش کی تھی۔ بہ ظاہر مارسلس پہلا رومی تھا جس نے یونانیوں کو دکھلا دیا کہ رومی اپنی شرافت و انصاف میں کیسے اچھے ہوتے ہیں۔ اپنے ہر ملنے والے سے وہ ایسی ملائمت کا برتاؤ کرتا تھا اور اشخاص اور شہروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ایسا فیّاض تھا کہ اگر انا، مگارا اور سیراکیوز پر کسی قسم کا جبر و تشدّد ہوتا تھا تو لوگ وہیں کے باشندوں کی بدعنوانی کا سبب جانتے تھے اور سختی کرنے والوں کو کوئی الزام نہ دیتے تھے۔ مَیں یہاں اس قسم کی صرف ایک مثال قلم بند کرتا ہوں:- "صقلیہ میں

ایک قصبہ ان گی ام نامی ہی جو کچھ ایسا بڑا تو نہیں ہی
مگر اپنی قدامت اور چند دیویوں کی موجودگی سے جن
کو " اُمہات " کہتے ہیں ، بہت محترم مانا جاتا تھا ۔
لوگ کہتے ہیں کہ مندر کو اہلِ قریطہ نے تعمیر کیا تھا
اور چند برچھے اور برنجی خود بھی دکھائے جاتے ہیں جن پر
مریونس اور الیاسس کے نام کندہ ہیں (مگر آخری نام
لاطینی ہجا کے مطابق) جنھوں نے یہ چیزیں دیویوں کے
نام چڑھا دی تھیں ۔ یہ شہر قرطاجنیوں کے بڑے
طرف داروں میں تھا اور یہاں والوں نے اپنے سب سے
مُمتاز شہری نی کیاس کو جو اُنھیں رومہ کی جانب
ہوجانے کا مشورہ دیتا تھا ، اہلِ قرطاجنہ کے حوالے
کرنے کا قصد کیا ۔ نی کیاس نے اس قصد کو تاڑ کر اور
یہ معلوم کرکے کہ مخفی میری نگرانی کی جارہی ہی ، لامذہبی کی
باتیں اور " اُمہات " مذکور کی اہانت کرنے لگا اور بہت
سی گُستاخی کی علامتیں ایسی ظاہر کیں جس سے معلوم ہو کہ
گویا وہ دیویوں کے وجود کی مُسلّمہ رائے سے مُنکر و منحرف
ہی جس پر اُس کے دشمن یہ سمجھ بہت خوش تھے کہ وہ خود
ہی اپنے سر پر تباہی لا رہا ہی ۔ مگر عین اس وقت جب
وہ اُس کی گرفتاری پر آمادہ تھے ، ایک جلسے میں تقریر کرتے
کرتے نی کیاس نے اپنے آپ کو خاک پر گرا دیا اور فوراً ہی
کہ ہنوز تحیّر (جیسا کہ عموماً ایسے ناگہانی موقعوں پر ہُوا کرتا ہی

کی وجہ سے تمام مجلس بے حس و حرکت تھی، وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنا سر اِدھر اُدھر گھُماکر اپنے لبادے کو اُتار پھینکا اور گریبان کو چاک کرکے ایک جست کی اور دروازے کی طرف جھپٹا اور بہ آواز چلاتا جاتا تھا کہ مجھ پر "اُتھہات" کا غضب نازل ہوا ہی"۔ کسی شخص کو مذہبی خوف کی وجہ سے یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس کو پکڑے یا روکے بلکہ سب اُس کے سامنے سے ہٹ گئے اور وہ بغیر اس کے کہ ایسی چیخ یا بناوٹ کو فروگزاشت کرے جس سے اُس کا مقہور یا آسیب زدہ ہونا پایا جاتا تھا، دروازے کے باہر بھاگا۔ اُس کی بیوی جو اُس کی چال سے واقف اور اُس کی تدبیر سے باخبر تھی اپنے بچّوں کو ہمراہ لے کر پہلے تو دیویوں کے مندر میں روئی گڑگڑائی، اُس کے بعد اپنے آوارہ گرد شوہر کی تلاش کے حیلے سے قصبے کے باہر چلی گئی اور اس طریقے سے سب کے سب مارسلس کے پاس مقام سیراکیوز میں آگئے۔ جب اس قسم کی اور بھی سرکشی کی باتیں اہلِ انجی ام سے وقوع میں آئیں تو مارسلس نے ان سب کو قید کرکے ہتکڑیاں ڈال دیں اور اُنھیں آخری سزا دینے پر آمادہ ہوا کہ یکایک نی کیاس نے باچشمِ تر اُس سے گفتگو کی اور طُرفہ یہ خود کو اُس کے قدموں پر ڈال دیا اور نہایت عاجزی سے اپنے ہم وطنوں کی سفارش کرتے ہوئے اُن کی خصوصاً اپنے دُشمنوں کی جاں بخشی چاہی۔ مارسلس

کا بھی غصّہ فرو ہوگیا اور اُس نے ان سب کو آزاد اور نی کیاس کو بہت سی جاگیروں اور قیمتی تحائف سے سرفراز کیا۔ یہ کُل قصّہ پوسی ڈونی اس فلسفی نے تحریر کیا ہے ؎

آخر کار رومیوں نے وطن کی قربت میں فوری جنگ کا اندیشہ کرکے مارسلس کو واپس بُلایا اور وہ اپنا جلوس نکالنے کے لیے سیراکیوز سے خوب صورت جواہرات اور مجسّموں کی ایک کثیر تعداد لے گیا کیوں کہ اس سے پیشتر نہ تو رومیوں کے پاس ایسے نادر جواہرات تھے اور نہ اُن کو دیکھنا نصیب ہوے تھے اور نہ اُن کو عُمدہ اور نفیس دست کاریوں سے کوئی دل چسپی ہوتی تھی بہ جز غیروں کے اسلحہ اور خون آلودہ مالِ غنیمت کے جو ہر مقام پر جلوسی یادگاروں اور جنگی تحفوں کے ساتھ سجائے جاتے تھے، ایسے تحائف شہرِ روما میں نہیں آئے تھے۔ اسی لیے جس طرح اپامنن دس بیوشیہ کے میدانوں کو "مریخ کی تماشہ گاہ" سے تعبیر کرتا تھا اور زنوفن، افی سس کو "جنگ کا گودام" کہتا تھا میری رائے میں اُس زمانے کے روما کو بھی پنڈار کے الفاظ میں آپ "لاصُلح مرّیخ کا محلّہ" کہہ سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے مارسلس اور بھی عوام میں محبُوب ہوگیا کہ اُس نے شہر کو خوب صورت اشیا سے جو یونانی نفاست اور یکتائی کی خوبیاں رکھتی تھیں، سجایا لیکن فی بی اس کی جس نے نہ اس قسم کی چیزوں کو مَس کیا تھا نہ روما میں کبھی لایا تھا، پُرانے لوگ بڑی

تعریف کرتے تھے۔ یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب اُس نے ٹارنٹم پر قبضہ کیا تھا۔ اُس نے رُپیہ اور قیمتی چیزیں تو لے لیں مگر منع کردیا کہ مجسّموں کو اپنی جگہ سے نہ ہٹایا جائے۔ اور حسبِ بیانِ عام یہ بھی کہا کہ ان غضب ناک دیوتاؤں کو ٹارنٹم والوں ہی کے لیے چھوڑ دو۔ اس خیال کے لوگوں نے پہلے تو مارسلس پر شہر کو بدنام کرنے کا الزام لگایا یعنی یہ کہ اُس نے اپنی فتح کی خوشیاں منانے اور جلوس نکالنے میں صرف مفتوح انسانوں ہی کو نہیں شامل کیا بلکہ دیوتاؤں کو بھی اس میں لے لیا تھا۔ دوسرا الزام یہ تھا کہ اُس نے عجیب عجیب مصنوعات اور فنون کی فضول تعریفیں کرکر کے لوگوں کو بےکاری میں مبتلا کیا۔ رومی عوام جو محض فنِ زراعت اور حرب سے بہرہ رکھتے تھے اور کبھی عیش و نشاط کا ذائقہ نہیں چکھا تھا اور جیسا کہ یوری پڈیز نے ہرقل کی نسبت لکھا ہے ع

"وہ سیدھا سادہ گنوار محض امورِ مُہمہ کے کام کا!"

یہ لوگ بھی ان چیزوں سے ناآشنا تھے، وہ اب اس قسم کے خرافات کو دیکھنے بھالنے میں اپنا وقت ضائع کیا کریں گے"۔

اس سرزنش و الزام کے باوجود مارسلس نے خود یونانیوں میں اپنی اس بات سے نام‌وری پائی کہ اُس نے اپنے ناواقف ہم وطنوں کو یونانیوں کی حیرت انگیز اور نفیس صناعیوں کا اعتراف و اعزاز کرنا سکھایا +

مگر چوں کہ حاسدوں نے اس بنا پر اس کا جلوس شہر میں نکلنا گوارا نہ کیا کہ ہنوز صقلیہ میں جنگ کی کچھ چیزیں رہ گئی ہیں اور ایک تیسرا جلوس رشک کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا، مارسلس بھی چُپ ہو رہا۔ لیکن اُس نے اپنا جلوس کوہِ البان پر برپا کیا اور شہر کے اندر دھوم دھام (لاطینی: رووے شن) کے ساتھ داخل ہوا۔ اس دھوم دھام کو یونانی میں "نعرہ" کہتے ہیں، مگر اس موقع پر نہ تو وہ کسی رتھ میں سوار ہوا نہ اس کے سر پر پھولوں کا تاج رکھا گیا اور نہ ڈھول تاشے بجائے گئے بلکہ پیادہ پا صرف جوتے پہنے ہوئے آیا۔ گزرتے وقت بہت سی شہنائیاں ہم نوا ہوکر بج رہی تھیں اور اس کے گلے میں مینہدی کے پھولوں کا ایک ہار پڑا ہوا تھا جو صلح و امن کی علامت ہے اور جس سے بہ نسبت خوف کے محبت و عزت کے جذبات پیدا ہوتے تھے۔ اسی بنا پر میں قیاس کرتا ہوں کہ درحقیقت "جلوس" اور "دھوم دھام" میں جو فرق تھا وہ مُہمات کی عظمت پر مُنحصر نہ تھا بلکہ اُن کے طریقِ انجام دہی پر، اس لیے کہ جو لوگ ایک قطعی جنگ کرکے اور حریف کو ہلاک کرکے فاتحانہ واپس ہوتے تھے وہ یہ ہیبت ناک جلوس نکالتے تھے اور چوں کہ اُس زمانے کی رسم یہ تھی کہ فوج کو خوب بھڑکیلا بنا دیا کرتے تھے اس لیے ہتھیاروں اور فوجوں کو پھولوں سے سنوارا

جاتا تھا۔ مگر وہ لوگ جو محض ترغیب، گفت و شنید یا دلائل سے بغیر استعمالِ لشکر کے کام نکال لیتے تھے تو ان کو رسم کے لحاظ سے غیر فوجی جلوس اور تہوار کی سی دھوم دھام عطا کی جاتی تھی اس لیے کہ شہنائی خاص اُس کا نشان اور مینہدی "زُہرہ" کا پودا ہے جو تمام دیوتاؤں اور دیویوں کے مقابلے میں جنگ اور جبر سے نفرت رکھتی ہے۔ اس کو "دھوم دھام" اس وجہ سے نہیں کہتے جیسا کہ بعضوں کا خیال ہے کہ وہ یونانی لفظ "یُواس ِمس" سے ماخوذ ہے، کیوں کہ اس میں شور تحسین اور "یُوا" کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ مگر فتح کے جلوس بھی ان چیزوں سے خالی نہیں ہوتے۔ غرض یہ بات نہیں ہے بلکہ دراصل سپہ سالاروں میں یہ اک رسم تھی کہ وہ اپنے جلوس کے موقع پہ بیل کی اور دھوم کے موقع پہ بھیڑ کی قربانی کرتے تھے، اس وجہ سے اُنھوں نے دھوم کو لفظ "اووے شن" سے تعبیر کیا جو لاطینی زبان اووس (=چھوٹی فتح) سے نکلا ہے۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ وہ قربانیاں جو اسپارٹا کے واضع قانون نے متعین کی ہیں، رومیوں کے مقننوں کی قربانیوں سے کس قدر متضاد ہیں، اس لیے کہ لکدمون میں کوئی سپہ سالار جب اپنے فرض کو فریب یا متواضعانہ عہد و پیمان سے انجام دے لیتا تھا یا سپہ سالاری سے دست بردار ہوتا تو وہ ایک بیل کی قربانی کرتا تھا اور جو سردار کہ لڑائی

لڑکر مہم کو انجام دیتا وہ فقط ایک مُرغ کی قربانی دیتا۔ اس لیے کہ گو لکدمونی (یعنی قوم اسپارٹہ) بڑے جنگ جُو لوگ تھے مگر سمجھتے تھے کہ وہ مہم جو عقل و دانائی کی رُو سے سر کی گئی ہو، انسان کے لیے اس سے کہیں انسب اور موزوں ہی جو صرف لشکر اور دلیری سے حاصل کی گئی ہو۔ اب یہ بات کہ ان دونوں میں کون افضل و ادنیٰ ہو اس کو میں اوروں پر چھوڑتا ہوں ؎

جب مارسلس چوتھی مرتبہ قنصل مقرّر ہوا تو اُس کے دشمنوں نے اہلِ سیراکیوز کو بھڑکایا کہ تم روما جاکر مارسلس کے خلاف اس امر کا دعوےٰ کرو کہ اُس نے ہم کو بہت نقصانات اور ضرر پہنچائے ہیں جو فی الحقیقت شرائطِ امن کے خلاف ہیں۔ اتفاق یہ ہُوا کہ جس وقت سیراکیوزیوں نے یہ درخواست مجلس کے سامنے گزرانی اُس وقت مارسلس ایوانِ حکومت میں موجود تھا اور قربانیاں کررہا تھا۔ بریں ہم وہ خاموش بیٹھا رہا تاکہ اُن کی شکایات سُنے اور الزامات کو ظاہر ہونے دے۔ مگر مارسلس کے شریک نے جو اُس کو بچانے کا خواہش مند تھا، اُن کو کچہری سے باہر نکلوا دیا۔ جوں ہی مارسلس یہ سُنا وہ خود دوڑا آیا اور پہلے تو اپنی کُرسی پر بیٹھ کر دوسرے معاملات مجلس کے رُو برُو پیش کیے مگر جب یہ سب فیصل ہوگئے تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور ایک معمولی آدمی کی حیثیت میں اس مقام پر گیا، جہاں

ملزمین جواب دہی کی غرض سے کھڑے ہوتے تھے اور سیراکیوز والوں کو نہایت آزادی کے ساتھ اپنے اوپر دعوے کرنے کی دعوت دی۔ مگر اُن لوگوں پر اُس کے استقلال اور عظمت سے ایسی دہشت چھاگئی کہ وہ سب متحیّر کھڑے رہ گئے۔ مُلکی لباس میں وہ اُس زمانے سے بھی زیادہ خوف ناک نظر آیا جتنا فوجی لباس میں نظر آیا کرتا تھا۔ اس پر بھی مارسلس کے حریفوں نے جب ہمت بندھائی تو اُنھوں نے اپنا دعوےٰ شروع کیا اور ایک تقریر کی جس میں فریاد وزاری کے ساتھ ساتھ انصاف و عدل کی خواہش کی گئی تھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اُنھوں نے باوجود رومیوں کے دوست ہونے کے وہ وہ مصائب جھیلے جو اُن کے دشمنوں نے بھی نہ اُٹھائے ہوں گے۔ مارسلس نے اُن کا جواب یہ دیا کہ تم نے اہلِ رومہ کے خلاف بہت سی دشمنی کی باتیں کیں پھر بھی تم کو اُس سے زیادہ تکلیفیں نہیں پہنچیں جتنی کسی مفتوح و مقیّد دشمن کو پہنچنی ناگزیر ہیں۔ نیز یہ کہ یہ تمھاری ہی خطا ہے کہ تم مقیّد کرلیے گئے اس واسطے کہ تم نے میری اُن متواتر کوششوں پر جو نرمی سے سمجھانے کے لیے کی تھیں، مطلق کان نہ دھرا۔ مزید براں تُم کو کسی جابر بادشاہ نے جنگ پر آمادہ نہیں کیا تھا بلکہ تم نے خود ہی مطلق العنان بادشاہ بنائے کہ وہ جنگ جاری رکھیں ؞

جس وقت تقریریں ختم ہوئیں اور رواج کے مطابق مدّعی باہر چلے گئے تو مارسلس نے بھی فیصلے کی دریافت کی غرض سے

رتیق کو چھوڑا اور خود بھی باہر نکل کر مجلس کے دروازے پر انتظار کرنے لگا۔ اُس کی دل جمعی اور سکونِ قلب میں ذرا بھی فرق نہیں آیا تھا۔ نہ تو ان الزامات سے اس پر کسی قسم کا خوف طاری ہُوا تھا اور نہ سیراکیوزیوں کے خلاف غصہ ہی آیا تھا بلکہ کامل خاموشی اور متانت کے ساتھ وہ فیصلے کا منتظر تھا۔ آخرکار جب فیصلے کا اعلان کر دیا گیا اور مجلسِ اعلیٰ نے مارسلس کے موافق حکم سُنایا تو سیراکیوزیوں نے زار زار رو کر اپنے کو اُس کے قدموں پر ڈال دیا اور اُس سے اپنی موجودہ حالت کی نسبت عفو کی خواہش کی اور اپنے بقیہ اہلِ شہر کی بدبختی کو پیش کرکے رحم کی التجا کی اور اقرار کیا کہ ہم ہمیشہ آپ کے احسانات کو یاد رکھیں گے اور آپ کے سپاس گزار رہیں گے۔ چناں چہ مارسلس نے بھی اُن کے آنسوؤں اور مصائب سے متاثر ہوکر نہ صرف اُن کو معاف کردیا بلکہ بعد میں ہمیشہ اس موقع کی تلاش میں رہا کہ اُن پر کوئی لُطف و کرم کرسکے۔ مجلس نے اُس آزادی کو تسلیم کرلیا جو اُس نے اہلِ سیراکیوز کو اُن کے قوانین، حقوق اور مال و اسباب کے متعلق عطا کی تھی۔ اس بُنیاد پر اہلِ سیراکیوز نے بھی من جملہ دیگر اعزازات کے ایک یہ قانون بنا دیا کہ جب کبھی بھی مارسلس یا اُس کی اولاد میں سے کوئی صقلیہ میں آوے تو اُس کے احترام میں لوگوں کو چاہیے کہ ہار پہنیں اور سرکاری طور پر خوشی کی

قربانیاں دیں ٭

اس واقعے کے بعد وہ پھر ہنی بال کی طرف بڑھا۔ کے نی کی عظیم الشان شکست کے بعد رومی حکام و سپہ سالار سب ہی نے یہ حکمتِ عملی اختیار کرلی تھی کہ ہنی بال سے برسرِ مقابلہ نہ ہوں اور کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اُس سے سرِ میدان مقابل ہو اور اپنے کو فیصلۂ شمشیر کے حوالے کردے، لیکن مارسلس نے اس کے خلاف روش اختیار کی اور خیال یہ کیا کہ ہنی بال کو تھکانے اور عاجز کرنے کی پالیسی پر عمل کرتے کرتے کہیں اطالیہ خود ہی برباد نہ ہوجائے اور یہ کہ فےبی اس جو اپنی محتاط پالیسی پر قائم رہ کر جنگ کے ازخود ختم ہوجانے کی راہ دیکھ رہا تھا حالاں کہ اسی اثنا میں خود رومہ بھی تباہ ہو رہا تھا (مگر وہ) ایک ایسے بُزدل طبیب کے مانند جو استعمالِ ادویہ سے ڈرتا ہو اور اسی انتظار و امید میں رہے کہ مریض کی ناتوانی کے ساتھ مرض بھی دُور ہوجائے گا) صحیح راستے پر نہیں ہے جس سے اُس کے مُلک کے مرض کا ازالہ ہوسکے۔ چُناں چہ اوّل اوّل مارسلس نے سام نی تی قوم کے بڑے بڑے شہروں پر جنھوں نے بغاوت کی تھی، قبضہ کیا جہاں رُوئی اور غلّے کی مقدارِ کثیر اُس کے ہاتھ لگی اور تین ہزار ہنی بال کے سپاہی بھی گرفتار ہوئے جو وہاں مُدافعت کی غرض سے مقیم تھے۔ بعدازاں جب اُس نے سُنا کہ نائب قنصل

نی اس . فل وی اس معہ گیارہ فوجی عمال کے اپولیا کے میدان میں مقتول ہُوا اور وہیں فوج کا حصّۂ کثیر بھی کھیت رہا تو اُس نے رومہ کو خط لکھ کر لوگوں کا دل بڑھایا کہ تم مطلق ہراساں نہ ہو کیوں کہ میں اب ہنی بال کے مقابلے میں کوچ کرنے والا ہوں تاکہ اُس کی ساری شان و شوکت مٹّی میں ملا دوں مگر لی وی لکھتا ہی کہ : " جب یہ خطوط پڑھے گئے تو نہ صرف یہ کہ لوگوں کی ہمت نہ بندھی بلکہ پیش تر سے بھی زیادہ ہمت ہار بیٹھے کیوں کہ اُن کو خیال ہُوا کہ کچھ ایسا ہی بڑا خطرہ درپیش ہی کہ جہاں فل وی اس مقتول ہوگیا ، وہیں اب مارسلس جیسا شخص جا رہا ہی - . مگر اُس نے جیسا کہ لکھا تھا لیوکے نیون کی مملکت میں بڑھتے بڑھتے نیومسٹرو کے مقام پر ہنی بال کو جا لیا اور چوں کہ غنیم پہاڑیوں پر مقیم تھا، اُس نے ایک مسطح میدان میں اپنا پڑاؤ ڈالا اور دوسرے روز جنگ کے لیے اپنے لشکر کی صف بندی کی - ہنی بال نے اس مبازرت کو قبول کیا - جانبین میں بڑی دیر تک جنگِ شدید برپا رہی اور ہنوز فتح کا پلّہ کسی طرف جُھکا نہ تھا کہ رات کی تاریکی نے دونوں کو جُدا کیا - دوسرے روز صبح ہوتے ہی مارسلس اپنے لشکر کو میدان میں لایا اور زندہ سپاہیوں کو لاشوں کے درمیان صف آرا کیا پھر ہنی بال کو للکارا کہ آؤ، دوسری جنگ آزمائی سے فیصلہ کرلیں - جب وہ اُترا

اور دوسری طرف چل دیا تو مارسلس بھی مال غنیمت پر قبضہ کرکے اور اپنے مُردوں کو دفن کرکے اُس کے پیچھے پیچھے چلا۔ اور اگرچہ ہنی بال نے اکثر داؤں پیچ کھیلے اور مارسلس کو کمیں گاہ میں پھانسنا چاہا مگر اس کو کبھی گھیر نہ سکا۔ یہ مختلف جھڑپیں جو ہوئیں اور اُن میں مارسلس ہی بالادست رہا تو اُس کی شُہرت ایسی بڑھ گئی کہ جب مجلسِ عام کا وقت قریب آیا تو مجلس اعلیٰ نے اس امر کو مناسب خیال کیا کہ دوسرے قنصل کو صقلیہ سے بلا لے بہ نسبت اس کے کہ مارسلس کو معرکۂ ہنی بال سے واپس بُلائے اور اُس کے آنے پر حکم دیا کہ کوان ٹس فل وی اس کو بہ طور مختارِ مطلق یا آمر (= ڈِک ٹے ٹر) کے نام زد کرے اس لیے کہ اس قسم کی نام زدگی کا اختیار نہ تو جمہور کو تھا اور نہ مجلس اعلیٰ کو بلکہ صرف قنصل مجلسِ عامّہ کے رُو برُو اس شخص کو مختار مطلق تجویز کر دیتا جس کو وہ پسند کرتا تھا اور یہی اس کی وجہ تسمیہ بھی ہے اس لیے کہ ڈی کی رے کے معنی نام رکھنے کے ہیں۔ دوسری روایت وجہ تسمیہ کے متعلق یہ ہے کہ اس کا حکم ہی قانون ہوتا ہے اور بغیر کسی سے رائے لیے ہوئے جو چاہے، حکم دے دیتا ہے، اس لیے کہ اہلِ رومہ حکّام کے حکم کو بھی قانون سے تعبیر کرتے ہیں۔

اب چوں کہ مارسلس کا رفیق جو صقلیہ سے بلوایا

گیا تھا، ارادہ کرچکا تھا کہ کسی دوسرے ہی شخص کو مختار مطلق قرار دے گا اور اپنی رائے کو بدلنا نہیں چاہتا تھا اور نہ اس پر مجبور کیا جاسکتا تھا، لہذا رات ہی رات صقلیہ کو واپس چل دیا۔ تب عوام کے حسب منشا مجلس اعلیٰ نے علانیہ مارسلس کو حکم دیا کہ فل وی اس کو مختار نام زد کرے۔ چناں چہ اُس نے بہ تعمیلِ حکمِ جمہور اعلان کردیا۔ پھر فے بی اس کے ساتھ یہ طے کرکے کہ اُدھر تم ٹارن ٹم کا محاصرہ جاری رکھو ادھر میں ہنی بال کے پیچھے لگا رہوں گا، بالآخر دشمن کو کینے نوزی ام کے مقام پر جالیا۔ ہنی بال ہمیشہ اپنا پڑاؤ بدلتا رہتا اور جنگ سے گریز کرتا تھا لیکن ایک مرتبہ جب وہ پڑاؤ ڈالے ہُوے تھا تو اُس پر بار بار حملے کرکے اتنا مشتعل کیا کہ وہ جنگ پر آمادہ ہوگیا لیکن عین شدتِ جنگ میں رات ہوگئی اور دونوں فریق کو جُدا ہوجانا پڑا۔ دوسرے روز مارسلس پھر مسلح ہوکر سامنے آیا اور اپنی فوجوں کو صفوں میں آراستہ کیا۔ ہنی بال نے غایتِ اندوہ کے ساتھ قرطاجنی سپاہیوں کو مجتمع کیا اور اُن کے سامنے ایک تقریر کی اور التجا کی کہ آج تم اس طرح لڑو جو تمھاری سابقہ کامیابیوں کے شایانِ شان ہو۔ اُس نے کہا کہ "تم دیکھتے ہو کہ اتنی بڑی ظفرمندیوں کے بعد بھی ہم کو باوجود فاتح ہونے کے دم لینے اور آرام کرنے کی مُہلت نہیں ملے گی تاوقتے کہ ہم اُس

شخص (مارسلس) کو اپنے سامنے سے نہ مار ہٹائیں ؟"

بعدازاں دونوں فوجوں نے باہم مقابل ہوکر نہایت شدید جنگ کی، عین اسی موقع پر ایک بے موقع جنگی حرکت نے مارسلس پر ثابت کردیا کہ سخت غلطی ہوگئی یعنی چوں کہ دائیں بازو پر دباؤ پڑ رہا تھا اس لیے اس نے ایک رسالے کو حکم دیا کہ وہ محاذ پر آجائے۔ اس تغیر و تبدل نے ترتیب صفوف میں خلفشار پیدا کردیا اور غنیم کو فتح دلا دی دو ہزار سات سو رومی کھیت رہے +

جس وقت مارسلس پسپا ہوکر اپنے پڑاؤ پر پہنچا تو اُس نے سب سپاہیوں کو مجتمع کیا اور کہا کہ "میں بہت سے رومی اسلحہ اور رومی اجسام کو تو دیکھتا ہوں مگر مجھ کو خود رومی ایک بھی نظر نہیں آتا" جب اُنھوں نے معاف کیے جانے کے لیے خوشامد کی تو اُس نے انکار کردیا اور کہا کہ جب تک تم شکست کی حالت میں رہوگے، میں معاف نہیں کرسکتا مگر وعدہ کیا کہ تلافی کے ساتھ ہی میں تم کو معاف کردوں گا۔ چناں چہ دوسرے روز پھر اُن کو میدان میں لانے کے ساتھ عزم مصمم کرلیا کہ ہماری فتح کی شہرت رومہ میں شکست کی خبر سے پہلے جا پہنچے۔ پھر اس جلسے کو برخاست کرکے حکم دیا کہ جن لوگوں نے میدان میں پیٹھ دکھائی ہی اُن کو گیہوں کے بجائے جَو کھانے کے لیے دیے جائیں۔ یہ سرزنش سپاہیوں پر ایسی تلخ گزری کہ اگرچہ اُن ...

کثیر شدید زخمی تھی تاہم اُن کا بیان ہی کہ ہم میں سے کوئی متنفس ایسا نہ تھا جس کو سپہ سالار کی یہ سرزنش زخموں سے بھی بڑھ کر تلخ اور چُبھتی ہوئی نہ معلوم ہوئی ہو:

دن نکلتے ہی ایک ارغوانی لبادہ نمودار ہُوا جو فوری جنگ کی علامت تھی۔ جو رسالے کہ گزشتہ روز موردِ ملامت بنے تھے، اُنھوں نے بہ عاجزی درخواست کی کہ ہم کو فوج کے آگے کھڑا کیا جائے، جو منظور کی گئی۔ بعدازاں بقیہ فوج کو آراستہ کیا۔ جب یہ خبریں ہنی بال کو پہنچیں تو اُس نے بے ساختہ کہا "یاللعجب! ایسے آدمی سے تم کیوں کر عہدہ برآ ہوسکوگے جو نہ بدقسمتی کا قائل ہی نہ خوش قسمتی کا۔ صرف یہی اک شخص ہی جو خود فاتح ہونے کی صورت میں ہم کو چین نہیں لینے دیتا اور جب مغلوب ہوتا ہی تو خود چین نہیں لیتا۔ معلوم ہوتا ہی کہ ہم کو ہمیشہ اُس سے لڑتے ہی رہنا ہوگا اس لیے کہ کام یابی کی صورت میں اُس کا حوصلہ اور ناکامی کی حالت میں اُس کی غیرت اُسے کسی نہ کسی مزید اقدام پر مجبور کرتی رہتی ہی۔"

اس کے بعد دونوں فوجیں بھڑگئیں۔ جب لڑائی کی حالت مشکوک ہوگئی تو ہنی بال نے حکم دیا کہ ہاتھی پہلی صف میں لائے جائیں اور رومیوں کے ہراول پر ریلے جائیں۔ جس وقت یہ حیوان رومیوں کو روند کر انتشار پھیلا رہے تھے تو فلے وی اس جو سپاہیوں کا نمایندہ (ٹری بیون) تھا، ایک جھنڈے کو چھین کر اُن پر حملہ آور ہوا اور جھنڈے کے سرے پر

جو برچھی سی لگی ہوتی ہی اُس سے پہلے ہاتھی کو زخمی کردیا، جس سے وہ بھاگا۔ یہ ہاتھی اپنے پیچھے والے پر پلٹ پڑا۔ اور اُس کو نیز بقیہ پیچھے کے ہاتھیوں کو ہٹاتا چلا گیا۔ مارسلس نے یہ دیکھ کر اپنے سواروں کو بڑے زور کے ساتھ ہاتھیوں پر نیز حریف پر جو ہاتھیوں کی وجہ سے بڑے خلفشار میں مُبتلا تھا، دھکیلا۔ ان سواروں نے قرطاجنیوں کا تعاقب اُن کے پڑاؤ تک کیا۔ دراں حالے کہ ہاتھیوں نے بھی جو زخمی ہوگئے اور اپنی ہی فوج پر حملہ کررہے تھے، بہتوں کو ہلاک کر ڈالا۔ بیان کیا جاتا ہی کہ اُن کے آٹھ ہزار آدمیوں سے زیادہ مقتول ہُوئے اور رومیوں کے محض تین ہزار مارے گئے لیکن باقی سپاہی تقریباً سب کے سب زخمی تھے اور اسی وجہ سے ہنی بال کو موقع ملا کہ رات کی خاموشی میں پسپا ہو جائے اور مارسلس سے بہت دُور ہٹ جائے کیوں کہ وہ اپنے زخمیوں کی کثرت کی وجہ سے تعاقب نہ کرسکتا تھا بلکہ آہستہ آہستہ کوچ کرتا ہوا کیمپے نیا کی طرف ہٹ گیا، جہاں موسم گرما اُس نے ھن یوای سا میں بسر کیا اور زخمیوں کے علاج میں مصروف رہا ؏

چوں کہ ہنی بال نے مارسلس کے پنجے سے چھوٹ کر اپنی فوج مُلک کے چاروں طرف پھیلا دی تھی اور نہایت

آزادی سے ، بے خوف و خطر تمام اطالیہ کو تاراج کر رہا تھا ، اس لیے روما میں مارسلس کے متعلق بدگوئیاں ہونے لگیں ۔ اُس کے بدخواہوں نے پب لیکی اس بی بولس کو جو عوام کا نمایندہ حاکم اور بڑا چرب زبان و تُند خو آدمی تھا ، اُس پر دعوا کرنے کی ترغیب دی ۔ اُس نے نہایت تیز تقریروں کے ذریعے سے جمہور کو اس پر آمادہ کیا کہ مارسلس سے فوج کی قیادت لے لی جائے ۔ کیوں کہ اُس نے کہا کہ " مارسلس جنگ میں تھوڑا سا اُلجھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دنگل سے ہٹ کر گرم گرم حمام میں اس غرض سے چلا گیا ہو کہ وہاں تازہ دم ہو ۔" مارسلس نے جب یہ سُنا تو اپنی جگہ پر نائب مقرر کر کے بہ عجلت روما پہنچا تاکہ اُن الزامات کی تردید کر سکے اور وہاں ان تہمتوں کی بنا پر اپنے خلاف ایک مقدمہ تیار پایا ۔ یوم مقررہ پر فلامنی دنگل میں جہاں لوگ مجتمع ہوئے تھے ، بی بولس مذکور استادہ ہوا اور اس پر الزام لگایا ۔ جس کا خود مارسلس نے تو سادہ اور مختصر جواب دیا مگر شہر کے عمائد اور سر برآوردہ اشخاص نے اس کی تعریف میں تا دیر تقریر کی اور نہایت صفائی سے لوگوں کو نصیحت کی کہ دیکھو تم جو مارسلس کو بزدلی کا ملزم گردان رہے ہو تو انصاف کرنے میں غنیم سے بھی بدتر

ہوئے جاتے ہو کیوں کہ ہمارے تمام سرداروں میں سے صرف وہی ایک ایسا شخص ہی، جس کے سامنے سے دشمن بھاگا اور ہمیشہ یہی کوشش کرتا رہا کہ اُس سے مقابلے کی نوبت نہ آئے اگرچہ دوسروں سے برابر مقابلے کا مشتاق رہا۔ جب یہ لوگ تقریر ختم کر چکے تو مدّعیوں کو اپنی حصولِ فیصلے کی توقع میں ایسا سخت دھوکا ہوا کہ مارسلس نہ صرف بری کردیا گیا بلکہ پانچویں مرتبہ قنصل بنا دیا گیا ؎

اس عہدے پر فائز ہوتے ہی اس نے اٹرادیا کا ایک بہت بڑا ہنگامہ فرو کیا جو قریب قریب بغاوت تک پہنچ گیا تھا اور شہروں میں خود جاکے وہاں امن قائم کردیا۔ پھر جب اُس مندر کے انتساب پر جو اُس نے صقلیہ کی غنیمت سے "عزت" اور "نیکی" کے نام پر تعمیر کرنے کی منت مانی تھی، علما نے اعتراض کیا کہ ایک ہی مندر کو دو دیوتاؤں کی طرف منسوب کرنا قانوناً ممنوع ہی تو اُس نے فوراً دوسرا مندر بھی قریب ہی تعمیر کرانا شروع کردیا اور ان مذہبی پیشواؤں کی ایسی مخالفت کی جو اُس کے حق میں بدشگونی کے قریب تک پہنچتی تھی۔ حق یہ ہی کہ ایسے بعض اور خوارق بھی قابلِ خوف نظر آئے۔ بعض مندروں کو بجلی نے شق کردیا اور جوپی ٹر کے مندر میں چوہوں نے سونے کو کُتر ڈالا۔

یہ بھی اطلاع پہنچی تھی کہ ایک بیل نے کلام کیا ہی اور ایک ایسا بچّہ پیدا ہُوا ہی جس کا سر ہاتھی کا سا تھا۔ ان تمام شگونوں پر توجہ کی گئی تھی، لیکن دیوتاؤں کو جیسا چاہیے، رضامند نہیں کیا گیا۔ اِنھی فالوں نے کچھ عرصے اس کی روانگی ملتوی رکھی۔ حالاں کہ وہ واپسیِ جنگ کی خواہش سے بے تاب و بے قرار تھا اس لیے کہ کوئی شخص کبھی کسی چیز کا ایسا مشتاق نہ ہوگا، جیسا وہ ہنی بال کے ساتھ لڑائی کا تھا۔ وہ رات کو خواب بھی دیکھتا تو اسی مسئلے کا اور اپنے دوست آشناؤں سے گفتگو بھی کرتا تو اسی بحث پر۔ اس نے دیوتاؤں کے سامنے بجز اس کے اور کوئی مُراد نہیں پیش کی کہ مجھے ہنی بال کے ساتھ میدانِ جنگ میں لڑنے کا موقع مل جائے۔

اور میرا خیال ہی اگر دونوں کی فوجیں ایک ہی پڑاؤ میں محدود ہوتیں تو وہ نہایت خوشی سے ہنی بال پر حملہ کر بیٹھتا۔ اگر اس پر اعزازات کا انبار نہ ہوتا اور اگر اس نے اپنی اصابت رائے اور حزم و احتیاط کا بہ حیثیت ایک پُختہ کار سپہ سالار کے ثبوت نہ دے دیا ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ یہ اس کی نوجوانوں کی سی ترنگ ہی جو اس کے سن پر

کسی طرح زیب نہیں دیتی۔ اس لیے کہ وہ اس وقت جب اُس نے اپنی پانچویں قنصلی شروع کی تو ساٹھ برس سے متجاوز ہو چکا تھا +

جب قربانیاں چڑھائی جا چکیں اور جو کچھ کہ دیوتاؤں کی نذر نیاز کا تھا، وہ کاہنوں کی رائے کے مطابق انجام پا چکا تو وہ اپنے رفیق کے ہم راہ جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ اُس نے ہنی بال کو مشتعل کرنے کے لیے تمام ممکنہ ذرائع سے کام لیا، جو اس وقت بین ٹیا اور ونوزیا کے مابین مستقل پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ہنی بال نے ہمیشہ جنگ سے گریز کیا، البتہ ایک مرتبہ جب اُس کو خبر ملی کہ کچھ رومی فوجیں قصبہ لوکری کی طرف جا رہی ہیں تو اُس نے پے ٹی لیا کی چھوٹی پہاڑی کے قریب ایک کمیں گاہ تیار کی، جہاں اُس نے دو ہزار پان سو سپاہیوں کو ہلاک کر ڈالا۔ اِس واقعے نے مارسلس کے جذبۂ انتقام کو نہایت مشتعل کر دیا اور وہ ہنی بال کی طرف بڑھا دونوں پڑاؤوں کے بیچ میں ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی جو درختوں سے ڈھکی ہوئی خاصی محفوظ جگہ تھی۔ اس کے جانبین میں نشیبی آثار تھے اور اُن پر سے چشمے بہتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ یہ ایسا عمدہ

موقع تھا کہ رومیوں کو بہت حیرت ہوئی کہ
اگرچہ ہنی بال ہم سے پیش تر وہاں پہنچا پھر بھی اُس
نے ایسے اچھے موقعے پر قابض ہونے کی کوشش
نہ کی اور اُس کو اپنے دشمنوں کے لیے چھوڑ دیا۔
مگر اصل یہ ہے کہ اُس کے نزدیک یہ جگہ
کمیں گاہ کے اعتبار سے کہیں زیادہ کارآمد تھی۔ اور
اُس کو اسی کام کے لیے اُس نے منتخب کیا تھا
چناں چہ اپنے متعدد تیر اندازوں اور نیزہ بازوں کو
اُس نے گڑھوں اور درختوں میں پنہاں کر دیا۔ اس
کو یقین تھا کہ مقام کی موزونیت ضرور رومیوں
کو اپنی طرف کھینچے گی۔ اُس کی توقعات غلط نہ
تھیں، اس لیے کہ معاً رومی پڑاؤ میں اس کے
متعلق بات چیت ہونے لگی (گویا کہ وہاں سب کے
سب قائد تھے) کہ کیوں کر اس مقام پر قبضہ
کرنا چاہیے اور ہم کیوں کر دشمنوں کے مقابلے
میں اس مقام سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں خصوصاً
اس صورت میں جب کہ ہم اپنا پڑاؤ وہیں لے جائیں
اور کسی نہ کسی طرح اُس کو بہ طور ایک قلعے کے
مستحکم کر لیں۔ مارسلس نے ارادہ کیا کہ چند سواروں
کے ساتھ جا کر اس مقام کو دیکھے بھالے چناں چہ
ایک پروہت کو طلب کر کے اُس نے قربانی

شروع کی۔ ذبیحۂ اوّل میں قلب بغیر چوٹ کے نمودار ہوا اور ذبیحۂ ثانی میں چوٹی بہت ہی غیر معمولی طور پر بڑی نظر آئی اور اس کے علاوہ دیگر علامات بہت ہی حوصلہ افزا تھیں۔ لیکن کاہنوں نے صاف کہ دیا کہ بعد کی علامتیں اور بھی زیادہ دہشت انگیز ہیں کیوں کہ جن آلائشوں کے شگون بہت عُمدہ اور مسعود ہوں، وہ اگر نحس علامتوں کے بعد نظر آئیں تو خود بھی مُشتبہ ہوجاتے ہیں ۔

لیکن پنڈار کے بہ قول ع

"قضا ٹلتی ہی دیوارِ برنجی سے نہ آتش سے"

اپنے ہمراہ اپنے رفیق اور لڑکے کو جو فوج کا ٹری بیون تھا، اور زیادہ سے زیادہ دو سو بیس سواروں کو (جن میں ایک بھی رومی نہ تھا بلکہ سب کے سب اٹ رس کی تھے۔ بہ جز چالیس فرے گلیوں کے جن کی بہادری اور وفاکیشی کا اُسے کئی موقعوں پر پورا ثبوت مل چکا تھا) ساتھ لے کر موقع مذکور کے معائنے کے لیے روانہ ہوگیا۔ پہاڑی تمام درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی اور اس کی چوٹی پر ایک چوکی دار خود چھپا ہوا بیٹھا تھا لیکن رومیوں کا سارا پڑاؤ اُس کے رُو برُو تھا۔ اس نگہبان کے اشارہ دینے

پر جو لوگ کمیں گاہ میں بیٹھے ہوے تھے، وہ بالکل خاموش ہوگئے۔ حتیٰ کہ مارسلس قریب آگیا تو اُس وقت سب یکایک نکل پڑے اور اُس کو چاروں طرف سے گھیر کر اُس پر تیروں سے حملہ کیا۔ جو بھاگے اُن کو پشت پر زخم پہنچائے اور جنھوں نے مزاحمت کی اُن پر پل پڑے۔ یہ مزاحمت کنندہ وہی چالیس فرےگلی تھے کیوں کہ جہاں اٹ رس کنی آغازِ جنگ ہی میں بھاگ کھڑے ہوے۔ فرےگلیوں نے ایک حلقہ بناکر اپنے قنصلوں کی مُدافعت کی یہاں تک کہ کرس پی نس نے دو برچھے کھاکر اپنے گھوڑے کو بھاگنے کے لیے موڑا اور مارسلس کے پہلو میں ایک بھالا پار ہوگیا جس کی اَنی بہت چوڑی تھی۔ اِس نوبت پر فرےگلی بھی جو چند باقی رہ گئے تھے، اُسے اُفتادہ چھوڑ کر اور نوجوان مارسلس کو کہ وہ بھی زخمی ہوچکا تھا، بچاکر بہ ذریعے فرار اپنے پڑاؤ پر پہنچ گئے۔ مقتولوں کی تعداد تو چالیس سے کچھ اُوپر نہ تھی مگر پانچ تیغہ بردار اور اٹھارہ سوار حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہوگئے۔ کرس پی نس بھی اپنے زخموں کی وجہ سے چند روز بعد مرگیا۔ ایسی مصیبت کہ دو قنصل ایک ہی جنگ میں مارے گئے ہوں، کبھی رومیوں پر نازل نہیں ہوئی تھی ۔

ہنی بال نے دوسرے واقعات کو تو کچھ زیادہ اہمیت نہ دی مگر جوں ہی اُس نے مارسلس کی وفات کی خبر سُنی، فوراً پہاڑی کی طرف دوڑا اور مقتول کے جسم کو نیز اُس کی شکل و قوت کو کچھ دیر تک دیکھتے رہنے کے بعد اُس نے زبان سے غرور و نخوت کا ایک کلمہ بھی نہ نکالا اور نہ دوسروں کی طرح اپنے خوف ناک اور شدید دشمن کی موت پر اس کے بُشرے سے کوئی مسرت ظاہر ہوئی بلکہ اس غیر متوقع اور اچانک موت پر صرف متحیّر ہوکر اُس نے مقتول کی انگشتری اُتاری اور لاش کو مناسب طور سے ملبوس اور آراستہ کرکے عزّت سے جلانے کا حکم دیا اور اُس کی ہڈیوں کو ایک نُقرئی برتن میں رکھ کر، اُس پر ایک طلائی سرپوش ڈھک کر اُس کے لڑکے کے پاس روانہ کردیا۔ مگر بعض نیومی ڈیون نے ان برتن لے جانے والوں پر حملہ کیا اور وہ اُن سے جبراً چھین لیا اور ہڈیاں پھینک دیں۔ جب ہنی بال کو یہ اطلاع پہنچی تو اس نے کہا کہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی چارہ نہیں ہے۔ اُس نے نیومی ڈیون کو تو سزا دے دی۔ لیکن ہڈیوں کے دوبارہ جمع کرنے اور لڑکے کے پاس بھیجنے کا کچھ اہتمام نہ کیا اور یہ خیال کرلیا کہ مارسلس کا اس

طرح مقتول ہونا اور یوں غیر مدفون پڑا رہنا ایک تقدیری امر تھا۔ یہ تو وہ حال ہے جو کارنی لی اس نیپوس اور وے ری اس نے قلم بند کیا ہے مگر لی وی اور اگسٹس سی زر وثوق سے کہتے ہیں کہ خاکستر اُس کے لڑکے کے پاس پہنچادی گئی اور ایک عظیم الشان جنازے کی صورت میں اس کا احترام و اعزاز کیا گیا۔

قطع نظر اُس کی ان یادگاروں کے جو روما میں تعمیر کی گئیں، شہر قطانہ واقع صقلیہ میں بھی ایک وسیع دنگل اُس کے نام پر بنایا گیا اور جزیرہ ساموتھریس کے ایک مندر کے دیوتاؤں کے قریب جن کو کے بری آئی کہتے تھے، بعض مجسمے اور تصویریں رکھی گئیں جو وہ سیراکیوز سے اپنے ہمراہ لایا تھا۔ نیز بہ مقام لین دس منروا کے مندر میں بھی بہ قول پوسی ڈو نی اس اُس کا ایک بُت تھا، جس پر یہ الفاظ کندہ تھے:-

"اے اجنبی! یہ شخص ایک زمانے میں
روما کا کوکب خدائی تھا۔ ایک قدیم
خاندان کا فرد کلاڈی اس مارسلس! وہ
سات مرتبہ اس غرض سے قنصل بنایا گیا
کہ روما کی لڑائیاں لڑے، جس کے
دشمنوں کو اس نے خاک میں ملا دیا!"

اس کتبہ کے لکھنے والے نے مارسلس کی پانچ مرتبہ

کی قنصلی میں اس کی دو مرتبہ کی نائب قنصلی بھی شامل کرلی ہی ۔

اُس کی نسل مارسلس کے زمانے تک جو اُکتاویہ ہمشیرۂ اُگسٹس اور گائی اس مارسلس کا بٹیا تھا، بہت اعزاز کے ساتھ قائم رہی مگر یہ لڑکا عین اپنے ایام شادی ہی میں کہ اُسی زمانے میں وہ عہدۂ منصفی پر سرفراز ہوا تھا اور کچھ ہی عرصہ پیش تر سیزر کی لڑکی سے شادی کرچکا تھا، انتقال کرگیا۔ اُس کی ماں اُکتاویہ نے اُس کے اعزاز اور یادگار میں ایک کُتب خانہ بنایا اور سی زر نے ایک تماشاگاہ، جو اُسی کے نام سے موسوم ہی ۔

پلوپی دس اور مارسلس کا موازنہ

مارسلس اور پلوپی دس کے متعلق یہی قابلِ یادداشت امور تھے جو مجھے مؤرخین سے پہنچے۔ یہ دونوں بڑے انسان اگرچہ عادات و خصائل میں باہم تقریباً مُشابہ

تھے کیوں کہ دونوں ہی باہمت ، جفاکش ، دلیر اور عالی حوصلہ تھے - بریں ہم اس حیثیت سے ضرور فرق تھا کہ مارسلس نے اکثر شہروں میں جو اس نے اپنی قوت سے فتح کیے، قتلِ عام کا ارتکاب کیا - لیکن اپامنن دس اور پلوپی دس نے کبھی کسی فتح کے بعد لوگوں کو ہلاک نہیں کیا نہ باشندوں کو غلام بنایا بلکہ ہم نے یہ بھی سُنا ہے کہ اگر یہ دونوں موجود ہوتے تو تھی بی، ارکومن قوم کے ساتھ ایسی نرمی نہ کرتے جو انھوں نے ارکومن کے خلاف اختیار کیے -

غالوں کے مقابلے میں مارسلس کی کئی مُہمات قابلِ تعریف ہیں ، جب کہ اُس نے صرف چند سواروں کو کو لے کر پیدل اور سوار فوج کی ایک تعدادِ کثیر کو شکست دی اور اُن کے بادشاہ کو اسیر کرلیا (یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی تاریخ میں نظیر آسانی سے نہ ملے گی) - پلوپی دس نے بھی اس اعزاز کو حاصل کرنا چاہا تھا مگر کام یاب نہ ہوسکا اور اسی کوشش میں شاہِ جابر کے ہاتھوں مارا گیا - مگر اس کے مقابل میں تم غالباً اُن دو مشہور اور شان دار لڑائیوں کو پیش کروگے جو بہ مقام لیوک ٹرا اور ٹے گی ری ہوئیں - نہ ہم کہیں مارسلس کے ایسے کارنامے کا بیان پاتے ہیں - خواہ وہ بہ ذریعے کمیں گاہ کے عمل میں آیا ہو خواہ بہ ذریعے اخفا کے ، جیسے کہ

پلوپی دس کے ہیں ، جب کہ وہ جلا وطنی سے واپس آیا اور تھبس میں غاصبوں کو ہلاک کیا - اس میں شک نہیں کہ ہنی بال رومیوں کے واسطے ایک بہت ہی زبردست دشمن تھا - لیکن یہی حیثیت تھیبوں کے مقابلے میں اہلِ اسپارٹہ کی تھی اور اس امر کا اقرار کیا گیا ہی کہ یہی لکدمونی جنگ ہائے لیوک ٹرا اور منٹی نے ڈگی ڈی میں پلوپی دس کے ہاتھوں شکست پاکر بھاگے تھے حالاں کہ پولی بی اس لکھتا ہی کہ : " ہنی بال نے ایک مرتبہ بھی مارسلس سے شکست نہیں کھائی بلکہ تمام معرکوں میں نامفتوح رہا جب تک کہ سی پیو میدان میں نہ آیا "

خود میں نے اس باب میں لی وی اور سی زر کا اور یونانی تاریخ نویسوں میں شاہ جیوبا کا اتباع کیا ہی ، جن کا بیان ہی کہ چند مقابلوں میں ہنی بال کی فوجیں مارسلس سے شکست کھا کر بھاگ گئی تھیں لیکن در اصل لڑائی کے مجموعی نتیجے پر ان شکستوں نے بہت کم اثر ڈالا بلکہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ شکستیں بھی اہلِ قرطاجنہ کی محض چالاکی تھی - البتہ جو بات اصلی ، سچی اور قابلِ مدح ہی وہ یہ ہی کہ باوجود اتنے

لشکروں کے شکست کھانے اور اتنے سرداروں کے مارے جانے سے۔ اور طرفہ تر یہ کہ تقریباً تمام سلطنتِ روما کی بدنظمی کے رومیوں نے ان جملہ نقصانات کو برداشت کرنے کی ہمت دکھائی اور اپنے غنیم کی طرح ہر دم تازہ جنگ پر آمادہ نظر آتے تھے اور مارسلس ہی ایسا فردِ فرید تھا جو اس وقت کی سخت خوف و دہشت پر غالب آیا اور اپنے سپاہیوں کے حوصلوں کو ہمت اور بہادری کے اس درجے تک بڑھاتا، بلند کرتا اور مضبوط کرتا رہا کہ وہ آسانی سے کسی جگہ سر نہیں جھکا دیتے تھے بلکہ آخر دم تک لڑتے رہتے تھے۔ وہی لوگ جن کو پیہم شکستوں نے اس بات کا عادی بنا دیا تھا کہ اگر وہ صحیح و سلامت ہنی بال کے ہاتھ سے بچ کر چلے آئیں تو اسی پر خوشی منایا کریں، ان کو مارسلس ہی نے یہ سبق دیا کہ ناکامی کے ساتھ بچ کر چلے آنے کو نہایت ذلیل اور نفرت انگیز سمجھیں۔ بہ خجالت اس کے مُقر ہوں کہ جنگ کے خطرات کے سامنے ڈر کر قدم ہٹانے اور اپنے فتح مند نہ ہونے پر نہایت ملول و غمگین ہو جائیں ٭

خلاصہ یہ کہ چوں کہ پلوپی دس کسی ایسی لڑائی میں جہاں وہ خود سپہ سالاری کر رہا ہو، کبھی مغلوب نہیں ہُوا اور چوں کہ مارسلس نے بہ مقابلہ اپنے معاصرین کے ہمیشہ زیادہ فتحیں حاصل کیں اس لیے بجا طور پر وہ شخص جو کبھی آسانی سے مغلوب نہیں ہُوا، بہت خوبی سے اُس شخص کے مماثل کہا جاسکتا ہی جس نے شکست ہی نہ کھائی ہو۔ مارسلس نے سیرا کیوز فتح کیا، دراں حالیکہ پلوپی دس اپنی تسخیرِ اسپارٹہ کی توقع میں ناکام رہا مگر میری رائے میں اسپارٹہ کی دیواروں تک اپنے جھنڈوں کو لے جانا اور سب سے پہلے دریاے یوری ٹس کو بہ زورِ شمشیر پار کرنا صقلیہ کی تسخیر سے کہیں زیادہ مشکل تھا بہ جز اس کے کہ ہم یہ کہیں کہ یہ مُہم صحیح طور پر اپامنن دس کی جانب منسوب کی جانی چاہیے۔ اور یہی کیفیت جنگِ لیوک ٹرا کی بھی تھی، دراں حالیکہ مارسلس کی نام وری اور اس کے بہادرانہ کارناموں کی شان و شوکت کامل طور پر بلا شرکت اُسی کی ذات کے لیے تھی۔ کیوں کہ اُس نے ہی سیرا کیوز کو سر کیا۔ بغیر اپنے رفیق کی امداد کے غالوں کو شکست دی، اور جس وقت کہ اوروں نے

ہمت ہار دی تھی تو صرف اُسی نے بغیر کسی ہمراہی کے ہنی بال کے ساتھ قسمت آزمائی کی، جرأت کی اور جنگ کے رنگ کو بدل کے سب سے پہلے اُسی نے خود اُس پر حملہ کرنے کی بہادرانہ نظیر قائم کی*

میں ان دونوں بڑی ہستیوں میں سے کسی کی موت کی تعریف نہیں کرسکتا۔ اگرچہ ان کا انجام ایسا ناگہاں اور نامتوقّع ہوا کہ اُس سے مجھ پر درد و غم کے جذبات طاری ہوجاتے ہیں۔ مَیں ہنی بال کی تعریف کرتا ہوں جس نے ایسے شدید معرکوں میں کہ جن کی تعداد پورے دن بھر میں بھی نہیں شمار کی جاسکتی، ایک بھی زخم نہیں کھایا۔ میں کری سان تس کی (جس کا حال زنوفن کی کرای نوپی ڈیا میں ہی) عزّت کرتا ہوں کہ اُس نے اپنی شمشیر دشمن پر وار کرنے کے لیے عَلَم کی کہ اتنے میں پسپائی کا بگل بجا تو معاً دشمن کو چھوڑ کر متانت اور آہستگی سے واپس ہوگیا۔ وہ طیش جس نے پلوپی دس کو عین لڑائی کے گھسان میں انتقام لینے پر مشتعل کیا تھا، اُسے معذور رکھ سکتا ہی۔ یوری پڈیز کہتا ہی :۔

"سرخیل کے واسطے سب سے مقدم
بات یہ ہی کہ وہ قطعی فتح حاصل
کرے۔ اور دوسری بات یہ ہو کہ عزت
سے مارا جائے!"

اس لیے کہ ایسی حالت میں اُس کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے جان دی، بلکہ یہ موت اس کا ایک عمل ہوگا! پلوپی دس کی فتح کا نفس مقصد، (یعنی جابر کا قتل) جب اُس کی نظروں کے سامنے آگیا، تو پھر اُس کا حملہ کر بیٹھنا محض نامناسب نہ تھا کیوں کہ ایسے شریف مقصد کے واسطے جرأت دکھانے اور نام پیدا کرنے کا دوسرا موقع ملنے کی وہ آسانی سے اُمید نہیں کرسکتا تھا لیکن مارسلس نے جب کہ اس کو کسی فائدے کی توقع نہ تھی اور نہ کسی شدید جوش نے کہ جو فوری خطرے کا فطرتی تقاضہ ہُوا کرتا ہو، اُس کو آپے سے باہر کردیا تھا، اپنے کو خطرے میں جھونک دیا اور ایک غیر مستحق جھاڑی میں مارا گیا۔ وہ شخص جو پانچ مرتبہ قنصل رہا تھا، جس کے تین جلوسِ فتح نکل چکے تھے، جس نے ایسی شاہانہ نام وری اور اموالِ غنیمت حاصل کیا تھا، محض ایک بالادوی یا چوکیداری کا کام انجام دیتا ہو اور اپنے تمام کارناموں کو اجبیر اندلسیوں اور

نیومی ڈیون کے سامنے کہ جنھوں نے اپنے کو اور اپنی روحوں کو قرطاجنوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا، پامال ہونے کے لیے چھوڑ دیتا ہی، حتّٰے کہ خود یہ لوگ بھی اپنے اس فعل کو ہیچ سمجھتے ہیں اور خود بھی اپنی اس غیر متوقع فتح کو کہ چند فرومایگی نوجوانوں کے درمیان ایسے شجاع، نہایت ہی فیاض اور نہایت ہی نامور رومی کو قتل کیا، حقارت کی نگاہوں سے دیکھنے لگتے ہیں +

کسی شخص کو ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ ہم نے یہ کلمات اس نیّت سے کہے ہیں کہ ان عالی قدر آدمیوں کو متہم کریں - یہ تو محض اپنی علانیہ خفگی کا اظہار ہی جو اُنھی کی حمایت میں یہ دیکھ کر کیا گیا ہی کہ اُنھوں نے اپنی تمام خوبیوں کو صرف بہادری کے پیچھے برباد کر دیا اور اپنی زندگیوں کو اس طرح "تلف کر دیا کہ گویا یہ صرف اُنھی کا اتلاف ہی اور اس سے اُن کے وطن، ان کے حلیف اور اُن کے احباب کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا! +

پلوپی دس کی موت کے بعد اُس کے "دوستوں" نے جن کے واسطے اُس نے جان دی، اُس کا جنازہ تیار کیا مگر مارسلس کا جنازہ اُن دشمنوں نے تیار کیا جنھوں نے خود اُس کو مارا تھا۔ بے شک اوّل الذکر کو بہت ہی عمدہ اور نیک قسمت نصیب ہوئی، تاہم دبہ نسبت احباب کے نیازمندانہ

اعتراف کے) اس تعریف میں ایک اعلیٰ تر اور ہم بر بات پائی جاتی ہی جو خود دُشمن ایک ایسے فرد کی تسلیم کریں جو اُنھی کی راہ میں روڑے اٹکاتا رہا ہو۔ کیوں کہ صورتِ اوّل میں یہ محض نکوئی کا نتیجہ ہی کہ جو عزّت کو دعوت دیتا ہی بہ حالے کہ صورتِ ثانی میں فعل کا اصلی محرک وہ فائدہ اور نفع ہوسکتا ہی جو لوگوں کی ذات کو پہنچتا ہی +

مفید عام پریس لاہور میں باہتمام لالہ موتی رام مینجر چھپی
اور سید صلاح الدین جمالی مینجر انجمن ترقی اُردو (ہند) نے دہلی سے
شائع کی۔

ہماری زبان

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

ہر مہینے کی پہلی اور سولھویں تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔
چندہ سالانہ ایک روپیہ فی پرچہ پانچ پیسے۔

اُردو

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہے۔
...ں میں ادب اور زبان کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہے۔ تنقیدی اور محققانہ مضامین خاص امتیاز
...ہیں۔ اُردو میں جو کتابیں شائع ہوتی ہیں، ان پر تبصرہ اس رسالے کی ایک خصوصیت ہے۔ اس کا
...ڈیڑھ سو صفحے یا اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ محصول ڈاک وغیرہ ملا کر سات روپے سکۂ
...یزی (آٹھ روپے سکۂ عثمانیہ) نمونے کی قیمت ایک روپیہ بارہ آنے (دو روپے سکۂ عثمانیہ)

رسالۂ سائنس

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا ماہانہ رسالہ

ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد سے شائع ہوتا ہے۔
اس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردو زبان میں منتقل کیا جائے۔
...میں سائنس کے متعلق جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہوتے ہیں یا جو تحقیق یا ایجادیں ہو رہی ہیں
...ان کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان
...میں بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اہلِ وطن کے خیالات
...میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے۔ رسالے میں متعدد بلاک بھی شائع ہوتے ہیں۔
...قیمت سالانہ صرف پانچ روپے سکۂ انگریزی (چھ روپے سکۂ عثمانیہ)
...خط و کتابت کا پتا: معتمد مجلس ادارت رسالۂ سائنس۔ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی

مشاہیرِ یونان و رومہ

(جلد اوّل)

پلوٹارک کی اس شہرۂ آفاق کتاب کا انتخاب انجمن کی طرف سے کئی سال پہلے شائع ہوا تھا جو بہت پسند کیا گیا۔ اب پوری کتاب کا مکمل ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ پہلا حصہ ہے۔ حجم ۵۲۰ صفحات قیمت مجلد للعہ بلا جلد ہے

انجمن کی تازہ مطبوعات

نام کتاب	قیمت بلاجلد روپے	آنہ	پائی	نام کتاب	قیمت بلاجلد روپے	آنہ	پائی
کتاب الہند حصہ دوم	۳	۰	۰	فردوسی پر چار مقالے	۲	۸	۰
نظریۂ تعلیم حصہ دوم	۳	۰	۰	چند ہم عصر	۱	۸	۰
مکالمات افلاطون	۴	۰	۰	اصلاحات پیشہ وراں چھ جلدیں فی جلد	۱	۱۲	۰
حیوانیات	۲	۴	۰				
الف لیلہ سوم	۴	۰	۰	حکایاتِ اغانی اوّل	۴	۰	۰
کیفیہ	۳	۰	۰	مانڈو	۲	۰	۰
ہمارے بینک	۱	۱۲	۰	بدھ اور اس کا مت	۱	۸	۰
ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ	۲	۸	۰	دیوان نظیر اکبرآبادی	۳	۰	۰
				اخبارِ مجموعہ	۲	۸	۰
دیوان بہرام	۱	۴	۰	تہذیبِ اسلامی	۱	۰	۰